تاریخ سندھ

جلد
حصہ ششم

(عہد کلہوڑا)

جلد اول

★

مرتبہ : غلام رسول مہر

سندھی ادبی بورڈ

سندھ اسمبلی بلڈنگ
بندر روڈ - کراچی

تلک چاڑھی
حیدر آباد - سندھ

محمد ابراهیم جویو ، معتمد سندھی ادبی بورڈ
نے
سندھی ادبی بورڈ کے لئے شایع کیا

اشاعت اول — دو ہزار
۱۹۵۸ء — قیمت ۸—۰—۰ روپے

سندھی ادبی بورڈ
سندھ اسمبلی بلڈنگ ، بندر روڈ ۔ کراچی

★

مکتبہ سندھی ادبی بورڈ
تلک چاڑھی — حیدر آباد ۔ سندھ

دربار پرنٹنگ پریس حقانی چوک ، کراچی میں طبع ہوئی ۔

فہرست مضامین

جلد اول

شکـــریــہ

سندھی ادبی بورڈ حکومت پاکستان کی وزارتِ تعلیمات کا ممنون ہے جس نے بورڈ کے مجوزہ منصوبے سے دلچسپی لے کر بورڈ کو مناسب مالی امداد دی ۔

عرض ناشر

یہ کتاب سندھی ادبی بورڈ کے ''قومی تاریخ و ادب کی ترقی و فروغ کے منصوبہ،، کے تحت شایع کی گئی ھے ۔ اس منصوبہ کا خاص مقصد یہ ھے کہ تاریخ، سوانح عمری، حدیث، تصوف اور شاعری کے موضوعات پر سندھ کے مشہور مصنفین کی تصنیفات کو روشنی میں لایا جائے، جن میں کئی ایک کتابیں مخطوطات کی شکل میں خانگی کتب خانوں میں کس مپرسی کے عالم میں پڑی ھوئی ھیں ۔

اس منصوبے کے تحت جو چار سال (۱۹۵٦-۵۹) تک ممتد ھے، بورڈ کا ارادہ ھے کہ عربی کی ۳۱، فن تاریخ میں فارسی کی ۳۰، شعر و ادب فارسی کی ۵۷، اردو کی ۷، اور انگریزی کی ۲ کتابیں شایع کرے ۔ یہ کتاب اردو کے سلسلے کی دوسری اور منصوبے کے مجموعی سلسلے کی (دسویں) کتاب ھے ۔

مکمل تاریخ سندھ آٹھ جلدوں پر مشتمل ھوگی جس کی یہ چھٹی جلد ''کلھوڑہ دور،، پر ھے ۔ چونکہ اس جلد کی ضخامت بڑھ گئی ھے اسلئے اس کے دو حصے کردیے گئے ھیں اور مختلف فہارس (اشاریے وغیرہ) دوسرے حصے کے آخر میں شامل کیے گئے ھیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذارش

سندھ کی تاریخ بہت قدیم زمانے سے شروع ہو جاتی ہے، یہ بیحد دلچسپ بھی ہے، اور بدرجہ غایت اہم بھی، لیکن اب تک منتشر و غیر مرتب پڑی ہے۔ سندھی یا کسی اور زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی، جسے سندھ کی تاریخ کا ابتدائی خاکہ بھی قرار دیا جاسکے، یعنی جس سے اس خطے کے تاریخی اور تمدنی حالات عہد بہ عہد اور دور بہ دور یک‌جا معلوم ہو سکیں، انقلابات کے طوفان غالباً اس خطے سے زیادہ پاک و ہند کے کسی دوسرے خطے پر نہیں گذرے۔

قوموں میں زندگی کے جذبوں اور ولولوں کو تازہ رکھنے، اور اُن کے افراد کی رگوں میں جوشِ عمل کا نیا خون دوڑانے کا سب سے اہم ذریعہ قومی تاریخ ہے۔ قومی تاریخ ہی کے صفحات پر اسلافِ کرام کے بلند پایہ کارنامے، آنے والی نسلوں کے لئے مستقل درسِ حیات بن جاتے ہیں۔ اسی آئینے میں ہر قوم اپنے ماضی کو بے نقاب دیکھ سکتی ہے، اور عروج و زوال کے اسباب و عوامل پر ٹھنڈے دل سے غور کرکے اپنے

مستقبل کے خط و خال درست کر سکتی ہے۔ جس قوم کے سامنے اپنی تاریخ جامع صورت میں موجود نہ ہو، سمجھ لینا چاہئے کہ وہ زندگی کے میدان میں محرکات عمل کے ایک بہت بڑے وسیلے سے محروم ہے۔

یہی ضرورت تھی جسے پیش نظر رکھتے ہوے سندھی ادبی بورڈ نے اپنے ابتدائی دور میں، ایک مفصل و مستند تاریخ لکھوانے کا منصوبہ تیار کیا تھا، اور یہ قرار پایا تھا کہ پوری تاریخ آٹھ جلدوں میں مرتب کرائی جائے، یعنی:

جلد اول	تاریخی جغرافیہ
جلد دوم	اسلام سے پیشتر کا دور
جلد سوم	عربی دور
جلد چہارم	سومروں اور سموں کا دور
جلد پنجم	ارغونوں، ترخانوں اور مغلوں کا دور
جلد ششم	کلھوڑوں کا دور
جلد ہفتم	ٹالپروں کا دور
جلد ہشتم	انگریزوں کا دور

سندھی ادبی بورڈ نے چند اہل قلم حضرات منتخب کر لئے تھے، جو اس اہم کام کو بہتر سے بہتر طریق پر انجام دے سکتے تھے، اور مختلف ادوار اُن میں تقسیم کر دئے تھے۔ چونکہ تاریخ کو تین زبانوں میں شائع کرنا منظور تھا، یعنی سندھی، انگریزی اور اردو میں تاکہ زیادہ سے زیادہ اصحاب اس کے مطالعے سے مستفید ہو سکیں، اس لئے اہل قلم کو اختیار دے

دیا گیا تھا کہ وہ جس زبان مین چاھیں کتاب مرتب کردیں ، باقي دو زبانوں میں اس کا ترجمه هو جائے گا ۔

پهلي اور دوسري دو جلدیں مسٹر ایچ ۔ ٹي لیمبرک (۱) کو دي گئي تهیں ، آنهوں نے اکسفورڈ میں رہ کر ان کي تکمیل کی ، اور یه دونوں جلدیں مستقبل قریب میں انگریزي زبان هی میں شائع هونے والي هیں ، اور جلد هي ان کا سندهي اور اردو ترجمه بهی شائع کیا جائے گا ۔

عربی دور مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے حوالے کیا گیا تها ، ابهی ابتدائي مراحل هی طے نه هوئے تهے که سید صاحب موصوف عالم بقا کو سدهارے، چنانچه یه حصه ابهی تک کسي دوسرے بزرگ کو نہیں دیا گیا ، سومروں اور سموں کے دور کے متعلق ضروری سرمایه معلومات فراهم نہیں هوا ، لهذا طے کرلیا گیا هے که آسے سب سے آخر میں یکسوئي کے ساتھ مرتب کیا جائے ۔

پانچویں ، چهٹی اور ساتویں جلد میں سے پهلي میرے ، دوسري اور تیسري مولانا غلام رسول مہر کے حوالے کي گئی تهیں ، ارغونوں اور ترخانوں کا دور مکمل هو چکا هے اور عنقریب چهپنے کے لئے دے دیا جائے گا ، مغلوں کا دور بهی تکمیل کے قریب هے ۔

مولانا مہر نے سب سے پہلے کلهوڑوں کے دور پر قلم اٹھایا۔ ابتدا میں خیال تها که اس دور کے بارے میں بهي معلومات بہت کم هیں ، اس لئے بورڈ نے اس عهد کے متعلق کوئی چارسو

---

(۱) H.T. Lambrik

صفحات کي ايک کتاب کافی سمجھی تھی ، مگر جب مولانا نے حالات کی کڑیاں ملا کر مزید تحقیق اور چھان بین شروع کی تو اتنا مسالہ فراہم ھوگیا کہ کتاب ایک ھزار صفحات سے بھی بڑھ گئی اور اُسے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا ۔

اس وقت مولانا ٹالپروں کے عہد پر لکھ رھے ھیں ، اور غالباً یہ دور بھی دو جلدوں پر پھیل جائے گا ۔ انگریزي دور کے متعلق ڈاکٹر ڈوارٹ نے ایک جلد تیار کرلی ھے جو انگریزوں کے ابتدائی عہد سے فتح سندھ تک کے حالات پر مشتمل ھے ، بقیہ حصہ ، وہ بعد میں مدون کریں گے ۔

اس مجمل بیان سے آپ پر سندھی ادبی بورڈ کے منصوبے کي کیفیت بخوبي واضح ھو سکتي ھے ۔ شروع میں آٹھ جلدیں تجویز کي گئی تھیں ، لیکن اندازہ یہ ھے کہ پوري کتاب غالباً تیرہ یا چودہ جلدوں میں تمام ھوگی ۔

جو جلدیں چھپتي جا رھی ھیں ، اُن کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ شروع کرا دیا گیا ھے ، چنانچہ کلھوڑا دور کا سندھي ترجمہ عنقریب مکمل ھو جائے گا ۔

مولانا مہر نے بڑي سعي و کاوش سے کلھوڑا دور کي سرگذشت مرتب کي ھے ، اور سراسر غیر متوقع مصادر سے منتشر مواد فراھم کرکے واقعات ایک سلک میں پروئے اور ایک مسلسل داستان اسطرح تیار کردی ، کہ ایک سرسری نظر ڈال لینے سے کلھوڑوں کے عہد کي پوري تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتي ھے ، کلھوڑوں کا عہد سندھي قوم کي پر عظمت

جد و جہد، بکھرے ہوئے ملکی اجزاء کی از سر نو ترتیب، اور ہمہ گیر تعمیری کارناموں کا ایک ایسا مرقع ہے جس کے منفرد ہونے پر خراجِ تحسین ادا کرنے میں غالباً کسی کو بھی تامل نہ ہوگا خدا کا شکر ہے کہ اس عہد کی سر گذشت اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ مکمل ہوگئی ، اس پر ساکنانِ خطۂ سندھ جتنا بھی فخر کریں بالکل بجا سمجھا جائے گا ۔ کل تک ہم اپنے جن مشاہیر کے صرف ناموں سے آگاہ تھے ، ان کے کارناموں کی عظمت کا ہمیں کوئی احساس نہ تھا ، وہ آج پہلی مرتبہ اپنی تمام درخشاں خدمات ملک و قوم ساتھ ہمارے روبرو جلوہ گر ہو رہے ہیں ۔

اس سلسلے میں مولانا کو ضروری حالات کی فراہمی اور مختلف کڑیوں کے اتصال میں جو زحمتیں پیش آئیں ، ان کا مجھے اور بورڈ کو پورا احساس ہے، غالباً کتاب ملاحظہ فرمانے والے حضرات اس کا احساس نہ فرما سکیں ، اور ہم یہ احساس دلانا بھی نہیں چاہتے ۔ ہماری خواہش صرف یہ ہے کہ قوم اپنے اس عظیم الشان ماضی کی تاریخ سے ، ہمت و جوشِ عمل کے نئے ولولے حاصل کرے، زندگی کی نئی کروٹ لے ، اور عزت و عظمت کے جس تاج سے اس کے اسلافِ کرام کی پیشانیاں مزین رہیں ، اس کو نصب العین بنا کر جد و جہد میں مصروف ہو جائے ۔ یہ ہوگیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری زندگی کا مقصد پورا ہوگیا ، بورڈ نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا ، ایزد برتر و توانا کے فضل و کرم سے وہ منزلِ اتمام پر

پهنچ گیا ، یہی هماري ناچیز مساعی کا ماحصل هے ، اور اسی کو هم اپني زندگیوں کا حاصل سمجھتے هیں ۔

هم اس کتاب کو جس پیمانے پر کامل و مکمل بنانے کے خواهاں تھے ، افسوس که اس میں بقدرِ آرزو کامیاب نه هو سکے ، مثلاً تاریخی نقشے مرتب نهیں کرا سکے ، تاریخي مقامات تک سفر کے لئے مؤلف کو سهولتیں بهم نهیں پهنچا سکے ، اس وجه سے عمارات کا باب ایک حد تک تشنه ره گیا ۔ نیز تاریخی مقامات پر جو سیر حاصل تعمیري اور جغرافیائی بحث هوني چاهئے تھي وه بھي نهیں هو سکي ، هم نے انتهائي کوششوں سے تصاویر کا اچھا مجموعه فراهم کر دیا هے ، اس میں بیش بها تصویر میاں نور محمد و میاں مراد یاب کی هے ، جو حسن اتفاق سے راقم کو اُچ کے نادر گیلانی کتب خانے میں مل گئی ، اور راقم نے محکمۂ آثار قدیمه کی اعانت سے اس تصویر کا عکس حاصل کیا ، یه تصویر در اصل رنگین تھي ، لیکن افسوس هے که فنی مجبوریوں کے بنا پر هم اسکو رنگوں کے ساتھ نهیں چھاپ سکے ۔ بعض تاریخی مقامات کے فوٹو اس لئے نه دیئے جا سکے که وقت پر نه مل سکے ۔ انشاء الله یه کمی سندھی ایڈیشن میں پوري کر دي جائے گی ۔

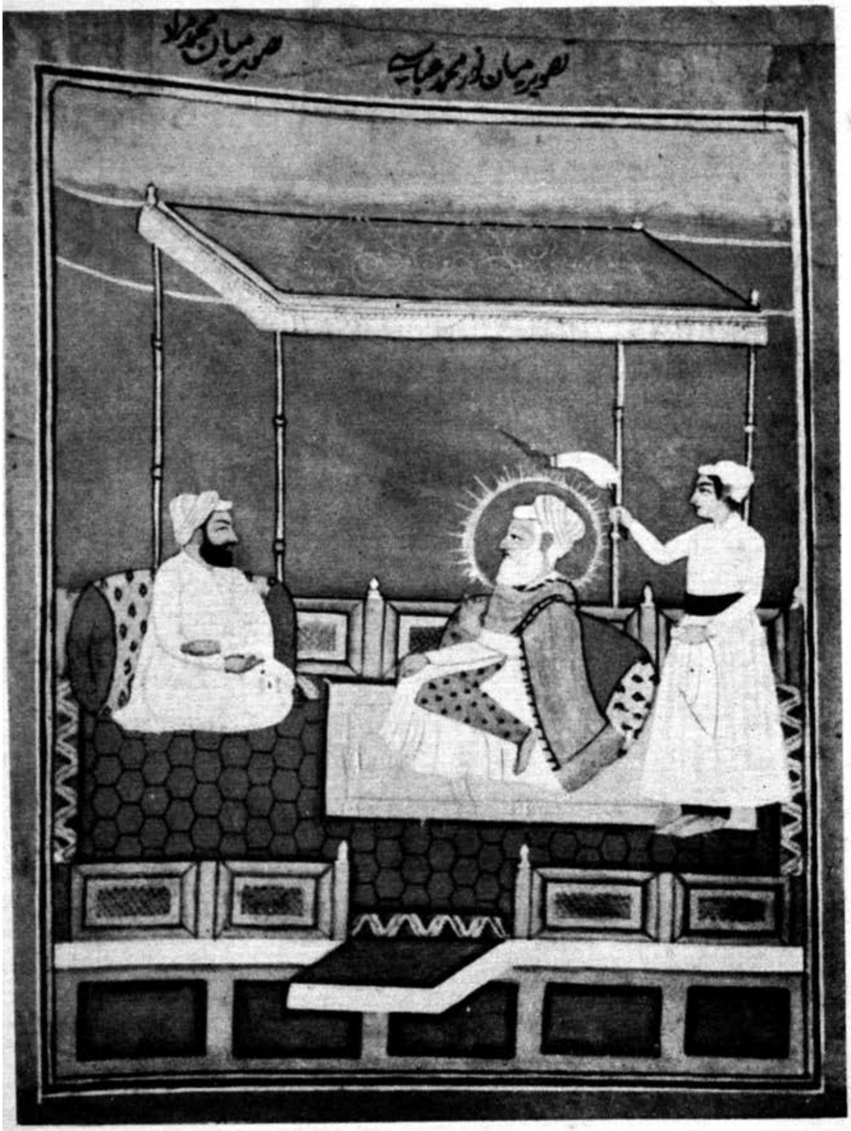
مجھ پر اپنے احباب کرام کا شکریه بھی واجب هے ، جنھوں نے مواد کی فراهمی میں میري اور مولانا مهر کی اعانت فرمائی ۔ محکمۂ آثار قدیمه پاکستان کا بھی احسان مند هوں که میري ذاتی گذارش پر تصاویر مهیا کردیں ۔

آخر میں مولانا مہر کا شکریہ بہ صمیمِ قلب ادا کرتا ہوں، وہ سندھی نہ تھے مگر ایک محقق مورخ کی حیثیت سے انھوں نے کتابوں کے انبار کو کھنگالا، ہزاروں صفحات الٹ پلٹ کر کہیں سے ایک سطر، کہیں سے دو سطروں، کہیں سے نصف صفحے اور کہیں سے ایک صفحے کا مسالہ فراہم کیا، اس طرح اس ملک کی جسے پوری طرح دیکھنے کا بھی انھیں موقع نہ مل سکا تاریخ کی ایک لازوال عمارت کھڑی کردی۔ ان کی تحریر دلی ہمدردی سے لبریز ہے، باین ہمہ کسی بھی موقع پر انھوں نے حق و انصاف کو نظر انداز نہیں کیا، جس کے بغیر کوئی تاریخ حقیقۃً تاریخ کھلانے کی مستحق ہی نہیں ٹھہرتی۔ اگر وہ سندھ میں بیٹھ کر یہ کتاب مرتب فرماتے اور تمام مقامات خود دیکھ لیتے تو یقیناً اس کتاب کی تزیین و آرایش کا انداز کچھ اور ہو جاتا، بہر حال انھوں نے جو محنت کی اور جس محبت و انہماک سے ہمارے ملک کی تاریخ کا یہ حصہ مرتب کیا، اس کے لئے ہم سب ان کے شکر گذار ہیں، میں بطورِ خاص ان کا احسان مند ہوں کہ یہ سب کچھ انھوں نے میرے ساتھ محبت اور شفقت کی وجہ سے کیا، جو بیس بائیس سال سے وہ مجھ پر فرما رہے ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں صحت و عافیت کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے۔ آمین!

کراچی   حسام الدین راشدی

۲۳- جولائی ۱۹۵۸

فہرست تصاویر حصہ اول



۱ - میاں نور محمد و صاحبزاده مراد یاب خاں　　　(آغاز کتاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوانندۂ کتاب کی خدمت میں

مغلوں کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچنے کے بعد معرض زوال میں آیا اور سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوا تو جن رشتوں نے پاک و ہند کی وسیع سر زمین کے مختلف حصوں کو مرکز دھلی سے وابستہ کر رکھا تھا ، وہ بھی ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگے اور بیشتر خطوں میں جداگانہ حکومتیں قائم ہوگئیں ، جن کے چراغ انگریزی اقتدار کی آندھی نے ایک ایک کر کے گل کر دیے ۔ سندھ کو اکبر نے سلطنت مغلیہ کا جزو بنایا تھا اور وہ بنگال و دکن کی طرح مرکز سے دور افتادہ صوبہ تھا ، لہٰذا اس کے لئے انقطاع و علٰحدگی نسبتاً آسان بھی تھی اور اس کے مواقع بھی میسر تھے ، لیکن اس میں انقطاع کی کسی ایسی کوشش کا سراغ نہیں ملتا ، جیسی کوششیں دوسرے خطوں میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ ھی واضح طور پر شروع ھوچکی تھیں ۔ وجہ یہ معلوم ھوتی ھے کہ سندھ کی عنان نظم و نسق اھل ملک کے ھاتھ میں آگئی تھی ۔ یوں اسے عملاً استقلال کا درجہ حاصل ھوچکا تھا اور مرکز سے وابستگی کی حیثیت محض رسمی رہ گئی تھی ۔

یہ اھل ملک کلھوڑے تھے ، جنھوں نے تزکیہ و ارشاد کی مسند آراستہ کر کے شہرت اور اثر و رسوخ حاصل کیا ۔ پھر وہ شاھی منصب دار بنے اور آھستہ آھستہ پورا سندھ ان کے دائرہ حکومت میں آگیا ۔

مدت مدید کے بعد سندھ میں یہ پہلی ملکی حکومت قائم ہوئی تھی ۔ اس نے ملک کی آباد کاری اور اہل ملک کی فلاح و بہبود کے جو کارنامے انجام دیے ، وہ سندھ کی تاریخ کا درخشاں باب تھے ، لیکن وہ روشنی میں کیونکر آسکتے تھے ، جب سندھ کی سر گزشت ھی پر ابتدا سے آخر تک عموماً تاریکی کا پردہ پڑا رھا ۔

اس ملکی حکومت کے عہد میں سندھ کے خرمن اقبال پر پے در پے دو مرتبہ بجلیاں گریں ، ایک ایرانیوں کی ، دوسری افغانوں کی ، اور یہ کم نصیب سر زمین ایسی آفتوں میں مبتلا ھو گئی ، جن کے شعلہ زار میں محض زندہ رھنا ھی ایک معجزہ نما کارنامہ تھا ۔ سندھ نہ محض زندہ رھا بلکہ اس نے اپنے عملی استقلال کو بھی حتی الامکان بحال رکھا ۔ افسوس کہ یہ بھی کارنامہ اپنی حقیقی صورت میں ٹھیک ٹھیک واضح نہ ھوسکا ۔

یہ امر حد درجہ تعجب انگیز ھے کہ سر زمین سندھ کی ایک بھی مستقل تاریخ کسی زمانے میں نہ لکھی گئی ۔ میر معصوم بکھری یا شیخ فرید یا یوسف میرک بن ابوالقاسم یا علی شیر قانع نے اپنی کتابوں میں بیش بہا معلومات جمع کردیں ، لیکن انھیں سندھ کے بعض ادوار کے حالات کا ایک اجمالی اور سرسری خاکہ تو قرار دیا جاسکتا ھے ، تاریخ قرار نہیں دیا جاسکتا ، جسے پیش نظر رکھ کر اس سر زمین کے تمام حالات روشنی میں آجائیں ، نیز علی شیر قانع کی تصانیف کے سوا کلھوڑوں کے عہد کے جستہ جستہ واقعات بھی کہیں نہیں ملتے ۔

کلھوڑوں کا عہد اس وجہ سے بھی بطور خاص اھم و اقدم تھا کہ سندھ کا نام اسی زمانے میں نئے سرے سے زندہ ھوا اور اس نے اپنی طبعی حیثیت استقلال حاصل کی ، لیکن ھمارے پاس اس عہد کے متعلق چند افسانوں یا چند نیم افسانوی ، نیم تاریخی داستانوں اور غیر محقق حکایتوں کے سوا کون سا اندوختہ تھا ؟ اس اندوختے کی بنا پر تاریخ مرتب کرنے کا حوصلہ کسے ھوسکتا تھا؟ اس

عہد کے متعلق مورخین کی بے اعتنائی کا ذکر مآخذ کی تمہید میں ہوچکا ہے اور یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ معلومات کے اس فرومایہ ذخیرے کو سامنے رکھ کر مستقل کتاب ترتیب دینا حد درجہ مشکل تھا، لیکن یہ ایک نہایت ضروری کام تھا، جو بہر حال انجام پانا چاہیے تھا۔ تاریخ محض ماضی کے واقعات کی کھتونی نہیں ہوتی۔ قوم کی تربیت کا ایک نہایت موثر وسیلہ اور ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ اخلاف میں اسلاف کے اوصاف و فضائل پیدا کرنے اور ان کے دلوں میں عظیم الشان کارناموں کے لئے ہمت کے چراغ جلانے کی ایک اہم تدبیر یہ بھی ہے کہ انہیں اسلاف کے کارناموں سے ٹھیک ٹھیک آگاہی کا موقع بہم پہنچایا جائے۔ مہینوں کی محنت و کاوش کے بعد سیکڑوں خیابانوں سے پنکھڑیاں اور پھول جمع کئے گئے۔ اس طرح ایک گلدستہ تیار ہوا، جسے انتہائی ادب سے ان جلیل القدر ہستیوں کی یادگار کے طور پر پیش کرتا ہوں، جنھوں نے اپنے وقتوں میں انتہائی مشکلات کے باوجود قومی و ملکی خدمات کے راستے ہموار کئے اور ہمارے لئے عمل کی روشن مثالیں چھوڑ گئے۔ ناچیز مؤلف کی مشقت و دیدہ ریزی کا اندازہ مآخذ کی فہرست پر ایک سرسری نظر ڈال لینے سے ہوسکتا ہے۔ جو کتاب ملاحظہ گرامی میں پیش ہے، اس کی حیثیت کے متعلق کچھ عرض کرنا بہت بڑی جسارت ہوگا، لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اسے سامنے رکھ کر ارباب بینش کو حالات کے بہتر اندازے کا موقع مل سکے گا اور مزید مطالعے کا ذوق رکھنے والے اصحاب کو تلاش و جستجو کی نئی راہیں مل جائیں گی۔

ترتیب کتاب کے متعلق چند باتیں اجمالاً عرض کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ میں نے واقعات کو محض واقعات کی حیثیت میں پیش کردینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر واقعے کے اسباب و عوامل، پس منظر اور نتائج کا ایک ایک گوشہ واضح کیا ہے تاکہ اس کی حقیقی حیثیت سامنے آجائے۔

۲- ہر واقعے کے متعلق مختلف کتابوں سے اقتباسات درج کئے ہیں۔ یہ اس لئے بھی ضروری تھے کہ کتاب مستند تاریخی مرقع بن جائے اور اس لئے بھی ضروری تھے کہ اکثر مآخذ قلمی اور کمیاب تھے اور عام اہل علم براہ راست ان سے استفادہ نہ کر سکتے تھے - میں نے اصل عبارتیں درج کردیں تاکہ قارئین کو میرے اخذ کردہ نتائج کی صحت و درستی کا بخوبی اندازہ ہوسکے -

۳- کوئی واقعہ بلا حوالہ کتاب میں درج نہیں کیا -

۴- ماخذ کے جن بیانات سے اختلاف کی ضرورت محسوس ہوئی، اختلاف کے دلائل پیش کردئیے -

۵- اس موضوع پر یہ پہلی مفصل و مستند کتاب ہے، کہیں کہیں قیاس سے بھی کام لینا پڑا، لیکن یہ قیاس محکم حقائق پر مبنی تھا، اس لئے امید ہے، انشاءاللہ عموماً درست ثابت ہوگا -

۶- کتاب کے آخر میں اس عہد کے تمدن، معاشرت، صنعت، تجارت، زراعت، علم و فضل اور ادب و شعر کا جامع مرقع انتہائی اہتمام سے تیار کیا گیا - کتاب کے خاص تاریخی حصے کی طرح یہ مرقع بھی اپنی نوعیت کا پہلا آئینہ ہے، جس میں قارئین حکمرانان سندھ کے علاوہ اہل سندھ کے خط و خال بھی بہ تفصیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں - ایک کمی کا مجھے بخوبی احساس ہے اور وہ یہ کہ تعمیرات کے متعلق میں جو کچھ لکھنا چاہتا تھا، اس کے لئے حسب دلخواہ معلومات مہیا کرنے کا موقع نہ ملا - میں نے اس غرض سے تین مرتبہ سندھ کا سفر کیا، لیکن بعض ناگزیر موانع کے باعث کلھوڑوں کے عہد کی عمارتوں، آبادیوں اور آثار تک پہنچنے کا کوئی انتظام نہ ہوسکا - ظاہر ہے کہ جو کچھ مشاہدات کی بناء پر لکھا جاسکتا تھا، وہ محض کتابوں، یا رسالوں کی عبارتیں سامنے رکھ لینے سے مرتب نہ کیا جاسکتا تھا لیکن اس باب میں میری بے چارگی کسی تصریح کی محتاج نہیں -

٥

اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں سندھی ادبی بورڈ کے محترم ارکان نیز برادرانم سید علی محمد راشدی اور سید حسام الدین راشدی دلی شکریے کے مستحق ھیں، جن کے لطف و نوازش سے مجھے بعض بیش بہا قلمی نسخے اور نایاب کتابیں دیکھنے کا موقع ملا ۔ ان میں سے اکثر کتابیں ایسی تھیں، جنھیں آج تک کسی نے تاریخی نقطۂ نگاہ سے استعمال نہیں کیا ۔ میں نے اعلیٰحضرت امیر بہاولپور کی نوازش خسروانہ سے ان کے کتب خانۂ خاص تک بھی رسائی حاصل کی، اس کے علاوہ متعدد دوسرے ذخیرہ ھائے کتب سے فائدہ اٹھایا، جن میں سے اوچ شریف کا گیلانی کتب خانہ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور پنجاب پبلک لائبریری خصوصیت سے قابل ذکر ھیں ۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے بھی بعض نادر کتابیں مہیا کیں ۔ بزرگ محترم حکیم محمد صادق عباسی نے دوران ترتیب کتاب میں اپنی قیمتی معلومات سے وقتاً فوقتاً مشرف فرمایا ۔ یوں کلھوڑوں کے متعلق یہ پہلا مفصل و مستند تاریخی مرقع تیار ھوا ۔ دعا ھے کہ یہ اس مقصد کو بہ وجہ احسن پورا کرسکے جو اس کی ترتیب کا محرک ھوا اور ھر مرحلے پر ناچیز مولف کے لئے مشعل راہ بنا رہا ۔

مسلم ٹاؤن لاھور

۲ — فروری سنہ ۱۹۵۳ء

مآخذ کتاب

معلومات کی فرومایگی: کلھوڑوں کی حکومت اگرچہ اس اعتبار سے خاص توجہ اور اعتنا کی مستحق تھی کہ خطہ سندھ میں مدت مدید کے بعد یہ پہلی حکومت قائم ہوئی تھی، جسے کم از کم وضع و ساخت کے اعتبار سے ملکی حکومت تسلیم کرنے میں کسی کے لئے بھی کلام کی گنجایش نہ تھی، لیکن یہ کس درجہ حیرت و استعجاب کا مقام ہے کہ اس کے کسی حصے کے متعلق بھی کوئی ایسی مرتب تاریخ نہ لکھی گئی، جسے مشعل راہ بنا کر تحقیق کے میدان میں قدم آگے بڑھایا جاسکتا۔ میں نے کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے احوال و وقائع کی ترتیب کا گراں بہا بوجھ اپنے ذمے لیا تھا تو معلومات کا اتنا سرمایہ بھی فراہم نہ تھا کہ اس سے دو ڈھائی سو صفحات کی کتاب مرتب ہوسکتی۔

مستند تاریخی سفینوں کا سرمایہ: اس دور کے متعلق مورخین کی بے اعتنائی کا اندازہ مشکل نہیں۔ جن تاریخی سفینوں کو عام طور پر مستند اور معتمد علیہ مانا جاتا ہے اور ہر شخص کی زبان پر بار بار انھیں کا ذکر آتا ہے۔ ان کی کیفیت ذیل کے نقشے سے واضح ہو سکتی ہے۔

نام کتاب	کلھوڑوں کے بیان کے متعلق صفحات
تحفۃ الکرام	۱۴ صفحے
ھیوز	۴ "
ایٹکنس	۴ "
پوسٹنز	۱۶ "
لب تاریخ سندھ	۲۴ "

ڈیوڈ سیٹن	۱۸ ''
مرزا قلیچ بیگ	٦۷ ''

آخر الذکر کتاب کے بیان کو شاید بلحاظ تعداد صفحات زیادہ مفصل و وقیع سمجھا جائے، میں نے اس کے الفاظ گنے تو کم و بیش سولہ هزار نکلے، جو ریڈیو کی پندرہ پندرہ منٹ کی تقریروں کے حساب سے آٹھ تقریروں کے برابر بنتے هیں، کیا سندھ جیسے اهم خطے کی اسّی پچاسی برس کی نہایت اهم قومی تاریخ کا یہ مرقع کسی درجے میں بھی قابل اطمینان سمجھا جاسکتا ھے اور کیا اس سرمایہ معلومات کو سامنے رکھ کر کوئی ایسی تاریخ مرتب کی جاسکتی تھی، جو علمی حیثیت سے درخور اعتناء متصور ھوتی ؟ واضح رھے کہ میرزا قلیچ بیگ نے اپنی دسترس کے مطابق هر قلمی اور مطبوعہ ذخیرے سے استفادہ کیا تھا، جو تاریخ سندھ کے متعلق مستند و مسلم مانا جاتا تھا ۔

فتح نامہ اور فریئر نامہ : میں نے مندرجہ بالا کتابوں میں ''فتح نامہ،، اور ''فریئر نامہ،، کا ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ یہ کتابیں اصلاً کلھوڑوں کے متعلق نہیں، ٹالپروں کے متعلق ھیں اور کلھوڑوں کا بیان ان میں ضمناً آگیا ھے اس لئے کہ اس بیان کے بغیر ٹالپروں کی تاریخ پیش ھی نہ کی جاسکتی تھی، بالکل اسی طرح جس طرح پیش نظر کتاب میں ٹالپروں کا بیان ضمناً آیا ھے۔ میں نے ان کتابوں کے بیانات کا اندازہ کیا تو ''فتح نامہ،، کے کل الفاظ ۳۰ هزار نکلے اور ''فریئر نامہ،، کے زیادہ سے زیادہ گیارہ هزار ۔ آخر الذکر کے بیان کا آغاز ھی میاں محمد سرفراز خاں کلھوڑا سے ھوتا ھے۔ اول الذکر میں سلسلہ ذکر میاں نور محمد خاں سے شروع کیا ھے لیکن ضمناً جا بجا ٹالپروں کو نمایاں کیا گیا ھے۔ پھر یہ کتاب نظم میں ھے اور ظاھر ھے کہ نظم میں احوال و وقائع سے کہیں زیادہ آرائش گفتار کا خیال رکھاجاتا ھے۔

کیا یہ سرمایہ معلومات هر اھل بصیرت کے لئے مرقع عبرت نہیں؟ کیا یہ اندازہ کرلینا مشکل ھے کہ مستند تاریخ لکھنے والے

کے سامنے مشکلات و مواقع کس درجہ حوصلہ فرسا تھے؟ بایں ہمہ یہ ایک نہایت ضروری علمی و قومی کام تھا جسے بہرحال پورا کرنا ضروری تھا ـ خدا کا شکر ہے کہ جب یہ منزل اتمام پر پہنچا تو ایسی کتاب تیار ہوگئی کہ اسے بہ اطمینان اہل علم کے رو برو پیش کیا جاسکے ـ کم از کم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلسل مہینوں تک جو محنت و دیدہ ریزی کی، وہ بے سود و رائیگاں گئی ـ

داستان تحقیق: تحقیق و کاوش کی داستان بڑی طویل ہے ـ اجمالاً یہ عرض کرسکتا ہوں کہ میں نے اس سلسلے میں سندھ اور گرد و پیش کے تمام خطّوں کے متعلق ہر وہ کتاب غور و توجہ سے پڑھی، جس کا مجھے علم ہوسکا، خواہ وہ تاریخ و سیر کے متعلق تھی یا سیر و سیاحت کے متعلق، یا جغرافیہ و آثار باقیہ کے متعلق، یا اس میں علمی و ادبی حالات بیان کئے گئے یا اس عہد کے کسی شخص کے مکاتیب و منشات اس میں درج تھے ـ بعض کتابوں سے قیمتی تاریخی معلومات مل گئیں، بعض کتابیں فراہم شدہ معلومات کے متعلق صرف توضیح و تشریح کے سلسلے میں معاون بن سکیں ـ بعض سے صرف اتنا معلوم ہوسکا کہ فلاں واقعے یا حادثے کے باب میں تفصیلات کہاں سے دستیاب ہوسکیں گی ـ بعض کی سطروں اور صفحوں کی پیمایش سے کچھ بھی نہ مل سکا ـ

ذیل میں جو فہرست پیش کی گئی ہے، یہ ان تمام کتابوں پر حاوی نہیں جو اس سلسلے میں میری نظر سے گزریں ـ صرف انھیں کتابوں کا ذکر میں نے کیا ہے ـ جن کے حوالے جا بجا میری کتاب میں آئے ہیں یا جن سے بعض مطالب کی توضیح ہوئی یا بعض سلسلہ ہائے وقائع کے متعلق مزید سراغ لگانے میں مدد ملی، جو اہل علم بطور خود چھان بین پر متوجہ ہوں، ان کے لئے یہ فہرست انشاءاللہ مفید و سود مند ہوگی ـ

پیش نظر مقصد: میں نے بعض قلمی نسخوں اور اہم مطبوعہ کتابوں کی کیفیت ذرا تفصیل سے بیان کی ہے تاکہ ان کی حقیقی حیثیت کا اندازہ

ھوجائے - باقی کتابوں کے صرف نام درج کردئیے ھیں ، ان میں سے بھی بعض تفصیلی بحث کے محتاج تھیں - لیکن اس سلسلے میں بہرحال ایک خاص حد پر اکتفا کئے بغیر چارہ نہ تھا اور میں کلھوڑوں کی تاریخ لکھ رھا تھا - ان کے متعلق کتابیات و مآخذ کی داستان مرتب نہیں کررھا تھا -

کتابیات کے متعلق ذکر اولاً اس غرض سے کیا جاتا ھے کہ ان کی حقیقی حیثیت واضح ھوجائے - ثانیاً اس غرض سے کیا جاتا ھے کہ معلوم ھوجائے، مولف کتاب نے انھیں کن تقیدات کے ساتھ مستحق اعتناء اور قابل حوالہ سمجھا ھے - میں نے بھی یہ دونوں غرضیں پیش نظر رکھی ھیں -

۱ - نامۂ نغز: بہ شاھنامے اور سکندر نامے کے انداز میں کلھوڑوں کی ایک منظوم تاریخ ھے - باغ علی متخلص بہ خائف نے اسے میاں نور محمد خاں کے عہد حکومت میں مرتب کیا - مصنف خود لکھتا ھے :

بعہد خدا یار خاں شیر نر — سپہدار عباسیٔ نامور
ھزار و صد و سال و پنجاہ و پنج — کشیدم سہ سال اندریں نامہ رنج

ان شعروں سے ظاھر ھے کہ سنہ ۱۱۵۵ ھ میں اس کی ترتیب پر تین سال گذر چکے تھے ، لیکن اس میں چونکہ کانجی اور تاجن مندرہ کی جنگ ، نادر شاہ کی وفات ، ھندوستان پر افغانوں کے حملوں اور میاں نور محمد خاں کی طرف سے دربار افغانستان میں سفارت بھیجنے کا بھی ذکر ھے - اس لئے سمجھنا چاھئے کہ مصنف سنہ ۱۱۵۵ ھ سے بعد بھی چند سال اس کی ترتیب میں مصروف رھا -

میرے اندازے کے مطابق اس کے کل اشعار ۶۲۴۹ ھیں اور یہ تین حصوں میں منقسم ھے :

حصہ	تعداد اشعار
اول	۳۰۴۸
دوم	۸۱۷
سوم	۱۳۸۴

پہلے حصے کے آغاز میں کلہوڑہ خاندان کی پوری کیفیت ابتدا سے میاں نور محمد تک ترانوے اشعار میں ختم کردی ھے، پھر ایک سو دس اشعار میں کیومرث سے نادر شاہ تک بادشاھوں کی کیفیت بیان کی ھے۔ آگے چل کر اٹھانوے اشعار میں میاں نور محمد خاں، ان کے صاحبزادوں، شہر خدا آباد، جامع مسجد اور شکار گاہ کا حال بیان کیا ھے۔ پھر تین سو تینتیس اشعار میں داؤد پوتروں سے میاں صاحب کی لڑائیوں کا سرسری حال لکھا ھے اور چار سو اسّی اشعار میں عبداللہ خاں بروھی سے میاں صاحب کی جنگ کا نقشہ پیش کیا ھے۔ اس مقام پر کلھوڑوں کی تاریخ ختم ھوگئی اور محمود ھوتکی غلزئی ابن میرویس کے حملۂ ایران، ظہور نادر وغیرہ کا حال شروع ھوجاتا ھے۔ تقریباً سوا دو ھزار اشعار میں نادر شاہ ھی کا ذکر چلا جاتا ھے۔ نادر کے حملۂ سندھ کا حال چھ سو تہتر اشعار میں پورا کردیا ھے۔ ایک سو چوھتر اشعار میں نادر کی وفات کا ذکر کیا ھے۔ یہاں پہلا حصہ ختم ھوگیا۔

دوسرے حصے میں کانجی اور تاجن سے میاں نور محمد خاں کی لڑائیوں کا ذکر ھے۔ اس میں دوبارہ نادر شاہ کی وفات کا ذکر آیا ھے۔ تقریب یہ کہ میاں نور محمد خاں کے جو صاحبزادے بہ طور یرغمال ایران گئے ھوئے تھے اور نادر کی وفات کے بعد وہ لوٹے، ان کی مراجعت کا حال بیان کرنا منظور تھا۔

تیسرے حصے میں احمد شاہ ابدالی کے حملوں اور لڑائیوں کا ذکر ھے۔ آخر میں بتایا گیا ھے کہ افغانستان سے ایلچی احمد شاہ کا خط لے کر آئے۔ میاں نور محمد خاں نے اطاعت کا اظہار کیا اور ایک وفد گراں بہا تحائف کے ساتھ دربار افغانستان میں بھیجا۔

کتاب کی اس سرسری کیفیت کے پیش نظر اسے حقیقی معنوں میں کلھوڑوں کی تاریخ قرار دینا سراسر تکلف ھوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ھے کہ یہ اس عہد کے بعض اھم واقعات کا ایک سرسری خاکہ ھے۔ اس میں جابجا کلھوڑوں کا ذکر بھی آگیا ھے۔ شعر نہایت

معمولی ھیں ۔ زبان عامیانہ، بعض شعر از روئے قواعد غلط ھیں ۔ جہاں لڑائیوں کی کیفیت بیان کی ھے ، جزبیات کی افراط سے یہ حالت پیدا کر دی ھے کہ پڑھنے والے تو رھے ایک طرف خود ان لڑائیوں میں شریک ہونے والے بھی سعی و کوشش کے باوجود صحیح حالت کا اندازہ بہ آسانی نہ کر سکتے اس ماخذ سے بعض ایسی جزئیات کا علم تو ہو گیا جو کسی دوسری کتاب میں مذکور نہ تھیں لیکن ''نامہ نغز،، بجائے خود کلھوڑوں کے متعلق بالکل فرومایہ ماخذ ھے ۔ اس سے تمدنی اور مجلسی حالات کا بھی کوئی اندازہ نہیں ھوسکتا ۔

مصنف کو مجلس آرائی کی ضرورت کئی مرتبہ پیش آئی اور ہر مرتبہ اس نے ایک ھی ڈھنگ اختیار کیا ۔ مثلاً میاں نور محمد خاں بیٹھتے ھیں ۔ آس پاس میاں صاحب کے صاحبزادے اور اقربا ۔ پھر بڑے بڑے جرنیل ۔ میرے پیش نظر جو نسخہ رہا ، وہ اصل نسخے کی نقل تھا ۔ اس میں غلطیاں بہت تھیں ، یہاں تک کہ بعض اشعار کا مطلب سمجھنے میں سخت دقتیں پیش آئیں اور مجھے شعر نقل کرنے کے بجائے جابجا ان کا مفہوم پیش کر دینے پر قناعت کرنی پڑی ۔ کراچی میں اس کا اصل نسخہ دیکھا تو وہ بھی نقل کے عین مطابق تھا ۔ اصل نسخے کی کتابت ۵ جمادی الآخری ۱۱۶۶ھ (۹ اپریل ۱۷۵۳) کو مکمل ھوئی تھی ۔ اسے ملا اللہ بخش فاروقی نے محمد شریف فاروقی سے لکھوایا تھا ۔ اس سے ظاھر ھے کہ تصنیف کتاب کے فوراً بعد یہ نقل لے لی گئی تھی ۔ یہ نسخہ سندھی ادبی بورڈ کا مملوکہ ھے ۔ میرے پیش نظر جو نقل رہی ۔ وہ بورڈ نے کرائی تھی اور اگست ۱۹۵۳ میں یعنی اصل سے دو سو برس بعد ھوئی ۔

مصنف کے حالات کہیں سے معلوم نہ ھوسکے ۔ مقالات الشعراً بھی اس کے ذکر سے خالی ھے حالانکہ مقالات میں معمولی شعرا کا بھی ذکر آیا ھے ۔ تعجب ھے کہ کلھوڑا دربار سے متعلق ھونے کے باوجود میر علی شیر قانع اس سے آگاہ نہ ھوسکا ، حالانکہ دونوں

خواجه تاش تھے - یہی سمجھنا چاہئے کہ قانع نے مصنف کو قابل ذکر نہ سمجھا -

۲- قصیدہ شائق : میر علی شاہ شائق نے یہ قصیدہ میاں عبدالنبی خان کے ابتدائی عہد میں لکھا تھا ، جب میر بجار خان سندھ کا وزیر اعلیٰ اور مدار المہام تھا - اس میں کل چار سو بچانوے شعر ھیں - میاں عبدالنبی خان کے دربار کے بہت سے حالات اس میں آگئے ھیں - مصنف نے مختلف مقامات پر اپنی حالت کا اظہار کیا ھے - ایک جگہ شعرا کے عام شعار کے مطابق رزق کی تنگی اور افلاس کا رونا رویا ھے - دوسری جگہ لکھا ھے کہ مجھ پر بے وجہ رفض کی تہمت لگائی گئی حالانکہ میں قادری ھوں - اس قصیدے سے اس عہد کے حالات کا سرسری اندازہ ھوسکتا ھے - شعر معمولی ھیں - میں نے پہلے پہل اس قصیدے کا ایک نسخہ گڑھی یاسین میں آغا بدر الدین کی نوازش سے دیکھا تھا - سید حسام الدین راشدی نے سندھی ادبی بورڈ سے کہہ کر اس کی نقل حاصل کرلی - پیش نظر یہی نقل رھی -

۳- بدائع وقائع : یہ انند رام مخلص کی کتاب ھے - اگرچہ اب تک طبع نہیں ھوئی - لیکن اھل علم میں خاصی شہرت پاچکی ھے - اس کی صرف ایک فصل ، جس میں ھندوستان پر نادر شاہ کے حملے کا حال درج ھے ، ''اورینٹل میگزین'' بابت فروری سنہ ۱۹۵۰ء میں شائع ھوئی تھی - مخلص جنگ کرنال اور دھلی کی تباھی کا عینی شاھد تھا - اس بنا پر یہ فصل حالات نادر کے سلسلے میں بڑی قابل قدر ھے - اس میں اختصاراً نادر کے حملۂ سندھ کا حال بھی شامل ھے -

۴- منشور الوصیت و دستورالحکومت : یہ میاں نور محمد خان عباسی کا وصیت نامہ ھے - جو سندھ پر نادر کے حملے کے بعد میاں صاحب نے مرتب کیا - اس کے مطالب پر اصل کتاب میں تفصیلاً لکھا جاچکا ھے اور یہاں اعادے کی ضرورت نہیں - اس سے میاں صاحب کے ذاتی اخلاق ، حکومت کے متعلق تصورات اور وقت کے دوسرے ضروری

حالات پر خاصی روشنی پڑتی ھے۔ اس کا جو نسخہ میرے زیر مطالعہ رھا ۔ وہ سید علی محمد راشدی کا مملکوکہ تھا ۔ اصل نسخہ شاہنواز خاں بہادر ڈکھنی (تعلقہ گڑھی یاسین) کے کتب خانے سے راشدی صاحب کے جد امجد سید پیر شاہ مرحوم کو ملا ۔ راشدی صاحب نے اسے بڑی محنت سے احسن طریق پر مرتب کیا اور اس پر فارسی میں ایک مفصل مقدمہ لکھا ۔ ساتھ ھی اصل کا ترجمہ انگریزی میں کیا اور کلھوڑوں کی تاریخ میاں نور محمد خاں کے عہد تک بطور دیباچہ شامل کی ۔ وہ دونوں نسخوں کو چھپوانا چاھتے تھے، غالباً کم فرصتی کے باعث یہ خواہش پوری نہ ھوسکی ۔ میں نے ان کے انگریزی دیباچے سے بھی پورا استفادہ کیا ھے۔

وصیت نامے کے کل پچیس صفحے ھیں ھر صفحے میں پندرہ سطریں اور ھر سطر میں کم و بیش پندرہ الفاظ ۔ اس کے متعدد نسخے میرے علم میں آئے مثلاً ایک نسخہ گڑھی یاسین کے کتب خانے میں دیکھا ، ایک نسخہ سندھی ادبی بورڈ کے کتب خانہ میں، ایک نسخہ حکیم محمد صادق صاحب عباسی کے پاس بھی ھے۔

۵۔ گلدستۂ نورس بہار : یہ منشی عبدالرؤف کے منشآت کا مجموعہ ھے ، جو تین سو اٹھاون صفحات پر مشتمل ھے ۔ بعض صفحات پر چودہ سطریں اور فی سطر پندرہ الفاظ ھیں بعض صفحات پر سولہ سطریں اور فی سطر سترہ اٹھارہ الفاظ ۔ یہ مجموعہ تین لطیفوں میں منقسم ھے :

لطیفہ	صفحات	موضوع
اول	۶ — ۷۷	بادشاہ اور امیروں کی خدمت میں عرضداشتیں
دوم	۷۸ — ۲۸۶	متصدیوں ، جاگیرداروں ، عالموں ، سادات اور اشراف کے نام خطوط
سوم	۲۸۷ — ۳۵۸	وکلاء کے نام خطوط

صفحہ ۳۲۹ سے آخر تک تمام صفحات کم و بیش دیمک کے چاٹے ہوئے ہیں۔ مصنف کے حالات میں لکھا جاچکا ہے کہ وہ پہلے بختیار خاں پنی حاکم سوی ڈاھاڈر کا منشی تھا۔ پھر میاں یار محمد خاں کا منشی بنا اور میاں نور محمد خاں کے عہد میں بھی اسی خدمت پر مامور رہا۔ پیش نظر مجموعے میں زیادہ تر وہ مکاتیب ہیں جو منشی موصوف نے میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں کی جانب سے لکھے۔

جس نسخے سے میں نے فائدہ اٹھایا، وہ سید علی محمد راشدی نے سند ۱۹۴۰ء میں خریدا تھا۔ کسی دوسرے نسخے کا مجھے اب تک علم نہ ہوسکا۔ البتہ اس کے بعض خطوط ایک اور مجموعہ مکاتیب میں میری نظر سے گذرے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

''گلدستہ نورس بہار،، میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں کے متعلق نہایت قیمتی معلومات کا سر چشمہ ہے۔ یہ حقیقت آپ پر میری کتاب ملاحظہ فرمانے وقت آشکارا ہوگی۔ اگر صاحب ''تحفۃ الکرام،، کا یہ بیان درست ہے کہ منشی عبدالرؤف کے منشآت کے ایک سے زیادہ مجموعے اہل ذوق میں متداول تھے، تو انھیں بالاھتمام جمع کرنا چاہئے۔ سندھ کی تاریخ کا یہ بڑا ھی بیش بہا مخزن ہے۔ منشی عبدالرؤف کو فن انشاء میں جو دستگاہ حاصل تھی اس کی مثالیں میرے نزدیک ھندوستان کے فارسی نگاروں میں بہت کم ملیں گی۔ منشی صاحب کی جو خوبی سب سے بڑھ کر قابل ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے عہد کے پر تکلف اور مغلق اسلوب سے، جو دستاویز قابلیت سمجھا جاتا تھا، بالکل بے پروا ہوکر انتہائی سادگی سے مطلب و مدعا بیان کردیتے ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں، اس میں بلا ارادہ وقت کے ضروری حالات کا مرقع پیش کرتے جاتے ہیں۔ یہ خصوصیت منشی عبدالرؤف کے بعد صرف مرزا غالب کے اردو مکاتیب میں دیکھی۔ منشی صاحب کی فارسی اتنی شیریں، پختہ اور عالمانہ ہے کہ فارسی تحریر کے ویسے نمونے ہمارے ملک میں غالباً بہت کم ملیں گے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس کے مختلف نسخے

بہم پہنچا کر محنت سے مرتب کرا کے شائع کئے جائیں اور تاریخی واقعات کی توضیح کے لئے مفصل حواشی لکھوائے جائیں ۔

مجموعہ مرتب کرنے والے نے یہ ظلم کیا کہ مکاتیب میں جہاں جہاں مختلف اصحاب کے نام آئے تھے ، جگہ جگہ سے یہ نام کاٹ دئے ۔ اس لئے کہ اس کے سامنے مکاتیب کی اہم تاریخی حیثیت یا تو تھی ہی نہیں یا اس نے اس حیثیت کو توجہ کے قابل نہ سمجھا اور مکاتیب کو صرف ادبی افادے کے لحاظ سے مرتب کیا ۔ جہاں سے نام کاٹا ، اس کی جگہ لفظ ''فلاں،، لکھ دیا ۔ میرا خیال ہے کہ تلاش و جستجو سے اکثر نام معلوم ہوسکتے ہیں ۔ نیز مجموعے میں میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں کے مکاتیب بری طرح مخلوط ہوگئے ہیں ۔ انہیں الگ الگ کرنا بڑی محنت و کاوش کا محتاج ہے ۔ لیکن ایسے اچھے تاریخی ذخیرے کی ترتیب و تہذیب میں کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھنا چاہئے ۔

٦-رقعات مخلص: یہ مجموعہ منشی انند رام مخلص کے اکتیس یا بتیس مکاتیب پر مشتمل ہے ۔ دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ ٢١ - ربیع الاول سنہ ١١٣٩ھ(١٩ - جولائی سنہ ١٧٣٦ء) کو منشی صاحب نے اپنے کتب خانے میں کچھ کاغذات دیکھے ، کھول کر پڑھا تو بعض رقعات کے مسودے تھے ، انہیں مرتب کردیا ۔ ان میں سے ایک رقعہ میاں نور محمد خاں کے نام ہے اور تین رقعے میر لطف اللہ عرف میر متارہ کے نام ہیں ، جو میاں نور محمد خاں کی طرف سے دہلی دربار میں وکیل تھا ۔ بعد ازاں میاں صاحب کا وزیر اعلیٰ بن گیا تھا ۔

جو نسخہ میرے پیش نظر رہا ، وہ سید حسام الدین راشدی کا مملوکہ ہے ۔ اس میں چند اور قلمی کتابیں بھی ہیں مثلاً رقعات لچھمی نرائن ، پدماوت کا فارسی ترجمہ از مخلص ، جنگ نامہ نعمت خاں عالی (اورنگ زیب کے فرزندوں کی لڑائیاں) نامکمل ۔ رقعات میں

جا بجا مخلص کی اپنی غزلیں درج ہیں - فی صفحہ ١٣ سطریں اور فی سطر قریباً سولہ الفاظ -

یہ نسخہ شادی رام نے سنہ ١٢٤٩ھ مطابق جیٹھ سنہ ١٨٩٠ بکرمی (١٨٣٣ء) میں چھاونی جھجر میں نقل کیا تھا - اس زمانے نواب فیض محمد خاں جھجر کے حکمران تھے - میرا خیال تھا کہ یہ مجموعہ غالباً کبھی نہیں چھپا تھا، لیکن حال ہی میں ایک عزیز دوست نے اس کا مطبوعہ نسخہ دکھایا جو سنہ ١٢٦٨ھ (سنہ ١٨٥٢ء) میں شمس المطابع دہلی میں بہ اہتمام شہزاد خاں چھپا تھا - بہ مطبع محلہ چوڑی گراں میں گوکل چند کے مکان میں سیتل داس کے حمام کے متصل تھا - مطبوعہ نسخے کے متن میں مخلص کے رقعات ہیں اور حاشیے میں مرزا غالب کی "پنج آہنگ" کے آہنگ پنجم سے بعض رقعات شائع ہوئے ہیں - کتاب کا سائز بڑا ہے اور صفحات ٥٦ -

میاں نور محمد خاں کے نام جو رقعہ ہے، اس سے میر متارہ کے نام کے رقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحب اور انند رام مخلص کے درمیان گہرے دوستانہ تعلقات موجود تھے - مخلص چونکہ اعتماد الدولہ وزیر المالک قمر الدین خاں کا وکیل تھا، اس لئے سرکاری کاموں کے سلسلے میں اس کی وساطت کی ضرورت پڑتی رہتی تھی - تعلقات کا آغاز اسی ضرورت کے سلسلے میں ہوا - غالباً ابتدائی ذریعہ ربط و ضبط میر متارہ تھا جب کہ وہ بطور وکیل دہلی میں مقیم تھا - آگے چل کر باہم گہری دوستی ہوگئی اور مخلص دربار دہلی میں میاں صاحب کے فوائد کا محافظ بن گیا -

نادر نے شاہی خزانے کو صاف کرنے کے علاوہ اہل دہلی سے بھی گرانقدر رقمیں بالجبر وصول کی تھیں - اس ضمن میں مخلص کو بھی تاوان میں بہت بڑی رقم دینی پڑی تھی - میر متارہ کے نام کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کو مخلص کے ان مصائب کا علم ہوا تو دلی ہمدردی کا اظہار کیا تحفے بھی

بھیجتے رہتے تھے حالانکہ نادری حملے میں خود میاں صاحب کا سارا اثاثہ برباد ہوچکا تھا اور سندھ سلطنت دھلی سے منقطع ہوکر سلطنت ایران کا جزو بن چکا تھا ۔ مخلص میر متارہ کو لکھتا ھے :

نگارش یافته که میاں صاحب گرامی منزلت به اظهار شریف بر نیکو خدمتی هائے فقیر مفصل اطلاع یافته کمال شفقت و لطف بحال عاجز ترین مخلوقات مرعی دارند ۔	آپ نے لکھا ھے کہ میاں صاحب کو میری تمام خدمات کی مفصل اطلاع مل گئی ھے اور وہ اس عاجز کے حال پر کمال لطف فرماتے ھیں ۔

آگے چل کر لکھتا ھے :

چیره هائے باندھنو که از تحائف آنجا و عنایت میاں صاحب در عالم اخلاص بے همتاست، رسید وآں رنگین گلدسته هائے چمن لطف زینت افزائے فرق اخلاص گردید ۔ دولت خانه آباد باد	آپ نے چیرے بھیجے ، جو وھاں کے تحفے ھیں اور میاں صاحب کی عنایت، پہنچے ۔ عالم اخلاص میں ان تحفوں کی نظیر نہیں ۔ چمن لطف کے یہ رنگین گلدستے فرق اخلاص کی زینت بنے ۔ دولت خانہ آباد رھے ۔

بہر حال ان رقعوں کی ترتیب اگرچہ سنہ ۱۱۴۹ء میں شروع ہوئی تھی ، لیکن ان میں سنہ ۱۱۵۰ء کا بھی ایک رقعہ شامل ھے ۔ معلوم ھوتا ھے کہ مخلص اپنے اچھے رقعات کو برابر جمع کرتا رہا ۔ اس مجموعے کو اصل کا صرف ایک جزو سمجھنا چاھئے ۔

۷۔ فتح نامہ : یہ کتاب بھی شاھنامے کے انداز پر لکھی گئی ۔ میر عظیم الدین ٹھٹھوی اس کا مصنف ھے ۔ اور میر فتح علی خان ٹالپر کی سرپرستی میں یہ پایہ تکمیل کو پہنچی ۔ اس میں مثنویوں کے مروجہ مقدمات کی پوری پابندی کی گئی ھے ۔ یعنی حمد، مناجات،

نعت، منقبت، مدح والیٔ ملک، سبب تالیف وغیرہ۔ مصنف اپنے متعلق لکھتا ھے۔

از آن دم که جان جامه پوش تن است
(جس وقت سے میری جان نے تن کا لباس
پہنا ھے)

محمد عظیم الدین اسم من است
(محمد عظیم الدین میرا نام ھے)

حسینی و شیرازی و تتوی
(میں حسینی ھوں، شیرازی ھوں اور اخیر
میں ٹھٹھوی ھوں)

علی باشدم مرشد معنوی
(حضرت علی میرے معنوی مرشد ھیں)

پھر فردوسی سے اپنا مقابلہ کیا ھے اور لکھتا ھے:

میان من و او ست بسیار فرق
(مجھ میں اور اسمیں بہت فرق ھے)

چه فرقیکه دارد بهم غرب و شرق
(اتنا ھی فرق ھے جتنا که مغرب اور مشرق
میں ھے)

که او عقل بستود من عشق پاک
(اس نے عقل کو مدح و ستائش کیلئے چنا
اور میں نے عشق کو)

سلامت پسندید او، من هلاک
(ایسے سلامتی پسند آئی اور مجھے هلاکت)

یہ کتاب ۱۲۰۹ھ میں مرتب ہوئی "خمیر فتح نامہ" اسکی تاریخ ہے۔ یہ پانچ مجلسوں پر مشتمل ہے۔

چو کلک من این نامہ پیراستہ
(میرے قلم نے جب فتح نامہ مرتب کیا)

در آن پنج مجلس بیاراستہ
(تو اسمیں پانچ مجلسیں سجائیں)

یکے مجلسش مشتمل شد بہ پند
(ایک مجلس اقبال مند نوجوانوں کیلئے

پئے نوجوانان اقبال مند
پند و نصائح پر مشتمل ہے)

دوم ذکر بہرام و عباسیان
(دوسری مجلس میں بہرام اور عباسی
فرمانرواؤں کا ذکر ہے)

کہ کردہ جدا نام ہر یک بیان
(انمیں سے ایک ایک حال جدا بیان کیا
ہے)

سوم در حکایات بجار شیر
(تیسری مجلس میر بجار کے بیان میں ہے۔)

ز مردانگی ہائے آن دل دلیر
(اسمیں اس دلیر کی مردانگیوں کا حال بیان
کیا ہے)

چہارم بود مجلس غم بیان
(چوتھی مجلس میر عبداللہ خان کے

در احوال عبداللہ نوجوان
غم انگیز بیان میں ہے)

بہ پنجم بود ذکر فتح علی
(پانچویں مجلس میں میر فتح علی خان کا
ذکر ہے)

کہ فتح است از نام او منجلی
فتح نے اس کے نام سے جلا پائی)

جفاہائے عبدالنبی ناگزیر
(اخری تین مجلسوں — تیسری چوتھی اور
پانچویں — میں

بیان شد در آن ہر سہ مجلس اخیر
عبدالنبی کی جفاؤں کا ذکر آیا ہے)

کلھوڑوں کا بیان کتاب کے صفحہ ۵۰ سے شروع اور ۲۵۳ پر ختم ہوتا ہے۔ ہر صفحہ میں گیارہ اشعار ہیں۔ شعر اچھے ہیں کم از کم "نامہ نغز" کے اشعار ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ کتاب بھی تاریخی حیثیت سے خاصی قیمتی ہے۔ اور میں نے اپنی کتاب کے آخری ابواب کے لئے اس سے معتدبہ حالات اخذ کئے ہیں۔ اس کے بھی کئی نسخوں کا مجھے علم ہوا۔ مثلاً ایک نسخہ حکیم محمد صادق عباسی کے پاس بھی تھا۔ ایک عمدہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔ جو نسخہ میرے پیش نظر رہا وہ سید حسام الدین راشدی کا مملوکہ ہے۔

۸- مرآۃ دولت عباسیہ: یہ کتاب لالہ دولت رائے ولد لالہ عزت رائے نے سنہ ۱۸۰۰ء کے قریب لکھی - لالہ صاحب بہاول خاں ثانی فرمانروائے بہاول پور کے درباریوں میں شامل تھے - ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۵۰ء کو یہ شائع ہوئی - اب بہت کمیاب ہے - پوری کتاب ۳۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے دو حصے ہیں - پہلا حصہ ۲۲۰ صفحے پر ختم ہوتا ہے - اس میں داؤد پوتروں کی پوری سرگذشت آگئی ہے - دوسرے حصے میں نواب بہاول خاں کے حالات ہیں - اس کتاب میں کلہوڑوں کے متعلق خاصی معلومات ہیں ، لیکن تمام حالات کی تاریخی حیثیت یکساں محکم نہیں - جو نسخہ میرے پیش نظر رہا وہ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کا مملوکہ ہے - اس کے سوا مجھے اس کتاب کے کسی نسخے کا علم نہ ہوسکا - چونکہ یہ چھپ چکی ہے - اس لئے متعدد اصحاب کے پاس اس کے نسخے ہونے چاہئیں -

۹- جواہر عباسیہ: یہ کتاب شیخ محمد اعظم ابن شیخ محمد صالح نے سنہ ۱۸۰۹ء اور سنہ ۱۸۳۰ء کے درمیان لکھی - میرا مملوکہ نسخہ ۱۷۴ صفحات پر مشتمل ہے - آخر کے چند صفحات غائب ہیں - ہر صفحے میں بطور اوسط سترہ سطریں ہیں اور فی سطر پندرہ الفاظ - انداز تحریر '' مرآۃ دولت عباسیہ ،، کے مقابلے میں زیادہ پر تکلف اور منشیانہ ہے - حالات میں بڑی حد تک '' مرآۃ ،، ہی کی پیروی کی گئی ہے - کہیں کہیں محض الفاظ بدل کر '' مرآۃ ،، کے پورے فقرے لے لئے ہیں - یہ اب تک کہیں نہیں چھپی - '' مرآۃ ،، کی طرح اس کے بھی بعض تاریخی واقعات محل نظر ہیں - میں نے اپنی کتاب کی ترتیب میں '' مرآۃ ،، کی طرح اس سے بھی بڑا فائدہ اٹھایا -

۱۰- تحفۃ الکرام: مصنفہ علی شیر قانع - یہ مشہور کتاب ہے - سندھ کے حالات اس کی تیسری جلد میں درج ہیں - کلہوڑوں کا بیان صفحہ ۱۰۲ سے شروع اور ۱۱۶ پر ختم ہوتا ہے - بعد کے صفحات میں اہل اللہ ، فضلاء اور علماء وغیرہ کے حالات ہیں - مصنف نے کلہوڑوں کے متعلق جو کچھ لکھا ، بڑی حد تک اس کا چشم دید تھا ، لیکن

اختصار کا یہ عالم ہے، گویا اس بیان کو کلھوڑوں کے متعلق سرسری اشارے بھی قرار دینا مشکل ہے۔ اس کا نہایت عمدہ قلمی نسخہ سید حسام الدین راشدی کے پاس ہے۔ میں نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا اور جہاں جہاں مطبوعہ نسخے کی عبارتیں ناقابل فہم بن گئی تھیں ان کا صحیح مطلب قلمی نسخے کی مدد سے معلوم کیا۔

۱۱۔ لب تاریخ سندھ: مرتبۂ خان بہادر خدا داد خاں۔ سندھ کی یہ تاریخ خان بہادر موصوف نے سنہ ۱۹۰۰ء میں چھاپی تھی۔ کلھوڑوں کا بیان صفحہ ۱۰۵ سے ۱۲۹ تک ہے۔ خان بہادر کی فارسی چنداں قابل توجہ نہیں اور کتاب نظر بہ اختصار سود مند معلوم نہیں ہوتی۔

۱۲۔ بیان واقع: مرتبہ خواجہ عبدالکریم کاشمیری۔ خواجہ عبدالکریم بن خواجہ عاقبت محمود بن خواجہ محمد بلاقی کشمیر میں پیدا ہوئے، پھر تعلیم و سیاحت کے سلسلے میں دھلی پہنچے۔ وہ دھلی میں تھے جب نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ انہیں حج کا شوق تھا۔ نادر شاہ کے ایک درباری مرزا علی اکبر سے دوستی ہوگئی۔ اس نے نادر کے سامنے پیش کرکے ملازمت کا بندوبست کردیا۔ نادر جاتے وقت ہندوستان کے شہرۂ آفاق طبیب معتمد الملوک حکیم علوی خاں کو بھی اس شرط پر ساتھ لے گیا تھا کہ دو سال کی ملازمت کے بعد حکیم صاحب کو اپنے خرچ پر حرمین بھیج دیگا۔

خواجہ عبدالکریم برابر حکیم صاحب کے ساتھ رہے۔ دو برس کے بعد انہیں کے ساتھ بغداد، دمشق وغیرہ ہوتے ہوئے مدینۂ منورہ پہنچے۔ پھر حج کیا اور جہاز کے ذریعے سے کلکتہ واپس آئے۔ وہاں سے منزل بہ منزل دھلی پہنچے۔ دوستوں کے اصرار پر انھوں نے سفر کے تمام حالات فارسی میں مرتب کردئے تھے اور اس کا نام "بیان واقع"، رکھا تھا۔ اس لئے کہ اس میں ہر چیز واقعی صورت میں بیان کی گئی تھی۔ اس کتاب کے نسخے اب بہت کمیاب ہیں۔

فرانسس گلیڈون نام ایک انگریز نے اس کے ایک حصے کا ترجمہ انگریزی زبان میں کردیا تھا جو **Memoirs of Khwaja Abdul Karim** کے نام سے سنہ ۱۷۸۰ء میں شائع ہوا - یہ بھی بہت کمیاب ہے - میں نے جس نسخے سے فائدہ اٹھایا ، وہ پنجاب پبلک لائبریری کا مملوکہ ہے - اس میں سندھ پر نادر شاہ کے حملے کے حالات تقریباً سات صفحوں میں بیان ہوئے ہیں - یہ بیان اس وجہ سے قیمتی ہے کہ خواجہ صاحب تمام حالات کے عینی شاھد تھے - میاں نور محمد خاں کا حلیہ صرف اسی کتاب سے معلوم ھوا - یہ کتاب ۲۱۹ صفحات پر مشتمل ہے - کتاب میں جتنے اسماء علم آئے ، ان سب کو حواشی میں بخط فارسی بھی چھاپ دیا گیا -

۱۳ - تاریخ بہاول پور (انگریزی): مرتبہ مولوی شہامت علی کتاب کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر ابراھیم خان نے (مرآۃ دولت عباسیہ،، اور ''جواھر عباسیہ،، سے) بھاول پور کی تاریخ کا خلاصہ کپتان جے - ڈی کننگھم کی فرمائش پر کیا تھا - مولوی شہامت علی بھاول پور اور گرد و پیش کے علاقوں کو اس زمانے میں دیکھ چکے تھے ، جب وہ سر کلاڈ مارٹن وبڈ کے مشن کے ھمراہ بھاولپور آئے تھے - انھوں نے کننگھم سے یہ خلاصہ اور شاہ اسماعیل شہید کی '' تقویت الایمان ،، لے کر دونوں کا انگریزی ترجمہ کردیا - تاریخ بھاول پور سنہ ۱۸۴۸ء میں شائع ھوئی - اس کے کل ۲۳۲ صفحے ھیں - جن لوگوں کو '' جواھر ،، و '' مرآۃ ،، تک رسائی حاصل نہ ھوسکی یا وہ فارسی زبان سے نا آشنا ھونے کے باعث ان کتابوں سے استفادہ نہ کرسکتے تھے ، وہ مولوی شہامت علی ھی کی تاریخ کے حوالے دیتے رھے - میں نے اصل کتابوں سے فائدہ اٹھایا اور ان کے خلاصے کے اس انگریزی ترجمے سے اعتنا کی ضرورت محسوس نہ کی - ترجمے میں بعض مقامات پر مولوی صاحب نے غلطیاں بھی کی ھیں -

۱۴ - تاریخ سندھ (انگریزی): مرتبہ میرزا قلیچ بیگ میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ کی دو جلدیں ھیں اور دونوں اس لحاظ سے بطور خاص

قابل قدر ھیں کہ میرزا صاحب نے تمام قلمی مآخذ کے ضروری حصے اپنی کتاب میں شامل کرلئے - کلھوڑوں کا بیان دوسری جلد میں ھے اور یہ بیان '' تحفۃ الکرام ،، و '' فتح نامہ ،، اور '' فریئر نامہ ،، کے بیانات پر مشتمل ھے - نہ صرف انگریزی بلکہ اردو یا فارسی میں بھی کلھوڑوں کے متعلق یہ پہلا مرتب تاریخی مرقع ھے - افسوس کہ بہت مختصر ھے اور اس میں تحقیق و کاوش سے قطعاً کام نہیں لیا گیا - بعض فارسی عبارتوں کے سمجھنے میں مرزا صاحب سے لغزشیں ھوئیں جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں -

۱۵ - جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی (انگریزی): اس رسالے کے مندرجہ ذیل نمبر میری نظر سے گزرے :

۱۹۳۴ء	مئی و اکتوبر
۱۹۳۵ء	مارچ و اگست
۱۹۳۶ء	جنوری ، مئی ، دسمبر
۱۹۳۷ء	مارچ ، اگست
۱۹۳۸ء	جنوری ، جون ، دسمبر
۱۹۴۰ء	مارچ
۱۹۴۱ء	جنوری
۱۹۴۲ء	فروری ، جون ، اکتوبر
۱۹۴۳ء	فروری ، ستمبر
۱۹۴۶ء	جون
۱۹۴۷ء	جون
۱۹۴۸ء	جنوری
۱۹۳۹ء	ستمبر (ذاتی)

یہ کل بائیس رسالے تھے جن سے میں نے فائدہ اٹھایا - ان میں سے صرف آٹھ رسالوں میں مفید مطلب مضامین مل سکے - بعض مضامین اس اعتبار سے قابل قدر تھے کہ ان میں اھم سرکاری کاغذات سے معلومات جمع کی گئی تھیں - مثلاً مسٹر مرچنڈانی کے مضامین

سندھ میں انگریزی فیکٹری کے متعلق ، مسٹر لیمرک کا مضمون نہروں کے ابتدائی نظم و نسق کے متعلق - مسٹر ایڈوونی کا مضمون ابتدائی دور کے انگریز تاجروں کے متعلق - مسٹر ملکانی کا مضمون شکار پور کے تاریخی رومان کے متعلق ، اگرچہ یہ پیشتر کی ایک رپورٹ پر مشتمل ھے - باقی زیادہ تر مضامین ٹالپروں کے عہد سے تعلق رکھتے ھیں -

۱۶ - انشاے عطارد: یہ شیوک رام ٹھٹھوی متخلص بہ عطارد کے مکاتیب کا مجموعہ ھے - اس کے ۲۰۵ صفحات ھیں ، ہر صفحے میں بہ طور اوسط ۱۲ سطریں ھیں اور ہر سطر میں قریباً پندرہ الفاظ - اس کے اسلوب نگارش میں تکلف زیادہ ھے اور شیرینی و دل آویزی کم - لیکن میاں غلام شاہ خان ، میاں سرفراز خان اور میر بچار خان کے متعلق اس سے بعض نہایت قیمتی معلومات حاصل ہوئیں - یہ نسخہ سید حسام الدین راشدی کا مملوکہ ھے - افسوس کہ اس کا خط بے حد خراب ھے - اس میں کئی مقامات ایسے بھی ھیں کہ گھنٹوں آنکھوں کا تیل ٹپکایا اور کچھ پتہ نہ چلا کہ اصل کیا تھا اور ناقل نے اسے کیا بنا دیا - یہی وجہ ھے کہ میں نے اپنی کتاب میں '' انشاے عطارد '' کے اقتباسات بہت کم دئے ھیں - اور زیادہ تر اس کے بیانات کا مفاد اپنے لفظوں میں پیش کر دیا ھے - اس لئے کہ بعض مقامات پر مسلسل دو فقرے بھی ٹھیک نہ پڑھے گئے -

بھر حال یہ بھی ایک قیمتی ماخذ ھے - اگر اس کا کوئی مایقریل نسخہ مل سکے تو اغلب ھے بعض نئی معلومات دستیاب ھوں -

۱۷ - فریئرنامہ: یہ کتاب میر یار محمد خان ٹالپر (ابن میر کرم علی خان) نے سر بارٹل فریئر چیف کمشنر سندھ کی فرمایش پر مرتب کی تھی - اسی لئے اس کا نام فریئر نامہ رکھا - اس کے کل

۲۶۹ صفحے ہیں - ہر صفحے میں بارہ سطریں اور ہر سطر میں قریباً گیارہ الفاظ - مصنف نے لکھا ہے کہ ۱۲، جمادی‌الاخری ۱۲۷۹ھ (۵ دسمبر ۱۸۶۲ء) کو فریئر صاحب میرے بنگلہ پر آئے - اور باتوں باتوں میں فرمایا کہ میر صاحبان کی حکومت کا پورا حال آپ لکھ دیں تو بہت اچھا ہو - تیس سال بعد کوئی باقی نہ رہے گا جس سے یہ حالات پوچھے جا سکیں -

میر یار محمد خان نے یہ فرمایش قبول کر لی اور تین مقالوں میں کتاب مکمل کر دی - کیفیت یہ ہے :

پہلا مقالہ	عباسی کلھوڑوں کی حکومت کے متعلق
دوسرا مقالہ	میر صاحبان ٹالپر کی حکومت کے متعلق
تیسرا مقالہ	سرکار انگلشیہ کی حکومت کے متعلق

پہلا مقالہ جو میری کتاب کے موضوع سے متعلق ہے، ''فریئر نامہ،، کے صفحہ ۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۸۰ پر ختم ہوتا ہے - دراصل یہ حصہ بھی صرف اس وجہ سے شامل کیا گیا کہ ٹالپروں کے حالات میر بہرام خاں سے شروع کرنے منظور تھے اور میر بہرام خاں کے حالات میاں سرفراز خاں کلہوڑا کا ذکر کئے بغیر مکمل نہ ہو سکتے تھے - چنانچہ مقالہ کا آغاز میاں سرفراز خاں سے ہوتا ہے، جو کلھوڑوں کے دور زوال کا سرخیل ہے - اس میں بھی عام حالات کم بیان ہوئے ہیں اور ان حالات کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے، جو میروں سے متعلق تھے - نفس حالات میں عموماً ''فتح نامہ،، کی پیروی کی گئی ہے - اکثر مقامات پر اسی کی نظم کو نثر کا لباس پہنا دیا ہے - جا بجا شعر بھی نقل کئے ہیں - کہیں کہیں زیادہ تفصیلات دی ہیں - جو نسخہ میرے زیر مطالعہ رہا، مجھے فاضل محترم ڈاکٹر داؤد پوترہ کی نوازش سے ملا اور یہی ایک نسخہ ہے، جس کا اس وقت تک علم ہوسکا - یہ نسخہ ایک زمانے میں خان بہادر خدا داد خاں مصنف ''لب تاریخ سندھ،، کے پاس بھی رہا تھا حاشیے پر کہیں

کہیں انھوں نے بعض الفاظ اور بعض سنین کی تصحیح فرمائی ہے اور ساتھ ساتھ اپنے دستخط کرتے گئے ہیں۔

"فریئر نامہ" کی فارسی معمولی ہے۔ یہ کتاب اس اعتبار سے کلھوڑوں کے متعلق ایک قیمتی ماخذ ہے کہ یہ ان کے رقیب خاندان کے ایک جلیل المنزلت کی مرتبہ ہے اور رقیب کی شہادت اگر موافق ہو تو وہ حامیوں اور یاروں کی شہادتوں کے مقابلے بدرجہا مرجح ہوتی ہے۔ مجھے یہ نسخہ ابتدا میں نہ مل سکا اور اس وقت ملا جب کتاب کی ترتیب آخری مراحل میں تھی۔

۱۸۔ ڈیوڈ سیٹن کی تاریخ کلھوڑا: انگریزی کا ٹائپ کیا ہوا نسخہ فل اسکیپ سائز کے انیس صفحوں پر مشتمل ہے۔ ڈیوڈ سیٹن نے یہ تاریخ ۱۸۰۸ء میں مرتب کی تھی۔ مجھے ابتدا ہی سے اس کتاب کے دیکھنے کی بڑی آرزو تھی۔ خیال تھا کہ اس میں مفصل حالات ہوں گے یا کم از کم ان حقائق کے متعلق نئی روشنی مل جائے گی جن کے باب میں ایک رائے قائم کرنا تاحال مشکل ہے۔ لیکن اسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کی آرزو بے سود تھی۔ کتاب نہایت مختصر ہے۔ میاں غلام شاہ خان تک اس کے حالات کا سب سے بڑا ماخذ "تحفۃ الکرام" ہے جو اس زمانے میں غالباً چھپی نہ تھی۔ البتہ مختلف مقامات کے متعلق مفید تصریحات کردی ہیں۔ بعد کے حالات کے متعلق مختلف مآخذ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ لیکن اس حصے میں پہنچ کر سیٹن کا بیان سراسر بے سر و پا افسانہ بن جاتا ہے۔ جس نسخے سے میں نے استفادہ کیا، وہ سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی کا مملوکہ ہے اور فاضل محترم ڈاکٹر داؤد پوترہ کی عنایت سے مجھے ملا۔ ٹائپ میں بے شمار غلطیاں ہیں۔ خصوصاً اعلام میں سے تو شاید ہی کوئی درست ہو۔ غالباً اس سلسلہ میں زیادہ تر غلطیاں مصنف سے ہوئیں یا سمجھنا چاہئے کہ ٹائپ در ٹائپ ہونے میں اسما محرف ہوکر رہ گئے۔

۱۹ - فہرست تاریخ سندھ: یہ کل چوبیس صفحات کا ایک رسالہ ہے جس کے آخری دو صفحوں میں کلھوڑوں کے حالات درج ہیں - مصنف کا نام محمد حسن قادری ہے - وہ سیوستان کا باشندہ تھا - میں نے جو نسخہ دیکھا وہ سید حسام الدین راشدی کا مملوکہ ہے -

۲۰ - دی انڈس ڈیلٹا کنٹری (انگریزی): مرتبہ میجر جنرل ہیگ یہ کتاب ۱۸۹۴ء میں طبع ہوئی تھی - قدیم سندھ، خصوصاً زیرین سندھ کے متعلق اب تک جتنی کتابیں نظر سے گزریں، ان میں سے جغرافیائی حالات کا اس سے بہتر خاکہ کسی میں نہ دیکھا - مصنف نے کوئی قابل ذکر ماخذ نہیں چھوڑا اور سندھ کے چپے چپے میں پھر پھر کر گہرا مطالعہ کیا، اگرچہ بیشتر چیزیں اس نے انگریزی ترجمے کی شکل میں دیکھیں - اس میں تاریخی حالات بھی اختصاراً بیان ہوئے ہیں اور جو کچھ لکھا ہے غور و تحقیق کے بعد لکھا ہے - چند امور میں لغزش سرزد ہوئے یا صحیح معلومات حاصل نہ ہونے کے باعث غلط فہمی میں پڑ جانے سے مصنف کی محنت و کاوش کے کمال پر کوئی اثر نہیں پڑتا - کتاب ضمیموں کو شامل کرتے ہوئے ۱۸۴ صفحات پر تمام ہوئی ہے - یہ نسخہ سید حسام الدین راشدی کو لندن میں ملا تھا -

۲۱ - تاریخ ٹوپن مل: یہ تاریخ منشی ٹوپن مل ساکن ٹنڈو آغا اسماعیل شاہ نے نواب فتح محمد خان خلف نواب محمد خان لغاری کی فرمایش پر لکھی تھی - یہ سندھ کے حالات کا سرسری خاکہ ہے - پوری کتاب ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے - میری نظر سے اس کا صرف ایک نسخہ گزرا جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا مملوکہ ہے - اس کی تاریخ کتابت ۱۸، جولائی ۱۸۷۶ء ہے - اس سے بعض معلومات ایسی ملیں جو کسی دوسری کتاب میں نقل نہیں ہوئیں -

۲۲ - تاریخ سندھ: مرتبہ سید محب اللہ بن سید احمد شاہ واعظ بن سید محمد شاہ ملقب بہ سیار حسنی الحسینی الحموی الدھلوی القادری

اصلاً ، السندی مولداً و اللوهری سکناً - اس کا صرف ایک روٹو گراف کیا ہوا نسخہ میں نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں دیکھا - کتاب میں زیادہ تر سندھ کے مختلف مقامات کے سرسری حالات درج ہیں -

۲۳- مظہر شاہ جہانی: یہ کتاب عہد مغلیہ کے سندھ کے متعلق معلومات کا عمدہ ذخیرہ ہے - لیکن کلھوڑوں کے متعلق ماخذ کے طور پر اس کے باب میں بحث کی ضرورت نہیں - اس کا ذکر میں نے اس لئے کیا کہ انتظامی حالات کی تحقیق و تفتیش کرتے ہوئے میں نے اسے بھی دیکھا اور اس منظر کے متعلق اپنی معلومات مکمل کیں جس میں کلھوڑوں کا ظہور ہوا اور انہوں نے سندھ میں تعمیری و اصلاحی کام شروع کیا -

۲۴- مقالات الشعرا: مرتبہ میر علی شیر قانع : مصنف کے حالات کتاب میں بہ سلسلہ علم و ادب آ چکے ہیں ، یہاں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں - مقالات سندھ کے متعلق علمی و ادبی معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے - میں نے اس کے دو نسخے دیکھے - ایک مملوکہ سید حسام الدین راشدی ، دوسرا مملوکہ سندھی ادبی بورڈ - آخر الذکر نسخہ ، بہ‌اعتبار کتابت مقدم ہے - اور اس کے حاشیے پر جا بجا حالات کا اضافہ کیا گیا ہے - یہ نسخہ مولانا دین محمد وفائی مرحوم کے زیر مطالعہ بھی رہ چکا ہے - اور مولانائے مرحوم نے بھی اس کے حاشیے پر کچھ نوٹ لکھ لئے تھے -

یہ بتا دینا چاہئے کہ اس میں مختلف افراد کے متعلق معلومات یکجا نہیں مل سکتیں - قانع کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی ایک واقعہ بیان کرتا ہے تو ساتھ ہی اس نوع کے بعض دوسرے واقعات کا بھی ذکر کر جاتا ہے - مثلاً آزاد بلگرامی یا عبدالجلیل بلگرامی کے حالات لکھتے لکھتے بعض نادر مادہ ہائے تاریخ یا قرانی آیات سے تاریخیں نکالنے کا ذکر آگیا - اس سلسلے میں مختلف شعرا کے اور اپنے عمدہ مادہ ہائے تاریخ بیان کر دئے اور ضمناً بعض واقعات کی

طرف بھی اشارہ کردیا - اب اگر آپ ان شعرا کے حالات میں ان چیزوں کو تلاش کریں گے تو یہ تلاش بے سود ہوگی - جب تک پوری کتاب نہ پڑھ جائیں ، اس کے تاریخی وقائع فراہم نہیں ہو سکتے -

سندھی ادبی بورڈ کا مملوکہ نسخہ ۳۶۳ صفحات پر تمام ہوا ہے ، فی صفحہ ۱۶ سطریں اور فی سطر قریباً ۱۶ لفظ - اس میں قانع کے اپنے حالات چوالیس صفحوں میں آئے ہیں (۲۳۹ - ۲۸۳) - اپنی ہر تصنیف میں سے لمبے اقتباسات دئے ہیں - اس کے علاوہ بھی جا بجا اپنے تاریخی مادے ، غزلیں اور اشعار نقل کیے ہیں -

۲۵ - تکملہ مقالات الشعرا : کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے - اس میں زیادہ تر ان شعرا کا کلام درج ہے جو ٹالپروں عہد میں گذرے - ان میں سے بعض کا تعلق کلھوڑوں سے بھی رہا - اس کے صرف ایک نسخہ کا مجھے علم ہے اور وہ پنجاب یونیورسٹی میں ہے - اس ماخذ کا مفصل ذکر ٹالپروں کی تاریخ میں آئے گا -

۲۶ - مکتوبات شاہ فقیراللہ علوی : شاہ فقیراللہ اٹھارھویں صدی کے ایک جلیل الشان عالم دین اور بلند منزلت ولی اللہ تھے - وہ جلال آباد (افغانستان) سے آ کر شکار پور میں بس گئے تھے - وھیں وفات کی - سنا ہے ان کا کتب خانہ بیش قیمت علمی جواہرات کا خزینہ تھا لیکن اب غالباً وہ باقی نہیں رہا - وقت کے اکابر سیاست اور اکابر علم و فضل سے شاہ صاحب کی خط و کتابت تھی - زیادہ تر اصحاب علمی مسائل پوچھتے تھے - ضمناً جوابات میں تاریخی واقعات بھی آ گئے - یہ مجموعہ ایک مرتبہ لاہور میں چھپا تھا اور ۳۹۰ صفحات پر مشتمل ہے - اس میں سے بعض اکابر کے نام مکاتیب کی کیفیت ملاحظ فرمائیے :

مکتوب الیہ	تعداد مکاتیب
۱ - احمد شاہ ابدالی	۴

۲ ـ میاں سرفراز خان کلھوڑا	۳
۳ ـ میر نصیر خان والی قلات	۲
۴ ـ شاھزادہ سلیمان شاہ بن احمد شاہ ابدالی	۳
۵ ـ شاہ ولی خان وزیر اعظم احمد شاہ	۲
۶ ـ مخدوم محمد معین ٹھٹھوی	۵

تیمور شاہ ابن احمد شاہ کے نام کوئی مکتوب نہیں ، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ فقیر اللہ شہزادہ سلیمان اور شاہ ولی خان کے حامی تھے ـ احمد شاہ کی وفات پر تعزیتی مکتوب بھی شاھزادہ سلیمان ھی کے نام بھیجا ھے ـ جسے شاہ ولی خان نے تخت پر بٹھا دیا تھا ـ لیکن اس نے تیمور شاہ کے مقابلے میں شکست کھائی ـ شاہ ولی خان مارا گیا ـ

۲۷ ـ مجموعہ منشآت : اس مجموعے میں مندرجہ ذیل نسخے شامل ھیں ـ

الف — انشاے ھر کرن : ناقص الاول مکتوبہ ۲۳ شوال ۱۲۷۲ ھ

ب — جامع القوانین : معروف بہ انشاے خلیفہ ـ

ج — انشاے خبرت : سلطانی مل خبرت کے رقعات کا مجموعہ جس کا نام مصنف نے مانی نگار رکھا تھا مکتوبہ ۱۲۶۵ ـ

د — متفرق خطوط ، جن میں ایک طویل خط ابوالفضل کی طرف سے شہزادہ مراد کے نام ھے ـ اس مجموعے میں کل ۳۵ خط ھیں ـ جن میں سے ۱۰ تا ۲۰ ، ۲۷ ، نیز ۳۴ اور ۳۵ واضح طور پر کلھوڑوں کے متعلق ھیں اور بعض کے اسلوب تحریر اور بعض دوسری خصوصیات سے اندازہ ہوتا ھے کہ وہ منشی عبدالروف کے ھیں ـ

ایک خط میں وهی اشعار منقول هیں جو ''گلدسته نورس بهار '' کے بعض خطوط میں آئے هیں اور وہ اشعار زبانزد عام نہیں که سمجھا جائے تداول کے باعث نقل هوئے ۔ اس مجموعه کا نام کسی خوش ذوق نے '' تاریخی انشا '' رکھ دیا ۔

ه — امام الدین ساکن هاله کنڈی کے مکاتیب ۔

و — خلاصة المکتوبات : یه میاں هارون اور منشی عبدالروف کے مکاتیب کا مجموعه هے ۔ افسوس که پوری کتاب کے هر صفحے کا ۱/۳ ، ۱/۴ حصه ضائع هو چکا هے ۔ اور کوئی خط دو تین سطروں سے زیاده پڑھا نہیں جا سکتا ۔ اتنی سطریں پڑھ کر پورے مکتوب کا مفهوم معلوم کرنا مشکل هے ۔ بیچ میں کچھ غزلیں اور اشعار بھی هیں ۔ ان کا ذکر غیر ضروری هے ۔ *

---

* بقیه مأخذ ، کتاب کے اختتام پر دیے گئے هیں ۔

تاریخ سندھ

★

(عہد کلھوڑہ)

★

پہلا باب

اصل و نسل

کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کا دعویٰ: کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کا دعویٰ ابتدا ھی سے یہ ھے کہ وہ حضرت عباس رض (عم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسل سے ھیں۔ اس سلسلے میں جو نسب نامے اب تک پیش ھوئے ان کی حقیقی حیثیت آئندہ اوراق میں واضح ھوسکے گی جب ان پر تفصیل سے نقد و تبصرہ کیا جائے گا ۔ یہاں صرف اتنا عرض کردینا کافی ھے کہ جب تک ان خاندانوں کو تاریخ کے منظر عام پر جلوہ گر ھونے کا موقع نہ ملا، اور ان کے احوال و ظروف گمنامی کے پردۂ ظلمت میں مستور و متواری رھے، انتساب عباسیت کو نہ غور و تحقیق کے معیار پر پرکھا گیا اور نہ کسی کو اس سے اختلاف کی ضرورت محسوس ھوئی ۔ جب ان لوگوں کی تقدیر کا ستارہ چمکا

اور وہ اپنے درخشاں کارناموں کی بدولت شہرت عام کے دربار میں ایک معزز مسند کے حق دار بن گئے ، تو جہاں کہیں ان کا ذکر آیا، انھیں عباسی ھی تسلیم کیا گیا ۔ ذمہ دار معاصر سوانح نگاروں میں سے کسی نے اس، انتساب کو محل نظر قرار نہ دیا ۔ شہرت عام اور قبول و اعتراف کے اس تواتر کو بہر حال اصل دعوے کے اثبات ھی کی ایک وقیع دلیل سمجھا جائے گا ۔ اگرچہ پیش کردہ شجروں میں کتنی ھی خامیاں راہ پاچکی ھوں ۔

نسب کی فضیلت: عام انسانیت نے جن بتوں کی پرستش کو ماضیٔ قدیم سے شیوۂ عام بنائے رکھا ، ان میں ایک بت خاندان اور نسب کا بھی ھے ۔ جس گھرانے میں سے ایک یا چند بلند منزلت اصحاب پیدا ھوئے اور انھوں نے اپنے روشن اعمال کی بنا پر عام سطح سے اونچا رتبہ حاصل کرلیا ، اس کا بت قائم ھوگیا ، اور اخلاف قرنوں تک اسلاف کی استخواں فروشی کے بل پر خاص عزت و احترام کے حق دار بنے رھے۔ درجے کی بلندی اور رتبے کی برتری کسی خاص خاندان یا نسل یا رنگ یا قوم یا ملک پر موقوف نہیں، بلکہ یہ صرف انسان کے ذاتی عمل و سیرت کی اچھائی اور پاکیزگی پر موقوف ھے۔

کلھوڑے اور داؤد پوترے اگر حضرت عباس کی نسل سے نہ بھی ھوتے، اور ویسے ھی کارنامے انجام دیتے جیسے انھوں نے انجام دئیے ، تو تاریخ کے ایوان میں انھیں وھی مقام حاصل ھوتا ، جو آج حاصل ھے ۔ اس کے برعکس اگر وہ کسی قابل ذکر عمل و حرکت کے مصدر نہ بنتے تو عباسیت کا انتساب انھیں قطعاً کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتا ۔ ان کی عظمت محض عباسی ھونے کی بنا پر نہیں ، بلکہ حقیقی کارناموں کی بنا

پر قائم و استوار ہوئی - عباسی نسل کے افراد آج اس دنیا میں شاید لاکھوں ہوں، لیکن تاریخ کو صرف ان عباسیوں سے سر و کار رہا، جو مختلف دائروں میں اپنے حسن عمل کی وجہ سے ممتاز و کامگار ہوئے - اس ضمن میں نسب قطعاً سودمند نہیں - حضرت سلمان سے جب ان کا نسب پوچھا گیا تو فرمایا : سلمان بن اسلام - نادر ایرانی سے یہی سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا : نادر ابن شمشیر - یہ محض لطیفہ گوئی نہ تھی، بلکہ اصل حقیقت کی طرف رہنمائی تھی - اچھائی برائی کے متعلق فیصلے کا مدار گوشت پوست کا پیکر نہیں بلکہ اس پیکر کے اخلاق و اعمال اور اس کا کردار و سیرت ہیں - بایں ہمہ عمل و کردار کی برتری کے ساتھ نسبی فضیلت شرف کا مزید سبب بن جاتی ہے - کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کی عباسیت اگر ثابت ہوسکے تو یہ ان کے فضائل میں اضافے کا باعث ہوگی، اس لئے کہ حسن عمل کے ساتھ انہیں نسب کی بلندی بھی نصیب ہوئی - یا کہہ لیجئے کہ نو سو سال کے بعد اس خاندان کے افراد نے ہارون و مامون کا نام نئے سرے سے زندہ کیا اور اسلاف کرام کے فضائل سے کسب فیض کی بنا پر بلندیٔ نسب کے لئے جائز فخر کا سامان بہم پہنچایا -

عباسیت کے شواہد : ان خاندانوں کی عباسیت کے متعدد شواہد کتابوں میں مرقوم ہیں - مثلاً :

۱- صاحب ''مآثر الامراء'' - خدا یار خاں کے حال میں لکھا ہے :

مرزبان سندھ مشہور بہ لیٹی	سندھ کا جاگیردار جو لیٹی
در نسب عباسی است و لقب	مشہور ہے، نسب کے اعتبار

عشیرهٔ او بزبان سنده کلهوره است (ح۱)

سے عباسی ھے اور سندھی زبان میں اس کے خاندان کا لقب کلھوڑہ ھے۔

۲ ۔ معصوم علی محشر نے بھی ''وقائع نادری'' میں خدا یار خاں کو لیتی ھی لکھا ھے (ح۲) اور اس کا بیان غالباً ''مآثرالامرا'' سے ماخوذ ھے ۔

۳۔ ''تحفۃ الکرام'' میں کلھوڑوں کے حالات کا آغاز یوں ھوا ھے :

معلوم اهل خبرت باد که حسب قرار داد ارباب خبر از گروه نسابین این طائفهٔ علیه (کاوره عباسیه) به حضرت عباس رض عم رسول ص منتهی است (ح۳)

اهل علم کو معلوم ھونا چاھئے کہ جن اصحاب کو انساب میں مہارت حاصل ھے ، وہ اس امر پر اتفاق کرچکے ھیں کہ کلھوڑوں کے بلند منزلت خاندان کا نسب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رض سے ملتا ھے ۔

۴۔ خان بہادر خدا داد خاں مرحوم نے اپنی تاریخ میں ''تحفۃ الکرام'' کے مذکورۂ بالا قول ھی کی توثیق

۱۔ ''مآثر الامرا'' جلد اول ص ۸۲۵ لیٹی کی تشریح آگے چل کر ھوگی ۔

۲۔ ''وقائع نادری'' مؤلفۂ معصوم علی محشر مطبوعۂ مطبع نول کشور ۔

۳۔ ''تحفۃ الکرام'' مطبوعہ جلد سوم ص ۱۰۲ ۔

فرمائی ھے (ح-۱) -

۵- میرزا قلیچ بیگ کی کتاب کا اقتباس پیش کرنے کی ضرورت نہیں ، اس لئے کہ میرزا کے اپنے بیان کے مطابق انھوں نے کلھوڑوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ھے، اس میں سے ابتدائی ابواب '' تحفۃ الکرام ،، ھی کا ترجمہ ھیں(ح-۲) -

۶- مزید حوالے : کچھ معلوم نہیں کہ کلھوڑوں کے عہد شوکت و عروج میں ان کی کتنی تاریخیں لکھی گئیں - میرے علم میں اب تک صرف ایک کتاب آئی ھے، جو کلھوڑہ خاندان کے مشہور ترین فرمانروا میاں نور محمد عباسی کے عہد میں '' شاھنامے ،، اور '' سکندر نامے ،، کی طرز پر منظوم مرتب ھوئی - یہ باغ علی خائف کا '' نامۂ نغز ،، ھے، اس کے اشعار بہت معمولی ھیں، لیکن وہ بھی اس خاندان کی عباسیت ھی کا دعویدار ھے - مثلاً :

کلھوڑے ز عباس پیدا شوند　　ازیں جہت در نسل عباسی اند(ح-۳)

۷- ''فتح نامہ'' : میر عظیم الدین تتھوی نے میر فتح علی خان ٹالپر کے لئے لکھا تھا - ٹالپروں نے کلھوڑوں سے حکومت چھینی تھی - جس زمانے میں '' فتح نامہ ،، مرتب ھوا ، کلھوڑوں کا نقش حکمرانی صفحۂ ھستی سے محو ھوچکا تھا اور خیال بھی نہیں ھوسکتا کہ اس زمانے میں کوئی سوانح نگار، کلھوڑوں

۱- ''لب تاریخ سندھ'' مطبوعۂ مطبع ریاض ھند امرت سر ص- ۱۰۵ -

۲- تاریخ سندھ (انگریزی) مؤلفۂ میرزا قلیچ بیگ جلد دوم ص- ۱۳۷ - اگرچہ حقیقت یہ ھے کہ انھیں ترجمہ کہنا مناسب نہیں - کہنا چاھئے کہ ''تحفۃ الکرم'' سے ماخوذ ھیں -

۳- ''نامۂ نغز'' قلمی نسخہ - ص- ۳ -

کے لئے غیر ثابت شدہ فضائل کے اسباب فراہم کرنے کی طرف مائل ہوسکتا تھا۔ نظر بظاہر ہر شخص کا رجحان یہی ہوسکتا تھا کہ کلھوڑوں کی برتری میں حتی الامکان تخفیف ہو، یا اس کے مختلف پہلو زیادہ نمایاں اور روشن نہ ہونے پائیں لیکن کلھوڑوں کی عباسیت کا مسئلہ اس درجہ مسلم و مستند تھا کہ "فتح نامہ" میں جہاں ان کا ذکر آیا ہے، انھیں عباسی ھی لکھا ھے۔ مثلاً : "مجلس دوم در ذکر طبقۂ عباسیان"، "داستان در تعریف خدا یار خاں عباسی علیہ الرحمہ"، "برآمدن میاں غلام شاہ بتقابل عطر خاں عباسی"،(ح-۱) وغیرہ۔

۸۔ انند رام مخلص مغلوں کے دور آخر کے غیر مسلم شاعروں اور ادیبوں میں بہت ممتاز ھے۔ وہ ذات کا کھتری اور سوھدرہ کا باشندہ تھا۔ محمد شاہ کے مدار المام اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر المالک کا وکیل بن گیا تھا۔ سنہ ۱۷۵۱ء میں فوت ھوا۔ کلھوڑے ابتدائی دور میں مغل سلطنت سے وابستہ تھے، اس وجہ سے ان کے نمائندے یا سفیر مستقل طور پر دھلی میں رھتے تھے اور وزیر المالک کے ساتھ ربط و ضبط قائم رکھنے کا بہترین ذریعہ یہی ھوسکتا تھا کہ اس کے وکیل سے گہرے تعلقات پیدا کئے جاتے۔ میاں نور محمد کلھوڑہ نے جس کا خطاب "خدا یار خاں، ثابت جنگ" تھا، انند رام مخلص سے باقاعدہ سلسلۂ مکاتبت قائم کر رکھا تھا۔ مخلص کے قلمی رقعات میں ایک مکتوب میاں صاحب کے نام موجود ھے۔ اس کا عنوان ھے "بہ خدا یار خاں ثابت جنگ عباسی"، (ح-۲)۔

۱۔ "فتح نامہ" قلمی نسخہ مملوکۂ راشدی برادران ص- ۵۲، ص- ۵۲ اور ص- ۵۶ -

۲۔ رقعات انند رام مخلص قلمی نسخہ مملوکۂ سید حسام الدین راشدی ص- ۳۶ -

خلاصۂ کلام: یہ کل آٹھ شہادتیں ہیں ، جن میں سے پانچ معاصر شہادتیں ہیں، اور بعض کا درجۂ استناد اہل علم کے نزدیک غیر مشتبہ طور پر مسلّم ہے۔ مثلاً ''مآثر الامراء''۔ ''فتح نامہ'' کی شہادت اس بنا پر زیادہ توجہ اور اعتماد کے لائق بن جاتی ہے کہ یہ کتاب کلھوڑوں کے ان جانشینوں کی سر پرستی میں مرتب ہوئی ، جو انہیں سلطنت سے بے دخل کرنے کے ذمہ دار تھے ۔ اگر کلھوڑوں کی عبّاسیّت میں ذرا سا بھی سقم ہوتا تو میر عظیم الدین تتھوی کے سرپرست اس کا اثبات پسند نہ کرتے بلکہ تردید میں کوشاں ہوتے ۔ انند رام مخلص کی شہادت اس بنا پر وقیع اور اہم ہے کہ وہ مدار المہام سلطنت مغلیہ کا وکیل تھا ، جس کی وساطت کے بغیر حکام اقطاع ہند میں سے کسی کا عریضہ مدار المہام کی خدمت میں پیش نہ ہوسکتا تھا ۔ کم از کم اس حقیقت سے اختلاف نہیں ہوسکتا کہ کلھوڑوں کی عبّاسیّت شہرت عام پا چکی تھی ، اسی وجہ سے انند رام کو عبّاسیّت کے انتساب میں تامّل نہ ہوا ۔ ''تحفۃ الکرام'' کی شہادت بجائے خود کسی کے نزدیک محل نظر ہو تو وہ مذکورۂ بالا شہادتوں کی توثیق کا وسیلہ ضرور ہے ۔

معاصر کتابوں میں سے دو اور قابل ذکر ہیں ۔ ایک شیخ عبدالرؤف سیوستانی البکھری کا مجموعہ مکاتیب ، جو میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں کا میر منشی تھا ۔ یہ مجموعہ شیخ کے صاحبزادے شیخ محمد وفا نے مرتّب کیا ۔ ان میں سے زیادہ تر مکاتیب شیخ نے میاں صاحبان کی طرف سے لکھے ۔ دوسرا منشی شیوک رام تتھوی کا مجموعۂ مکاتیب ، جو میر بجار ٹالپر کا منشی تھا ۔ اس مجموعے میں میاں غلام

شاہ کلھوڑہ ، میاں سرفراز خاں کلھوڑہ ، میر بجار وغیرہ کے مکاتیب ھیں - ان دونوں مجموعوں میں بھی کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کو " عباسی " ھی لکھا گیا ھے - یہ تمام شہادتیں عباسیت کے انتساب کو محکم بنانے کے لئے بہمہ وجوہ کفایت کرتی ھیں -

داؤد پوتروں کی تاریخیں : کلھوڑوں کی دوسری شاخ داؤد پوتروں کی سرپرستی میں کئی تاریخیں مرتب ھوئیں ، جن میں سے تین کا ذکر " بہاول پور گزیٹیئر " میں درج ھے :

۱ - "مرآۃ دولت عباسیہ"	مصنفۂ دولت رام
۲ - "جواھر عباسیہ"	مصنفۂ شیخ محمد اعظم
۳ - "تاریخ مراد"	مصنفۂ سید مراد شاہ گردیزی (ح-۱)

ان میں سے " مرآۃ " سنہ ۱۸۰۰ء کے قریب مرتب ھوئی اور سنہ ۱۸۵۰ء میں چھپی ، آج کل بہت کمیاب ھے - " جواھر " اس سے دس بیس برس بعد لکھی گئی اور طبع نہ ھوسکی - " تاریخ مراد " سنہ ۱۸۶۶ء اور سنہ ۱۸۷۶ء کے درمیا مدون ھوئی ، یہ بھی معرض انطباع میں نہ آسکی - "جواھر" کے اکثر مطالب "مرآۃ" سے ماخوذ ھیں ، البتہ انشا میں زیادہ تکلف سے کام لیا گیا ھے - "تاریخ مراد" کا کوئی نسخہ باوجود سعیٔ بلیغ نہ مل سکا -

"مرآۃ" اور "جواھر" دونوں داؤد پوتروں اور کلھوڑوں کی عباسیت کے دعویدار ھیں، اگرچہ ان کے پیش کردہ شجروں

۱- "بہاول پور گزیٹیئر" مطبوعہ سنہ ۱۹۰۴ء ص- ۲۲ -

کو قبول نہیں کیا جاسکتا ، جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا۔ ان کے بعد داؤد پوتروں کے متعلق اردو یا انگریزی میں جو کچھ لکھا گیا ، وہ سب انہیں تاریخوں پر مبنی ہے ۔ مثلاً ''صبح صادق،، ''بھاول پور گزیٹیئر،، یا بعض دوسری چھوٹی بڑی کتابیں ۔ اگر داؤد پوتروں کے لئے عبّاسیّت کا انتساب مسلّم مان لیا جائے ، تو کلھوڑوں کی عبّاسیّت خود بخود قطعی طور پر ثابت ھوجاتی ھے ۔ اس لئے کہ کلھوڑے اور داؤد پوترے ایک ھی خاندان کی دو شاخیں ھیں ۔

انگریزوں کے بیانات: جن انگریزوں نے سندھ کی تاریخ سے اعتناء کی یا سرکاری ضروریات کے لئے گزیٹیئر ترتیب دئے ، ان میں سے بعض نے عام روایتوں کی بنا پر یہ کہہ کر معاملہ ختم کردیا کہ ، کلھوڑے اور داؤد پوترے اپنا سلسلۂ نسب حضرت عباس رض سے ملاتے ھیں (حـ ۱) بعض نے ان کی عبّاسیّت سے انکار کردیا ۔ مثلاً برٹن لکھتا ھے :

چنہ۔

''کلھوڑے اصلاً چنّہ سندھی تھے ، اس لئے سمجھنا چاھئے کہ ھندوؤں سے مسلمان ھوئے ۔ جب اس خاندان نے درجۂ امتیاز حاصل کرلیا تو بنی عباس ھونے کا استحقاق پیش کردیا ، لیکن علماء کے نزدیک ان کا شجرۂ نسب عبّاسیّت کے انتساب میں ناکام ثابت ھوا ۔ اس پر انھوں نے اپنے آدمی ''سھرا خطیبہ،، بھیجے تاکہ وھاں کے مشائخ کے پاس جو دستاویزیں ھیں ،

۱۔ اول کے لئے ملاحظہ ھو '' سندھ گزیٹیئر،، مرتبۂ اے ڈبلو ھیوز صـ ۳۱ ، دوسرے کے لئے ملاحظہ ھو ''سندھ گزیٹیئر مرتبۂ ای۔ایچ ایٹکن صـ ۱۱۱ ۔

> ان کی نقل کرلیں - مشائخ نے تامّل سے کام لیا تو کلھوڑوں نے ان کی جاگیریں ضبط کرلیں ، ان کے گاؤں تباہ کرڈالے اور تانبے کی ان تختیوں کو اٹھا کر لے گئے ، جن پر شجرہ ثبت تھا - اس طرح وہ بے شائبۂ ریب حضرت عباس رض کے اخلاف بن گئے اور مرشد قرار پائے (حـ ۱)..

ظاھر ھے کہ برٹن نے اپنے اس دعوے کے لئے کوئی قابلِ توجّہ دلیل پیش نہیں کی - جو خاندان صدیوں سے سندھ میں مقیم تھا اور مدت دراز تک معمولی حیثیّت میں زندگی بسر کرتا رھا تھا ، اگر اس کے پاس پورا شجرہ محفوظ نہ رھا تو اس پر تعجب کا کون سا مقام ھے؟ ھماری سرزمین میں ھزاروں خاندان یقینی طور پر عرب سے آکر بسے اور سب کے پاس شجرے محفوظ نہ رھے - کیا اس بنا پر ان کی عربیّت سے انکار جائز ھوگا؟ خاندانوں کی تاریخیں ھمیشہ اسی وقت مرتب ھوتی ھیں ، جب وہ تاریخی کارنامے انجام دیتے ھوئے منظر عام پر آتے ھیں ، اسی وقت شجرے ترتیب دینے کی ضرورت پیش آتی ھے - بے شک ھم کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے پیش کردہ شجروں سے معقول وجوہ کی بنا پر اختلاف کرسکتے ھیں ، ان کے اسقام سامنے لاسکتے ھیں ، لیکن اس حقیقت سے کیونکر انکار کرسکتے ھیں کہ ان کی عبّاسیّت مستند اصحاب کے نزدیک ہر عہد میں معروف و مسلم رھی؟ اس میں شبہ بالکل غیر مناسب معلوم ھوتا ھے -

برٹن نے انھیں غالباً اس بنا پر چنّہ سندھی قرار دیا

۱- تاریخ سندھ مصنفۂ برٹن ص- ۱۰۴ بحوالہ سارلے ص- ۲۵-

کہ وہ مدت دراز سے سندھ میں رہتے تھے ، مخصوص عربی امتیازات کھو چکے تھے اور ہر اعتبار سے ملکی اوصاف و خصائص کے پیکر بن چکے تھے۔ یہ صورت حال ہر اُس خاندان کو پیش آئی جو باہر سے آکر یہاں آباد ہوا اور چند صدیاں اس نے یہاں گزار دیں ۔ کلھوڑے اور داؤد پوترے اگر برٹن کے زمانے میں یا اس سے کئی صدیاں پیشتر ایسے بن چکے تھے کہ ان میں اور عہد قدیم کے سندھیوں میں کوئی وجہ امتیاز باقی نہ رہی تھی، تو اس بنا پر ان کی عبّاسیّت سے انکار سراسر بے جا ہے۔ سندھ میں سادات کے سیکڑوں گھرانے موجود ہیں ، ان کی سیادت سے انکار نہیں ہو سکتا ، لیکن انہیں زبان یا عام عادات و خصائل کی بنا پر قدیم سندھیوں سے الگ نہیں مانا جاسکتا ۔ پھر کلھوڑوں کے بارے میں کیوں اس عدمِ امتیاز کو نفیٔ عبّاسیّت کی دلیل بنایا جائے ؟

گفتگو کا ماحصل : بہر حال عبّاسیّت کلھوڑوں کے دامنِ فضائل کا صرف ایک پھول ہے ۔ قبول و اعتراف کے تواتر سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ واقعی عباسی ہیں،' اگرچہ ان کے پیش کردہ شجروں میں بعض خامیاں راہ پا گئیں اور صدیوں تک گمنام و منتشر رہنے کی حالت میں شجروں کو محفوظ رکھنا ممکن بھی نہ تھا ۔ خصوصاً اس لئے کہ کسی کو خیال نہ ہو سکتا تھا ، یہ خاندان ایک خاص موقع پر نئے سرے سے حکمرانی کی داغ بیل ڈالے گا ، اور ایسے کارنامے انجام دے گا جو اسفار تاریخ میں جگہ پائیں گے ۔ جب ان لوگوں کو حکمرانی کی عظمت نصیب ہوئی تو شجرۂ نسب کو اوپر تک پشت بہ پشت مرتّب کرلینے کے اسباب ناپید ہوچکے تھے ۔

سب سے آخر میں یہ کہ جیسا اوپر عرض کیا جا چکا ہے،

تنہا نسب کسی کے لئے بھی باعث فخر نہیں ہوسکتا، جب تک اس کے ساتھ اسلاف کرام کے فضائل کا سرمایہ زیادہ یا کم موجود نہ ہو۔ عرفی کیا خوب کہہ گیا ہے:

مایۂ رازِ زندگی از گہرِ خویش گیر
تابہ کے ایں عز و ناز از اب و عم داشتن

دوسرا باب

نسب نامے

نسب ناموں کی عام حیثیت: کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے نسب ناموں کا مسئلہ واقعی سخت پریشان کن ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، جب تک اس خاندان کو شہرت عام کے ایوان میں بار نہ ملا، نسب نامے کی ترتیب کا اہتمام نہ کیا گیا۔ جب اسے رتبۂ بلند نصیب ہوا تو صدیوں کا خلا بیچ میں موجود تھا، جسے پرّ کرنا آسان نہ رہا تھا۔ اس باب میں خلجان کا ایک سبب غالباً یہ ہوا کہ خاندان مختلف شاخوں میں منقسم ہوتا رہا، اور ہر شاخ نے اپنی توجّہ صرف اپنے ہی نسب کے تحفظ تک محدود رکھی۔ دوسرا سبب یہ ہوا کہ درباری نسابوں نے اسلاف کرام کے نام سن کر اشتراک کی بنا پر بعض تاریخی شخصیتوں کو نصب العین بنا لیا۔ تا کہ شجرہ زیادہ سے زیادہ معتبر معلوم ہو اور سلطان ابن سلطان ابن

سلطان کی عظمت و برتری کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے ۔ اس طرح غلطیوں اور لغزشوں کا دروازہ کھل گیا اور جس جس نے خاندان کی تاریخ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ، وہ پہلی غلطیوں کی اصلاح کے بجائے نئی غلطیوں کے ارتکاب سے تلافی کی مساعی میں مشغول رہا ، حالانکہ یہ طریقہ بالکل غلط اور سراسر نازیبا تھا ۔ لیکن جس عہد میں یہ کتابیں لکھی گئیں ، ان میں نسب کی پرستاری کو درجۂ اختصاص حاصل تھا ، اس لئے سب اسی میں سرگرم رہے ۔ ایک مصیبت یہ پیش آئی کہ سنین کے تحفظ کو درخور اعتنا نہ سمجھا گیا ۔ اس وجہ سے ایسی عجائب کاریاں ظہور پذیر ہوئیں کہ تاریخی بیان کے رشتے باہم الجھ کر لاینحل معمّے بنتے گئے ۔ غالباً اسی اضطرابی صورت نے بعض اہل قلم کو اس امر پر آمادہ کردیا کہ نسب ناموں کو غلط قرار دیتے ہوئے عبّاسیّت کے انتساب ہی سے انکار کردیں ۔ لیکن حق شناس مورخ کے لئے لازم ہے کہ الجھنوں کو دقّت نظر سے سلجھائے، صبر و تحمّل سے معلومات کے انبار کی چھان بین کرے ۔ جہاں تاریخی بیانات مساعدت نہ کریں ، وہاں قیاس صحیح کی روشنی سے کام لے ۔ یہی طریق کار ہمارے پیش نظر ہے اور اس کے نتائج آئندہ صفحات کا مایۂ آرائش ہیں ۔

مرآة اور جواہر کا شجرہ : کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے اسلاف میں سے جس بزرگ نے سندھ میں باقاعدہ منصب امارت حاصل کیا اور ''جام'' کالقب پایا ، وہ امیر چنّے خان (ح-۱) ہے ۔

۱- اس نام کے املا میں بڑے اختلافات ہیں ۔ '' تحفۃ الکرام '' میں اسے چینہ لکھا گیا ہے (جلد سوم صفحہ ۱۰۳) ،
(بقیہ حاشیہ ص-۹۴ پر)

اسکا شجرہ ''مرآۃ دولت عباسیہ،، اور ''جواھرعباسیہ،، میں یوں درج ھے :

محمد چینے خاں ، بن بہلا خاں (بہاء اللہ خاں)، بن تھل خاں (فتح اللہ خاں) ، بن سنکراسی خاں (سکندر خاں)، بن کاھر خاں (عبدالقاھر)، بن ابنّ خاں (ابوالنصر خاں) ، بن سلطان احمد ثانی ، بن سلطان شاہ مزمّل ، بن سلطان عقیل ، بن سلطان سہیل ، بن سلطان یاسین، بن خلیفہ احمد اول مستنصر باللہ، بن خلیفہ شاہ محمد، بن خلیفہ سلطان ابو الفضل، بن سلطان ابو جعفر عبداللہ، بن خلیفہ محمد امین ، بن خلیفہ سلطان ھارون الرشید ، بن خلیفہ محمد مہدی ، بن خلیفہ ابو جعفر منصور، بن محمد ، بن علی ، بن عبداللہ، بن حضرت عباس رض،

''مراۃ دولت عباسیہ'' میں ''محمد چینہ خاں'' (ص- ۷۰) ، ''جواھر عباسیہ'' میں ''خان محمد چینے خاں'' (ص- ۲۱) ، ''صبح صادق'' میں ''امیر چنسے خاں'' (طبع جدید ص-۶۲) - ''بہاول پور گزٹیئر'' میں ''محمد چنی خاں'' (ص- ۴۹) - سید علی محمد راشدی نے ''تزک نور محمدی'' کے ضمیمے میں ''جام چنو'' یا ''چھنی'' تحریر فرمایا ھے - حکیم محمد صادق عباسی نے جو شجرہ مجھے بھیجا ، اس میں امیر موصوف کا نام ''جینح عرف چنیھ'' درج ھے - ڈیوڈ سیٹن (David Seton) نے جینی (Jenie) لکھا ھے - (تاریخ کلھوڑہ انگریزی ٹائپ شدہ کاپی مملوکہ سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی (ص- ۱) اور میجر جنرل ھیگ نے ''جھونیہ'' (Jhunia) (ملاحظہ ھو ''دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص- ۱۱۱) - میں نے اس کا معروف املا اختیار کیا تا کہ کتاب پڑھنے والوں کو دوران مطالعہ میں الجھاؤ پیدا نہ ھو -

عم شریف حضرت خیر الناس (ح-۱) -

شجرہ تنقید کی روشنی میں : یہ شجرہ بوجوہ ذیل غلط ھے :

۱ - احمد اول کو جو مستنصر باللہ کے لقب سے مصر میں پہلا عباسی خلیفہ بنا ، سلطان شاہ مزمل کا فرزند بتایا گیا ھے - جس کا سلسلہؑ نسب ، امین الرشید بن ھارون عباسی سے ملتا ھے - حالانکہ جو احمد ، مستنصر باللہ کے لقب سے مصر میں خلیفہ بنا تھا ، وہ عباسیان بغداد میں سے بینتیسویں خلیفہ الظاھر بامر اللہ کا فرزند تھا - جیسا کہ خود ''جواھر عباسیہ،، میں آگے چل کر مرقوم ھوا (ح-۲) -

۲ - ''جواھر،، میں ھے: ''ھفت بطن علی الترتیب النسب و ھشت تن دیگر از اقرباؑ ایشان تا متوکل علی اللہ . . . بہ خلافت مصر کامران ماندند،، -

(سلطان احمد مستنصر باللہ کی پشت سے ترتیب وار سات آدمی ، اور ان کے قریبی رشتہ داروں میں سے آٹھ آدمی ، متوکل علی اللہ تک خلافت مصر پر فائز رھے -)

یہ بیان غلط ھے ، اس لئے کہ مستنصر باللہ رجب ۶۵۹ھ (جون سنہ ۱۲۶۱ع) میں خلیفہ بنا - چند ماہ بعد فوج لے کر

۱- ''جواھر'' قلمی نسخہ ص- ۲۱ و ۲۲ - ''مراۃ'' میں الگ شجرہ نہیں دیا گیا، لیکن امیر سلطان احمد ثانی سے امیر چینے خاں تک سلسلہؑ نسب ''جواھر'' کے عین مطابق ھے- ص- ۲۶ - ۳۸ سلطان احمد ثانی سے سلطان احمد اول تک شجرہ ص- ۲۳ پر مرقوم ھے -

۲- ''جواھر'' ص- ۳۶ -

تاتاریوں کے مقابلے کے لئے نکلا ، اور محرم سنہ ۶۶۰ھ (نومبر سنہ ۱۲۶۱ء) میں شہید ہوگیا - اس کے بعد اس کی اولاد میں سے کسی کو خلافت نہ ملی - پھر جس شخص کو مصر میں خلیفہ بنایا گیا - وہ بغداد کے تیسویں خلیفہ الراشد باللہ کی اولاد میں سے تھا ، اور اسی کے اخلاف یکے بعد دیگرے خلیفہ بنتے رہے -

۳ - ''جواہر،، میں ہے کہ مصر کا چھٹا خلیفہ سلطان احمد ثانی اپنے ولی عہد کو خلیفہ مقرر کرکے بارہ ہزار سوار کے ساتھ کیچ مکران کے راستے سندھ پہنچا (ح ۱) -

یہ بیان اول اس وجہ سے غلط ہے کہ ، سلطان احمد اول ملقب بہ مستنصر باللہ کے اخلاف میں سے کسی کو خلافت نہ ملی جیسا کہ شق دوم میں بتایا جا چکا ہے - دوم اس وجہ سے غلط ہے کہ ، جن تاریخی بیانات کو اب تک سب نے بے چون و چرا مسلم مانا ہے، ان کے مطابق عباسی خلفاء مصر میں سے کسی نے خلافت اپنے ولی عہد کے حوالے کرکے سندھ کا قصد نہ کیا - سوم اس وجہ سے غلط ہے کہ ، مصر سے کیچ مکران کے راستے بارہ ہزار سوار کی جمعیت عرب و عراق و ایران کو مسخر کئے بغیر نہ آسکتی تھی - تاریخ ایسے کسی واقعے کے ذکر سے بالکل خالی ہے ، حالانکہ بارہ ہزار سوار کی جمعیت لے کر مصر سے سندھ پہنچنا بہت بڑا واقعہ تھا اور اس کا ذکر کوئی بھی تاریخ نگار نظر انداز نہ کرسکتا تھا - چہارم اس وجہ سے غلط ہے کہ بارہ ہزار سوار کی جمعیت سندھ پہنچنے کے بعد کسی غیر معروف مقام پر گم نہ ہوسکتی تھی - اس کی

۱- ''جواہر'' ص ۴۰ -

ضروریات بہت بڑے علاقے پر تسلط جمائے بغیر پوری نہ ہوسکتی تھیں، لیکن سندھ کی پوری تاریخ میں اتنی بڑی جمعیت کا کوئی سراغ نہیں ملتا (حـ۱)۔

بہر حال یہ شجرہ سراسر مجروح ہے اور قطعاً شایان قبول نہیں ۔ غالباً اسی شجرے کی بنا پر کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کی عباسیت بعض اہل علم کے نزدیک محل نظر بن گئی ۔ حالانکہ نفس عباسیت کا مسئلہ محض شجروں کی صحت پر موقوف نہ تھا، اور اس سلسلے میں بیانات کے تواتر یا شہرت عام کو نظر انداز نہ کیا جاسکتا تھا ۔

دوسرا شجرہ: ایک اور شجرہ صاحب ''تحفۃ الکرام،، نے پیش کیا ہے ۔ اس کا ملخص یہ ہے کہ اس خاندان کا پہلا بزرگ ''اوڈھانہ،، نام تھا، جو کیچ مکران پہنچا اور شیوۂ مشائخ اختیار کرکے گروہ کثیر کا معتقد علیہ بنا رہا ۔ اس کی اولاد ''اوڈھانہ،، ہی کے لقب سے مشہور ہوئی ۔ اس کی پانچویں پشت میں تھل نام ایک بزرگ کاھرہ بیلا میں آیا اور گوجر قوم سے زمین چھین کر اقامت گزین ہوا (حـ۲)۔

۱- ''مراۃ دولت عباسیہ'' میں ہے : ''جمعیت شش ہزار عباسی وغیرہ اعراب والا نژاد فرشتہ صفت بے نفاق و خلاف و شش ہزار غلامان خانہ زاد، ہمہ سنگ فرسا و آھن شگاف'' لے کر مغرب سے مشرق کی طرف روانہ ہوا اور خراسان و کیچ و مکران کے راستے حوالیٔ سندھ میں پہنچا (ص-۲۵) - مولوی شہامت علی کی تاریخ بھاول پور میں بھی یہی مرقوم ہے (ص- ۸) -

۲- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۲۰۱، ڈیوڈ سیٹن کی تاریخ کلھوڑہ میں اس کا نام ''اودانی'' درج ہے (ٹائپ شدہ کاپی ص- ۱) -

"تحفۃ الکرام" میں یہ بھی مذکور ہے کہ تھل کا فرزند، بہیل باپ کا جانشین ہوا۔ لس کا قلعہ اور موتی نام قبرستان اس کی یادگار ہیں جو اب تک باقی ہیں۔ اسی بہیل کا بیٹا چینے خاں تھا (ح-۱)

کتاب مذکورہ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"میاں اودھانہ نام کہ بشش واسطہ ثمرہ آن شجرہ است، در حدود کیچ و مکران در ذی مشائخ معتقد علیہ طائفہ کثیرہ زیستہ۔ اولادش جم غفیر بنام اودھانہ ملقب مخلف ماندہ۔ پس از پنج پشت از میاں اودھانہ مذکور، تھل اسم بزرگے بر کاھرہ بیلہ فرود آمدہ۔ از قوم گوجر بہ ضبط آورد۔ پس از وے بہیل نام پسرش در آن مرز سر و سرور شدہ۔ قلعہ برلس و مقابر موتی بناش ہنوز یادگار"

باغ علی خائف نے "نامۂ نغز" میں اس شجرے کو درست مانا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

یکے از بزرگان اڈھانہ نام — کہ در کیچ و مکران نشستہ مدام
عبادت گزار و خدا ترس بود — عوامی بدانند مرشد وجود؟ (ح-۲)

۱- "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص ۱۰۳ - خطی نسخہ میں "چینہ" مرقوم ہے۔

۲- نامہ نغز قلمی نسخہ ص- ۳، دوسرے شعر کے آخری مصرع کا مطلب واضح نہیں، اور پیش نظر "نامہ نغز" کا جو نسخہ رہا وہ اصل کی نقل تھا۔ تسوید کتاب سے فراغت کے بعد میں نے سندھ ادبی بورڈ کے دفتر میں اصل نسخہ دیکھا تو اس میں بھی شعر یونہی تھا۔ جیسا کہ کتابیات کے سلسلے میں عرض کر چکا ہوں "نامہ نغز" کا پایہ بہ لحاظ شعریت بہت معمولی ہے لیکن زیر غور مصرع تو بالکل بے سر و پا معلوم ہوتا ہے۔

تاریخی نقطہ نگاہ سے یہ شجرہ بھی سقیم و ضعیف ھے - اس لئے کہ :

۱ - تھل اودھانہ سے پانچویں پشت میں تھا ، اس لئے تھل کا پوتا چینے خاں اودھانہ سے ساتویں پشت میں ھوا لیکن ان میں سے اودھانہ ، تھل ، اور چینے خاں کے سوا کسی کے نام نہیں بتائے گئے -

۲ - اودھانہ سے حضرت عباسؓ تک سلسلہ نسب معلوم نہیں کہ اس کی صحت یا عدم صحت کے باب میں کوئی قطعی رائے قائم کی جا سکے ، یا کم از کم ایک گونہ اطمینان سے کہا جائے کہ یہ قابل قبول ھو سکتا ھے -

۳ - جو بزرگ عراق و ایران کی طرف سے پہلے پہل کیچ مکران پہنچا ، اس کا نام اودھانہ نہیں ھو سکتا ، جسے عربیت سے کوئی مناسبت نہیں - یہ کسی عربی نام کا بگاڑ ھے یا سمجھ لینا چاھئے کہ لقب یا عرف ھے ، جس نے کیچ مکران میں شہرت پائی - اصل نام پر تاریکی کا پردہ پڑا ھوا ھے -

" نامہ نغز " چونکہ میاں نور محمد خان کی سرپرستی میں مرتب ھوا تھا ، اس لئے سمجھنا چاھئے کہ کلھوڑے اسی شجرے کو درست مانتے تھے ، اگرچہ بہ ظاھر اسے درست ماننے کا کوئی قرینہ موجود نہ تھا ، اور اس کا نامکمل ھونا تو روز روشن کی طرح عیاں ھے -

بہر حال یہ شجرے صحیح ھوں یا نہ ھوں ، ان سے یہ ضرور ظاھر ھوتا ھے کہ کلھوڑوں اور داؤد پوتروں دونوں

کے پاس شجرے موجود تھے ۔ ان کے بعض حصوں میں اشتراک کی شہادتیں بھی ملتی ہیں ، لیکن نہ ان شجروں کا کبھی مقابلہ کیا گیا کہ خامیاں رفع ہو جائیں ، نہ کبھی چھان بین کرکے ایک مستند شجرہ مرتب کرانے پر توجہ مبذول ہوئی ، جو اہل نظر کے لئے موجب اطمینان ہوتا ۔

تیسرا شجرہ : اس عباسی خاندان کا تیسرا شجرہ حکیم محمد صادق صاحب عباسی ساکن رانی پور شریف (ریاست خیر پور سندھ) نے مرحمت فرمایا ۔ وہ میاں نور محمد خاں کلہوڑہ کے چچیرے بھائی میاں محمد اسلام (ح-۱) کے اخلاف میں سے ہیں اور اس بنا پر صاحب البیت کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اس میں چینے خان سے حضرت عباس تک نسب نامہ یوں بیان کیا گیا ہے ۔

جنیھ (عرف چنیھ) ، بن قائم ، بن ظاہر ، بن احمد ، بن جاہزہ ، بن قائم ، بن عبدالرحمن ، بن عباس ، بن مامون ، بن ہارون ، بن مہدی ، بن منصور ، بن محمد ، بن علی ، بن حضرت عبداللہ رض ، بن حضرت عباس رض ۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ چنیھ کے والد قائم اپنے بھائی احمد کے ساتھ ۲۵۹ھ (۸۷۳ء) میں کیچ مکران کے راستے سندھ آئے تھے ۔ میرے نزدیک یہ بھی شجرہ بہ وجوہ ذیل درست نہیں:

---

۱ ۔ خود حکیم صاحب محترم کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں محمد اسلام خاں میاں نور محمد خاں کلہوڑہ کا حقیقی بھائی تھا ، لیکن عام بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ چچیرا بھائی تھا ۔ بہر حال محمد اسلام خاں کے ہم خاندان ہونے میں شبہ کی گنجائش نہیں ۔

۱ - اس میں چینے خان سے حضرت عباس تک صرف سولہ پشتیں ھیں اور پہلے شجرے میں ایک روایت کے مطابق چوبیس اور دوسری روایت کے مطابق پینتیس پشتیں ھیں -

۲ - اس شجرے کے مطابق چینے خان کے والد قائم سے مامون تک سات پشتیں بنتی ھیں - مامون کا انتقال ۲۱۸ھ (۸۳۳ع) میں ھوا اور قائم ۲۰۹ھ (۸۷۳ع) میں وارد سندھ ھوا - گویا یہ واقعہ مامون کی وفات سے صرف چالیس برس بعد پیش آیا ، حالانکہ اس مدت میں کم و بیش دو سو سال کا انقضاء لازم تھا -

اگر اس شجرے کو درست مان لیا جائے تو قائم اور چینے خان کے درمیان آٹھ دس پشتیں اور ھونی چاھئیں - نیز اگر یہ درست ھے کہ سب سے پہلے قائم سندھ پہنچا تو اس کا ورود سندھ ۲۰۹ھ سے سو ڈیڑھ سو برس بعد ماننا چاھئے -

چوتھا شجرہ : چوتھا شجرہ ضلع ڈیرہ غازی خان کی تاریخ مرتبہ ٔ ھتو رام میں شائع ھوا - کلھوڑہ خاندان کا آخری حکمران میاں عبدالنبی جب سلطنت سے بے دخل ھوا تو ڈیرہ غازی خان کی تحصیل راجن پور میں مقیم ھو گیا تھا اور اسے ایک جاگیر مل گئی تھی - یہ شجرہ اس کی اولاد نے ضلع کی تاریخ میں اندراج کی غرض سے پیش کیا تھا - اس میں چینے خان سے حضرت عباس رض تک کا نسب یوں درج ھے :

چھنن چینے خان) عباسی ، بن بہلا عباسی ، بن تہلا عباسی ، بن کاھر عباسی ، بن پہار (؟) عباسی ، بن

طاهر عبّاسی ، بن مہدی عبّاسی ، بن ہاشم عبّاسی ، بن قائم عبّاسی ، بن ہارون عبّاسی ، بن رشید عبّاسی، بن سنکراس عبّاسی ، بن عبداللہ عبّاسی ، بن عنبر عبّاسی ، بن حضرت عبّاس رضہ (ح-۱)

اس شجرے کا ذکر مجھے صرف اس لئے کرنا پڑا کہ یہ کلھوڑہ خاندان کے ایک رئیس نے پیش کیا اور کم از کم ایک مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کا کوئی بھی حصہ در خور اعتنا نہیں ، البتہ جیئے خاں کے اسلاف میں وہ چند نام ضرور آ گئے ہیں جو '' جواہر عباسیہ ،، یا '' تحفۃ الکرام ،، کے شجروں میں آئے ہیں ۔

مزید شجرے : ان کے علاوہ بھی کلھوڑوں کے بعض شجروں کا ذکر ضروری ہے ۔ مثلاً سید محب اللہ بن سید احمد شاہ بن سید محمد شاہ ملقب بہ سیّار ساکن روھڑی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کلھوڑوں کا جد امجد معتصم باللہ عباسی بن ہارون الرشید کے عہد میں عراق سے آ کر نیرون (موجودہ حیدر آباد) کی شمالی پہاڑیوں میں مقیم ہوا تھا ۔ اس کا شجرہ یوں لکھا ہے :

ابراہیم ، بن اسحاق ، بن معروف از اولاد محمد ، بن عبداللہ ، بن محمد ، بن علی ، بن عبداللہ ، بن عباس (ح-۲)

۱- تاریخ ضلع ڈیرہ غازی خان موسوم بہ ''باغ و بہار'' مرتبہ ہتو رام مطبوعہ ۱۲۹۰ھ ص- ۱۲۷ -

۲- روٹو گراف جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے -

کھڑا کے مخادیم بھی کلھوڑہ ہونے کے دعویدار ھیں - وہ بھی یہی شجرہ پیش کرتے ھیں - جو سید محب‌اللہ کی کتاب میں درج ھے - مخدوم عبدالرحمن تک ان کا شجرہ یوں ھے :

مخدوم عبدالرحمن (۱۱۳۵ھ) بن مخدوم محمد (۱۱۲۲ھ) بن مخدوم محمد عاقل (۱۰۹۲ھ) بن مخدوم عبدالخالق (۱۰۶۲ھ) بن مخدوم یحییٰ (۱۰۳۱ھ) بن مخدوم جلال الدین (۱۰۲۷ھ) بن مخدوم اسداللہ (۹۶۶ھ) بن احمد (۸۷۰ھ) بن محمد (۷۵۷ھ) بن یحییٰ (۶۶۸ھ) بن عبیداللہ (۵۰۷ھ) بن جمال‌الدین محمد (۴۳۰ھ) بن عبداللہ (۳۹۲ھ) بن سیدنا ابراهیم (۳۴۸ھ) بن اسحاق بن معروف بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رض (ح-۱) -

اس شجرے کے متعلق میرے لئے کچھ عرض کرنا مشکل ھے - ان کے علاوہ بھی بعض شجرے میری نظر سے گزرے ، مثلاً امروھہ کے عباسیوں کا شجرہ ، جس میں بتایا گیا ھے کہ تاتاریوں نے بغداد کو تباہ کر ڈالا تو ایک عباسی شہزادہ جس کا نام یوسف تھا ، سندھ میں آیا - غیاث الدین بلبن نے اس کے اعزاز میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - پھر اس کا بیٹا

۱- نسخہ قلمی مملوکہ سید حسام‌الدین راشدی - یہاں یہ بھی عرض کر دوں ، شجرے کے سنین پر غور کرنے سے صاف ظاھر ھوتا ھے کہ بیچ میں سے بعض پشتیں غائب ھیں مثلاً مابین مخدوم اسد اللہ و احمد ، مابین احمد و محمد اور مابین عبداللہ و ابراھیم -

تاج الدین فیروز خلجی کے عہد میں معزز عہدے پر فائز رہا ۔ تیمور کے حملے کے وقت وہ لوگ امروهه جا بسے اور کلهوڑوں سے قرابت کے دعوے دار ہیں ۔ " برکات الاولیا "، میں ایک بزرگ شیخ ابراهیم کا ذکر ہے ۔ اس کا نسب نامہ معلوم نہیں لیکن اسے کلهوڑہ هی لکھا گیا ہے ۔ ۹۵۰ھ یا ۹۵۶ھ میں برهان پور میں وفات پائی (ح-۱)

شجروں کے باب میں حرف آخر : بہر حال مذکورۂ بالا شجروں کا ضعف و اختلال تشریح کا محتاج نہیں ۔ ایک روایت میں خاندان کا سلسله خلیفه امین الرّشید بن هارون سے ملایا گیا ہے ، دوسری میں معتصم بن هارون سے ، ایک شجرے میں وسیع خلا چھوڑ دیا گیا ہے ، ایک میں نسب کو مامون الرشید بن هارون سے وابسته کیا گیا ہے ۔ ایک کا سروپا هی معلوم نہیں ، لیکن اکثر شجروں میں بعض ایسے اجزاء موجود ہیں جن میں اک گونه اشتراک پایا جاتا ہے ۔ اس بنا پر انتساب عبّاسیّت سے انکار غالباً مناسب نه هو گا ۔ هم کہه سکتے ہیں که یه دونوں خاندان یعنی کلهوڑے اور داؤد پوترے یقیناً عبّاسی تھے ۔ لیکن وہ اپنے شجرے کو محفوظ نه رکھ سکے ۔ ابتدا میں تحفظ کے اهتمام کا احساس هی نه هوا هو گا ، حصول عظمت کے بعد ضرورت پیش آئی تو حفظ و استقصاء کے اسباب ناپید هو چکے تھے ۔ ان حالات میں وقائع نگاروں نے جو کچھ لکھ کر پیش کر دیا ، اسی کو درست مان لیا گیا ۔ سوانح نگار کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں که ان اسلاف کے جتنے

۱- بحواله تاریخ برهان پور ص- ۷۰ - " فضل الہی" سے سال برآمد هوتا ہے جو ۹۵۶ھ ہے ۔ "برهان پور کے سندهی اولیا" طبع سندهی ادبی بورڈ ص- ۱۹۵ -

حالات مختلف مآخذ سے معلوم ہو سکے ہیں ، انہیں مرتّب صورت میں پیش کر دے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ خاندان بجائے خود کسی کے لئے مایۂ افتخار نہیں ہوسکتا ، اصل شے ذاتی ہنر ہے، جسے یہ جوہر مل جائے، وہ خود خاندانوں کی عظمت کا معمار ہوتا ہے۔ شاعر نے ٹھیک کہا تھا :

اما نبود وصفِ اضافی ہنرِ ذات
ایں فتویٰ ہمت بود اربابِ ہمم را

لیکن اگر کسی کو ذاتی ہنر کے علاوہ عالی منزلت خاندان سے انتساب کی سعادت بھی نصیب ہو تو اس اضافی فضلیت کو خدا کی نعمت سمجھ کر شکرانے کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے -

تیسرا باب

سندھ میں ورود

پیش نظر مسئلہ: شجروں پر تفصیلی بحث و نظر کے بعد یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے اسلاف میں سے کون کون سے بزرگ پہلے پہل سندھ آئے؟ کیوں اور کب آئے؟ یہ مبحث بھی در اصل شجروں ھی سے متعلق ھے اور شجروں ھی کی روشنی میں اس پر غور و فکر کیا جا سکتا ھے۔ ھم دیکھ چکے ھیں کہ اس روشنی نے ھماری زیادہ رہنمائی نہ کی، لیکن اس کے سوا ھمارے پاس اور کوئی روشنی نہیں، اور ھم یہی کرسکتے ھیں کہ جس حد تک یہ مساعدت کرے، اس سے فائدہ اٹھائیں اور جہاں یہ ساتھ نہ دے سکے، وھاں قیاس کی بنا پر تحقیق کا قدم آگے بڑھائیں۔ اس طرح اغلب ھے کہ ھم صحیح یا زیادہ سے زیادہ قرین صحت واقعات کا ایک مرقع تیار کرلیں۔

تحفہ الکرام کا بیان: روایات کی کیفیت یہ ہے :

۱ - ''تحفہ الکرام،، میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اودھانہ کیچ مکران پہنچا اور ذکر و فکر کی بنا پر مرجع عوام بن گیا - پھر اس کی پانچویں پشت میں سے تھل کاہرہ بیلہ میں وارد ہوا - اودھانہ کی آمد یا تھل کے ورود کا وقت نہیں بتایا گیا ، لیکن تھل کے پوتے چینے خاں کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ :

به رفاقت هفت رانا که ذکر شان درطبقہ گماشتگان سلاطین غزنویه مذکور شد در ملتان به ملازمت صاحب زمین رسیده رئیس جمله شده -

جن سات راناؤں کا ذکر غزنوی بادشاہوں کے کارندوں کے سلسلے میں آیا ہے ، ان کے ساتھ ملتان میں حاکم کی خدمت میں پہنچا اور سب کا سردار بن گیا (حـ۱)

اس بیان میں تصریحاً سنین کا ذکر نہیں ، لیکن مذکورہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے کہ اودھانہ غزنویوں سے بہت پہلے کیچ مکران آیا ہوگا ، اور تھل شاہان غزنویۃ کے ابتدائی زمانے میں ، یا اس سے کچھ بیشتر کاہرہ بیلہ میں وارد ہوا ہوگا - کاہرہ بیلہ کا آج کوئی نشان نہیں ملتا ، قرینہ یہ ہے کہ سندھ کے اس حصے میں تھا جسے آج کل کوہستانی علاقہ کہا جاتا ہے -

مرآۃ و جواہر کا بیان: ''مرآۃ دولت عباسیہ،، کا بیان ہے کہ عباسی خاندان میں سے امیر سلطان احمد ثانی نے ، ایک رات حضرت امام زین العابدین رض کی زیارت عالم رویا میں

۱- ''تحفہ الکرام'' جلد سوم صـ ۳۰۱-

کی، اور ان سے درخواست کی کہ حصولِ سلطنت میں اعانت فرمائیے۔ حضرت امام رضؑ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ سندھ جاؤ (ح-۱)۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ سلطان احمد ثانی کو مصر کے پہلے عباسی خلیفہ ابوالقاسم احمد مستنصر باللہ کی چھٹی پشت میں رکھا گیا ہے۔ اگر اس بیان کو درست سمجھا جائے تو اس خاندان کا پہلا فرد چودھویں صدی عیسوی میں سندھ پہنچا۔

" جواھر عباسیہ "، کی روایت کا مضمون بھی یہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ " مرآۃ "، نے احمد کو " امیر سلطان احمد "، لکھا ہے اور " جواھر "، میں مرقوم ہے : " خلیفۂ ششم سلطان احمد "۔ نیز اس میں امام زین العابدین رضؑ کے اشارے کا کوئی ذکر نہیں، صرف یہ لکھا ہے : " بہ الہام غیبی از ملکِ عرب وطن مالوف خود۔ ۔ ۔ ۔ مہاجر گردید و از راہِ کیچ مکران در حوالیٔ ملک سندھ۔ ۔ ۔ ۔ رسیدہ"، (غیبی الہام کی بنا پر اپنے وطن عرب سے ھجرت کر کے کیچ مکران کے راستے حوالیٔ سندھ میں پہنچا (ح-۲)۔

بھاول پور گزیٹیئر کا بیان: " بھاول پور گزیٹیئر "، میں مرقوم ہے :

> المستنصر باللہ کی وفات کے بعد اس کے اخلاف میں سے چار پشتیں سلطان یاسین سے شاہ مزمل تک مصر میں مقیم رھیں۔ مؤخّر الذکر کے فرزند سلطان احمد ثانی نے

۱- "مرآۃ دولت عباسیہ" ص- ۲۳،۲۵ -

۲- "جواھر عباسیہ" ص- ۳۰ -

مصر کے چھٹے عبّاسی خلیفہ ابوالفتح المعتضد باللہ ابوبکر کے عہد حکومت میں سنہ ۱۳۶۲ء اور سنہ ۱۳۷۰ء کے درمیان مصر کو ترک کیا اور وہ کیچ مکران کے راستے یہ امید لے کر سندھ آیا کہ دربار دھلی میں سے اسے اپنے حامی مل جائیں گے (ح-۱) -

حکیم محمد صادق کا بیان: حکیم محمد صادق صاحب عبّاسی نے پورے وثوق سے لکھا ہے کہ عبّاسیوں میں سے قائم اور احمد دو حقیقی بھائی سنہ ۲۵۹ھ (سنہ ۸۷۳ء) میں کیچ مکران کے راستے سندھ آئے - یہ معلوم نہ ھوسکا کہ اکٹھے آئے یا جدا جدا - اس بیان کی توثیق کسی تاریخی حوالے سے نہیں ھوسکی، البتہ حکیم صاحب کے بیان کے مطابق ان کی خاندانی روایات کا مفاد یہی ہے -

میں اوپر عرض کرچکا ھوں کہ حکیم صاحب کی بیان کردہ تاریخ، میرے اندازے کے مطابق محتاج نظر ثانی ھے، اور اس میں کم از کم ڈیڑھ سو سال کا تاخّر ضروری ہے - لیکن تمام حقائق کو سامنے رکھتے ھوئے اس امر میں شبہ نہیں رہتا کہ یہ عباسی خاندان غزنویوں کے دور سے بھی پہلے سندھ میں وارد ھوچکا تھا، اور سندھی اقوام کے ساتھ ربط و ضبط اور رشتہ داریوں کی بنا پر، اس طرح گھل مل گیا کہ انیسویں صدی میں بعض اصحاب کو ان کی عبّاسیّت کے باب میں شبہات پیدا ھوگئے - اور قدامتِ توطن کی بنا پر ایسا ھونا تعجب انگیز نہ تھا، یہاں تک کہ برٹن نے انھیں نو مسلم سندھی قرار دے دیا - بہر حال تمام بیانات میں سے حکیم محمد صادق کا

۱- ''بہاول پور گزیٹیئر'' مطبوعہ ۱۹۰۴ء ص- ۴۷ -

بیان صحت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے، اگرچہ کسی قدر ترمیم کا محتاج ہے۔

مشترک ناموں کی وجہ سے اختلال: " مرآۃ " اور " جواھر " کے شجروں کی نسبت میں عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ قابلِ قبول نہیں، لیکن اس امر کی تصریح باقی رہ گئی کہ ان شجروں میں دو " احمدوں " کا ذکر ہے۔ ایک " ابو القاسم احمد " جو مستنصر باللہ کے لقب سے مصر میں پہلا عباسی خلیفہ بنا۔ دوسرا " امیر سلطان احمد " جو " احمد اول " کی چھٹی پشت میں تھا اور ھجرت کر کے ھندوستان آیا۔ حکیم محمد صادق کے پیش کردہ شجرے میں بھی دو ھی " احمد " آئے ھیں۔ ایک قائم کا بھائی " احمد " جو سندھ آیا۔ دوسرا ان دونوں کا دادا "احمد"۔ کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ ان دو "احمدوں" کو معروف شخصیتوں کا جامہ پہنانے کے سلسلے میں مؤرخ یا نسّاب عبّاسی خلفاء مصر پر پہنچ گئے اور اس طرح ایک نہایت افسوس ناک غلطی کے مرتکب ہوئے، جس نے اھل علم کے نزدیک اصل شجرے ھی کو سراسر بے وقعت بنا دیا؟ میری رائے یہی ہے کہ قائم و احمد تک حکیم محمد صادق عبّاسی کا شجرہ درست ہے، البتہ تاریخ ورود سندھ از سر نو غور کی محتاج ہے۔ اغلب ہے، اسی شجرے کے دو "احمدوں" کو "احمد اول" اور "احمد ثانی" کہتے ھوں۔ بعد میں مؤرخوں نے انہیں خلفائے مصر سے جا ملایا۔

آمد کا سبب: اب اس امر پر غور کرنا چاھئے کہ یہ لوگ کس وجہ سے ترکِ وطن کر کے یہاں پہنچے؟ عام حالات میں اس معاملے پر بحث کی چنداں ضرورت نہ تھی، اس لئے کہ

محمد بن قاسم کی تسخیر سندھ کے ساتھ ھی مختلف عرب خاندانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ھو گیا تھا ، اور یہ سلسلہ اموی و عبّاسی خلفاء کے زمانے میں بھی بدستور قائم رھا - بعد میں بھی عرب خاندان برابر اس ملک میں آتے رھے ، بعض براہِ راست عرب سے آئے اور بعض راستے میں ملکوں میں ٹھہرتے ھوئے یہاں وارد ھوئے - معلوم ھے کہ ھزاروں عرب خاندان فتوحات کے ضمن میں نہ صرف پاک و ھند بلکہ شرق و غرب کے بیسیوں ملکوں میں پہنچ گئے - ایسے ملک بھی ھیں جہاں تجارت کی غرض سے آمد و رفت شروع ھوئی تھی ، پھر آھستہ آھستہ عرب وھاں بستے گئے اور مقامی آبادیوں کو دائرۂ اسلام میں لے آئے - جیسے جاوا ، سماٹرا ، سیلون ، فلپائنز اور چین - سندھ عرب سے زیادہ دور نہ تھا ، یہاں مستقل اسلامی حکومت قائم ھو گئی تو عرب ، ملازمت کے سلسلے میں بھی آئے ، تاجر بن کر بھی پہنچے ، اور انھوں نے درس و تدریس یا ذکر و فکر کے مراکز بھی جا بجا قائم کئے - چنانچہ آج بھی سندھ میں سادات کے متعدد خاندان ھیں جن کے اسلاف و اخلاف عوام کی عقیدت کا مرجع بنے رھے - غرض عام حالات میں وجہِ آمد پر بحث کی ضرورت نہ تھی ، لیکن یہ تحقیق کر لینا ضروری ھے کہ آیا اس عبّاسی خاندان کی آمد کا کوئی معیّن سبب تاریخی کتابوں میں مذکور ھے ؟

مختلف بیانات : ”تحفۃ الکرام،، میں کوئی سبب بیان نہیں ھوا، صرف یہ مرقوم ھے کہ اودھانہ کیچ مکران میں بہ شیوۂ مشائخ پہنچا ، عوام کا کثیر گروہ اس کا عقیدت مند بن گیا اور اس کی پانچویں پشت میں تھل کاھرہ بیلہ میں وارد ھوا - اس بیان پر پہلے تبصرہ کیا جا چکا ھے، جس کے اعادے کی

ضرورت نہیں -

" مرآۃ دولت عبّاسیہ "، اور "جواہر عبّاسیہ"، دونوں کتابیں اس عبّاسی خاندان کا سلسلہ مصر کے پہلے عبّاسی خلیفہ سے ملاتی ہیں - دونوں کے بیان کے مطابق سلطان محمد تغلق ابن غیاث الدین تغلق کا ابتدا ہی سے خیال تھا کہ عبّاسی خلفاء کی اجازت کے بغیر دنیا کے کسی فرماں روا کے لئے حکومت کرنا جائز نہیں ، لہذا اس نے گراں بہا تحائف بھیج کر خلیفہ مصر سے سنہ ۷۲۶ھ (سنہ ۱۳۲۶ء) میں منشور خلافت منگوایا - اس کی وفات کے بعد سلطان فیروز شاہ تغلق بھی اسی مسلک پر کار بند رہا (ح-۱) - اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبّاسی خلفاء کے سفیروں کی قدر و منزلت نے خود اس خاندان کے ایک فرد کے دل میں اس طرف آنے کی کشش پیدا کردی -

لیکن مرکزِ خلافت کے ساتھ اظہارِ عقیدت کا یہ پہلا واقعہ نہ تھا - اکثر اسلامی حکمران اپنے استقلال کے باوجود خطابات اور خلعت عبّاسی دربار ہی سے لیا کرتے تھے - مثلاً سامانی ، غزنوی ، سلجوق وغیرہ ، اگرچہ ان کی قوّت کے مقابلے میں عبّاسی خلفاء کی کچھ حیثیّت نہ تھی - خود ہندوستان کے بادشاہوں میں سے سلطان شمس الدین التمش کے پاس سنہ ۶۲۶ھ (سنہ ۱۲۲۸-۲۹ء) میں خلعت و فرمان پہنچے تھے - اور جب یہ ثابت ہوچکا ہے کہ ان دونوں کتابوں کے پیش کردہ شجرے ہی ناقابلِ قبول ہیں تو ان کی بنیاد پر قائم کئے ہوئے بیانات کو کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے ؟

عجیب بات یہ ہے کہ " مرآۃ " کے بیان کے مطابق

۱- "مرآۃ" ص- ۲۲، ۲۳، "جواہر" قلمی نسخہ ص- ۳۷، ۳۹ -

سلطان احمد ثانی نے حضرت امام زین العابدین رض سے عالم رویا میں درخواست کی تھی کہ سلطنت حاصل کرنے میں اعانت فرمائی جائے (ح-۱) - اگر اسے درست سمجھا جائے تو ماننا چاهئے کہ وہ سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا - اس غرض سے نہ آیا تھا کہ دربار دھلی کی عقیدت سے فائدہ اٹھائے - ''مرآۃ''، و ''جواهر'' میں اس قسم کے متضاد بیانات خاصی تعداد میں موجود هیں -

صبح صادق کی قیاس آرائی: ''صبح صادق'' نے ''مرآۃ'' اور ''جواهر'' کے شجروں کو فی الجملہ مستند مانا هے، اس میں سلطان احمد ثانی کی آمد کا سبب یوں بیان کیا هے :

> خلافت ان کے گھر سے منتقل هوچکی تھی، گو بہ وجہ عظمت خاندان ان کی قدر و منزلت کتنی هی بلند هو، مگر وہ جاہ و جلال سے خالی هی تھی، پھر اصلی وطن ان کا بغداد تھا، مصر سے ان کو کوئی خاص وابستگی بھی نہ تھی - هندوستان کے متعلق وہ متواتر خاندان عبّاسی کی عزت و اقتدار کی خبریں سن رهے تھے اور ان کو امید تھی کہ هندوستان میں پہنچ کر وہ مناسب عزت و اقتدار حاصل کرلیں گے (ح-۲) -

یہ محض قیاس آرائی هے اور جب اصل شجرہ هی مسلّم نہیں تو اس کی بنا پر قیاس آرائی کو کیونکر قبول کیا جاسکتا هے؟

حکیم محمد صادق کا ارشاد: حکیم محمد صادق فرماتے

۱- ''مرآۃ'' ص- ۲۵ -
۲- ''صبح صادق'' طبع جدید ص- ۵۹ -

ہیں کہ اس عبّاسی خاندان کے اسلاف میں سے ''قائم،، سب سے پہلے سندھ پہنچا ، اور وہ سنہ ۲۰۹ھ میں کسی عہدے پر مامور ہوکر آیا تھا ۔ اس وقت تک سندھ خلافت عبّاسیہ ہی کے ماتحت تھا ۔ یہ بتایا جاچکا ہے کہ صرف تاریخ ِ ورود محتاج ِ ترمیم ہے، لیکن اصل وجہ کو زیادہ سے زیادہ قرین قیاس مانا جاسکتا ہے ۔ ''قائم،، کے ساتھ یا اس سے کچھ مدت بعد اس کا بھائی احمد بھی سندھ چلا آیا ۔

خلافت ِ بغداد کا عہد ِ عروج معتصم باللہ کی وفات پر ختم ہوگیا ۔ اس کے بعد جگہ جگہ فتنوں کی آگ بھڑکنے لگی ۔ دسواں خلیفہ متوکّل علی اللہ قتل ہوا ، گیارھویں کو زہر دیا گیا ، بارھواں معزولی کے بعد مارا گیا ، تیرھویں نے قید میں وفات پائی اور یہ حالت کم و بیش آخر تک قائم رہی ۔ بیشک عوام میں خلافت کے تقدس کا جو عقیدہ موجود تھا ، اس کے سبب سے سلطانوں اور فرمانرواؤں کی گردنیں بھی کم از کم بظاہر تخت گاہ ِ بغداد کے سامنے ادب سے جھک جاتی تھیں ، لیکن خلفا ٔ اکثر مرتے ، کٹتے اور معزول ہوتے رہے ۔ ان حالات میں باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو وطن واپس جانے کی کیا کشش ہوسکتی تھی ، وہ سندھ ہی میں مقیم رہے اور اسی کو وطن بنا لیا ۔

مباحث کا خلاصہ: اب تک مختلف امور پر بحث و نظر کے بعد جو نتیجے اخذ کئے گئے ، ان کی کیفیّت ذیل میں درج ہے :

۱ ۔ جتنے شجرے ہمارے سامنے آئے ، وہ یا تو نا مکمّل

ھیں یا بدیہی طور پر ناقابل قبول ھیں ۔

۲ ۔ تمہا شجروں کے نا مکمّل ھونے کی بنا پر اس خاندان کے انتساب عبّاسیّت کو محل نظر سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ مستند معاصر تاریخی دفاتر میں عبّاسیّت کا ذکر اس طرح آیا ھے، گویا یہ ایک مسلّم و معلوم واقعہ تھا ۔

۳ ۔ یقینی طور پر بتانا مشکل ھے کہ یہ خاندان پہلے پہل کب سندھ پہنچا ۔ تمام حقائق کو سامنے رکھ کر قیاس یہ ھے کہ یہ واقعہ غزنویوں کے عہد سے پیشتر کا ھے ۔ اغلب ھے کہ یہ خاندان سندھ پر عبّاسی خلفاء کی حکومت کے آخری دور میں پہنچا ھو ۔

۴ ۔ چونکہ کوئی بھی شجرہ مسلّم نہیں، اس لئے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ پہلے پہل اس خاندان کا کون سا فرد سندھ آیا ۔ زیادہ قرین قیاس بیان حکیم محمد صادق عبّاسی کا ھے ۔

۵ ۔ اغلب یہ ھے کہ اس خاندان کا جو بھی فرد پہلے پہل یہاں آیا، وہ کسی عہدے پر مامور ھوکر آیا، لیکن اس کے لئے حکیم محمد صادق کے بیان کے سوا کوئی شہادت ھمارے پاس موجود نہیں ۔

چوتھا باب

سندھ میں ابتدائی دور

نسب ناموں کے بعض مشترک نام: شجروں کا اختلاف پہلے واضح کیا جاچکا ہے اور یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ ان میں سے ایک بھی بہ صورتِ موجودہ قابل تسلیم نہیں، خصوصاً سندھ میں وارد ہونے والے پہلے شخص سے چینے خاں تک اختلاف کی یہ کیفیّت ہے کہ معلوم ہوتا ہے، رشتۂ نسب میں سے جو تار جس شخص کے ہاتھ لگا، اسے جس طرف چاہا، لے گیا، جہاں مناسب معلوم ہوا، جوڑ دیا اور جس جگہ گرہ لگانے میں سہولت نظر آئی، لگا دی۔ لیکن پریشان کن اختلافات کے باوجود ان نسب ناموں میں بعض افراد کے نام مشترک ہیں، مثلاً :

۔ " تحفۃ الکرام "، میں اودھانہ کے بعد تھل اور اس کے بیٹے بہیلَ کا ذکر ہے اور چینے خاں کو بہیل کا فرزند

بتایا گیا ہے (ح-۱) -

۲ - ''نامۂ نغز،، میں اودھانہ کے بعد چینا بن بہیل کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے (ح-۲) -

۳ - ''مرآۃ دولتِ عبّاسیہ،، میں نسب یوں مرقوم ہے :
محمد چینے خاں بن بہلا خاں (جو بظاہر بہیل کی دوسری شکل ہے) بن تھل خاں بن محمد سنکراسی خاں بن محمد کاہر خاں بن ابّن بن امیر احمد ثانی (ح-۳) -

۴ - ''جواہرِ عبّاسیہ،، میں ''مرآۃ،، کا شجرہ نقل کردیا گیا ہے (ح-۴) -

۵ - باقی تاریخوں میں سے میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ کا یہ حصّہ خود مصنّف کے بیان کے مطابق ''تحفۃ الکرم،، کا ترجمہ ہے (ح-۵) - ''بہاول پور گزیٹیئر،، میں ''مرآۃ،، ''جواہر،، اور ''تاریخِ مراد،، کی پیروی کی گئی ہے (ح-۶) -

بہر حال تھل، بہیل یا بہلا اور چینے خاں کے نام تمام شجروں میں آئے ہیں، یہ امر اس حقیقت کا ایک ثبوت بن سکتا ہے کہ شجروں میں صحّت و درستی کے چند واضح

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص-۱۰۲-۱۰۳ -
۲- ''نامۂ نغز'' قلمی نسخہ ص-۳ -
۳- ''مرآۃ دولت عباسیہ'' ص-۲۸-۳۷ -
۴- ''جواہر عباسیہ'' ص-۴۰-۴۴ -
۵- ''میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ'' جلد دوم ص-۱۳۷ -
۶- ''بہاول پور گزیٹیئر'' مطبوعہ ۱۹۰۴ء ص-۴۸ -

آثار و علائم موجود ھیں، اگرچہ صحت کے باب میں پوری چھان بین اور تحقیق کا اھتمام نہ کرنے کے باعث وہ اغلاط و اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے -

میاں اودھانہ: میاں اودھانہ کا ذکر '' تحفۃ الکرام ،، اور '' نامۂ نغز ،، کے سوا کہیں نہیں ملتا - کلھوڑوں کے نزدیک غالباً یہی شجرہ معتبر تھا - اس بزرگ کے حالات بھی کسی مؤرخ نے بیان نہیں کئے - '' تحفۃ الکرام ،، میں مرقوم ھے :

در حدودِ کیچ مکران درزی مشائخ معتقد علیہ‌طائفۂ کثیرہ زیستہ ، اولادش جم غفیر بنام اودھانہ ملقّب (حـ ۱) -

کیچ مکران میں مشائخ کے طریق پر زندگی بسر کی اور کثیر گروہ اس کے عقیدت مند تھے - اس کی اولاد بہت تھی اور وہ اودھانہ کے لقب سے مشہور ھوئی -

'' نامۂ نغز ،، نے بھی اسی مضمون کو دھرایا ھے - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ میاں اودھانہ عبادت گزار اور خدا ترس تھے اور عام لوگ انھیں اپنا مرشد مانتے تھے (حـ ۲) -

ان بیانات سے صرف یہ پتہ چلتا ھے کہ میاں اودھانہ نام کے جو بزرگ تھے ، انھوں نے زھد و ریاضت کی بنا پر روحانی پیشوا کی حیثیت میں شہرت حاصل کی - یہ میراث اس خاندان کے لئے برابر وجہ امتیاز بنی رھی ، یہاں تک کہ حکمران بن جانے کے بعد بھی خاندان کے روحانی ذوق و شغف میں کوئی

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۲ -
۲- ''نامۂ نغز'' صـ۳ -

فرق نہ آیا - لیکن یقینی طور پر نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کس زمانے میں مکران پہنچے اور نہ یہ بتایا جاسکتا ہے کہ ان کا اصل عربی نام کیا تھا - باقی اصحاب میں سے زیادہ تر نام ''مرآۃ'' اور ''جواہر'' میں درج ہوئے ہیں اور ان کے حالات کے متعلق یہی دو کتابیں ہمارا ذریعۂ معلومات ہیں (ح-۱) -

تاریخ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ہے کہ کلھوڑوں کے بزرگوں میں سے ایک، پہلے عراق سے حلب چلا گیا - وہاں سے سنہ ۱۰۶۸ھ میں میاں آدم شاہ تین ہزار آدمی لے کر سندھ آیا (ح-۲) - لیکن یہ بیان سراسر غلط ہے - اس کے وجوہ ذیل میں درج ہیں :

۱- بعض انگریز مورخوں نے مولوی شہامت علی کی تاریخ بہاول پور (انگریزی) کے حوالے جابجا دیئے ہیں - مولوی صاحب موصوف دیباچے میں خود لکھتے ہیں کہ نواب بہاول خاں کی خاندانی روایات کے مجموعے کا خلاصہ پیر ابراہیم خاں نے کپتان جے - ڈی - کننگھم کی فرمائش پر تیار کیا تھا، اور میری کتاب اس کا انگریزی ترجمہ ہے - جس حد تک میں اندازہ کر سکا ہوں، پیر ابراہیم خاں کا تیار کردہ خلاصہ ''مراۃ'' اور ''جواہر'' کا خلاصہ ہوگا، اس لئے کہ مولوی شہامت علی کی تاریخ انہیں کتابوں کا آزاد و مختصر ترجمہ معلوم ہوتی ہے - یہی وجہ ہے کہ میں نے جداگانہ ماخذ کی حیثیت میں اس کا ذکر عموماً نہیں کیا اور نہ اسے جداگانہ ماخذ سمجھا جاسکتا ہے -

۲- تاریخ ضلع ڈیرہ غازی خاں مطبوعہ وکٹوریہ پریس لاہور ۱۸۷۵ء، نیز لیپل گرفن کی کتاب Chiefs and Families of Note in the Punjab) جلد دوم، ص-۳۴۶-۳۴۷ -

۱ - آدم شاہ کے بعد یار محمد خاں خاندان کے چھٹے رئیس تھے اور معلوم سنین کو پیش نظر رکھتے ہوئے صاف ظاہر ہے کہ آدم شاہ کی شہادت اور یار محمد خاں کے ظہور میں کم و بیش ایک سو سال کا فصل ہے - اگر آدم شاہ سنہ ۱۰۶۸ھ (سنہ ۵۸-۱۶۵۷ء) میں یہاں آئے تو سنین کا سلسلہ بالکل درھم برھم ھوجاتا ہے - کم از کم یہ مسلّمہ تاریخی واقعہ بالکل غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ یار محمد خاں کا ظہور عالمگیر کے آخری عہد میں ہوا -

۲ - ۷ ذی حجہ سنہ ۱۰۶۷ھ کو شاہ جہان بیمار ہوا - جس پر اس کے بیٹوں کے درمیان تخت نشینی کے لئے جنگ شروع ہو گئی - تین ہزار آدمیوں کی جمعیت سے کسی کا باہر سے آنا بہت بڑا واقعہ تھا ، لیکن اس کا کوئی ذکر کسی تاریخی کتاب میں نہیں ملتا -

۳ - حلب سے خشکی کے راستے تین ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ آنا ممکن ہی نہ تھا - بحری راستے آنے کا ذریعہ اس زمانے میں ہاتھ آنا مشکل تھا - اس غرض سے متعدد جہاز درکار تھے - پھر وہ لوگ کہاں اترے؟ کہاں سے کھاتے پیتے رہے؟ کس مقام پر ٹھہرے؟

۴ - آدم شاہ کو عالمگیر کے زمانے کی شخصیت نہیں مانا جاسکتا - یہ اکبر ہی کے زمانے کی شخصیت معلوم ہوتی ہے - غرض یہ بیان قابل قبول نہیں -

مرآۃ و جواہر کا بیان: ”مرآۃ“ و ”جواہر“ کا بیان ہے کہ مصر کے پہلے عبّاسی خلیفہ ابو القاسم احمد مستنصر باللہ

کی اولاد میں سے سلطان احمد ثانی کیچ مکران کے راستے حوالیٔ سندھ میں پہنچا (ح-۱) - '' مرآۃ ،، میں لکھا ھے :

ھر گاہ در سواد کوٹ کانچی بظاھر شہر بنکر کہ مقر حکومت رائے دھورنگ قوم سعتہ کہ فرمانر وائے اکثر ولایت سندھ بود، نزول بخشید - مخطور خاطر خطیر آں داشتند کہ ما تازہ وارد و ناواقف ایں ملک ایم ، بہ اعتضادش پائے استقرار بجائے گزاشتہ دست تدارک بیک نوع تدبیر در اساس جمعیّت خواھیم کشاد (ح-۲) -

جب شہر بنکار کے نزدیک کوٹ کانچی میں پہنچا جو قوم سعتہ کے فرمانروا رائے دھورنگ کا مرکز حکومت تھا (اور رائے موصوف اس وقت ولایت سندھ کے بڑے حصّے کا مالک تھا) تو دل میں خیال آیا کہ میں اس سر زمین میں نووارد ھوں - ملک کے حالات سے واقف نہیں - رائے کی مدد سے قدم جما کر جمعیّت فراھم کرنے کی تدبیر کروں گا -

'' جواھر ،، میں کوٹ کانچی کا کوئی ذکر نہیں اور شہر کا نام '' دنّک دلہا ،، درج ھے (ح-۳) - اس کے علاوہ '' جواھر ،، نے لکھا ھے کہ سلطان احمد بارہ ھزار سوار کی جمعیّت لے کر آیا جو آل عبّاس ، عربوں اور غلاموں پر مشتمل تھی - '' مرآۃ ،، میں ھے کہ اس کے ساتھ چھ ھزار عبّاسی اور

۱- ''مرآۃ'' ص ۲۵ ، ''جواھر'' ص ۴۰ -

۲- ''مراۃ'' ص ۲۵ - واضح ھو کہ سعتہ کا املا بعض کے نزدیک سہتہ ھے -

۳- ''جواھر'' ص ۴۰ -

بلند نسب عرب تھے اور چھ ہزار غلام (ح-۱) -

اس بیان کے ایک حصّے پر شجروں کے سلسلے میں بحث ہوچکی ہے، یعنی یہ کہ کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے سلسلۂ نسب کو پہلے عبّاسی خلیفۂ مصر سے ملانا قطعاً قابل قبول نہیں - روایت کے باقی حصّوں میں سے بعض بدیہی طور پر غلط معلوم ہوتے ہیں - بعض کے متعلّق وثوق و اطمینان سے کچھ نہیں کہا جا سکتا - مثلاً :

۱ - قوم سعتہ میں سے جو رائے دھورنگ ولایت سندھ کے بڑے حصّے کا حکمران تھا، اس کے باب میں تاریخ کی زبان بالکل خاموش ہے - بلا شبہ سندھ میں بار بار طوائف الملوکی کے دور آتے رہے اور جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوتی رہیں - ممکن ہے، رائے دھورنگ کوئی معمولی سا رئیس ہو، اس لئے وہ ایوان تاریخ میں بار نہ پاسکا -

۲ - بارہ ہزار کی جمعیّت کے ساتھ مصر یا عرب سے سندھ آنا سراسر افسانہ طرازی ہے - اتنی بڑی جمعیّت نہ فراہم ہوسکتی تھی، نہ عراق و ایران کی تسخیر کے بغیر سندھ پہنچ سکتی تھی، اور نہ رائے دھورنگ جیسے معمولی رئیس کو اس کے مقابلے کا حوصلہ ہوسکتا تھا - محمد بن قاسم جب تسخیر سندھ کے لئے آیا تھا تو اس کے ساتھ صرف پانچ ہزار غازی تھے اور ان کی آمد کے آوازے سے آج تک فضائے عالم گونج رہی

۱- "جواہر" ص- ۳۰، "مرآۃ" ص- ۲۵ ہوسکتا ہے کوٹ کانجی سے جنوبی سندھ کا وہ مقام مقصود ہو جہاں میاں نور محمد خاں کے زمانے میں لڑائیاں ہوئیں - "دنکا دلہا" اصل میں ونکہ اور "ولہار" ہو اور یہ دونوں مشہور مقام ہیں - لیکن اوپر کا بیان اتنا مبہم ہے کہ کسی صحیح نتیجے پر پہچنا مشکل ہے -

ھے، لیکن کسی عبّاسی قائد کی بارہ ہزار جمعیّت کا ذکر تک کہیں موجود نہیں -

۳ - خود روایت میں اس جمعیّت کی واضح تردید موجود ھے - اگر سلطان احمد ثانی کے ھمراہ بارہ ہزار سوار موجود تھے تو اسے یہ سوچنے کی کیا ضرورت تھی کہ رائے دھورنگ کی مدد سے قدم جمانے کا بندوبست کرے ، پھر جمعیّت کی فراھمی کے لئے مناسب تدبیر عمل میں لائے ؟

ممکن ھے، سلطان احمد ثانی نہیں بلکہ احمد نام کسی بزرگ نے رائے دھورنگ کے ذریعے سے اپنے لئے استقرار کا بندوبست کیا ھو -

قیام کا انتظام: بہر حال ''مرآۃ،، کی روایات ھے کہ رائے دھورنگ نے مقابلے کا ارادہ کرلیا تو عبّاسیوں کی طرف سے پیغام بھیجا گیا کہ ھم آگے جارھے تھے اور تمہاری دوستی کے خواھاں تھے - مصر سے یہاں تک جس کو ھمارے خاندان کی عزّت و حرمت کا علم ھوا ، اس نے ھماری دوستی اور رضا جوئی کو غنیمت جانا ، تمہارے لئے عزم جنگ مناسب نہ تھا - رات کے وقت رائے نے خواب دیکھا کہ مقابلے کے لئے صف بندی ھوچکی ھے اور اس کے لشکر میں سے ھر ایک کا سر قلم ھو گیا ھے - صبح اٹھتے ھی اس نے صلح کا پیغام بھیجا ، اپنی لڑکی کی شادی عبّاسی رئیس سے کردی اور مقبوضہ ملک کا ایک تہائی حصّہ پیشکش کے طور پر اسے دے دیا (حـ۱) -

''جواھر عبّاسیہ،، کی روایت کا مفاد بھی یہی ھے (حـ۲) -

۱- ''مراۃ'' صـ۲۶-۲۷ -
۲- ''جواھر'' صـ۴۰ -

اس کے بعد عبّاسی وھیں مقیم ھوگئے ۔ امیر نے ایک بہت بڑا باغ لگوایا جس میں پختہ کنوؤں، حوضوں اور نہروں کا انتظام تھا، اس میں ھر قسم کے میوہ دار اور سایہ دار درخت تھے ۔ بغداد کے نمونے پر ایک شہر کی بنیاد رکھی اور اس میں ایک مضبوط و مستحکم قلعہ بنایا ۔ اس شہر کا نام سلطان احمد مشہور ھوا ۔ ''مرآۃ،، اور ''جواھر،، دونوں کا بیان ھے کہ اس شہر کے آثار ان کے زمانے تک موجود تھے :

جزائے حسنِ عمل بیں کہ روز گار ھنوز
خراب می نکند بار گاہِ کسریٰ را (حـ۱) ۔

امیر ابن: رائے دھورنگ کی صاحبزادی سے امیر سلطان احمد کے تین بیٹے ھوئے، جن میں سے بڑے کا نام بقول ''مرآۃ،، ابنّ (حـ۲)، بقول ''جواھر،، ابوالنّصر معروف بہ ابنّ (حـ۳) اور بقول ''بھاول پور گزیٹیئر،، ''ابو ناصر،، یا ''ابن،، تھا اور وھی جانشین بنا (حـ۴) ۔

اس کی زندگی کا صرف ایک واقعہ قابل ذکر ھے اور وہ یہ کہ اس میں اور اس کے ماموں میں اختلاف پیدا ھوگیا ۔ رائے دھورنگ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جانشین ھوا، جس کا نام ''مرآۃ،، اور ''جواھر،، نے ''جکھرا،، اور ''بھاول

۱- ''مراۃ'' صـ۲۷-۲۸ اور ''جواھر'' صـ۴۰ ۔
۲- ''مراۃ'' صـ۲۸ ۔
۳- ''جواھر'' صـ۴۱ ۔
۴- ''بھاول پور گزیٹیئر صـ۴۸ ۔

پور گزیٹیئر،، نے ''جھکرا،، لکھا ہے (ح-۱) - ممکن ہے، اصل نام ''جگرائے،، ھو- اسے اپنے بھانجے سے پرخاش ھوگئی - پرخاش کا سبب کسی نے بیان نہیں کیا - اغلب ہے، امیر ابوالنّصر کی ہر دل عزیزی نے جگرائے کو متاثّر کیا ھو، بہر حال وہ اپنے مرکز کو چھوڑ کر قلعۂ پار کر کے پاس پہنچا، اور وھاں دامن کوہ میں ایک نیا قلعہ تعمیر کیا جس کا نام اس سبب سے نہ ھٹّا مشہور ھوا، کہ ابتدا میں وھاں نو دکانیں تھیں - اس طرح مخالفت بڑھتی گئی - رائے لاکھا سمّہ نے جو کوٹ کانیرا (ح-۲) کا رئیس اور رائے دھورنگ کا داماد تھا، عزیز داری کی بنا پر مصالحت کرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، لیکن وہ کامیاب نہ ھو سکا - امیر ابوالنّصر نے عمر سومرہ (ح-۳) ابن دودہ بانیٔ قلعہ عمر کوٹ کے پاس پیغام بھیجا کہ جگرائے ھمارا ماموں ہے - اگر وہ اپنے مقام پر واپس آجائے تو ملک اس کا ہے - ھم کسی تعرض کے

۱- ''مراۃ'' ص-۲۸ ، ''جواھر'' ص-۱۴ ، ''بہاول پور گزیٹیئر'' ص-۴۸ -

۲- ''مرآۃ'' اور ''جواھر'' میں یہ نام یونہی مرقوم ہے، لیکن ''بہاول پور گزیٹیئر،، (ص-۴۸) میں اسے کوٹ کانگڑا لکھا گیا ہے -

۳- مؤرخوں کی تحقیق کے مطابق سومرہ خاندان کے حکمرانوں میں دو عمر گزرے ھیں - اول عمر بن دودہ اول - یہ سنہ ۵۷۳ھ میں فوت ھوا - دوسرا عمر بن دودہ چہارم جو سنہ ۷۹۴ھ میں فوت ھوا - یہی آخری عمر بانیٔ عمر کوٹ تھا - اگر ''مرآۃ'' و جواھر کی اس روایت کو درست مانا جائے تو امیر ابوالنّصر تغلقوں کے عہد میں گزرا، لیکن مجھے اس روایت کو کم از کم باعتبار سنین قبول کرنے میں تامّل ہے -

خواهاں نہیں اور نه اسے نکالنا چاھتے ھیں - عمر سومرہ نے بھی مناقشے کو ختم کرانے کی کوشش کی، جب نتیجه حسب مراد نه نکلا تو جنگ ناگزیر ھوگئی اور ابوالنصر نے نه ھٹا پر یورش کر دی - حالات بہت نازک صورت اختیار کر گئے تو رائے لاکھا کی بیوی مسمات سمی نے جو جگرائے کی بہن تھی، بھائی کے پاس پیغام بھیجا که عزیز داری کا کچھ بھی پاس ھے تو صلح کر لو - اس اثنا میں رائے لاکھا اور عمر سومرہ نے دونوں لشکروں کے درمیان ڈیرے ڈال دیئے - آخر صلح ھو گئی اور جگرائے نے اپنی بیٹی کی شادی ابوالنصر سے کر دی (حـ ۱) -

کاھر اور سکندر: جگرائے کی دختر سے ابوالنصر کے بیٹا پیدا ھوا تو رائے لاکھا نے اصرار کیا که اس کا نام ھم اپنی زبان میں رکھیں گے - رائے کی تجویز کے مطابق ''کاھر،، نام قرار پایا (حـ ۲) - ''جواھر،، کا بیان ھے که اصل نام عبدالقاھر تھا، عوام میں ''کاھر،، مشہور ھوگیا - یه باپ کا جانشین بنا تو پارکر کی تسخیر پر متوجه ھوا - اس نے کھر خاں بھٹی کو شکست دے کر پارکر کا قلعه فتح کر لیا، اور اس کی بیٹی سے کاھر کی شادی ھو گئی - سوانح نگاروں نے لکھا ھے که کاھر نے اسپ تازی، نیزہ بازی، تیراندازی اور دوسرے فنون حرب و ضرب کی باقاعدہ تعلیم پائی تھی (حـ ۳)-

---

۱- ''مرآۃ،، صـ ۲۸-۳۲ اور ''جواھر'' صـ۱۴ -
۲- ''مرآۃ،، صـ۳۲ -
۳- ''مرآۃ،، صـ۳۳ -

کاھر کی وفات پر اس کا فرزند سکندر جانشین بنا - اسے عام سندھی '' سنکراسی ،، (حـ ۱) کہتے تھے - اس نے عرب خاندان میں شادی کی ، جس سے فتح اللہ خاں پیدا ھوا - اسے عام لوگ تھل خاں کہنے لگے - تھل (حـ ۲) سندھی زبان میں برج کو کہتے ھیں - چونکہ یہ بڑا جسیم و قدآور تھا ، اس لئے عرف ھر اعتبار سے موزوں سمجھا گیا -

فتح اللہ خاں: فتح اللہ خاں باپ کے بعد خاندان کا رئیس بنا تو اس زمانے میں رائے دلّو جسے '' بہاول پور گزیٹیئر ،، میں دلّو وڈّو لکھا گیا ھے - برھمن آباد ، اروڑ ، سون میانی وغیرہ کا حاکم تھا ، اس کے دل میں فتح اللہ خاں سے کاوش پیدا ھوگئی ، اور وہ اسے ریاست سے بے دخل کر دینے کی کوششوں میں لگ گیا - فتح اللہ خاں اور اس کے خاندان کا بھروسا سعتہ قوم پر تھا ، جس کے رئیس کے ساتھ چار پشتوں سے قریبی رشتہ‌داری چلی آتی تھی - رائے دلو نے اس قوم کو بھی ساتھ ملا لیا - فتح اللہ خاں نے جب دیکھا کہ قوم حق قرابت اور دیرینہ تعلق کو فراموش کرچکی ھے تو یہی مناسب سمجھا کہ اس مقام کو چھوڑ کر کسی نئی جگہ جا بیٹھے - چنانچہ اس نے دریاے سندھ کو عبور کیا اور دریا کی جو شاخ لکی سادات کے برابر سے مغرب کی طرف گئی ھے اور پہاڑ کو چیرتی ھوئی آگے نکل جاتی ھے ، اس کے کنارے ایک ایسی جگہ قیام کے لئے تجویز کر لی جس کی زمین زرخیز تھی اور اس میں حفاظت کے قدرتی سامان موجود تھے - یہ جگہ

۱- ''مرآۃ'' صـ۳۴ اور ''جواھر'' صـ۲۴ - ''بھاول پور گزیٹیئر'' میں اسے ''سنگراسی خاں'' لکھا گیا ھے (صـ۸۴) -

۲- ''مرآۃ'' صـ۳۵ اور ''جواھر'' صـ۲۴ -

گوجروں کے قبضے میں تھی ، ان سے چھین کر ایک آبادی کی بنیاد رکھی جسے کاھرہ بیلہ کا نام دیا (حـ ۱) -

یہی تھل ھے جسے '' تحفۃ الکرام ،، میں اودھانہ کی پچیسویں پشت بتایا گیا اور لکھا ھے کہ وہ اپنے اجداد کی جگہ چھوڑ کر کاھرہ بیلہ پہنچا اور گوجروں کی زمیں پر قابض ھوا (حـ ۲) -

بہاءُ اللہ خاں: فتح اللہ خاں کے بعد اس کا بیٹا بہاءُ اللہ خاں جانشین ھوا - اسے عام لوگ بہلا ؒ کہتے تھے - ''تحفۃ الکرام ،، میں اسے بہیل لکھا ھے - اسی بہاءُ اللہ خاں کا بیٹا محمد چینے خاں تھا جس کے عہد میں خاندان کو عظمت و عروج اور شہرت و عزت کا نیا دور نصیب ھوا - دین محمد سعتہ دھاریجا اور منکن خاں سعتہ بہاءُ اللہ خاں کے خاص عقیدت مند تھے - دین محمد کی ادلاد قبیلہ روتانی ھے - منکن خاں سعتہ کے نام پر منکن مورا مقام اب تک موجود ھے (حـ ۳) - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ سعتہ قوم کے بعض سردار برابر فتح اللہ خان

۱- ''مرآۃ'' صـ ۳۵-۳۷ اور ''جواھر'' صـ ۴۲-۴۳-۴۴ - دونوں کتابوں میں لکھا ھے کہ یہ علاقہ گوجروں سے بزور شمشیر چھینا اور کوھستانی سرکشوں کی گوشمالی شروع کر دی - بھاول پور گزیٹیئر کا بیان ھے کہ گوجر بلا مزاحمت مطیع ھو گئے اور مقام کا نام کاھرہ بیلا نہیں بلکہ جد امجد کے نام پر قاھرہ بیلا رکھا صـ ۴۸ - ھیگ نے لکھا ھے کہ کاھرہ بیلہ کے کھنڈر قصبہ جان کے جنوب مغرب میں ساڑھے تین میل کے فاصلے پر ھیں - (دی انڈس ڈیلٹا کنٹری صـ ۱۱۱) -

۲- ''تحفۃ الکرام'' صـ ۱۰۲-۱۰۳-

۳- ''مرآۃ'' صـ ۳۸ اور ''جواھر'' صـ ۴۴-

کے رفیق رہے، یا یہ سمجھنا چاہئیے کہ اس خاندان نے نئے مقام پر ریاست کی بنا ڈال دی تو سعتہ قوم کے بعض ممتاز افراد از سر نو اس سے وابستہ ہو گئے۔

پانچواں باب

امیر محمد چنے خان

حیرت انگیز اختلال: کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے خاندانی حالات کی ترتیب میں اگر چہ خاصی منزل طے ہو چکی ہے، لیکن ابھی راستے کی تاریکی بالکل ختم نہیں ہوئی - جو تاریخی ذخیرہ اب تک منظر عام پر آیا ہے، اس کے پیش نظر پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ امیر محمد چنےؒ خاں اس خاندان کا پہلا فرد تھا، جس نے ذاتی اور مقامی سرداری کو واقعی اک گونہ ریاست کی حیثیت دی - مگر سوانح نگاری کے نقطۂ نظر سے اس کے حالات بھی جستہ جستہ ہی صحت کی ترازو میں پورے اترتے ہیں - باقی جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سراسر افسانہ آرائی ہے، اور تعجب اس امر پر ہے کہ افسانہ آرائی کو بھی زیادہ سے زیادہ مضحکہ خیز بنانے میں کوئی سعی و دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا - مثلاً یہ بتایا جا چکا

ھے کہ اس نام کے املا کی متعدد شکلیں ھیں ، یعنی محمد چنّے خاں ، جام چنّو ، چنّی ، جام چینہ ، جنیح ، چنیہ وغیرہ - پھر اس باب میں خاصا اختلاف ھے کہ وہ کس زمانے میں گزرا - '' مرآۃ ،، و '' جواھر ،، کا دعویٰ ھے کہ اس نے جلال‌الدین اکبر کے بیٹے شہزادہ محمّد مراد سے سرداری کی سند حاصل کی ، اور پنج صدی منصب پایا - یہ واقعہ سولھویں صدی عیسوی کے اواخر کا ھونا چاھئے - اس کے ساتھ ھی ان دونوں تاریخی کتابوں میں یہ بھی بے تکلّف بیان کر دیا گیا ھے کہ محمّد چنّے خاں کی دسویں پشت میں ایک بزرگ میاں آدم شاہ تھے ، جنھوں نے سید محمد جونپوری سے (جو عام طور پر مہدی جونپور مشہور ھیں) روحانی فیض حاصل کیا ، حالانکہ سید محمد ، جلال الدین اکبر کی پیدائش سے کم و بیش سینتیس سال پیشتر فوت ھو چکے تھے - ان بیانات میں انتہائی کھینچ تان کے بعد بھی تطابق کا کون سا پہلو پیدا کیا جا سکتا ھے ؟ دوسری طرف انھیں کتابوں نے محمد چنّے خاں کے چوتھے سلف کو غزنوی بادشاھوں کے گماشتوں کا ھم عصر قرار دیا ھے ، اور یہ واقعہ گیارھویں صدی عیسوی کے کسی حصے ھی سے متعلق رکھا جا سکتا ھے -

محمد چنے خاں کا زمانہ : میرزا قلیچ بیگ نے لکھا ھے :

> غزنوی اور غوری بادشاھوں کے گماشتوں کے زمانے میں یہ چینہ بعض راناؤں کی مدد سے ملتان پہنچا اور وھاں کے حاکموں سے اپنے آپ کو وابستہ کرلیا (ح-۱) -

---

۱- میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ حصہ دوم ص- ۱۳۵ - ھیگ کا بیان ھے کہ چینے خاں نے ۶۰۰ھ (۴-۱۲۰۳ء) میں وفات پائی - (دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص- ۱۱۱) -

پانچواں باب

ہیوز کا بیان ہے :

> کلھوڑوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ رسول خدا محمد (صلی اللہ علیہ و سلم) کے چچا عباسؓ کی نسل سے ہیں - وہ اپنا سلسلہ٫ نسب کمباتھ کے محمد سے ملاتے ہیں جو تقریباً سنہ ۱۲۰۴ء میں گزرا - اس زمانے میں ناصرالدین قباچہ شمالی سندھ کا حاکم تھا (حـ ۱) -

سید علی محمد راشدی نے میاں نور محمد کلھوڑہ کے وصیت نامے (منشور الوصیت و دستورالحکومت) کو انگریزی زبان کا جامہ پہناتے وقت خاندان کا ایک شجرہ بھی مرتب کیا تھا - اس میں جام چنّو یا امیر محمد چینے خاں کا زمانہ تخمیناً سنہ ۱۲۲۰ء قرار دیا تھا - گولڈس مڈ نے شکار پور کے متعلق جو یاد داشت مرتب کی تھی - اس میں تاریخی حالات بیان کرنے کے علاوہ مختلف حکمرانوں اور رئیسوں کے سنین بھی مرتب کرنے کی سعی کی تھی - اس نے بھی جام چنّو کا زمانہ تخمیناً سنہ ۱۲۲۰ء میں تجویز کیا تھا (حـ ۲)- سندھ میں اس خاندان کے ورود اور محمد چینے خاں سے بعد کے حالات پر غور کیا جائے تو یہی زمانہ زیادہ سے زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے - یقینی طور پر اس وجہ سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی بھی تاریخی بیان میں وقت کا تعین موجود نہیں -

" تحفۃ الکرام " کا بیان : "تحفۃ الکرام ،، کا بیان

۱- صوبہ٫ سندھ کا گزیٹیئر مطبوعہ ۱۸۷۶ء صـ ۳۱ -
۲- شکار پور کے متعلق یادداشت مرتّبہ٫ گولڈس مڈ صـ ۴۷ -

ھے کہ چینے خاں بھائیوں کے نفاق سے مجبور ھو کر متعلقین کی بڑی تعداد کے ساتھ کمباتھ پہنچا اور ادھیجہ قوم کے درمیان رھنے لگا۔ '' نامۂ نغز '' سے معلوم ھوتا ھے کہ بھائیوں کے ساتھ اس کی جنگ ھوئی۔ چنانچہ لکھا ھے :

وغا شد میان اقارب عظیم کہ برگشت زآنجابہ عقل سلیم
درآمد بہ کھمبات اوبعد جنگ سکونت پذیرد و لےبے درنگ
(حـ۱)

ڈھرا پلال سمہؓ (حـ ۲) زمیندار تعلقۂ دیپال کانگڑہ (حـ۳) کی صاحبزادی سے شادی کر لی۔ اس کے بطن سے محمد نام ایک بیٹا پیدا ھوا، جو حاکمان ولایت سندھ کا جد امجد تھا۔ پھر سات راناؤں کے ساتھ ملتان میں حاکم وقت کے پاس پہنچا اور سب کا رئیس بن گیا۔ ھر ایک کی لڑکی حبالۂ عقد میں لی۔ اس کے اقبال کا ستارہ اوج پر رھا اور اس نے بلند رتبہ حاصل کر لیا۔ داؤد بھی اسی چنےؓ کا ایک بیٹا تھا جس کی نسل داؤد پوترے کے لقب سے مشہور ھوئی۔ یہ چنہؓ پرگنہ روھڑی کے تعلقہ بھرالو کے ایک مقام چینہ بیلی یا دیہ بیلی چنی میں رھنے لگا۔ آخری دور میں کمباتھ چلا گیا۔ وھیں وفات پائی اور

۱۔ ''نامۂ نغز'' صـ ۴۔ یہ بھی بتا دینا چاھئے کہ ''نامہ نغز'' نے کمباتھ کو ''کھمبات'' لکھا ھے۔ ھیگ کے نزدیک اس کا صحیح املا کھمباٹ ھے جو شھداد پور کے مغربی حصے میں واقع ھے۔

۲۔ قلیچ بیگ نے اسے دھرب لال سمہؓ لکھا ھے صـ ۱۳۵ ۔ یہ یقیناً غلط ھے۔ ھیگ کے نزدیک اصل نام ڈھیرا پلا ھے۔ دی انڈس ڈیلٹا کنٹری صـ ۱۱۱ ۔

۳۔ ھیگ لکھتا ھے کہ اس مقام کو آج کل دیپیر گھانگھڑو کہتے ھیں۔ صـ ۱۱۱ ۔

وهیں دفن هوا (حـ۱) ۔ هیگ نے اس مقام کا نام جهونا بیلا بتایا هے (حـ۲) ۔

مرآة و جواهر کی روایت: ''مرآة'' میں بیان کیا گیا هے که امیر محمد چینے خاں سندھ کے دوسرے ممتاز زمینداروں کے همراہ حاکم ملتان کے پاس گیا ۔ حاکم کا نام کسی نے نهیں بتایا ۔ گھر میں جو خاندانی جواهرات موجود تھے ۔ انهیں فروخت کر کے ٹھٹه میں اعلیٰ درجے کا صندل پسوایا ۔ نیز عطر اور گلاب سے شیشے بھرے ، ان پر مهریں لگا کر ریشمی چکن کے غلاف چڑھائے ۔ یه تحائف ساتھ لے لئے اور حاکم کی نظروں میں زیادہ سے زیادہ اعتبار حاصل کرنے کی یه بھی موثر تدبیر تھی ۔ زمینداروں کے دل میں چینے خاں کی وجاهت اور خوش گفتاری کی بنا پر اتنا حسد پیدا هو گیا که انهوں نے باهم سازش کر کے اسے نیچا دکھانے کی ٹھان لی ۔ اغلب هے ، ان کے پاس محمد چینے خاں جیسے بیش بها تحفے بھی نه هوں ۔ غرض ملتان پهنچ کر سب لوگ ایک جگه خیموں میں اترے۔ زمینداروں نے موقع پا کر صندل سودہ کے ڈبوں اور عطر و گلاب کے شیشوں کو

۱- ''تحفة الکرام'' جلد سوم ص ۱۰۳ ۔ ان حالات کی تفصیل دوسری کتابوں کے مطابق آگے آتی هے۔ دبه بیلی چنی اور بھرالو اب بھی روهڑی کے نزدیک ریاست خیر پور میں موجود هیں۔ دمباتھ کے متعلق بیان کیا گیا هے که یه دریائے سانکڑہ کے کنارے واقع تھا ۔ مجھے نقشوں میں اس کا کوئی سراغ نه مل سکا ۔ دریائے سانکڑہ خشک هوا تو معلوم هوتا هے پورے خطے کی صورت و هیئت بالکل بدل گئی ۔

۲- دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص ۱۱۱

خالی کیا ، اور ان میں مٹی اور سنگریزے بھر دئے ۔ محمد چینے خان اس کارستانی سے بالکل بے خبر رہا ۔ تحفے حاکم کے روبرو پیش ہوئے تو اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں ۔ اس وقت محمد چینے خان کو حقیقی صورت حال کا علم ہوا ۔ جن چیزوں کو وہ ذریعۂ حصول اعتبار بنا کر لایا تھا ، وہ دوسرے کی سازش کے باعث شدید عتاب کا مورد بن چکی تھیں ۔ اگر کہتا کہ حاسدوں نے اسے زک دینے کے لئے یہ سب کچھ کیا تو اس کے لئے ثبوت فراہم کرنا ضروری ہوتا ، اور ملتان میں اسے گواہ کہاں سے ملتے ۔ بگڑی ہوئی بات کو بنانے کی غرض سے اس نے بے تکلف عرض کیا کہ یہ سنگریزے وہی ہیں جنہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے دست مبارک میں ابوجہل کے روبرو توحید الٰہی پر گواہی دی تھی ، اور یہ مٹی مدینہ منوّرہ ، نجف اشرف ، سامرہ ، کربلائے معلی اور بغداد کی ہے ۔ یہ چیزیں اجداد سے مجھے ملیں اور جان سے بڑھ کر عزیز رہیں ۔ اب انہیں آپ کی نذر کے لئے لایا ہوں ۔ حاکم یہ سن کر بے حد خوش ہوا اور محمد چینے خاں کو مناسب جاگیر دے دی ، نیز حکم صادر کر دیا کہ اوباوڑہ سے لاہوری بندر تک پورے سندھ کا مالیہ چینے خاں ہی کی وساطت سے شاہی خزانے میں داخل ہوا کرے (ح-۱) ۔

یہ واقعہ درست ہو یا نہ ہو ، اس میں شبہ نہیں کہ حاکم ملتان نے محمّد چینے خاں کو جاگیر بھی دی اور ''جام،، کا لقب بھی عطا کیا جس کے معنی سندھی میں سردار کے ہیں ، نیز دوسرے زمینداروں اور رئیسوں سے اس کا مرتبہ بڑھا دیا ، خواہ اس کی تفصیلی کیفیّت کچھ ہو ۔

۱- ''مرآة'' ۴۲-۴۳

" جواهر " نے " مرآة " کا قصّه بیان نہیں کیا ، لیکن لکھا ھے کہ محمّد چنّیے خاں نے عمدہ تحفے ، نفیس چیزیں اور قیمتی جواهرات بطور نذر پیش کیے (حـ ۱) ۔

استحکام اقتدار : ملتان سے واپس ھوکر محمّد چینے خاں نے سیوستان (موجودہ سہوان) سے چھ کوس پر مغربی سمت میں ایک مناسب جگہ تجویز کر کے وھاں نئے شہر کی بنیاد رکھی ، اور اسے جھانگارہ باجارا کے نام سے موسوم کیا (حـ۲) ۔ یہ مقام آج تک موجود ھے ۔ پھر وہ آھستہ آھستہ اپنا اقتدار بڑھاتا رھا ۔ مثلاً :

۱ ۔ پرگنہ کمباتھ کو تصرف میں لے آیا ۔

۲ ۔ کوریجہ ، سعتہ ، چنہ وغیرہ اقوام کے سات زمنیدار جنھیں رانا کا خطاب حاصل تھا ، اس کے مطیع ھو گئے ۔

۳ ۔ جام دیوا فرمانروائے ککرالہ بڑا طاقتور حاکم مانا جاتا تھا ۔ اس نے اپنے وکیل کو ایک تیز رفتار گھوڑا بطور تحفہ دے کر چینے خاں کے پاس بھیجا ، اس طرح دوستی کا رشتہ قائم کر لیا ۔

غرض " مرآة " اور " جواھر " دونوں کا بیان ھے کہ محمّد چینے خاں کا اقتدار مغرب میں گنجابہ تک ، شمال میں

۱۔ "جواھر" صـ ۴۵ ۔
۲۔ "مرآة" صـ ۴۴ ، "جواھر" ۴۵ ۔

داؤد جال تک ، جنوب میں مارڑواڑ تک اور مشرق میں روھڑی و ابوھر تک پھیل گیا تھا ۔ شاھو سمہ اس کا وزیر اور جاڑا مہر اس کا مشیر و ندیم تھا (حـ ۱) ۔

محمد چینے خاں کے مشاغل: محمد چینے خاں کو جانور پالنے ، کھیتی باڑی کرانے اور شکار کھیلنے کا بڑا شوق تھا ۔ مشہور ھے کہ اس نے بتّیس چرواھے مقرر کر رکھے تھے اور ہر ایک الگ الگ ریوڑ چرایا کرتا تھا ۔ عبداللہ کو ان چرواھوں کا داروغہ مقرر کر دیا تھا اور خود عموماً شکار کھیلا کرتا تھا ۔

ایک مرتبہ جاڑا مہر نے بتایا کہ پہاڑ کے دامن میں ایک چشمہ ھے ، جہاں رات کے وقت نیل گائیں اور دوسرے جانور پانی پینے کے لئے آتے ھیں ۔ اگر وھاں کسی رات چل کر گھات میں بیٹھیں تو خوب شکار ھاتھ لگے ۔ چنانچہ محمد چینے خاں اور جاڑا مہر اس چشمے پر پہنچ گئے ، آدھی رات گزر گئی لیکن کوئی جانور نمودار نہ ھوا ، یہاں تک کہ محمد چینے خاں کو نیند آ گئی ۔ دفعۃً کھٹکا ھوا ، آنکھ کھلی تو چشمے پر کوئی چیز حرکت کرتی ھوئی نظر آئی ، محمد چینے خاں نے فوراً تیر چلایا اور دوڑتا ھوا چشمے پر پہنچا ۔ دیکھا کہ ایک آدمی زندگی کے آخری سانس لے رھا ھے ، حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میری موت یونہی لکھی تھی ، آپ کا کوئی گناہ نہیں ۔ صرف ایک وصیّت ھے کہ " کہ میری اولاد میں سے تین بیٹے ھیں اور ایک بیٹی ۔ ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ، اگر آپ ان کی پروش فرمائیں گے تو عین

۱- "مرآۃ" ص- ۴۴ ، "جواھر" ص- ۴۵-۴۶ ۔

عنایت ہو گی میں نے اپنا خون معاف کیا ۔ یہ کہتے ہی اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ۔

محمد چینے خاں اس کی میت کو اٹھا کر شہر میں لایا ، تجہیز و تکفین کے بعد اسے دفن کیا ، پھر اس کی اولاد کا پتا لگایا ۔ بڑے بیٹے حسین کو جاڑامہر نے اپنا بیٹا بنالیا ۔ باقی دونوں بیٹوں کو محمد چینے خاں نے اپنی سر پرستی میں لے لیا ۔ ان میں سے ایک کا نام کاھر خاں تھا اور دوسرے کا حسن خاں ، بیٹی سے خود شادی کر لی (ح ۱) ۔

رانا ڈھرا کی بیٹی سے شادی:

''تحفۃ الکرام،، کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محمد چینے خاں نے ڈھرا پلال کی صاحبزادی سے بھی شادی کی تھی ۔ '' مرآۃ ،، میں اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے کہ رانا ڈھرا اور محمد چینے خاں کی چراگاہیں دریا کے مقابل کناروں پر تھیں ، ایک مرتبہ محمد چینے خاں کا ایک بھینسا دریا سے گزر کر ڈھرا کی چراگاہ میں چلا گیا ، اس نے بھینسے کو پکڑ کر شدید اذیت پہنچائی ۔ عبداللہ داروغہ نے یہ واقعہ محمد چینے خاں کو سنایا تو اسے بڑا غصہ آیا اور ڈھرا سے بدلہ لینے کی تاک میں رہا ۔ اتفاق سے معلوم ہو گیا کہ ڈھرا کی بیٹی روزانہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا پر سیر کے لئے آتی ہے ۔ چینے خان نے موقع پا کر دریا کو عبور کیا اور لڑکی کو پکڑ کر اپنے گھر لے آیا ۔ ڈھرا نے کوریجہ ، سعتہ ، دل ، اودھیجہ ، برفت نہمردی ، کرمتی ، کھوڑ ، جھاریجہ ، جوکھیہ ، لاسی اور تھیم وغیرہ اقوام کے سرداروں سے مدد مانگی ۔ وہ چینے خاں کے

۱- ''مرآۃ'' ص ۴۵-۴۶ ، ''جواہر'' ص ۴۶ ۔

مقابلے کے لئے تیار نہ ہوئے، لیکن اسے خط بھیج دیا کہ آپ کا خاندان ہمیشہ سے ناموس پروری میں نامور رہا ہے۔ رانا ڈھرا کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ، وہ آپ کی جدی روش سے بعید تھا ، اس کی تلافی فرما دیجیئے ، آپ کی خاندانی عظمت و برتری کا تقاضا یہی ہے۔

محمد چینے خاں نے یہ خط پاتے ہی لڑکی کو پالکی میں بٹھا کر عزت و حرمت سے اس کے گھر بھیج دیا ۔ اس پر ڈھرا نے خود امیر کے ساتھ رشتہ داری کی خواہش کی اور اس لڑکی سے محمد چینے خاں کی شادی ہو گئی (ح- ۱) ۔

چند افسانے: جو داستانیں اوپر بیان ہوئیں ، ان کی صحت و درستی کے باب میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا ، لیکن ان میں غرابت کا کوئی پہلو نہیں اور وہ عین قرین قیاس ہیں ۔ ''مرآة،، و ''جواهر،، میں چند ایسی بھی داستانیں درج ہوئی ہیں جنہیں تاریخ کے صفحات پر جگہ نہیں دی جاسکتی، ان داستانوں کا راوی جام پلنگر ہے ، جو گنجابہ ، مستونگ ، کرتا ، سبی اور ڈھاڈر کا فرمانروا تھا ۔ اس نے پانچ گھوڑے ایک تلوار اور پندرہ سو روپیہ بطور نذر بھیج کر محمد چینے خاں سے دوستی پیدا کر لی تھی ، اور کئی مرتبہ ملاقات کی غرض سے آیا ۔ بلوچستان کی تاریخ سے جام پلنگر کا کوئی

۱- ''مرآة'' ص ۴۳-۴۸ ، ''جواهر'' ص ۷۴ ۔ اس سلسلے میں یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ ''مرآة'' و ''جواهر'' کے بیان کے مطابق ڈھرا کی لڑکی سے شادی کے وقت ایک لاکھ دینار سرخ مہر بندھا تھا (''مرآة'' ص ۵۱ ، ''جواهر'' ص ۷۴ ۔)

سراغ نہ مل سکا - ممکن ھے ، اس نام کا کوئی رئیس موجود ھو اور اس نے محمد چینے خان سے دوستانہ تعلق بھی پیدا کر لیا ھو -

محمد چینے خان کی وفات : "تحفۃ الکرام،، کا بیان ھے کہ محمد چینے خان نے دریائے سانکڑہ کے کنارے کمباتھ میں وفات پائی اور وھیں دفن ھوا - "مرآۃ،، و "جو ھر،، نے وفات کا ایک عجیب قصہ بیان کیا ھے -

رانا ڈھرا کی بھینسیں ایسی جگہ پانی پینے کے لئے آئیں جہاں چینے خان کے جانور پانی پیتر تھے - جاڑا مہر نے انھیں روکا ، سوال و جواب میں بات بڑھ گئی اور ڈھرا کا ایک آدمی مارا گیا جو محمد چینے خان کی بیوی کا رضاعی بھائی تھا - جام خود نہیں باھر گیا ھوا تھا - بیوی نے رضاعی بھائی کے مارے جانے کی خبر سنی تو سوگوارانہ باپ کے گھر چلی گئی - محمد چینے خان کو واپسی پر یہ بات معلوم ھوئی تو وہ بھی تعزیت کی غرض سے روانہ ھوا - دریا چڑھاو پر تھا ، گھوڑے کو کشتی میں ساتھ سوار کیا ، وسط دریا میں گھوڑے نے اچھل کود مچائی ، کشتی الٹ گئی - محمد چینے خان اگرچہ تیراک تھا ، لیکن موجوں سے عہدہ بر آ نہ ھو سکا اور ڈوب گیا - بیوی نے یہ سنا تو دریا کے کنارے پر پہنچی ، وفور غم سے دریا میں کود پڑی اور جان دے دی - چار روز کے بعد دونوں کی لاشیں ملیں اور انہیں کمباتھ دفن کیا گیا (حـ۱)

۱- "مرآۃ" ص- ۴۲-۴۳ - "جواھر" ص-۶۰-۶۱ - ڈبوڈ سیٹن نے لکھا ھے کہ وہ "پیلہ" میں رھتا تھا - جو بھرالو تعلقے میں ھے - دریائے سانکڑہ کے کنارے گھاٹ میں فوت ھوا اور وھیں اسے دفن کیا گیا (تاریخ کلھوڑا انگریزی ٹائپ کی ھوئی کاپی : مملوکہ سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی ص-۱ -

اولاد: ''تحفۃ الکرام،، میں مرقوم ہے کہ محمد چینے خان کی بارہ بیویاں تھیں، اور اٹھارہ بیٹے تھے (حـ۱)۔ ''مرآۃ،، و ''جواھر،، میں صرف دو بیٹوں کا ذکر ہے ۔ ایک محمد مہدی، دوسرا محمد داؤد خاں ۔ ایک روایت ہے کہ محمد مہدی اور محمد داؤد خان دونوں رانا ڈھرا کی بیٹی کے بطن سے تھے (حـ۲)۔ دوسری روایت ہے کہ محمد مہدی رانا ڈھرا کا نواسہ تھا اور داؤد خان شاھو سمّہ وزیر کی بیٹی کے بطن سے تھا (حـ۳)۔ ''مرآۃ،، نے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ شاھو سمّہ کی صاحبزادی سے چینے خاں کی شادی، اس کے باپ بہاء اللہ خاں کی زندگی میں ھوچکی تھی، اور محمد داؤد خاں عمر میں محمد مہدی سے بڑا تھا (حـ۴)۔

کہتے ھیں، محمد چینے خاں نے پہلے سے وصیّت کر رکھّی تھی کہ میری دستار محمد مہدی کو دی جائے، قرآن مجید، تسبیح، مصلا اور خرقہ محمد داؤد خاں کے حوالے کیا جائے (حـ۵)۔ ایک روایت ہے کہ اپنی تلوار بھی محمد مہدی کو دے دی تھی (حـ۶)۔

عادات و خصائل: محمد چینے خاں کے عادات و خصائل کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۳۰۱ -
۲- ''جواھر'' ص- ۷۴، ''مرآۃ'' ص- ۵۱ -
۳- ''جواھر'' ص- ۷۴ -
۴- ''مرآۃ'' ص- ۵۱ -
۵- ''جواھر'' ص- ۶۲ -
۶- ''مرآۃ'' ص- ۳۷ -

۱ - وہ کریم الطبّع ، متواضع ، عادل اور پاک دامن آدمی تھا - ملازموں اور عام لوگوں کے ساتھ رحم و شفقت سے پیش آتا - شجاعت میں ضرب المثل تھا -

۲ - تجارتی مال اور اجناس میں سے شریعت کے مطابق زکواۃ وصول کرتا تھا - عام طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی سو روپے سے کم کا مال خریدتا تو اس سے کوئی محصول نہ لیا جاتا -

۳ - کھیتی باڑی کی بعض جنسوں میں سے دسواں حصّہ وصول کرتا ، بعض میں سے آٹھواں ، مگر حکم تھا کہ کوئی سرکاری ملازم دیہات میں نہ جائے - لوگ خود مقررہ حصّہ پہنچا دیتے تھے -

۴ - جب کوئی شخص حصّہ لے کر آتا تو اس سے پوچھا جاتا کہ تم پر قرض تو نہیں؟ تمہاری کوئی ایسی بیٹی تو نہیں جو شادی کے قابل ہو؟ اهل و عیال کے لئے چھ ماہ کا غلّہ موجود ہے؟ جب اطمینان ہوجاتا کہ نہ اس پر قرض ہے، نہ شادی کے قابل بیٹی ہے ، اور چھ ماہ کا خرچ موجود ہے تو حصّہ وصول کرلیا جاتا ، ورنہ کہہ دیا جاتا کہ جنس واپس لے جاؤ اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرو یعنی قرض اتارو ، بیٹی کی شادی کرو ، بال بچّوں کو کھلاؤ -

۵ - اسی حسن نیّت کی برکت تھی کہ اس کے عہد میں لوگ خوش حال رہے اور غلّے کا قحط کبھی نہ پڑا -

۶ - تواضع کا یہ عالم تھا کہ اگرچہ وہ رئیس تھا ،

لیکن جب کوئی شخص اُس کے پاس پہنچتا تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوجاتا ، کوئی ملازمت کا طلب گار ہوتا تو فوراً ملازم رکھ لیتا ۔

۷ ۔ اسے بھینسیں، گائیں اور گھوڑیاں پالنے کا بہت شوق تھا (حـ۱) ۔

داستان کی تاریخی حیثیت: آخر میں اتنا عرض کردینا ضروری ھے کہ مختلف کتابوں سے قرین قیاس اور ممکن الوقوع حالات چن چن کر یہ داستان مرتّب کردی گئی ۔ غیر اغلب باتوں اور بعید از عقل افسانہ طرازیوں کو بالکل نظر انداز کردیا ۔ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ اوپر بیان ہوا ، یہ کس حد تک درست ھے ، اس لئے کہ کسی مستند و مسلّم تاریخی کتاب میں اس کے متعلّق توثیق کا اشارہ تک نہیں ملتا اور ملنے کا کوئی امکان بھی نہ تھا ، اس لئے کہ محمد چینے خاں کاھوڑوں اور داؤد پوتروں کے اسلاف میں سے ایک فرد جلیل ہونے کی بنا پر خواہ کتنا ھی بلند مرتبت ہو، لیکن عمومی حیثیّت میں تو وہ سندھ کا ایک معمولی رئیس ہوگا ۔ اس جیسے ایک دو نہیں، بہت سے رئیس سندھ میں موجود ہوں گے، لہذا اس کا ذکر ان تاریخی کتابوں میں کیونکر آسکتا تھا جن کے تمام بیانات صرف اہم واقعات اور نہایت ممتاز شخصیّات کے گرد و پیش گھومتے رہے؟ محمد چینے خاں کے عہد یا اس سے کچھ مدت بعد کے مؤرخوں کو یہ احساس بھی نہ ہوسکتا تھا کہ سترھویں اور اٹھارھویں

۱۔ یہ حالات ''مرآۃ'' اور جواھر سے ماخوذ ھیں ۔ ملاحظہ ھو ''مرآۃ'' صـ۱۰۷ ، ''جواھر'' صـ۶۰ ۔

صدی عیسوی میں محمد چینے خاں کے اخلاف بعض اہم تاریخی کارناموں کے مصدر بنیں گے اور مؤرخوں کو ان کے حالات کی ترتیب کے سلسلے میں اسلاف کے حالات کی بھی جستجو ہوگی ۔ تاریخی سرمائے کی فراھمی کا عام طریقہ یہی رھا کہ ھر واقعے اور ھر شخصیّت سے اس کے اثر و رسوخ اور شہرت کی بنا پر اعتنا کی گئی ۔ جن شخصیّتوں کے حالات مسلّم و مشہور تاریخی سفینوں کے صفحات پر بار نہ پاسکے ، ان کے باب میں مقامی اور خاندانی روایات کے ذخیرے کو کھنگالا گیا ۔ ان میں سے جو جو باتیں قرین قیاس اور ممکن الوقوع نظر آئیں ، لے لی گئیں ۔ بلا شبہ تاریخی لحاظ سے انھیں وثوق و اعتماد کا وہ درجہ نہیں دیا جاسکتا جو مسلمّہ واقعات کو حاصل ھے ۔ لیکن جب تک ان کی تردید کے لئے کوئی قاطع شہادت موجود نہ ھو، انھیں غلط قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ۔

چھٹا باب

داؤد پوترے

خاندان دو شاخوں میں بٹ گیا: محمد چینے خاں تک بھی اگرچہ افراد خاندان میں اختلافات پیدا ہوتے رہے اور اس وجہ سے متعدد افراد نے اپنے مسکن بدلے، لیکن خاندان میں مستقل تفرقے کی بنیاد نہ پڑی - چینے خاں کی وفات کے ساتھ ھی یہ خاندان دو بڑی شاخوں میں بٹ گیا - پہلے ان میں اک گونہ اجنبیّت پیدا ھوئی، ھوتے ھوتے رقابت کی آگ بھڑک اٹھی، انجام کار قتل و خونریزی کا ایک ایسا خوفناک ھنگامہ برپا ھوا کہ جب تک ایک شاخ نے سندھ کی سکونت ترک نہ کردی، یہ ھنگامہ فرو نہ ھوا - یہیں سے کلھوڑے اور داؤد پوترے الگ الگ ھوئے اور آگے چل کر انھوں نے دو جداگانہ علاقوں میں حکومت کی مسندیں آراستہ کیں - یہ بیان محمد چینے خاں کے صرف دو فرزندوں تک محدود ھے -

باقی دس فرزندوں کے متعلّق کچھ معلوم نہیں، اس لئے کہ ان کا ذکر کسی نے نہیں کیا، اگرچہ وہ بھی عبّاسی تھے اور بہ لحاظ نسب ان دو خاندانوں سے فروتر نہ تھے -

اسباب تفرقہ: پہلے داؤد پوتروں کے حالات بیان ہونے چاھئیں جنہیں اوج و عروج پر پہنچنے میں اور درجۂ شہرت حاصل کرنے میں سبقت و اولیّت نصیب ہوئی -

یہ بتایا جا چکا ھے کہ محمد چنیے خاں کی وصیّت کے مطابق خاندانی شمشیر اور دستار صاحبزادہ محمد مہدی کے حوالے ہوئی تھی - حمائل شریف، تسبیح اور مصلا داؤد خاں کو دئے گئے تھے - اس کا مطلب یہ سمجھا گیا کہ محمد چینے خاں نے سرداری کا منصب محمد مہدی کو سونپا، اور مذھبی و روحانی پیشوائی کے سجّادے پر محمد داؤد خاں کو بٹھایا - محمد مہدی اور محمد داؤد دونوں نے اس تقسیم کو بخوشی قبول کرلیا - لیکن والد کی وفات سے کچھ دیر بعد محمد مہدی بھی فوت ہوگیا (حـ ۱) - اس کی وفات پر ریاست کا حق دار محمد داؤد خاں تھا، مگر محمد مہدی کا بیٹا ابراھیم جسے عام لوگ کلھوڑے خاں کہتے تھے، خاندانی ریاست کا دعویدار بن گیا - اس کا نتیجہ یہی ہوسکتا تھا کہ اھل خاندان، اقربا اور زیر اثر اقوام کے اکابر میں تفرقہ پیدا ہوجاتا اور وہ سب دو گروہوں میں بٹ جاتے - چنانچہ کچھ لوگ محمد داؤد

۱- ھیگ نے لکھا ھے کہ جھونا بیلہ اسی محمد مہدی نے آباد کیا تھا اور اس نے گمباٹ میں وفات پائی (دی انڈس ڈیلٹا کنٹری صـ ۱۱۱) میرے نزدیک یہاں ھیگ نے چنیے خان اور محمد مہدی کے حالات خلط ملط کر دیئے -

کی طرف داری کرنے لگے، اس لئے کہ ان کے نزدیک وھی تجربہ کاری اور دور اندیشی کی بنا پر ریاست کی گراں بہا ذمہ داریوں کو سنبھالنے کا اھل تھا ۔ باقی لوگ کلھوڑے خاں کی حمایت کا دم بھرنے لگے ۔ ان میں سندھیوں اور رائے ڈھرا کی برادری کے آدمیوں کی کثرت تھی ۔ گذشتہ باب میں بتایا جا چکا ھے کہ کلھوڑے خاں کا باپ محمد مہدی رائے ڈھرا کا نواسہ تھا ۔ رائے کے ھم قوموں کی طبعی خواھش یہی ھوسکتی تھی کہ ان کا عزیز مسند ایالت کا مالک بنے ۔

محمد داؤد خاں کی علیحدگی: اس نزاع کی تفصیلات کہیں بیان نہیں ھوئیں، صرف اتنا بتایا گیا ھے کہ تفرقے کے باعث بیعت معرض التوا میں پڑ گئی اور فتنہ آراؤں نے حالات اس درجہ نازک بنا دئے کہ محمد داؤد کو ترک وطن کے سوا اور کوئی صورت نظر نہ آئی (حـ ۱) ۔

بہر حال محمد داؤد نے اپنے اھل و عیال اور ھم نواؤں کو ساتھ لیا اور والد کی میراث سے قطع نظر کر کے وہ وڈیرا جھانگی خاں کے پاس شہر ''ونجی،، میں چلا گیا ۔ وڈیرا اس خاندان کا مخلص عقیدت مند تھا، اس نے تواضع اور مہمان داری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ محمد داؤد نے کچھ آباد اور افتادہ زمینیں پسند کر کے ایک نئی آبادی کی

۱- ''جواھر عباسیہ'' صـ ۶۲-۶۳ و ''مراۃ'' صـ ۷۴ ۔ ''مراۃ'' نے راویان و شاعران سندھ کے اس دعوی کو غلط قرار دیا ھے کہ محمد چینے خاں نے اپنی تلوار محمد مہدی کو دی تھی اور اس سے یہ تلوار کلھوڑے خاں کو پہنچی (صـ ۷۳) ۔

بنیاد رکھی جس کا نام بتیا مشہور ہوا ۔ نالے اور کاریزیں بنوا کر زمین کی آبیاری کا بندوبست کیا اور کھیتی باڑی میں لگ گیا (حـ ۱) ۔

جب تک رانا ڈھرا زندہ رہا ، وہ ہر معاملے میں ابراھیم عرف کاھوڑے خاں کا مشیر و معاون رہا اور خاندانی ریاست کے کاروبار میں کوئی خلل رونما نہ ہوا ۔ جب رانا نے وفات پائی اور کاھوڑے خاں ایک پختہ کار مشیر و معاون کی سر پرستی کھو بیٹھا تو اس کی جمعیّت بھی برقرار نہ رہ سکی ، اور لوگ اسے چھوڑ چھوڑ کر محمد داؤد کے پاس پہنچنے لگے ۔ جو شخص محمد داؤد کے پاس چلا جاتا ، اس کے لئے گذارے کا بندوبست کردیا جاتا (حـ ۲) ۔

داؤد اول ــ داؤد ثانی : محمد داؤد اوّل کی وفات پر اس کا فرزند محمود خاں رئیس بنا ۔ محمود خاں کے بعد اس کے بیٹے محمد خاں کو ریاست ملی ۔ اس اثنا میں خاندانی جمعیّت بہت بڑھ چکی تھی اور معاش کا ذریعہ وہی زمین تھی جسے محمد

۱۔ صادق التواریخ (اردو) کا بیان ہے کہ وڈیرہ جھانگی خاں نے اپنے معتمد آدمی امیر داؤد خاں کے ساتھ کر دیئے اور امیر نے شہر ونجی کے باھر ایک رقبہ پسند کر کے اپنی سکونت کے لئے مکان تیار کر لئے (حصہ دوم صـ ۱۹) اسی کتاب کا بیان ہے کہ عبّاسی امرا پہلے بنکار کو چھوڑ کر کرانچی کے پاس آباد ہوئے تھے ۔ وہاں سے اٹھکر سیوستان کے مضافات میں بنائے حکومت ڈالی ۔ اب ناسازگاری روزگار کے باعث غیر علاقہ میں زمینداری پر مجبور ہوئے ۔

۲۔ "جواھر" صـ ۶۳ ، "مرآۃ" صـ ۵۷ ۔ صادق التواریخ حصہ دوم صـ ۲۰ ۔

داؤد اوّل نے وڈیرے جھانگی خاں سے لے کر اپنی ھمّت و کوشش کی بنا پر آباد کیا تھا ۔ محمد خاں کی وفات پر اس کا بیٹا محمد داؤد ثانی جانشین ھوا تو اس نے معشیت کی قلّت کے پیش نظر کسی دوسرے مقام پر چلے جانے کا ارادہ کرلیا ، لیکن وڈیرے کے اھل خاندان اس پر راضی نہ ھوئے اور مزید زمینیں اس کے حوالے کرتے ھوئے انھوں نے اس درجہ منّت سماجت کی کہ محمّد داؤد ثانی اپنے ارادے سے دست برداری پر مجبور ھوگیا (حـ۱) ۔

'' مرآۃ ،، و '' جواھر ،، میں مرقوم ھے کہ محمّد داؤد ثانی کی عمر دو سو سال سے متجاوز تھی (حـ۲) ۔ یہ تو محض افسانہ معلوم ھوتا ھے اور '' مرآۃ ،،و '' جواھر ،، میں اس قسم کے افسانوں کی کمی نہیں ، لیکن یہ بیان درست نظر آتا ھے :

ھمہ اعراب خرد و کلاں کاتّہم کہ ملازم رکاب ایشان بودند ، ایشان را بہ ھمہ وجوہ کلاں تر پنداشتہ بہ نہایت ادب و حرمت جدّ خویش می خواندند . بنا بر آن اغلب اصناف این سلسلہٴ بہیہ از قدیم و جدید و سابق و لاحق نسبت بہ اسم شریف ایشان ابدالاباد افتخار دارند (حـ۳) ۔	چھوٹے بڑے عرب سب کے سب جو محمّد داؤد کے ملازم تھے ، اسے بزرگ مانتے ھوئے ادب و حرمت سے دادا جان کہتے تھے ۔ یوں اس بزرگ سلسلے کی اگلی پچھلی سب شاخیں اسی کے نام سے نسبت کو ھمیشہ کے لئے فخر کا باعث سمجھتی رھی ھیں ۔

۱- ''جواھر'' صـ۶۴ ' ''مراۃ'' صـ ۷۵ ۔
۲- ''جواھر'' صـ ۶۴ ' ''مرآۃ'' صـ ۷۶ ۔
۳- ''مرآۃ'' صـ ۷۶ ۔

اسی محمد داؤد سے اہل خاندان کے لئے داؤد پوتروں یعنی آلِ داؤد کے لقب کا آغاز ہوا (حـ ۱) ۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ لقب صرف محمد داؤد ثانی کی صلبی اولاد ہی تک محدود رہا ، یا تمام متوسّلین بھی اسی لقب کو پنے لئے مایۂ افتخار سمجھتے رہے ۔ محوّلہ بالا اقتباس سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ لقب اولاد اور متوسّلین سب پر حاوی تھا ۔ ایک گروہ خون و نسل کے اعتبار سے داؤد پوترہ کہلایا اور دوسرے نے ربط و وابستگی کی بنا پر اسے اعزازاً اختیار کیا ۔

چندر خان ــــ بکھر خان اول: معلوم ہوتا ہے کہ محمد داؤد خان ثانی نے لمبی عمر پائی ۔ اولاد، مال اور جائداد کی کثرت و وسعت ہی کی بنا پر اخلاف و متوسّلین نے فخریہ اس کی نسبت کو وجہِ امتیاز سمجھا ۔ اس کی پوری اولاد کا حال معلوم نہیں، البتہ جو لوگ یکے بعد دیگرے خاندان کے رئیس بنتے رہے، ان کی اجمالی کیفیّت ذیل میں درج ہے :

۱ ۔ چندر خان ابن محمد داؤد خان ثانی : اس کے عہد کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ۔

۲ ۔ صالح خان بن چندر خان : یہ بڑا پرہیزگار و عبادت گزار تھا ۔ سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ مسلسل روزے رکھتا اور راتیں عبادت میں گزار دیتا ۔

۳ ۔ ہیبت خان بن صالح خان : یہ بڑا قوی ہیکل تھا ۔

۱- ''جواہر'' صـ ۶۴ - ''مرآہ'' صـ ۵۷ -

بہادری و نیک بختی اُس کے بشرے سے ٹپکتی تھی -

۴ - بکّھر خاں اوّل بن ہیبت خاں سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ بکّھر کے قلعے میں پیدا ہوا تھا - اسی سبب سے بکّھر خاں نام رکّھا گیا، لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہیبت خاں اور اس کی اہلیہ کو بکّھر کے قلعے میں سکونت کا موقع کیونکر حاصل ہوا - قیاس یہ ہے کہ ہیبت خاں کی شادی قلعہ بکّھر کے کسی رئیس یا اس کے ملازم کی صاحبزادی سے ہوئی ہوگی (ح ۱) - بکّھر میں پیدائش کی بنا پر اس نے یہ نام پایا -

بہادر خاں اول: آٹھ پشتیں بتیا میں گذارنے کے بعد جب بکّھر خاں اوّل کا فرزند بہادر خاں اوّل رئیس خاندان بنا تو عام روایت کے مطابق اس نے معاش کی تنگی کے سبب سے ترکِ مقام کا پختہ ارادہ کرلیا - وڈیرا جھانگی خاں کی اولاد میں سے اس زمانے میں طیّب خاں (ح ۲) موجود تھا - اس نے

۱- یہ حالات صادق التواریخ ''مرآۃ'' و ''جواہر'' سے ماخوذ ہیں - ملاحظہ ہو ''مرآۃ'' ص ۶۷ اور ''جواہر'' ص ۶۵ -

۲- ''مرآۃ'' میں اس کا شجرہ یوں درج ہے : طیّب خاں بن ولی داد خاں بن جھانگی خاں ثانی بن وڈیرو لالو بن وڈیرو ہاشم بن وڈیرو جھانگی خاں اول - یہ واضح کر دینا چاہئے کہ داؤد خاں اول سے بہادر خاں تک داؤد پوتروں کی نو پشتیں ہوئیں اور جھانگی خاں سے طیب خان تک وڈیرا خاندان کی صرف چھ پشتیں ہوئی ہیں - ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے :
(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۷ پر)

بہادر خاں کی تواضع میں اپنے خاندان کی شانِ عقیدت و مہمان داری کے حقوق بہ وجہِ احسن ادا کئے ۔ گھوڑوں کی باگیں اور اونٹوں کی مہاریں پکڑ لیں کہ ہمارے ہاں سے نہ جائیے ۔ ہم ہر ممکن خدمت کو اپنے لئے موجب سعادت سمجھتے ہیں، لیکن بہادر خاں کو احوال و وسائل کا پورا اندازہ تھا ۔ وہ جانتا تھا کہ وڈیرے کا خاندان ایثار کو کسی منزل پر پہنچا دے، لیکن اس طرح روز افزوں ضروریات کی کفالت کا انتظام نہ ہو سکے گا، لہذا وہ ترکِ سکونت کے ارادے پر قائم رہا اور وڈیرے طیّب خاں کی درخواست منظور نہ کی ۔ وہاں سے اٹھا تو بہادر خاں وڈیرے داد خاں ابڑہ کے پاس شہر ماوہ میں چلا گیا، جو ثروت و املاک میں وڈیرا

محمّد داؤد خاں اول	وڈیرا جہانگی خاں اول
محمود خاں	وڈیرا ہاشم خاں
محمّد خاں	وڈیرا لالو
محمّد داؤد ثانی	وڈیرا جہانگی خاں ثانی
چندر خاں	وڈیرا ولی داد خاں
صالح خاں	وڈیرا طیّب خاں
ہیبت خاں	
بکّھر خاں اول	
بہادر خاں اول	

اغلب ہے، وڈیروں کے شجرے میں سے دو تین فرد نظر انداز ہوگئے ہوں ۔

جھانگی خاں کے خاندان سے بدرجہا بڑھا ہوا تھا ۔ وہاں ماوہ کے قریب کچھ آباد زمینیں لے لیں اور بہت سی بنجر زمینوں کو آباد کرکے اپنے متوسلّین کے لئے دیہات اور قصبے بنا لئے (حـ ۱) ۔ غالباً یہی بہادر خاں یا اس کا بیٹا بکھّر خان یا اس کا پوتا محمد خاں شکار پور کا بانی تھا ۔

بکھر خاں ثانی ـــــ محمد فیروز خاں: بہادر خاں اول کے بعد اس کا فرزند بکھّر خاں ثانی جانشین ہوا ۔ اس زمانے میں خاندان کی شہرت دور دور پہنچ چکی تھی ، اور اس کے پرانے متوسّل جہاں جہاں بھی تھے، اپنی جگہیں چھوڑ چھوڑ کر ماوہ پہنچ گئے ۔ بکھّر خاں ثانی کے بعد اس کے بیٹے محمد خان ثانی کو ریاست ملی ۔ اس کے تین بیٹے تھے ، عارب خاں ، فیروز خاں اور ایسب خاں ۔ ان سے داؤد پوتروں کے تین بڑے خاندان منسوب ہیں : عارب سے عاربانی ، فیروز سے فیروزانی اور ایسب سے ایسبانی ۔ عارب دنیا داری کے کاموں سے بالکل نفور تھا ۔ انزوا و عبادت کے سوا اسے کسی چیز سے دل بستگی نہ تھی ۔ اگرچہ وہ بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اور اس سبب سے جانشینی کا حق اسی کو پہنچتا تھا۔ لیکن باپ کی وفات کے بعد اس نے خود دستار ریاست اپنے منجھلے بھائی فیروز خاں کے سر پر باندھ دی اور خود شغل عبادت میں مصروف رہا (حـ۲) ۔

محمد فیروز خاں ۔ داؤد خاں اوّل سے محمّد خاں ثانی

۱- ''مرآۃ'' صـ ۷۷ ، ''جواھر'' صـ ٦۵ - دونوں کتابوں میں مرقوم ہے کہ ان آبادیوں کے آثار برقرار ہیں ۔
۲- ''مرآۃ'' صـ ۷۸ ، ''جواھر'' صـ ٦٦ ، ''بہاول پور گزیٹئر'' صـ ۴۹ ۔

تک ، خاندان کے افراد کا خاص مشغلہ کھیتی باڑی رہا تھا ۔ وہ جہاں بھی پہنچے ، بے آباد زمینوں کو آباد کر کے گاؤں اور بستیاں بساتے رہے ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فیروز خاں کو کھیتی باڑی سے چنداں دل بستگی نہ تھی ۔ اغلب ہے ، جمعیّت کی فراوانی کے پیش نظر اس کے دل میں مستقل ریاست کے سر و سامان کی آرزو پیدا ہوئی ہو ۔ بہر حال اس نے ماوہ کی سکونت ترک کی اور چینہ قوم کے رئیس وڈیرا جلال خاں کے علاقہ ترائی میں جا ڈیرے ڈالے (ح ۱) ۔ وڈیرا جلال خاں نے فیروز خاں کی آمد کو سرمایۂ سعادت سمجھا ، اس لیے کہ وہ بڑی جمعیّت اور وسیع شہرت کا مالک تھا ۔ خصوصاً چینہ اور ابڑہ قوم میں اسے عام ہردلعزیزی حاصل تھی ۔ اس کے پانچ فرزند تھے ، ان کے ناموں اور اولاد کے کیفیّت ذیل میں درج ہے ۔

۱ ۔ وڈیرو جودھا خاں ۔ اس کے تین فرزند تھے : ہتو خاں ، جام خاں ، ہوت خاں ۔

۲ ۔ بکّھر خاں ۔ اس کے چھ فرزند تھے : ہتوی خاں ، سوبھا خاں ، تاج محمّد خان ، محمّد شریف خاں ، سمابہ خاں ، سنجر خاں ۔

۳ ۔ خیر دین خاں ۔ اس کے دو فرزند تھے : بلاول خاں ،

---

۱ ۔ "مرآۃ" ص ۷۸ ، ۷۹ ، "جواہر" ص ۶۶ ، بہاول پور گزیٹیئر ص ۵۰ ۔ یہ قصبہ گڑھی یاسین تعلقہ (ضلع سکھر) اور رتیدیرہ تعلقہ (ضلع لاڑکانہ) کے سرحد پر اب بھی موجود ہے اور ابڑہ قوم کے سرداروں کا مرکز رہا ہے ۔

عبداللہ خاں ۔

۴ ۔ عمر خاں ۔ اس کے دو فرزند تھے : ننگر خاں ، تماچی خاں ۔

۵ ۔ بہادر خاں ۔ اس کے بھی دو ھی فرزند تھے : مبارک خاں ، گہنہ خاں یا قادر ڈنہ خاں (حـ ۱)

۱- یہ تمام حالات ''مرآۃ'' و ''جواہر'' اور ''بہاول پور گزیٹیئر'' سے ماخوذ ہیں ۔

ساتواں باب

شکار پور کی بنیاد

سنین کی پیچیدگیاں : داؤد پوتروں کا ایک ممتاز کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے شکارپور کی بنیاد رکھی جو بحری تجارت کے رواج سے پیشتر ہمارے وطن اور ایشیا و یورپ کے درمیان مشہور تجارتی منڈی بن گیا ، لیکن اس مرحلے پر پہنچ کر سوانح نگاروں نے سنین میں عجیب و غریب الجھنیں پیدا کردیں، مثلاً :

۱ - ان کا دعویٰ یہ ہے کہ شکار پور کی بنیاد فیروز خاں کے بیٹے بہادر خاں ثانی نے رکھی - شکار پور کی تاریخِ تاسیس لفظ " غوک " سے نکلتی ہے - یعنی ۱۰۲۶ ھ (مطابق ۱۶۱۷ء) -

۲ - انھوں نے لکھا ہے کہ ۱۰۶۸ ھ (مطابق ۱۶۵۵ ء) میں فیروز خاں زندہ تھا -

۳ - ان کے بیان کے مطابق بہادر خاں ثانی نے جس زمین میں شکار پور کی بنیاد رکھی تھی ، وہ نواب مرزا خاں افغان سے لی تھی جو ان کے نزدیک اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے سرکار بکھر کا ناظم اور درۂ سبی و ڈھاڈر کا محافظ تھا -

مضحکہ خیز بے احتیاطی : ان بیانات میں جو بے احتیاطیاں ہوئیں، وہ حد درجہ مضحکہ خیز ہیں یعنی کہ :

۱ - اگر باپ ۱۰۶۸ھ میں زندہ تھا تو بیٹا مختار کار کی حیثیت میں اس شہر کا بانی تسلیم نہیں کیا جا سکتا جس کی بنیاد ۱۰۲۶ھ میں پڑی - دونوں میں سے ایک تاریخ یقیناً غلط ہے - چونکہ شکار پور کی تاریخ تاسیس مستند وثیقوں کی بنا پر ۱۰۲۶ھ ہی ہے ، اس لیے دوسری تاریخ کو غلط ماننے میں تامل نہ ہونا چاہیے -

۲ - جس شہر کی بنیاد ۱۰۲۶ میں رکھی گئی ، اس کے لیے زمین اورنگ زیب عالمگیر کے مقرر کیے ہوئے ناظم سے نہ لی جا سکتی تھی ، اس لیے کہ ۱۰۲۶ھ میں اورنگ زیب پیدا بھی نہ ہؤا تھا - اس کی تاریخ ولادت مسلمہ طور پر ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۷ھ (مطابق ۲۴ - اکتوبر ۱۶۱۸ء) ہے -

غرض یہ بیان بالکل غلط اور قطعاً نا قابل قبول ہے - ''مرآۃ'' و ''جواہر'' دونوں نے آگے چل کر بلا واسطہ نہیں بلکہ بالواسطہ خود اپنے اس بیان کی تردید کر دی جیسا کہ موقع پر واضح ہو گا - تعجب ہے کہ بعد کے تمام سوانح نگار

آنکھیں بند کر کے "جواھر" و "مرآۃ" کے بیانات کو درست مانتے اور نقل کرتے رھے۔

کپتان گولڈس مڈ کا بیان: سنین کی پیچیدگیاں اگرچہ بالکل واضح تھیں، لیکن اس کا احساس پہلے پہل ایک انگریز کپتان گولڈس مڈ کو ھوا جس نے شکار پور کے متعلق نومبر ۱۸۵۴ء میں ایک یادداشت مرتّب کی تھی۔ وہ لکھتا ھے کہ اس خاندان میں بہادر خاں نام کے دو شخص گزرے ھیں:

"اگر ھم (بہادر خاں) ثانی کو بانی قرار دیں تو تاریخوں میں تطابق کی کوئی صورت نہیں بنتی، اس کے بر عکس ھم یہ سمجھنے کی طرف راغب ھوں گے کہ ۱۶۱۷ء میں اس خاندان کا پہلا بہادر خاں زندہ تھا جو بکّھر (اوّل) ابن ھیبت کا فرزند تھا اور اسی کے جدّ امجد داؤد خاں سے یہ خاندان منسوب ھے (حـ ۱)۔

یہ سمجھنے کی قوی وجہ موجود ھے کہ بکّھر (ثانی) کا فرزند محمد (ثانی) جو فیروز کا باپ تھا، حقیقتاً شکار پور کا بانی تھا (حـ ۲)۔

بہر حال یا تو یہ ماننا چاھیے کہ بہادر خاں ثانی نہیں بلکہ بہادر خاں اوّل شکر پور کا بانی تھا، یا کپتان

۱۔ شکار پور کے متعلّق تاریخی یادداشت مرتّبہ کپتان ایف۔ جی۔ گولڈس مڈ صـ ۶۔

۲۔ شکار پور کے متعلق تاریخی یادداشت صـ ۶۔

گولڈس مڈ کے قول کے مطابق بہادر خاں ثانی کے دادا **محمد** خاں ثانی کو بانی تسلیم کرنا چاھیے ، یا یہ **سمجھنا چاھیے** کہ بکّھر خاں ثانی نے اس شہر کی بنیاد رکّھی - **بہادر خاں** ثانی کو یہ اعزاز اسی صورت میں دیا جا سکتا ھے کہ **فرض** کیا جائے ، اس نے کم و بیش بیس برس کی عمر میں اس شہر کی بنیاد رکھی اور ۱۰۶۸ ھ میں وہ عالم بقا کو سدھارا - لیکن **اس صورت** میں ماننا پڑے گا کہ فیروز خاں ۱۰۲۶ ھ سے پیشتر **فوت** ھو چکا تھا ، حالانکہ اسے ۱۰۶۸ ھ تک زندہ مانا جاتا ھے۔

ترائی سے نقل وطن : ان تصریحات کے بعد چھوڑے ہوئے رشتۂ بیان کو از سر نو سنبھالنا چاھیے -

"مرآۃ" و "جواہر" کا بیان ھے کہ وڈیرو جلال خاں جب تک زندہ رھا ، فیروز خاں یا اس کے متوسّلین کے اعزاز و خاطر داری میں کوئی کمی نہ آئی اس کی **وفات پر** بہادر خاں مسند ریاست پر فائز ھوا وڈیرو جلال خاں **فوت ھوا** تو رواج کے مطابق بہادر خاں وڈیرے کی تعزیت کے لئے اس کے **فرزندوں** اور بھائی بندوں کے پاس پہنچا - بہادر خاں کو دیکھتے ھی ان لوگوں نے جوش ماتم میں اپنی پگڑیاں سروں سے اتار پھینکیں - بہادر خاں نے بھی شریک ماتم کی حیثیّت میں اپنی پگڑی اتار دی ، ان کے پاس بیٹھ کر دیر تک تسلّی اور دلجوئی کرتا رھا - بارھا کہا کہ جو کچھ قضاے الہیٰ سے **پیش** آ چکا ھے ، اس پر صبر کرنا چاھیے ، لیکن انھوں نے کوئی بات **نہ سنی** اور سروں پر خاک ڈالتے رھے - ان لوگوں کی روش سے بہادر خاں کے دل پر یہ بات نقش ھو گئی کہ وڈیرے جلال خاں مرحوم نے مہمان داری کا جو بار خوشی خوشی اٹھا لیا تھا ،

وہ اب اس کے فرزندوں اور عزیزوں کو گوارا نہیں - چنانچہ اس نے اپنی پگڑی سر پر رکھی اور چلا آیا ، کسی نے اسے نہ روکا - یہ اس امر کا مزید ثبوت تھا کہ وہ لوگ پڑوس سے بیزار ھیں - غرض ان حالات میں بہادر خاں نے اس مقام کے ترک کا فیصلہ کر لیا -

شکار پور کی بنیاد: وھاں سے اٹھا تو ایسی جگہ کی تلاش شروع ھوئی جہاں مع متوسّلین اطمینان سے بیٹھ سکے ، اگرچہ وہ بے آباد ھی کیوں نہ ھو - ناظمِ بکّھر سے مل کر ایک قطعۂ زمین لے لیا جہاں جنگل تھا - بہادر خاں چونکہ شکار کا شوقین تھا ، اس لئے اسی جنگل کا تھوڑا سا حصّہ صاف کرکے بستی کی بنیاد ڈال دی اور اپنے شوقِ شکار کی بنا پر اس کا نام شکار پور رکھا - اس مقام سے شمال مشرق میں چھ میل پر خان پور تھا اور جنوب مشرق میں نو میل پر لکّھی - یہی اس زمانے میں سندھ کے اس حصّے کے مشہور شہر تھے -

''مرآة،، و ''جواھر،، کے بیان کے مطابق شکار پور کی تاسیس کا نقشہ یہی ھے ، لیکن جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ھے ، اگر ان کتابوں کے سنین کو درست مانا جائے تو بہادر خاں ثانی شکار پور کا بانی نہیں ھوسکتا بلکہ یہ اعزاز یا تو بہادر خاں اوّل کو ملنا چاھیے یا بکّھر خاں ثانی اور محمد خاں ثانی میں سے کسی ایک کو - بہادر خاں ثانی کو اسی صورت میں بانئ شکار پور مانا جاسکتا ھے کہ ''مرآة،، و ''جواھر،، کے پیش کردہ سنین اور بعض دوسرے بیانات کو غلط تسلیم کرلیا جائے -

دوسری روایت: کپتان گولڈس مڈ نے فارسی کے بعض قلمی نسخوں کی بنا پر اس داستان کو اور ھی رنگ میں پیش

کیا ھے - وہ لکھتا ھے کہ داؤد پوترے اپنے پہلے وطن سے نکلے تو جس جگہ بعد میں شکار پور آباد ھوا ، وھاں شکار کھیلا کرتے تھے - لکّھی کے مہر زمینداروں کو ان کی یہ روش پسند نہ آئی - وہ بڑے بااثر ، طاقت ور اور دولت مند تھے ، اور اس امر کے روادار نہ ھوسکتے تھے کہ ان کے حلقۂ برادری میں کسی مقام پر کوئی نئی قوّت تربیت پائے ، جو آگے چل کر خود ان کے اقتدار کے لئے خطرناک بن سکتی تھی - وہ کئی پشتوں سے وھاں مقیم تھے ، گرد و پیش کے علاقے کو اپنی ملکیّت سمجھتے تھے اور اس میں کسی غیر کے عمل دخل کو گوارا نہ کرسکتے تھے (حـ ۱) -

اس زمانے میں پیر سلطان ابراھیم شاہ ایک خدا رسیدہ

۱- مہروں کی سرگزشت یوں بیان کی جاتی ھے کہ ان کے اجداد اوباوڑہ میں مقیم تھے - ایک رئیس کے سات فرزند ھوئے - ان میں سے ایک جس کا نام جیسور تھا ، اپنے بھائیوں سے کسی بات پر ناراض ھو کر شاہ بیگ ارغون کے زمانے میں دریائے سندھ کے پار پہنچ گیا - وھاں اسے جتوئی بلوچوں سے کشمکش پیش آئی - اتفاق سے اس کا ایک ھم قوم موسیٰ خاں مہر بکّھر کے ارغونی گورنر سلطان محمود کا خاص مشیر تھا - اس کی کوشش سے جیسور کو بھلانی اور لاڑکانہ کے درمیان ایک جاگیر مل گئی - اس طرح مہر لکّھی کے مالک بن گئے - جیسور کا بیٹا عاقل اور عاقل کا بیٹا شیر خاں تھا ، جس کے عہد میں داؤد پوتروں سے کشمکش شروع ھوئی - (کپتان گولڈس مڈ کا یہ بیان میرزا عطا محمّد کے روزنامچے اور لکّھی کے متعلّق کاردار عبدالاحد علوی کی مرتّبہ یادداشتوں پر مبنی ھے - صـ ۸۱) - غالباً جیسور کا بیٹا عاقل ھی پنو عاقل کا بانی تھا جو آج کل ضلع سکھر کا ایک تعلقہ ھے - اور ریلوے اسٹیشن بھی ھے -

بزرگ تھے - مہر بھی ان کے مرید تھے اور داؤد پوترے بھی
ان کا غایت درجہ احترام کرتے تھے - مہروں کو کشمکش
کے درپے دیکھ کر داؤد پوتروں نے پیر صاحب سے درخواست
کی کہ صلح صفائی کرادیں - پیر صاحب نے مہروں کو
سمجھایا ، لیکن ٹھیٹھ زمینداروں کی طرح انھوں نے پیر صاحب
کی تفہیم کو ذاتی منافع پر ترجیح نہ دی - پیر صاحب نے
زیادہ زور دیا تو مہروں نے بے تکلّف جواب دیا - آپ داؤد
پوتروں کا ساتھ دینا چاھتے ھیں تو بہتر ، یہ بھی کر دیکھئے ،
ھم انھیں خارج کرکے دم لیں گے - پیر صاحب اس جواب پر
سخت ناراض ھوئے اور وہ داؤد پوتروں کے سرگرم حامی بن
گئے - انھوں نے داؤد پوتروں سے فرمایا کہ تم درانتی ھو اور
تمہارے دشمن گھاس ھیں - اگر لڑائی کی نوبت آئی تو خدا
تمھیں کامیابی عطا کرے گا -

بیان کیا جاتا ھے کہ مہر بارہ ھزار کا لشکر لے کر
میدان جنگ میں آئے - داؤد پوتروں کے پاس کل تین یا چار سو
جنگجو تھے ، انھوں نے فولاد نامی نہر کے بہاؤ میں مورچہ بندی
کرکے مہروں کا مقابلہ کیا - اس مقابلے میں تین ھزار
آدمی مارے گئے ، باقی بھاگ نکلے - داؤد پوتروں نے تعاقب
کرکے لکّھی پر قبضہ کرلیا اور بے شمار مالِ غنیمت ان کے
ھاتھ لگا - مہروں کی شکست کے بعد پیر صاحب ایک مقام پر
کھڑے ھوگئے اور فرمایا - یہاں ایک شہر آباد ھونا چاھیے
جو شکار پور کے نام سے موسوم ھو - یوں پیر سلطان ابراھیم
شاہ کی دعاؤں سے اس شہر کی بنیاد رکّھی گئی (ح ۱) -

۱- شکار پور کے متعلّق تاریخی یادداشت مرتّبۂ گولڈس مڈ
ص ۶-۹ -

عبدالاحد علوی کا بیان ھے کہ مہروں کی شکست کے بعد پیر سلطان ابراھیم شاہ فوت ھوگئے تو ان کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ پیر صاحب رسّی اور ڈول کے بغیر ایک کنوئیں سے پانی نکال رھے ھیں - پھر مرید کو اشارہ کیا کہ میں اور میرا دوست خضر اس جگہ ایک شھر شکار پور کے نام سے آباد کرنا چاھتے ھیں جو آگے چل کر بڑا شھر بن جائے گا - داؤد پوتروں نے اس خواب کو عمل کا جامہ پہنا دیا (حـ ۱) -

جنگ کے متعلق دوسرا بیان: '' مرآۃ ،، و '' جواھر ،، کے بیانات سے معلوم ھوتا ھے کہ مہروں سے داؤد پوتروں کی جنگ شکار پور کی بنیاد رکھنے کے بعد ھوئی اور اس زمانے میں کریم ڈنّہ مہروں کا رئیس تھا - واقعے کی تفصیل یہ ھے کہ داؤد پوتروں کا گذارہ یا تو زراعت پر تھا یا شکار پر - جو قطعۂ زمین انھوں نے ناظم بکّھر سے لیا تھا ، اس میں بیج ادھار لے کر جوار کاشت کردی - کریم ڈنّہ کی چراگاھیں پاس تھیں ، اس کے گھوڑے چرنے کے لئے آتے تو فصل خراب کرتے - داؤد پوتروں نے کئی مرتبہ روکا لیکن کریم ڈنّہ نے ذرا پروا نہ کی - آخر مجبور ھوکر داؤد پوتروں نے ایک روز کریم ڈنّہ کے دو تین گھوڑوں کے کان اور دمیں کاٹ دیں - وہ معاً چار ھزار سوار اور پیادے اور ایک ھزار نقارے لے کر جنگ کے لئے آگیا - داؤد پوتروں کے پاس صرف دو سو بندوقچی تھے ، انھوں نے صلح کی کوشش کی ، لیکن کریم ڈنّہ نے صلح کو ٹھکرادیا - اس اثناء میں جنید خاں یا جئند خان ڈیڑھ سو سواروں اور پیادوں کے ساتھ داؤد پوتروں کی کمک

۱- عبدالاحد کا قلمی نسخہ بحوالۂ گولڈس مڈ صـ ۱۰ -

کے لئے آپہنچا - لڑائی میں کریم ڈنّه نے فاش شکست کھائی - داؤد پوتروں نے آگے بڑھ کر لکھّی کو لوٹا اور انھیں بیشمار مال غنیمت ملا - کہتے ھیں کہ کریم ڈنّه کے گھوڑوں اور اونٹوں کی رکابیں تک چاندی اور سونے کی تھیں (ح-۱) -

بہادر خاں کے باقی حالات: شکار پور میں بہادر خاں کے اقربا بھی رہتے تھے - ان میں سے خان کے چچیرے بھائی پنّوخاں ابن جودھا خاں کا نام تصریحاً لیا گیا ھے- چنانچه پنّوخاں کا نالہ اور پنّوخاں کا بند اب تک اس کی یاد تازہ کر رھے ھیں- بہادر خاں کے بعد اس کا بڑا بیٹا محمد مبارک خاں رئیسِ خاندان قرار پایا -

داؤد پوتروں کے حالات کو دھندلکے سے نکال کر تاریخ کی روشنی میں پہنچا چکنے کے بعد مناسب معلوم ھوتا ھے کہ اس خاندانِ عالی کی دوسری شاخ یعنی کلھوڑوں کے حالات پر توجّه مبذول کریں - اس کے بغیر آئندہ کے حوادث و سوانح پوری طرح ذھن نشین نہیں ھوسکتے -

---

۱- ''مرآۃ'' ص-۸۸ ، ۸۹ اور ''جواھر'' ص ۷۳-۷۵ -

آٹھواں باب

کلھوڑوں کا ابتدائی دور

کلھوڑوں کا عہد گمنامی: پہلے بتایا جاچکا ہے کہ جام محمد چینے خاں کی وفات کے بعداس کا فرزند محمد مہدی رئیس خاندان مانا گیا تھا ۔ محمد مہدی والد کے انتقال سے تھوڑی دیر بعد فوت ہوگیا تو اس کے فرزند محمد ابراھیم اور بھائی محمد داؤد خاں کے درمیان امارت کے متعلق جھگڑا شروع ہوگیا، جس نے اتنی نازک صورت اختیار کرلی کہ محمد داؤدخاں کو آبائی میراث چھوڑ کر دوسری جگہ اقامت اختیار کرنی پڑی ۔ تمام روایتوں سے واضح ہوتا ہے، کہ محمد ابراھیم کے وقت سے خاندان کی یہ شاخ اس قدر گمنام ہوگئی کہ نو پشتوں تک اس کا ذکر کسی نے نہ سنا ۔ یہی محمد ابراھیم ہے جو کلھوڑہ خاں کے لقب سے ملقّب ہوا ۔ جس طرح داؤد ثانی کی اولاد داؤد پوترے کہلائی، اسی طرح محمد ابراھیم کی اولاد کلھوڑے

کے لقب سے ممتاز رہی۔

"مرآۃ" میں درج ہے:

در اولاد امیرزادہ کلھوڑہ خان بعد انفکاک امیر داؤد خان کلاں علیہ الرحمہ، اثرے از ریاست نماندہ بود تا نہ پشت احدے نام ایشاں ہم نمی گرفت، و کسے چیزے ہم نداشت (حـ ۱)۔

امیر داؤد خان کلاں یعنی داؤد خان اوّل کی علیحدگی کے بعد کلھوڑہ خان کی اولاد میں ریاست کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔ حتیٰ کہ نو پشتوں تک ان کا نام بھی کوئی نہ لیتا تھا اور ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔

خاندانی شجرہ: اس شاخ کے جس فردِ جلیل نے نو پشتوں کے بعد اسے گمنامی کی تاریکی سے نکال کر عزّت و شہرت کے جلوہ زار میں پہنچایا، اس کا نام میاں آدم شاہ (حـ ۲) ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جام چینے خان سے میاں آدم شاہ تک سلسلۂ نسب بیان کردیا جائے۔ وہ یوں ہے:

(۱) آدم شاہ، بن (۲) میاں گجّن شاہ، بن (۳) میاں صاحب خان، (۴) بن میاں خان (۵) بن میاں طاہر (۶) بن میاں رانہ، (سندھی لب و لہجہ میں انھیں رانوں کہتے ہیں)، بن

۱۔ "مرآۃ" صـ ۸۱ - یہی مضمون چند الفاظ کے تغیر سے "جواہر عباسیہ" میں درج ہے (صـ ۶۸)۔

۲۔ "مرآۃ" و "جواہر" نے اس کا نام "آدم محمد" لکھا ہے "مرآۃ" صـ ۸۱، "جواہر" صـ ۶۸۔

(۷) میاں شاہ محمد عرف شاھل، بن (۸) میاں ابراھیم (کلھوڑہ خاں)، بن (۹) میاں محمد (مہدی)، بن (۱۰) جام چہنہ (حـ ۱)۔

حکیم محمد صادق عباسی نے جو شجرہ مرحمت فرمایا ۔ وہ یوں ھے :

(۱) حضرت میاں آدم شاہ شہید، بن(۲) میاں نورشاہ عرف گجنّ شاہ، بن(۳) میاں صاحب ڈنّہ شاہ، بن (۴) میاں خان محمد، بن (۵) میاں ظاھر بن (۶)میاں رانا بن (۷) میاں شاہ محمد، بن (۸) ابراھیم (کلھوڑو)، بن (۹) محمد، بن (۱۰) طاھر، بن (۱۱) چنیھ ۔

دونوں شجروں کا اختلاف واضح ھے ۔ اگرچہ اس کی حیثیّت محض جزوی ھے ۔مثلاً :

۱ ۔ حکیم صاحب نے آدم شاہ کے والد کا نام نور شاہ لکھا ھے اور اس کا عرف گجنّ شاہ بتایا ھے ۔ پہلے شجرے میں عرف ھی کو نام بتایا گیا ھے ۔

۲ ۔ حکیم صاحب نے میاں صاحب خاں کا نام صاحب ڈنّہ شاہ لکھا ھے ۔ یہ حقیقت میں ایک ھی نام کی دو شکلیں ھیں ۔

۳ ۔ حکیم صاحب نے کلھوڑہ خاں کے والد محمد مہدی کو محمد چینئے خاں کا بیٹا نہیں بلکہ پوتا قرار دیا ھے ۔ اس کی تصدیق کے لئے مجھے کوئی روایت نہیں مل سکی ۔ ایک شجرہ عبّاسی کلھوڑوں کے اس خاندان نے پیش کیا تھا جو ڈیرہ غازی خاں

۱۔ '' تحفۃ الکرام '' جلد سوم صـ ۱۰۳ ۔

کی تحصیل راجن پور میں مقیم ہوگیا تھا ۔ وہ
یوں ھے :

(۱) آدم شاہ عبّاسی، بن (۲) نور شاہ عبّاسی، بن
(۳) دودہ عبّاسی، بن (۴) حمید عبّاسی بن (۵) محمد
عبّاسی، بن (۶) چھنن عبّاسی (چینے خاں) (ح۔۱) ۔
ظاھر ھے کہ یہ شجرہ بالکل نامکمّل ھے اور اسے کسی حالت میں بھی قبول نہیں کیا جاسکتا ۔

کلھوڑے کے توجیہ: سب سے پہلا سوال یہ ھے کہ محمد ابراھیم کا نام کلھوڑہ یا کلھوڑے خاں کیوں مشہور ھوا ؟ اس کے متعلّق صرف دو روایتیں مل سکیں جو ذیل میں درج ھیں :

۱ ۔ خاندان کا بزرگ کلور نام ایک پہاڑ میں مقیم رہا جو حیدرآباد کے شمال میں واقع ھے ۔ اس وجہ سے اس کا لقب کلورا مشہور ھوا (ح۔۲) ۔ یہی لفظ بگڑ کر کلھوڑہ بن گیا ۔

۲ ۔ دوسری توجیہ حکیم محمد صادق عبّاسی نے پیش کی جو انھیں کے لفظوں میں درج کی جاتی ھے :

۳۔ تاریخ ضلع ڈیرہ غازی خان عرف باغ و بہار مرتبّہٗ ھتّو رام صہ ۱۲۷ ۔

۱۔ احوال سندھ مرتّبہٗ سیّد محب اللہ ملّقب بہ سیّار حسن الحسینی الحموی الدّھلوی ساکن روھڑی ۔ کھڑا کے مخادیم بھی کلھوڑے ھونے کے دعوے دار ھیں ۔ ان کا بیان بھی وہی ھے جو سید محب اللہ کا ھے ۔

''کلھو،، کے معنی سندھی زبان میں ''اکیلے،، یعنی تنہا کے ھیں - ''ڑو،، کا لفظ سندھی زبان میں عموماً تصغیر اور حقارت کے لئے مستعمل ھے - مثلاً مرد کو سندھی میں ''مڑس،، کہتے ھیں - تحقیر کے لئے ''مڑسڑو،، - اونٹ کو ''آٹھ،، کہتے ھیں - تحقیر و تصغیر کے لئے ''اٹھڑو،، کہا جاتا ھے - اسی طرح میر کو ''میرڑو،، فقیر کو ''فقیرڑو،، گوٹھ کو ''گوٹھڑو،، غرض کلھوڑو لقب ابراھیم کی درویشی، خاکساری، ترکِ دنیا اور ترکِ اھل و عیال پر دال ھے - بعض نے کلھوڑو کے معنی کالھ بمعنی کل (دیروز) والے کے کیے ھیں، حالانکہ سندھی میں دیروز کو کالھه کہتے ھیں نه که کلھ -

گویا حکیم صاحب کے نزدیک ابراھیم کا لقب کلھوڑہ یا کلھوڑو اس سبب سے مشہور ھوا که وہ ترک و تجرید میں درجۂ کمال حاصل کرچکا تھا - اس کی یه حیثیت اتنی بلند تھی که تجرید سندھی زبان میں اس کے نام کا لاینفک جزو بن گئی اور یہی نام خاندان کے لئے باعثِ افتخار سمجھا گیا -

دونوں توجیہوں میں سے کسی ایک کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ھے - لیکن حکیم صاحب کی توجیه پر پیچ ھونے کے باوجود زیادہ قرینِ قیاس نظر آتی ھے - پہلی توجیه کو قبول کرنا اس وجه سے بھی ممکن نہیں که یہاں بحث خاندان کے اس بزرگ سے نہیں جو پہلے پہل سندھ میں وارد ھوا اور اس نے حیدر آباد کے شمال میں ''کلور،، نام کسی مقام پر سکونت اختیار کی، اس وجه سے کلورا یا کلھوڑا مشہور ھوا - یہاں سوال محمد مہدی ابن جام چینے خاں کا

ہے جو یقیناً کلور نام کسی پہاڑی میں مقیم نہ ہوا ، اور اس نے کلھوڑے خاں کا لقب پایا ۔ اگر پہلے بزرگ سے یہ لقب ملا تو پورے خاندان کو کلھوڑا کہنا چاہیے تھا ، نہ کہ اس کی صرف ایک شاخ کو ۔

خاندانی خصوصیت : محمد آدم شاہ اور محمد چینے خاں کے درمیان نو یا دس پشتوں میں سے کسی ایک فرد کے حالات کہیں بیان نہیں ہوئے ۔ خاندانی روایتوں میں بھی ناموں کے سوا کسی تفصیل کا سراغ نہیں ملتا ، لیکن ایک خصوصیّت ناموں کی سرسری کیفیّت سے بالکل واضح معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان اصحاب کا خاص مشغلہ زہد و ریاضت تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ ”میاں“ ان میں سے اکثر کا مستقل لقب بنا رہا ، اور بعض کے ناموں کے ساتھ شاہ کا لقب لگا ۔ مثلاً صاحب ڈنّہ شاہ ۔

فقر و سیاست کا امتزاج : اگر کلھوڑے کے متعلق حکیم محمّد صادق عبّاسی کی توجیہ کو درست مان لیا جائے تو یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیے کہ پورا خاندان اسی بزرگ کی میراث زہد وریاضت کو اپنی سب سے بڑی دولت سمجھتا رہا ، اور کلھوڑوں کی یہی خصوصیّت تھی جس نے آگے چل کر ان کے لئے وسیع ہر دل عزیزی کے سامان پیدا لیے ۔ صادق الاعتقاد مریدوں کے لشکر جمع ہو گئے ، جن کی وجہ سے انہیں بالاخر حکومت و فرمان فرمائی کا منصب مل گیا ۔ اس منصب پر پہنچنے کے بعد بھی کلھوڑوں کا روحانی ذوق بدستور قائم رہا جیسا کہ آگے چل کر ہر بزرگ کے حالات میں واضح ہوتا جائے گا ۔

وہ اسی لئے گمنام رہے کہ کسی بڑی یا چھوٹی

دنیوی ریاست کے مالک نہ بنے ۔ گرد و پیش کے زمینداروں یا رئیسوں سے لڑائیاں نہ کیں اور اپنی درویشی کی زندگی پر قانع رہے۔ میاں محمد آدم شاہ کو جن حالات سے سابقہ پڑا ، ان میں وہ نا خواستہ سیاسی کشاکش کا شکار ہوگئے ۔ اس وجہ سے شہرت پائی اور خاندان کی میراث میں درویشی کے علاوہ سیاست بھی شامل ہو گئی ۔

نواں باب

میاں محمد آدم شاہ کلھوڑ

(۱)

کلھوڑوں کی صبح عروج : جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ھے ، عبّاسی خاندان کی اس شاخ میں جو کلھوڑہ کہلائی نو پشتوں تک کسی فرد نے ناموری حاصل نہ کی - چینے خاں کی دسویں پشت میں میاں آدم شاہ پیدا ھوا تو یکایک اس شاخ کا ستارہ اقبال چمک اٹھا - صاحب ''تحفہ الکرام'' کا بیان ھے :

بعد وے (چینے خاں) زمانے چینے خاں کے بعد زمانے نے دراز بہ انقلاب روزگار از ایسا پلٹا کھایا کہ اس کی اولادش کسے صاحب اسم و اولاد (کلھوڑہ شاخ) میں سے رسم برنخاستہ مگر بہ مضیٔ نہ طویل مدّت تک کوئی بھی

پشت آدم شاہ (حـ ۱) -	شخص صاحب شہرت یا صاحب منصب نہ ہوا ، البتّہ نو پشتیں گزر جانے کے بعد آدم شاہ (نے عزّت و عظمت حاصل کی)-

'' مرآۃ '' کا بیان پہلے درج کیا جا چکا ہے - اس کا مفاد بھی یہی ہے کہ کلھوڑے خاں کی اولاد میں ریاست کا کوئی نشان باقی نہ رہا - نو پشتوں تک ان لوگوں میں سے کسی ایک کا نام بھی کوئی نہ لیتا تھا ، اور نہ ان کے پاس کوئی قابلِ ذکر چیز تھی (حـ۲) - '' جواھر '' کا مضمون بھی عین اسی کے مطابق ہے (حـ ۳) -

باع علی صاحب خائف نے لکھا ہے :

یکے نسل چینہ کہ آدم باسم	بود شاہ نامی تنومند جسم
(چینہ خاں کی نسل سے آدم نام ایک صاحب ہوئے)	(وہ بڑے طاقتور اور نامی آدمی تھے)
دریں سلسلہ او نہم پشت بود	دھد خانخاناں بہ جاگیر خود
(اس سلسلہ سے وہ نویں پشت میں تھے	خانخان نے خود انہیں جاگیر دیدی) - (حـ۴)

۱- '' تحفۃ الکرام '' جلد سوم صـ ۱۰۳-
۲- ''مرآۃ'' صـ ۸۱ -
۳- ''جواھر'' صـ ٦٨ -
۴- ''نامہ نغز'' صـ ۴ -

نواں باب

محمد آدم شاہ کا زمانہ: میاں محمد آدم شاہ کے حالات بیان کرنے سے پہلے اس امر پر غور کرلینا چاھئیے کہ ان کا زمانہ کون سا ھے - سنین کے متعلق مختلف تاریخی کتابوں میں بے حد اختلاف ھے - مثلاً :

۱ - ''مرآة،، و ''جواھر،، ھشت صد و ھشتاد (حـ ۱) - (سنہ ۸۸۰ھ مطابق سنہ ۱۴۷۵ع) -

۲ - ''بھاول پور گزیٹیئر،، : سنہ ۸۱۸ھ (حـ ۲) - یہ غالباً ھشت صد و ھشتاد کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کا کرشمہ ھے کہ ھشتاد کو ھیژدھم بنا دیا گیا -

۳ - '' گولڈس مڈ ،، کا پہلا بیان : سنہ ۹۰۹ھ مطابق سنہ ۱۵۰۴ع (حـ ۳) -

۴ - '' گولڈس مڈ،، کا دوسرا بیان : سنہ ۹۹۹ھ مطابق سنہ ۱۵۹۱ع (حـ ۴) -

۵ - '' کپتان میکمرڈو ،، حسب بیان '' ھیوز،، : سنہ ۱۵۵۸ع (حـ ۵) -

---

۱- ''مرآة'' صـ ۸۱ ، ''جواھر'' صـ ۶۸-

۲- ''بھاول پور گزیٹیئر'' صـ ۵۱ -

۳- شکار پور کے متعلق تاریخی یادداشت صـ ۱۲ -

۴- شکار پور کے متعلق تاریخی یادداشت صـ ۱۲ - کپتان گولڈس مڈ نے لکھا ھے کہ دونوں تاریخیں مستند روایات سے ماخوذ ھیں -

۵- ''ھیوز'' کا ''سندھ گزیٹیئر'' صـ ۳۱ -

۶ - خان بہادر خدا داد خاں : سنہ ۸۵۴ھ مطابق سنہ ۱۴۵۰ء (ح ۱) -

۷ - کپتان ٹی پوسٹنز : سنہ ۱۴۵۰ء (ح ۲) -

۸ - ایٹکن : سولھویں صدی کا وسط (ح ۳) -

۹ - سیّد علی محمد راشدی، سولھویں صدی کا وسط (ح ۴) -

۱۰ - میجر جنرل ھیگ، سولھویں صدی کا وسط (ح۵) -

ظاھر ھے کہ ان اختلافی بیانات میں تطابق پیدا کرنا سہل نہیں اور نہ کسی ایک کی توثیق و تصدیق کے لئے کوئی واضح قرینہ موجود ھے -

میاں آدم شاہ کے اسلاف کے سنین: محمد چینے خاں سے محمد آدم شاہ تک اس خاندان کے سنین بھی بعض اصحاب نے محنت و کاوش سے متعیّن کرنے کی کوشش کی ھے - ان میں سے کپتان گولڈس مڈ اور سیّد علی محمد راشدی خاص طور پر قابلِ ذکر ھیں - ان سنین کی سرسری کیفیّت یہ ھے :

۱ - محمد چینے خاں سنہ ۱۲۲۰ء

۲ - محمد مہدی سنہ ۱۲۴۰ء

۱- لب" تاریخ سندھ ص- ۱۰۶ -

۲- "سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات" (انگریزی) -

۳- "سندھ گزیٹیئر" مرتّبہٴ ایٹکن ص- ۱۰۹ -

۴- "منشور الوصیّت" کا انگریزی دیباچہ غیر مطبوعہ ص-۱۲ -

۵- دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص- ۱۱۱ -

۳ - محمد ابراهیم (کلهوڑے خاں) سنه ۱۲۸۰ء
۴ - شاه محمد عرف شاهم سنه ۱۳۰۰ء—۱۳۲۰ء
۵ - میاں رانه یا رانو سنه ۱۳۵۰-۶۰ء
۶ - میاں طاهر سنه ۱۴۰۰ء
۷ - میاں خاں سنه ۱۴۴۰ء
۸ - میاں صاحب سنه ۱۴۸۰ء
۹ - میاں گجّن شاه سنه ۱۵۲۰ء (حـ ۱)

ان سنین کے لئے کوئی مستند ماخذ موجود نهیں اور یه سب مختلف تاریخی حالات کے پیشِ نظر قیاس و تخمین کی بنا پر تجویز کئے گئے هیں۔ اغلب هے، بالکل صحیح نه هوں تو قرین صحّت ضرور هوں گے - ان سنین کے مطابق میاں محمد آدم شاه کا زمانه سنه ۱۵۲۰ء سے سنه ۱۶۰۰ء تک هوسکتا هے -

تعین زمانے کے بعض قرینے: میاں صاحب کے متعلّق مختلف سوانح نگاروں نے چند باتیں ایسی لکھ دی هیں جنهیں سامنے رکھتے هوئے ان کا زمانه متعیّن کرنے میں ایک حد تک مدد مل سکتی هے، مثلاً :

۱ - میاں صاحب براه راست یا چند واسطوں سے میر

۱- شکار پور کے متعلّق تاریخی یادداشت ص ۷۴ اور سیّد علی محمّد راشدی کا مرتّبه شجره -

سیّد محمد، معروف بہ میراں محمّد مہدی جون پوری کے مرید تھے (حـ ۱) -

۲ - نواب عبدالرحیم خان خانخاناں جب تسخیر سندھ پر مامور ہوا تو اس نے میاں محمّد آدم شاہ سے مل کر دعا کرائی اور فتح کے بعد چاندو کہ تعلّقے میں انھیں جاگیر عطا کی (حـ ۲) -

یہ دونوں ایسے واقعے ھیں جن کی تاریخیں معلوم ھیں لہذا ان کی بنا پر میاں آدم شاہ کا زمانہ کم از کم تخمینا ضرور متعیّن کیا جا سکتا ھے -

سید محمد جون پوری: سیّد محمّد جون پوری جو مہدی کے لقب سے مشہور ھیں ، ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ع میں پیدا ھوئے - ۸۸۷ھ مطابق ۱۴۸۲ع میں حج کے لئے وطن سے روانہ ھوئے - راستے میں وہ مختلف مقامات پر ٹھہرے مثلاً کالپی چندیری، مانڈو، چمپانیر، دولت آباد، احمد نگر، بیدر، گلبر گہ، بیجا پور - کہیں صرف چند روز قیام کیا، بعض مقامات پر ڈیڑھ ڈیڑھ سال ٹھہرے رھے - حج سے فارغ ھو کر ۹۰۱ھ (۱۴۹۱ع

۱- ''تحفہ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۳ ، ''مرآہ'' صـ ۸۱ ، ''جواھر'' قلمی نسخہ صـ ۶۸ ، ''منشور الوصیّت'' قلمی نسخہ صـ ۱۴ و ۱۵ - میں نے یہاں بلاواسطہ یا بالواسطہ کسب فیض کا مسئلہ واضح نہیں کیا - روایتوں میں دونوں پہلو پیش کئے گئے ھیں - میری تحقیق موقع پر پیش ھوگی - یہاں بحث صرف محمّد آدم شاہ کے زمانے اور عہد سے ھے ، نہ کہ ان کے کسب فیض سے -

۲- ''تحفہ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۳ -

میں کاٹھیاواڑ گجرات پہنچے ۔ وهاں احمد آباد، نہر واله اور بڑلی ٹھہرتے هوئے جالور ، ناگور اور جیسلمیر کے راستے ٹھٹه میں وارد هوئے اور کم و بیش ڈیڑھ سال مقیم رهے۔ یه سمّه خاندان کے مشہور ترین حکمران جام نظام الدین عرف جام نندا کا زمانه تھا ۔ سندھ سے نکلے تو قندھار ہوتے هوئے فراہ پہنچے ۔ وهاں ۱۹ ذی قعده ۹۱۰ھ ، ۲۳-اپریل ۱۵۰۵ء ، کو وفات پائی ۔

قیام ٹھٹه کی صحیح تاریخیں معلوم نہیں ۔ اندازہ یه ہے که ۹۰۵-۶ھ (۱۵۰۰-۱ء) میں وهاں هوں گے۔

اگر میاں آدم شاہ نے دو یا تین واسطوں سے جیسا که آگے چل کر واضح هو گا ، سیّد محمد جون پوری کے سلسله میں بیعت کی تو ۸۵۴ھ (۱۴۵۰ء) یا ۸۸۰ھ (۱۴۷۵ء) میں ان کا ظہور نا قابل تصوّر ہے۔ یه تاریخیں یقیناً غلط هیں اور ۸۱۸ھ کی تغلیط تحصیل حاصل ہے۔

دعا اور جاگیر کا مسئله: عبدالرحیم خاں خانخاناں ۹۹۹ھ میں ملتان سے تسخیر ٹھٹه کے لئے بھیجا گیا تھا ۔ فیضی نے اس عزم کی تاریخ ” قصد تتّه ،، سے نکالی تھی ۔ اگر یه درست ہے که خانخاناں نے میاں آدم شاہ سے فتح کے لئے دعا کرائی ، اور سندھ فتح هونے کے بعد چاندوکه کے پرگنے میں میاں صاحب کو جاگیر عطا کی ، تو سمجھ لینا چاهئے که میاں صاحب موصوف سولھویں صدی کے عشرۂ آخر میں زندہ تھے ۔ لہذا ان کی پیدائش تو سولھویں صدی کے وسط میں یا اس سے پیشتر مانی جا سکتی ہے ، لیکن وہ فوت سولھویں صدی کے اواخر یا سترھویں صدی کے اوائل میں هوئے ۔ یوں نظر

بہ ظاہر سیّد علی محمد راشدی کا یہ خیال درست ہے کہ میاں صاحب کا زمانہ سنہ ۱۵۲۰ء سے سنہ ۱۶۰۰ء تک ہونا چاہئے -

سید محمد جون پوری سے رشتۂ بیعت: ''مرآة،، کا بیان ہے کہ میاں آدم شاہ :

در خدمتِ مظہر العجائب سیّد میراں جون پوری کہ بہ کشف مقامات معروف است و بہ خوارقِ عادات موصوف رسیدہ، من بعد در لباسِ فقر داعیۂ امارت و خیالِ خروج پیش گرفتہ (حـ ۱) -

عجائبات کے مظہر سیّد میراں جون پوری کی خدمت میں پہنچا جو مقامات کے کشف اور کرامتوں میں مشہور ہیں - اس کے بعد میاں صاحب نے فقیری کے لباس میں امیری حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور حکومتِ وقت کے خلاف خروج کرنا چاہا -

''جواہر،، کا بیان بھی چند الفاظ کے تغیّر سے یہی ہے (حـ ۲) -

دو یا تین واسطے: ''مرآة،، و ''جواہر،، کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں آدم شاہ نے براہِ راست سیّد محمد

۱- ''مرآة'' صـ ۸۱ -
۲- ''جواہر'' صـ ۶۸ -

جون پوری کی بیعت کی، یہ صحیح نہیں۔ ''تحفۃ الکرام'' میں دو واسطوں سے بیعت کا ذکر ہے:

بہ دو واسطہ یکے شیخ الیاس لنکراجہ و دیگر شیخ ابوبکر جتوئی مسند ارشاد . . . میراں محمد مہدی جون پوری کہ در مجلد ثانی مذکور است، روشن نمودہ (حـ ۱)۔

دو واسطوں سے میراں محمد مہدی جون پوری کی مسند ارشاد روشن کی۔ میراں محمد کا ذکر ''تحفۃ الکرام'' کی دوسری جلد میں آیا ہے۔ واسطوں میں سے ایک شیخ الیاس لنکراجہ کا ہے اور دوسرا شیخ ابوبکر جتوئی کا۔

میاں نور محمد کے وصیت نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ واسطے دو نہیں بلکہ تین تھے: ایک محمد جو غالباً محمد الیاس تھا، دوسرا ابوبکر اور تیسرا عیسیٰ (حـ ۲)۔ میاں نور محمد صاحب البیت ہیں اور ان کے جد امجد کے متعلق خود ان کے بیان سے مستند تر بیان کسی کا نہیں ہوسکتا۔

سید محمد جون پوری کے سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام سندھ کے زمانے میں جن بزرگوں نے سید موصوف سے روحانی فیض حاصل کیا، ان میں سے تین خاص طور پر ممتاز تھے۔ ایک مولوی الیاس، دوسرے قاضی قاضن، تیسرے مرزا شاہین بکھری۔ غالباً مولوی الیاس وہی ہیں جنھیں صاحب

۱- ''تحفۃ الکرام'' ص ۱۰۳ - سید محمد جون پوری کا ذکر ''تحفۃ الکرام'' کی دوسری جلد کے بائیسویں صفحے پر ہے۔

۲- ''منشور الوصیت'' نسخہ قلمی ص ۱۴ -

" تحفۃ الکرام" نے شیخ الیاس لنکراجہ اور میاں نور محمد خاں نے محمد لکھا ہے ۔

بیعت کی حیثیت : طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ تمام بزرگ سیّد محمد جون پوری کو مہدیٔ موعود مانتے تھے اور مہدیّت کی بیعت کی تھی ، یا صرف روحانی استفادے کا وہ طریقہ اختیار کیا تھا جو خانوادہ ہائے تصوف میں عام طور پر رائج ہے ۔ شیخ محمد الیاس ، قاضی قاضن اور مرزا شاہین بکّھری کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن کلھوڑا خاندان کے نزدیک یہ عام بیعت تھی ، اور سیّد محمد جون پوری غالباً طریقۂ سہروردیہ کی بیعت لیتے تھے ۔ میاں نور محمد خاں کا بیان ہے کہ تصوف کے چودہ خانوادوں میں سے میرے بزرگ طریقۂ سہروردیہ پر کار بند تھے ، پھر تفصیل یوں بتاتے ہیں کہ :

نور محمد از ایشاں و یار محمد از ایشاں و دین محمد از ایشاں و نصیر محمد از ایشاں و شاہ علی از ایشاں و الیاس از ایشاں و آدم از ایشاں و محمد از ایشاں و ابوبکر از ایشاں و عیسیٰ از ایشاں سیّد میراں محمد جون پوری کہ پیر و مرشد مایان است ، بہ طریقۂ مذکورہ بود (حـ ۱) ۔

نور محمد، یار محمد ، دین محمد، نصیر محمد، شاہ علی ، الیاس، آدم، محمد، ابوبکر اور عیسیٰ سب سہروردی تھے ۔ سیّد میراں محمد جون پوری بھی جو ہم سب کے پیر و مرشد ہیں، اسی طریقے پر تھے ۔

۱۔ "منشور الوصیّت" قلمی نسخہ ۱۴ و ۱۵ ۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ میاں آدم شاہ نے سیّد محمد جون پوری سے صرف سہروردی نسبت حاصل کی تھی، اور ان کے جو مرشد سیّد محمد جون پوری تک واسطۂ فیض بنے، وہ بھی اسی مسلک پر کار بند تھے -

کلھوڑہ خاندان کی پوری تاریخ میں مجھے ایک ھلکا سا اشارہ بھی نہ مل سکا، جس سے شبہ پیدا ھوسکے کہ یہ لوگ سیّد محمد جون پوری کو مہدیٔ موعود مانتے تھے، یا انھوں نے مہدویّت کے جھگڑوں میں خفیف سی دلچسپی کا بھی اظہار کیا - ان کے تمام عقائد عام سنّی مسلمانوں کے تھے اور وہ حنفی فقہ کے پیرو رھے، البتّہ جان لینا چاھئے کہ منصبِ حکومت پر پہنچنے کے بعد بھی ان کے دینی و روحانی ذوق پر افسردگی طاری نہ ھوئی - کم از کم اس خاندان کے ابتدائی بزرگوں کے باب میں یہ دعویٰ بہر حال درست ھے، اور پیری مریدی کا سلسلہ حکومت ختم ھوجانے کے بعد بھی قائم رھا -

خاندانی عظمت کا نیا دور: سیّد محمد جون پوری کے دعوائے مہدیّت کی صحّت و عدم صحّت کے متعلّق گفتگو کا یہ محل نہیں، اور اس باب میں ردّ و کد کے جو طومار فراھم ھوچکے ھیں - ان پر انتقاد بھی پیشِ نظر موضوع سے خارج ھے - لیکن اس حقیقت کا اعتراف وقت کے اکثر اربابِ علم و نظر نے کیا کہ سیّد موصوف بہت بڑے عالم اور غیور مسلم تھے - زھد و ریاضت میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا - وہ جہاں پہنچتے تھے، اپنی صحبت سے خاص قِسم کی دینی فضا پیدا کردیتے تھے - صاحبِ ''تحفة الکرام،، نے انھیں ''سیّد الاولیاء،، لکھا ھے - غالباً یہی وجہ ھے کہ دعوائے

مہدیّت کی بنا پر مختلف حلقوں میں معتوب ہونے کے باوجود، ہر جگہ لوگ ان سے کسبِ فیض کرتے رہے، اور جہاں جہاں ان کے فیض کی روشنی پہنچی، اسلامیّت نئی شان میں جلوہ گر ہوگئی - یہی فیض تھا جس نے کلھوڑہ خاندان کو گمنامی کی تاریکی سے نکال کر شہرت و ناموری کے اوج پر پہنچایا، اور میاں محمد آدم شاہ سے اس خاندان کی تاریخ میں عظمت کا نیا دور شروع ہوا -

دسواں باب

میاں آدم شاہ کلہوڑا

(۲)

آدم شاہ کے حالات : میاں محمد آدم شاہ کے حالات تفصیلاً کسی نے نہیں لکھے - '' تحفۃ الکرام '' کا بیان ہے :

بعدِ سیر سرہ در موضع ھڑی تعلقہ چاندوکہ رحلِ اقامت افگند - کبیر ابرہ از موضع دبہ مع توابع کوچیدہ در سلکِ مریدانش منسلک گردید (ح ۱) -	علاقۂ سرہ میں دور و سیر کے بعد موضع ھڑی تعلقہ چاندوکہ میں مقیم ھوگیا - کھبڑ ابرہ اپنے متعلقین کو لے کر موضع دبہ سے نکلا اور میاں صاحب کے مریدوں میں شامل ھوگیا -

خان بہادر خدا داد خان فرماتے ھیں :

میاں آدم شاہ بہت بڑے بزرگ اور خدا پرست تھے ،

۱- '' تحفۃ الکرام '' جلد سوم (ص ۱۰۳) -

اکثر قوموں کے لوگ ان کے مرید ہوگئے تھے اور انھیں سے وابستہ تھے - یہ بزرگ چاندوکہ میں رہتے تھے، جو آج کل لاڑکانہ، نصیر آباد اور قنبر کے تعلقوں پر مشتمل ھے . . . . آپ نے لمبی عمر پائی (حـ ۱) -

خانخاناں کا حملہ سندھ پر: جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ھے، اکبر نے عبدالرحیم خاں خانخاناں کو سنہ ۹۹۹ھ میں تسخیر سندھ پر مامور کیا تھا - اس سے بیشتر صادق خاں اس مہم میں ناکام ھوچکا تھا - ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ھے:

خانخاناں چوں نامزد ایں مہم صعب گردیدہ، برگردیدن صادق خاں وے را بہ توھم افگندہ بود - ھر جا از صاحب دل استمداد ھمت نمودے و فیروزئی خود درخواستے - از ثقہ منقول کہ بزرگے از اھل اللہ وے را خبر دادہ کہ دریں ایام جناب کرامت ایاب شیخ الشیوخ مخدوم نوح علیہ الرحمۃ در ھالہ کنڈی در گزشتہ - اگر شما بہ فاتحہ خوانی وے سبقت برید، مظفر گردید و اگر

خانخاناں اس مشکل مہم کے لئے نامزد ھوا تو صادق خاں کے ناکام لوٹنے کے باعث وہ وھم میں پڑگیا تھا - جہاں دھیں کسی بزرگ کا پتا پاتا، اس کے پاس پہنچ کر مدد مانگتا اور فتح کی درخواست کرتا - ثقہ لوگوں سے سنا ھے، ایک خدا رسیدہ بزرگ نے اسے خبر دی تھی کہ مخدوم نوح ساکن ھالہ کنڈی کا انتقال حال ھی میں ھوا ھے - اگر آپ فاتحہ خوانی کے لئے پہلے پہنچیں گے تو

۱- ''لب تاریخ سندھ،، (ص ۱۰۶) -

میرزا جانی بیگ پیشتر رسد ،	فتح پاڈیں گے ۔ اگر جانی بیگ
پیش برد (حـ ۱) ۔	پہلے پہنچ گیا تو وہ سبقت لے جائے گا ۔

بہر حال اس کے حملے کی سرسری کیفیت یہ ہے کہ وہ قلعہ سہواں کے پاس سے گزر کر لکھی پہنچا ، جو بالائی سندھ کا دروازہ تھا ۔ میرزا جانی بیگ ترخان حاکم ٹھٹھہ نے مقابلہ کیا ۔ کئی مرتبہ شکست کھائی ، آخر سنہ ۱۰۰۰ ھ (سنہ ۹۲—۱۵۹۱ ء) میں وہ صلح پر آمادہ ہوگیا ۔ مندرجۂ ذیل شرطیں قرار پائیں :

۱ ۔ میرزا سہواں کے قلعے کو جو دریائے سندھ کے کنارے پر واقع تھا ، شاہی لشکر کے حوالے کردے ۔

۲ ۔ خانخاناں کے فرزند میرزا ایرج کو دامادی میں قبول کرے ۔

۳ ۔ برسات کا موسم گزر جانے کے بعد بے توقف دربار میں حاضر ہوجائے ۔

میرزا جانی بیگ نے یہ شرطیں منظور کرلیں ، سہواں کا قلعہ خالی کردیا ۔ خانخاناں نے ملا حسن عرب کو اس میں بٹھا دیا اور خود برسات کا موسم گزارنے کی غرض سے لشکر کے ساتھ بیس کوس پر ٹھہر گیا ۔ برسات گذر جانے کے بعد میرزا جانی بیگ نے تیسری شرط کے مطابق عمل نہ کیا تو خانخاناں نے ٹھٹھہ پر چڑھائی کی ۔ میرزا جانی بیگ مقابلہ نہ

---

۱ ۔ ” تحفۃ الکرام “ ، جلد سوم ، صـ۴۷ ۔

کرسکا، ٹھٹھ فتح ھوگیا ۔ ترخانیوں کی حکومت ختم ھوگئی اور سندھ سلطنتِ مغلیہ کا ایک صوبہ بن گیا ۔

میاں محمد آدم شاہ سے دعا: معلوم نہیں، خانخاناں نے سھواں پر قبضے سے پہلے یا اس کے بعد کس موقع پر میاں آدم شاہ سے دعا کرائی ۔ صاحب "تحفۃ الکرام"، کا بیان ھے:

چوں در آں وقت خانخاناں نزد میاں آدم شاہ بہ استمداد دعا آمدہ و التماس نذرے کرد، حسب درخواست کبّرا ابرہ مذکورزمینداریِ زمینِ چاندوکہ از انتقالِ قومِ چاندیہ بہ وے گرفتہ داد (۱)

اس وقت خانخاناں دعا کی غرض سے آدم شاہ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ نذر قبول کی جائے ۔ کھبّڑ ابرہ کی درخواست کے مطابق خانخاناں نے چاندوکہ کی زمینداری چاندیہ قوم سے لے کر میاں صاحب کے حوالے کردی ۔

جب معلوم ھے کہ خانخاناں اپنے پیشرو صادق خاں کی ناکامی کے باعث متوھّم تھا، اور ھر بزرگ سے دعا کراتا تھا تو یقیناً وہ میاں محمد آدم شاہ کے پاس بھی پہنچا ھوگا جو اس زمانے کے ممتاز و مشہور اھل اللہ میں سے تھے ۔ بہر حال فتح سے پہلے یا اس کے بعد خانخاناں نے نذر پیش کرنی چاھی تو کھبّڑ ابرہ نے جو میاں صاحب کا خلیفۂ خاص تھا، چاندوکہ کی زمینداری حاصل کرلی ۔ زمینداری حاصل کرنے کا مدّعا یقیناً یہ نہ ھوگا کہ میاں صاحب دعوت و ارشاد کی

۱۔ "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص۔ ۱۰۳ ۔

مسند چھوڑ کر سندھ کے ایک ممتاز زمیندار بن جائیں ۔ مدّعا محض یہ ہوگا کہ ان کے پاس مریدوں کا ھجوم رھتا ھے اور ان کے لیے کھانے پینے کے انتظام کی احسن صورت یہی ہوسکتی ھے کہ میاں صاحب کو زمینداری مل جائے ۔ مرید اس کا انتظام کریں اور لنگر کا خرچ چلتا رھے ۔

ھیگ نے اپنی کتاب میں بالکل جداگانہ تصویر پیش کی ھے ۔ وہ لکھتا ھے :

> آدم شاہ کلھوڑا نے اپنے اعلیٰ کردار اور غیر آئینی اقدامات کی بناء پر شہرت حاصل کرنا شروع کی ۔ وہ کلھوڑوں کی ایک جماعت لے کر شمالی و جنوبی سندھ میں داخل ھوا ۔ وھاں اس کے دوسرے ھم مشرب ساتھ مل گئے ۔ چانڈیہ قبیلے سے بہت سی زمینیں چھین لیں ۔ اور اپنے پیرووں کے لئے چانڈوکہ میں نئے مامن کا انتظام کردیا (ح ۱) ۔
> یہ بیان میرے نزدیک بے اصل اور بے بنیاد ھے ۔

میاں صاحب کی وفات: میاں محمد آدم شاہ کے مزید حالات معلوم نہ ھوسکے ۔ ان کی وفات کے باب میں بیانات مختلف ھیں مثلاً :

۱ ۔ ''تحفۃ الکرام'' : شیخ الشّیوخ شیخ بہاءالدّین ملتانی کی اولاد میں سے لال عیسن ایک مشہور شیخ تھے ، ان سے میاں آدم شاہ نے تلمبہ میں ملاقات کی ۔ دن گزرتے گئے ، مرید بڑھتے گئے ، میاں صاحب نے زمین کی توسیع کے لئے کوششیں شروع کردیں ۔ گرد و پیش کے زمینداروں نے

---

۱ ۔ دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص ۱۱۱ ۔

شکایتیں کیں اور میاں آدم شاہ حاکم ملتان کے
ھاتھ سے درجۂ شہادت کو پہنچے (حـ ۱)

۲ - ''لب تاریخ سندھ'': زمینوں کے سلسلے میں
بعض ہمسائے زمیندار دشمن بن گئے - قلعۂ بکّھر
کے حاکموں نے میاں صاحب کو قید کرکے ملتان
بھیج دیا ، قید ھی میں انھوں نے جامِ شہادت
نوش کیا (حـ ۲) -

۳ - ''ھیوز'': حاکمِ ملتان کے دل میں حسد پیدا
ھوگیا - اس نے آدم شاہ پر یورش کردی - ساتھی
بکھر گئے ، خود آدم شاہ اسیر ھوگیا - اور اسے
موت کی سزا دی گئی (حـ ۳) -

۴ - ''ایٹکن'': خاندان کا پہلا فرد جو گمنامی کے
دھندلکے سے صاف باھر نکلا ، وہ آدم شاہ تھا -
وہ امن میں خلل ڈالنے پر تلا بیٹھا تھا - ملتان
میں اس نے شربت شہادت پیا (حـ ۴) -

۵ - سیّد علی محمد راشدی : آدم شاہ کے مرید بہت
بڑھ گئے ، اس طرح جو قوت اسے حاصل ھوئی ،
اس نے پڑوس کے بہت سے زمینداروں اور مختلف

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص-۱۰۳ - سیٹن نے لال عیسن کو
لال نیہ لکھا ہے -
۲- ''لب تاریخ سندھ'' ص ۱۰۶ -
۳- ھیوز کا ''سندھ گزیٹیئر'' ص ۳۱ -
۴- ایٹکن کا ''سندھ گزیٹیئر'' ص ۱۰۹ -

قبیلوں کے سرداروں کے دل میں حسد کی آگ بھڑکا دی - انھوں نے میاں صاحب کے خلاف ناظمِ بکھّر کے پاس تشویش انگیز داستانیں پہنچائیں - ناظم نے میاں صاحب کو ملتان بھیج دیا جہاں موصوف نے شربتِ شہادت نوش کیا (حـ ۱) -

۶ - ''مرآۃ دولتِ عبّاسیہ،، : بادشاہ کی طرف سے جو لوگ قلعۂ بکھّر کی حفاظت اور نظامت پر مامور تھے، ان سے لڑ کر اپنا سر قلم کرایا (حـ ۲) -

۷ - ''جواہر عبّاسیہ،، کا بیان ''مرآۃ،، کے عین مطابق ھے (حـ ۳) -

۸ - ''گولڈس مڈ،، : ھمیں بتایا گیا ھے کہ آدم شاہ ملتان میں مارا گیا (حـ ۴) -

۹ - ''نامۂ نغز،، :

بترسید والی ز پیر و مرید بایمائے حاکم ھلاکت رسید (حـ ۵)-

''والی،، سے مراد بظاہر ناظمِ بکھّر ھے اور ''حاکم،، سے حاکمِ ملتان -

---

۱- ''منشور الوصیّت'' کا انگریزی دیباچہ قلمی نسخہ صـ ۱۲ -
۲- ''مرآۃ'' صـ ۸۱ -
۳- ''جواہر'' صـ ۸۸ -
۴- ''شکار پور کے متعلّق تاریخی یادداشت'' صـ ۱۲ -
۵- ''نامۂ نغز'' صـ ۴ -

۱۰ - '' رؤساء پنجاب ،، میں ھے کہ آدم شاہ کو ملتان میں کسی شخص نے قتل کردیا (حـ ۱) -

۱۱ - پوسٹنز : میاں صاحب کی طبعی موت کا قائل معلوم ھوتا ھے (حـ ۲) -

۱۲ - میجر جنرل ھیگ : کلھوڑوں کے جارحانہ اقدامات اور ان تمام حقوق سے کامل بے پروائی کے باعث جو ان کی توسیع اقتدار میں حائل تھے - مظلموں میں غصے اور غیظ کا طوفان بپا ھوگیا - ملتان سے ایک فوج کلھوڑوں کی گوشمال کے لئے بھیجی گئی - وہ آدم شاہ کو گرفتار کرکے ملتان لے گئی اور وھیں اسے موت کے گھاٹ اتارا گیا (حـ ۳) -

۱۳ - ڈیوڈ سیٹن : اس نے زمینداروں کی زمینوں کو غصب کرلیا تھا - انھوں نے حاکم ملتان کے پاس شکایتیں کیں - حاکم نے آدم شاہ کو موت کی سزا دے دی (حـ ۴) -

ممکنات و قرائن : ان بیانات سے ظاھر ھے کہ میاں آدم شاہ کی شہادت پر اکثر سوانح نگار متفق ھیں - زیادہ تر لکھتے

۱- رؤساء پنجاب اردو ترجمہ جلد چہارم -
۲- پوسٹنز کی کتاب ''سندھ کے متعلق ذاتی مشاھدات'' ص ۱۶۵ -
۳- دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص ۱۱۱ - ۱۱۲ -
۴- تاریخ کلھوڑا انگریزی ٹائپ کی ھوئی کاپی مملوکہ سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی -

ھیں کہ وہ ملتان میں شہید ہوئے - " مرآۃ ،، و " جواھر ،، کے بیان کے مطابق بکّھر میں مارے گئے - " تحفۃ الکرام ،، کی روایت کو درست سمجھا جائے تو سمجھنا چاھیے کہ مریدوں کی تعداد بہت بڑھ جانے کے باعث انھوں نے مزید زمینیں حاصل کرنے کی کوشش کی - اس وجہ سے ھمسائے زمینداروں کے ساتھ کشمکش پیدا ھوگئی ، اور ان زمینداروں نے میاں صاحب کے خلاف اُلٹی سیدھی باتیں وضع کر کے انھیں گرفتار کرادیا - نظر بظاھر زیادہ قرینِ قیاس بیان " مرآۃ ،، و " جواھر ،، کا ھے کہ بکّھر میں شاھی ماموریں سے لڑائی ھوئی اور وھیں شہادت پائی - ملتان میں شہادت کے بعد ان کی میّت کو بکّھر لانا سہل نہ تھا ، اس لئے کہ وہ شاھی مجرم اور معتوب ھونے کی حیثیّت میں شہید ھوئے تھے - ان کی لاش کو اڑھائی تین سو میل لے جانے کی اجازت ملنا بظاھر مشکل تھا ، لیکن اکثر بیانات چونکہ ملتان ھی میں شہادت کے آئینہ دار ھیں، اس لئے اس واقعے کو محض بدیں وجہ رد نہیں دیا جاسکتا کہ اس میں بظاھر مشکلات محسوس ھوتی ھیں -

زمینداروں کا حسد کے باعث شکایتوں پر آمادہ ھو جانا تعجّب انگیز نہیں - میاں صاحب خدا رسیدہ بزرگ تھے ، ان کے پاس ھر وقت مخلص مریدوں کی بڑی جماعتیں ھوتی ھوں گی ، یقین ھے کہ ان کی زمینداری کا انتظام دوسروں کے مقابلے میں بہت اچھا ھوگا - اگر انھوں نے آس پاس کی زمینیں مناسب شرائط پر لینی چاھیں تو اسے قانوناً یا اخلاقاً ناواجب قرار نہیں دیا جا سکتا - اغلب ھے ، ان کا سلوک کاشتکاروں سے بہت اچّھا ھو، اور کاشتکار ان کی طرف زیادہ مائل ھوں - اس وجہ سے دوسرے زمینداروں کی حرص جلب منفعت کے لیے مشکلات

پیدا ہوگئی ہوں۔ انھوں نے مریدوں کی کثرت کو مبالغہ آمیز انداز میں پیش کر کے مامورین شاہی کو بد ظن کر دیا اور میاں صاحب کے لیے شہادت کی نوبت آئی ۔

مقبرہ: میاں آدم شاہ کا مقبرہ سکھر سے باہر جانب مغرب ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہے۔ ممکن ہے ، ایک زمانے میں اس کی عمارت بہت اچھی ہو، اب اس کی حیثیت بالکل معمولی ہے۔ کہتے ہیں میاں صاحب نے شہادت سے پیشتر وصیت فرما دی تھی کہ مجھے سکھر میں دفن کیا جائے۔ ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے کہ آغا شاہ محمد کوتوال ایام اسیری میں میاں صاحب سے روحانی فیض حاصل کرتا رہا ۔ اسی کو وصیت فرمائی تھی کہ نعش کو سکھر پہنچا کر ٹیلے پر دفن کیا جائے۔ آغا نے اس وصیت کی تعمیل کی (ح-۲)۔ باغ علی، صاحب ''نامۂ نغز،، فرماتے ہیں :

وصیت چنیں کرد آدم بجا به بکھر مرا دفن کردن روا
شده دفن حسب وصیت مقر جبل نزد بکھر وطن در سفر
(ح- ۲)

وصیت: ممکن ہے ، کسی دل میں خیال پیدا ہو کہ اس وصیت کی غرض کیا تھی ۔ قرینہ یہی ہے کہ میاں صاحب مظلوم شہید ہوئے تھے اور اپنے وطن میں اقربا اور ارادت مندوں کے درمیان دفن ہونے سے ان کی مظلومیت کا واقعہ

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۰۳ - سیٹن نے لکھا ہے کہ کوتوال آدم شاہ کا مرید تھا - وہ ان کی نعش کو سکھر لایا اور وہاں نعش دفن کی ۔

۲- ''نامۂ نغز'' ص- ۴ ۔

هر دل میں تازہ رہ سکتا تھا ۔ اس سانحے پر زمانۂ دراز گزر چکا ھے ۔ چونکہ ھمارے سامنے مفصّل حالات نہیں آئے ، اس لیے اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس شہادت اور مقبرے نے میاں صاحب کے ارادت مندوں میں عمل کا کیسا جذبہ پیدا کیا ہوگا ۔ بظاھر یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ کلھوڑہ خاندان کے لئے فراھمیِ جمعیّت کے سلسلے میں شہید مظلوم کے مقبرے نے بھی خاموشی سے اھم عامل کی حیثیّت میں کام کیا ھو ، اور کلھوڑوں کے عروج و اقبال میں یہ مقبرہ بھی ایک زینہ بنا ھو ۔ غالباً میاں آدم شاہ کی سی حیثیّت کے پیش نظر ''ٹی پوسٹنز،، نے لکھا تھا کہ جو قوت و اقبال مندی بعد از آں سندھ میں کلھوڑہ خاندان کے ساتھ وابستہ رھی ، اس کا اصل بانی آدم شاہ ھی تھا (حـ ۱) ۔

۱- ''پوسٹنز کی تاریخ سندھ''، ٹائپ کیا ھوا نسخہ مملوکہ سندھی ادبی بورڈ صـ ۳۲ ۔

گیارھواں باب

داود ۔ الیاس اور شاہ علی

میاں آدم شاہ کی اولاد: میاں آدم شاہ کے دو فرزند تھے: بڑا داؤد، چھوٹا ابراھیم ۔ کچھ معلوم نہیں کہ میاں صاحب کی شہادت کے وقت ان فرزندوں کی عمریں کیا تھیں۔ ''تحفہ الکرام،، نے لکھا ہے کہ دونوں کم سن تھے (حـ ۱) ۔ لیکن اگر خان بہادر خدا داد خان کے اس دعوے کو درست مانا جائے کہ میاں صاحب نے طویل عمر پائی (حـ ۲) تو قرینہ بھی ہے کہ دونوں بچے کم از کم حدِ بلوغ کو پہنچ چکے ہوں گے۔

''تحفہ الکرام،، میں مرقوم ہے کہ آغا شاہ محمد کوتوال میاں صاحب کی میت کو حسبِ وصیت ملتان سے

۱۔ ''تحفہ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۴ ۔
۲۔ ''لب تاریخ سندھ'' صـ ۱۰۶ ۔

سکھر لے گیا ، اور ایک ٹیلے پر دفن کردیا - پھر مرحوم کے مسکن میں پہنچا ، ان کے کم سن بچوں اور مریدوں کو اکٹھا کر کے خود مسندِ ارشاد پر بیٹھ گیا - یہ شخص قوم کا باوچ اور چتربار کا باشندہ تھا جو سبی کے نزدیک ہے (ح-۱) -

جانشینی کا مسئلہ: اگرچہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا بیان موجود نہیں، لیکن اسے محلِ نظر سمجھنے کے لئے بعض بدیہی وجہیں موجود ہیں مثلاً :

۱ - جن لوگوں کا رشتۂ ارادت میاں صاحب شہید سے وابستہ تھا ، وہ ان کے فرزندوں کے سوا کسی دوسرے کی جانشینی پر راضی نہ ہوسکتے تھے - آغا شاہ محمد کوتوال نے بلا شبہ میاں صاحب شہید سے ارادت کا بڑا ہی قابلِ قدر ثبوت فراہم کیا تھا ، لیکن وہ شہید کے صلبی فرزندوں پر ترجیح نہ پاسکتا تھا -

۲ - خود میاں صاحب کے فرزند بھی والد کی مسند کو کسی غیر کے حوالے نہ کر سکتے تھے -

۳ - میاں صاحب کے ساتھ لوگوں کی وابستگی کی بڑی وجہ یقیناً یہی تھی کہ وہ بڑے مرتاض و خدا پرست تھے ، لیکن ان کی عباسیت و ہاشمیت بھی اس سلسلے میں ایک قوی عامل کی حیثیت

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۰۳ و ۱۰۴ - لیپل گرفن کی کتاب (Chiefs and Families of Note in the Punjab) میں یہی لکھا ہے کہ ملتان کا کوتوال میاں صاحب کی میت کو سکھر لے گیا - ملاحظہ ہو کتاب مذکور جلد دوم ص- ۳۴۷ -

میں کار فرما رہی - یہ مقام اس شخص کو حاصل نہ ہوسکتا تھا جو قوم کا بلوچ تھا -

۴ - آغا شاہ محمد نے جس خلوص اور صدق عقیدت سے میاں صاحب کی وصیت کو پورا کیا، اس کے پیش نظر یہ بات کچھ اجنبی سی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے میاں صاحب کے فرزند اکبر کی موجودگی میں خود سجادہ نشین بننا منظور کیا ہو -

بہر حال قرینہ یہی ہے کہ آغا شاہ محمد نے میاں صاحب کے فرزند اکبر میاں داؤد کو مسند نشین کیا ہو اور خود دعوت و ارشاد نیز جائداد کے انتظام کی گراں بہا ذمہ داریوں کو اٹھا لیا ہو -

میاں داؤد کے حالات: میاں داؤد (حـ ۱) ہی نہیں بلکہ اس خاندان کے اکثر بزرگوں کے حالات ترتیب و تفصیل سے کسی نے نہیں لکھے، لہذا سوانح نگار کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ جو کچھ بھی متفرق تاریخی دفاتر میں مرقوم ہے، اسے چن چن کر ترتیب سے جمع کردے، اور ہر بیان کی حقیقت، عام تاریخی احوال و سوانح کی روشنی میں واضح کرتا جائے -

---

۱- خان بہادر خدا داد خاں نے خدا جانے کس بنا پر اسے داؤد ثانی قرار دیا - کلھوڑوں کی شاخ میں کوئی داؤد اول نہیں گزرا کہ اسے داؤد ثانی کہا جائے البتہ داؤد پوتروں شاخ میں دو داؤد گزرے ہیں جن کا ذکر گزشتہ ابواب میں کیا جا چکا ہے -

"تحفہ" الکرام"، میاں داؤد کے ذکر سے یکسر خالی ھے۔ خان بہادر خدا داد خاں کے بیان کا مفاد یہ ھے کہ ابتدائی دور میں کچھ موروثی زمینیں میاں داؤد کے قبضے سے نکل گئیں، لیکن لوگوں کی ارادت میں اضافہ ھوتا رھا، اس لئے آخری دور میں بہت سی نئی زمینیں ان کے قبضے میں آگئیں۔ جماعت کی تعداد بڑھ گئی اور کسی کے ساتھ کشاکش کی نوبت نہ آئی (حـ ۱)۔

سیّد علی محمد راشدی نے مندرجہ بالا مطالب کے علاوہ لکھا ھے کہ بکّھر کے مغرور و متکبّر ناظم کی معاندانہ شکایتوں کو سامنے رکھتے ھوئے میاں داؤد کے والد کو موت کی سزا دینا صریحی بے انصافی کا فعل تھا۔ اس وجہ سے سندھیوں کا بہت بڑا طبقہ میاں صاحب کا دلی ھمدرد بن گیا، اس لئے کہ وہ لوگ میاں صاحب کے والد کو مظلوم شہید سمجھتے تھے (حـ ۲)۔

ایک سوال: سوال کیا جاسکتا ھے کہ جن ارباب اختیار نے میاں آدم شاہ کو موت کی سزا دی تھی، وہ ان کے فرزند کو مسند آرائی کا موقع دینے پر کیوں راضی ھوگئے؟ میاں آدم شاہ شہید کے ارادت مند یقیناً میاں داؤد سے بھی بدستور وابستہ رھے ھوں گے، بلکہ مذکورہ بالا بیانات مریدوں کی تعداد میں اضافے کے دعویدار ھیں۔ اگر میاں آدم شاہ کا جرم یہی تھا کہ ان کے مرید بہت زیادہ تھے تو یہ زیادتی میاں

۱- "لب" تاریخ سندھ" صـ ۱۰۶ -
۲- "منشور الوصیّت کا مقدمہ (انگریزی) قلمی نسخہ" صـ ۱۳ و ۱۴ -

داؤد کو کیوں حکام کے عتاب سے محفوظ کر گئی؟ کیا یہ مان لیا جائے کہ میاں آدم شاہ کے خلاف معاند زمینداروں اور حاکموں کی شکایتیں غلط ثابت ہوچکی تھیں، اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ان کی اولاد کو نہ چھیڑا جائے؟ تاریخ کی زبان سے اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملتا -

میاں داؤد نے کب اور کہاں وفات پائی؟ اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوسکا اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں دفن ہوئے -

میاں الیاس محمد: میاں داؤد نے دو فرزند چھوڑے ، بڑا میاں الیاس محمد اور چھوٹا میاں شاہ علی ، جسے عام لوگ شاھل محمد کہتے تھے - پہلے میاں الیاس محمد سجادہ نشین ہوئے - ان کے متعلق مختلف تاریخی بیانات خلاصۃً ذیل میں درج ہیں :

۱ - ''تحفۃ الکرام،، : وہ مریدوں کی جمعیت بڑھانے میں کوشاں رہا (حـ ۱) -

۲ - '' خان بہادر خدا داد خان،، : اس نے مریدوں کی تعداد اور زمینوں کی مقدار بڑھانے کے لئے باپ اور دادا سے بڑھ کر کوششیں کیں - لمبی عمر پا کر فوت ہوا اور اس کا روضہ '' گھاڑ ،، نالے کے کنارے راقع ہے (حـ ۲) -

۳ - ''گولڈس مڈ،، : میاں الیاس ابن داؤد نے مریدوں

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۴ -
۲- ''لب تاریخ سندھ'' صـ ۱۰۶ -

کی تعداد بڑھانے کے لئے بڑی کوششیں کیں تاکہ خاندان کی برتری اور اقتدار میں اضافہ ہو (حـ ۱)۔

۴ - ''سیّد علی محمد راشدی،، : اس نے بہت سی زمینیں دوبارہ حاصل کرلیں جو اس کے والد کے زمانے میں کلھوڑوں کے ھاتھ سے چھن گئی تھیں، اور مریدوں کی تعداد بڑھا لی - اسے ضلع لاڑکانہ میں ''گھاڑ،، نالے کے کنارے دفن کیا گیا(حـ ۲) -

۵ - '' مرآۃ دولتِ عبّاسیہ ،، : میاں آدم شاہ کے بعد اس کی اولاد میں سے کسی نے فقیری یا امیری کا علم بلند نہ کیا ، ھاں الیاس محمد بن میاں داؤد بن آدم محمد جو آدم شاہ مشہور ھے ، زھد و ریاضت کی بنا پر ایک گروہ کا پیشوا بن گیا (حـ ۳) -

۶ - '' جواھر،، کا بیان بھی یہی ھے ، لہذا اسے الگ درج کرنے کی ضرورت نہیں (حـ ۴) -

۷ - سیٹن نے لکھا ھے کہ داؤد کمسن تھا - اس کو گدی پر بٹھایا ، ابراھیم بلوچ اس کا نگران بنا ، اس نے مریدوں کی جمعیّت کو متحد رکھا (حـ ۵) -

---

۱- ''شکار پور کے متعلّق تاریخی یادداشت'' ص ۱۲ -
۲- ''منشور الوصیّت کا مقدمہ (انگریزی) قلمی نسخہ ص ۱۴ -
۳- ''مرآۃ دولت عبّاسیہ'' ص ۸۱ -
۴- ''جواھر'' ص ۶۸ -
۵- تاریخ کلھوڑا انگریزی کا ٹائپ کیا ھوا نسخہ ص ۲ -

میاں الیاس اور جلال خان انڑہ: "مرآۃ" میں ایک عجیب قصہ بیان ہوا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ وڈیرا جلال خان ابڑہ میاں الیاس محمد کو اولیا میں شمار کرتا تھا۔ ایک روز میاں صاحب بطور مہمان جلال خان کے ہاں گئے۔ انھوں نے واپسی کا قصد کیا تو وڈیرا رخصت کے لئے ساتھ ہو گیا۔ راستہ وڈیرے کے کھیتوں میں سے گزرتا تھا۔ میاں صاحب نے پوچھا، یہ فصلیں کس کی ہیں؟ وڈیرے نے از راہِ ادب عرض کیا کہ آپ ہی کی ہیں۔ یہ سنتے ہی میاں صاحب کے ایک خادم نے کہا: "حضرت! مبارک ہو۔ وڈیرے نے اپنے تمام کھیت آپ کی خدمت میں بطورِ نذر پیش کردیئے"۔ دوسرا خادم بولا۔ "محض کھیت نہیں، بیل بھی آپ کو دے دیئے"۔ یہ سنتے ہی تیسرا خادم یوں گویا ہوا: "بیج اور کھیتی باڑی کا سامان بھی اس نذر میں شامل ہے"۔

وڈیرے جلال خان نے کہا کہ حضور کے خادم سچ فرماتے ہیں۔ میں نے سب کچھ آپ کی نذر کیا۔ اس کے بعد میاں الیاس محمد نے وڈیرے کی دی ہوئی زمینیں سنبھال لیں، اور انھیں میں مکان بنا کر رہنے لگے (حـ ۱)۔ یہ وڈیرا جلال خان وہی ہے جس کا ذکر داؤد پوتروں کے سلسلے میں بھی آچکا ہے۔

اس داستان کے باب میں نفیاً یا اثباتاً کچھ کہنا مشکل ہے، لیکن میاں الیاس محمد کے زھد و تقویٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسی داستانوں کو درست ماننا مشکل ہے۔ میاں صاحب کے پاس اپنی بے شمار زمینیں موجود تھیں، وہ کسی ارادت مند

۱۔ "مرآۃ" (ص۔ ۸۱ و ۸۲)۔

کے تواضع آمیز کلمات کو نذر کی دستاویز نہ بنا سکتے تھے، البتّہ یہ درست معلوم ھوتا ھے کہ جلال خاں ابرہ نے بھی کچھ زمین بہ طور نذر پیش کردی ھوگی۔

مآثر الامرا' کا بیان: غالباً یہی وڈیرا جلال خاں ھے جس کی عقیدت مندی کا ذکر صاحب "مآثر الامرا'" نے بھی کیا ہے۔ خدا یار خاں کے زیر عنوان درج ھے:

یکے از اسلاف او بہ رئیس قوم ابرہ کہ از قدیم الایّام مرزبانان ولایت سندھ بودند، پیوست۔ و پارہٴ اراضی بہ طریق مدد معاش حاصل کرد و اولادش بداں مستظہر شدہ قوتے گرفتند (حـ ۱)۔	خدا یار خاں کے اسلاف میں سے ایک ابرہ قوم کے رئیس سے وابستہ ھو گیا جو زمانہٴ قدیم سے ولایت سندھ میں زمینوں کی مالک چلی آتی تھی - تھوڑی سی زمین گزارے کے لئے لے لی اور اس کی اولاد نے اس پشتیبان کی بدولت قوت حاصل کر لی۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ھے، وفات کے بعد میاں الیاس محمد ضلع لاڑکانہ میں "گھاڑ" نالے کے کنارے دفن ھوئے (حـ ۲)۔

میاں شاہ علی: میاں الیاس محمد کی وفات کے بعد اس کا

۱- مآثرالامرا' جلد اول' صـ ۸٦۴ -

۲- سیٹن نے لکھا ھے کہ میاں الیاس ڈیری میں دفن ھوئے جو پڑی اور لاڑکانہ کے درمیان ھے - (تاریخ کلھوڑا انگریزی صـ ۱)۔

بھائی میاں شاہ علی عرف شاھل محمد مسند نشین ہوا ۔ اس کے متعلّق روایتوں کا مرقّع ذیل میں پیش کیا جاتا ھے :

۱ ۔ ”تحفۃ الکرام“ : اس کے عہد میں مریدوں کی تعداد پہلے سے بھی بڑھ گئی ۔ کھیتی باڑی کے کام میں خوب ترقی ہوئی ، لاڑکانہ کا نالا اسی نے کھدوایا ۔ اس نالے کے دونوں کناروں کی زمین قوم سانگی اور قوم ابرہ سے لے لی اور اپنی اولاد اور بھائیوں میں تقسیم کردی ۔ وہ خود موضع جیتانی میں رھتا تھا (ح ۱) ۔

۲ ۔ ”گولڈس مڈ“ : اس نے زراعت پر توجّہ مبذول کی اور اس میں اسے خوب کامیابی حاصل ہوئی ۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے روحانی پیروؤں کی تعداد بھی بڑھتی گئی ۔ لاڑکانہ اس کی محنت و مشقّت کا خاص میدان تھا (ح ۲) ۔

۳ ۔ ”خان بہادر خدا داد خاں“ : وہ بڑا متّقی اور پرھیزگار تھا ۔ مشہور ھے کہ نالا گھاڑ جو لاڑکانہ کے نزدیک بلکہ نیچے بہتا ھے ، اور مشہور نالا ھے ، اسی نے کھدوایا تھا ۔ اس نے سانگی اور ابرہ کے قبضے سے بہت سی زمینیں چھینیں ، اس وجہ سے میاں صاحب اور ان قوموں کے درمیان مسلّح جنگ

۱۔ ”تحفۃ الکرام“ ، جلد سوم ، ص ۱۰۴ ۔ میرزا قلیچ بیگ نے مقام کا نام ”جیبانی“ لکھا ھے ۔ ملاحظہ ہو ”تاریخ سندھ حصّہ دوم از میرزا قلیچ بیگ“ ص ۱۳۸ ۔

۲۔ شکارپور کے متعلّق تاریخی یادداشت ص ۱۲ و ۱۳ ۔

ھوئی (حـ ۱) ۔

۴ ۔ ''سیّد علی محمد راشدی،، : میاں آدم شاہ کے اخلاف میں سے میاں شاھل محمد کو ایک نہایت سرگرم کارکن مانا جاتا ھے اس نے زمینی مملوکات میں بہت اضافہ کرلیا ۔ کہا جاتا ھے کہ گھاڑ نالہ بھی اسی نے کھدوایا تھا ۔ اس نے سانگی اور ابرہ سے بہت سی زمینیں چھین لی تھیں ۔ یہ امر لڑائی کا باعث بن گیا (حـ ۲) ۔

۵ ۔ '' ایٹکن ،، : میاں آدم شاہ کے پوتے شاھل محمد کو کاروبار زراعت سے خاص دلچسپی تھی اور لاڑکانہ کی نہر ابتدا میں اسی نے کھدوائی تھی (حـ ۳) ۔

۶ ۔ سیٹن : اس نے لاڑکانہ کی نہر کھدوائی ۔ اس کے دونوں کناروں پر سانگی اور ابری کی جو زمینیں تھیں، وہ چھین کر اپنے بھائیوں کو دے دیں ۔ خود چیونارى میں مقیم ھوا ، ابروں کے سرداروں جام صدیق اور جلال خاں نے زمینداروں کو ساتھ ملا کر لڑائیاں کیں ، گورنر بکھر نے شاھل محمد کو موت کی سزا دے دی (حـ ۴) ۔

۱۔ ''لب تاریخ سندھ'' صـ ۱۰۶ ۔

۲۔ ''منشور الوصیّت کا مقدمہ (انگریزی) قلمی نسخہ صـ ۱۵ ۔

۳۔ ''سندھ گزیٹیئر'' صـ ۱۰۹ ۔

۴۔ تاریخ کلھوڑا (انگریزی) صـ ۲ ۔ سیٹن نے اسے شاہ محمّد مکی لکھا ھے جو غلط ھے ۔

شاہ علی کے وفات: مذکورہ بالا بیانات سے واضح ھے کہ شاہ علی یا شاھل محمد کو زمین کی آبادی سے خاص دلچسپی تھی، اسی غرض سے اس نے ایک لمبی نہر کھدوائی اور اس کے دونوں کناروں پر زمینوں کی آبیاری کا بندوبست کردیا، تاکہ کھیتی باڑی کا کام اچھے پیمانے پر جاری رھے۔ اس سلسلے میں سانگی اور ابرہ قوموں سے اختلاف پیدا ھوگیا جس نے رفتہ رفتہ مسلّح جنگ کی شکل اختیار کرلی۔ ابرہ قوم میں سے جام صدیق اور جلال خاں نے مریدوں کے تمام حقوق فراموش کردئیے، اوران زمینداروں کا ساتھ دیا جو میاں صاحب کے خلاف لڑنے مرنے پر آمادہ تھے۔ متعدد لڑائیاں ھوئیں جن کی تفصیل معلوم نہیں۔ بکّھر کا ناظم بھی اس باب میں مخالفوں کا معاون بنا رھا۔ انھیں لڑائیوں میں سے کسی ایک میں میاں صاحب مقتول ھوئے۔ ان کا مزار موضع مرھندہ میں ھے جو پرگنہ کھاری میں چاندوکہ کے قریب واقع ھے۔ میاں صاحب کی وفات سنہ ۱۰۶۸ھ (مطابق سنہ ۱۶۵۷ع) میں ھوئی (حـ ۱)، جب ھندوستان میں شاہ جہاں کے فرزند تاج و تخت کے لئے جنگ کررھے تھے اور ملک کے طول و عرض میں افرا تفری پھیلی ھوئی تھی۔

گولڈس مڈ، سیّد علی محمد راشدی، خان بہادر خدا داد خاں اور ایٹکن سب کا بیان یہی ھے۔

نامۂ نغز: سب سے آخر میں ان افراد کے متعلّق "نامۂ نغز" کا بیان ملاحظہ فرمائیے:

بہ بعدِ و فاتش کہ الیاس بود   نبیرہ او جانشیں شد بزود

۱۔ "تحفۃ الکرام"، جلد سوم صـ ۱۰۳۔

دریں شہر دھیری ہماں سن وسال | سراسر گزشت و بآخر وصال
که شاھل محمد برادر نشست | بجایش گرفته زسابق گزشت
اراضی به سانگین و ابره به جبر | گرفته و داده عزیزان گبر
ازیں جہت جاگیرداراں خفا | باذنِ حکومت کشد برخطا
چو رفت از جہاں نام نیکی ببرد | ہماں تاج باد یگری برسپرد

(حـ ۱) ۔

ان اشعار کی شعریت سے بحث نہیں، لیکن جو واقعات اوپر بیان ھوچکے ھیں، ان کی یہ تصدیق کررھے ھیں، یعنی :

۱ ۔ الیاس محمد کے بعد شاھل محمد گدی کا وارث بنا ۔

۲ ۔ اس نے سانگی اور ابڑہ سے زمینیں چھین کر عزیزوں کے حوالے کردیں ۔

۳ ۔ اس بنا پر جاگیردار ناراض ھوئے، حاکموں نے ان کی اعانت کی اور شاھل محمد لڑائی میں مقتول ھوا ۔

مقبرہ : شاھل محمد بڑے اونچے پائے کا بزرگ تھا، اس کے علاوہ اس میں عمرانی اور انتظامی صلاحیتیں اعلیٰ پیمانے پر موجود تھیں ۔ گھاڑ نہر اسی نے کھدوائی تھی ۔ اس کے مرقد پر مقبرہ سنہ ۱۱۸۸ ھ میں میاں غلام شاہ نے بنوایا ۔ مقبرے پر گنبد اور دیواروں پر کاشی کا نہایت خوب صورت کام تھا ۔

عام طور پر مشہور ھے کہ میاں شاھل محمد کے کوئی اولاد نہ تھی، لیکن بعض روایتوں سے معلوم ھوتا ھے کہ

---

۱ ۔ "نامۂ نغز" صـ ۴ ۔

مقبرے میں میاں صاحب کے علاوہ ان کے فرزند شاہ حسن کی قبر ھے، جو غالباً میاں موصوف کی زندگی میں فوت ھو گیا ۔

ھیگ کا بیان: ھیگ نے آدم شاہ کے بعد افراد خاندان کے تفصیلی حالات نہیں لکھے، وہ کہتا ھے کہ کلھوڑوں کا عام شیوہ یہ تھا کہ جارحانہ اقدامات اور غصب کے ساتھ ساتھ وہ زمین کی کاشت میں سخت محنت کرتے تھے ۔ وھی تھے جنھوں نے لاڑکانہ کی نہر گھاڑ کھدوائی اور چاندوکہ کو سب سے پہلے سندھ کا گلزار بنایا ۔ وہ جہاں غیر آئینی اقدامات سے قدم جماتے بنجر زمینوں کو زرخیز کھیت بنا دیتے ۔ سخت محنت و مشقت کر کے ثابت کر دیتے کہ غیر آئینی طریق پر حاصل کی ھوئی چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی بھی ان پر فوقیت نہیں لے جا سکتا ۔ لیکن یہ بات ان مالکوں کے لیے اطمینان کا باعث نہ بن سکتی تھی جن سے زمینیں چھنی تھیں ۔

غرض زمیندار بکھّر اور ملتان کے حاکموں کے پاس شکایتیں پہنچاتے ۔ فوجیں بھیجی جاتیں تہ وہ کلھوڑوں کو زمینوں سے بے دخل کریں ۔ انہیں جنگوں میں شاہ علی مارا گیا ۔ لیکن جونہی فوجیں واپس ھوتیں کلھوڑے پھر پہلی جگہوں پر پہنچ جاتے (حـ ۱) ۔

حالات پر عام تبصرہ: میاں آدم شاہ سے میاں شاہ علی عرف شاھل محمد تک مختلف افرادِ خاندان کے جو حالات بیان ھوئے، ان سے واضح ھوتا ھے :

۱ ۔ میاں آدم شاہ سے خاندان میں دعوت و ارشاد کی

---

۱ ۔ دی انڈس ڈیلٹا کنٹری ص ۱۱۲ ۔

جو مسند قائم ھوئی تھی ، اس کی رونق اور اعزاز و اکرام میں کوئی کمی نہ آئی ۔

۲ - لوگ برابر اس مسند سے کسب فیض کرتے رھے ، اور ان کی تعداد میں عہد بہ عہد اضافہ ھوتا رھا ،

۳ - کھوڑہ خاندان میاں آدم شاہ کے وقت سے زمینداری کا سلسلہ بھی شروع کرچکا تھا ۔ اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ دعوت و ارشاد کی اس مسند نے نذور و فتوح کی عام رسم کو ترک کرکے ، مریدوں کے لئے خورد و نوش کا انتظام اپنے ذمّے لے لیا تھا اور اس کی صورت یہ تجویز کی تھی کہ زمینداری سے جو کچھ پیدا ھو ، وہ ارادتمندوں پر خرچ ھوتا رھے ۔

۴ - چونکہ مخلص عقیدتمند اُن کے پاس ھر وقت جمع رھتے تھے ، ان کے ذریعے سے زمینداری کے انتظام میں خاصی مدد ملتی ھوگی ۔ مسند نشینوں کے دل و دماغ انتظامی صلاحیتوں سے بوجہ احسن بہرہ مند تھے ۔ اس لئے وہ افتادہ زمینوں کی آبیاری میں سرگرم رھے اور ان کی زمینداری برابر ترقّی پذیر رھی ۔

۵ - ان انتظامات سے مریدوں کے معاشی مسائل بھی عمدہ طریق پر حل ھوتے رھے ، اور جس مسند دعوت و ارشاد میں معاش و معاد دونوں کی بہبود کے وسائل موجود تھے ، وہ کیوں عوام میں زیادہ سے زیادہ ھردلعزیز نہ ھو جاتی؟

۶ - زمینداروں کی تحسین و ترقّی ھی نے منفرق

مالکانِ اراضی کے دل میں حسد کی آگ بھڑکائی ، اور وہ پرخاش و پیکار کی تدبیریں اختیار کرتے رہے - اس سلسلے میں اوّل میاں آدم شاہ کو شہادت کی منزل پیش آئی - میاں صاحب کے بعد ان کے پوتے شاھل محمد کو جان قربان کرنی پڑی ، لیکن خلقِ خدا کی معاش و معاد کے سلسلے میں ھدایت و رھنمائی کے جس سلسلے کا آغاز اس خاندان میں میاں آدم شاہ کے زمانے سے ھوا تھا ، وہ بدستور جاری رھا - یہاں تک کہ قدرت نے اس خاندان کو خطّہ سندھ کی حکمرانی کے منصب پر پہنچا دیا -

پوسٹنز رقم طراز ھے :-

آدم شاہ کے پیروؤں کی تعداد بہت بڑھ گئی - موصوف کی وفات کے بعد اس کی شہرت اور اثر و رسوخ کو اخلاف کی چھ پشتوں میں بقاے دوام مل گئی ، جو یکے بعد دیگرے باقاعدگی سے دعوت و ارشاد کی مسند کے لئے وجہِ زینت بنتے رھے (حـ ۱) -

---

۱- پوسٹنز : سندھ کے متعلّق ذاتی مشاھدات صـ ۱۶۵-۱۶۶ -

بارھواں باب

میاں نصیر محمد کلھوڑا

دو نمایاں خصوصیتیں : میاں شاہ علی عرف شاھل محمد کی وفات پر اس کا بھتیجا میاں نصیر محمد بن الیاس محمد سنہ ۱۰۶۸ھ (سنہ ۱۶۵۷ع) میں موروثی مسند پر بیٹھا - اس کے حالات بیان کرنے سے پیشتر دو خصوصیتوں کا ذکر ضروری ہے جن کی بنا پر وہ اپنے اسلاف کے مقابلے میں ممتاز ہے : ایک یہ کہ اس کی مسند نشینی نیز مدت دعوت و ارشاد اور وفات کے سنین یقینی طور پر معلوم ھیں - اس وجہ سے سمجھنا چاھیے کہ میاں نصیر محمد خاندان میں پہلا شخص ہے جس کی حیثیت تاریخی لحاظ سے مسلّم و مستند ہے - دوسری خصوصیّت یہ ہے کہ اسی کے زمانے میں کلھوڑا حکمرانی کی داغ بیل پڑی - اگرچہ خاندان چار پشتوں سے عوام کی ارادت کا مرجع چلا آتا تھا اور دعوت و ارشاد کے علاوہ زمینداری کا سلسلہ بھی خاصے

اعلیٰ پیمانے پر پہنچ چکا تھا ، لیکن انتظامات میں حکومت کی سج دھج نمایاں نہ ہوئی تھی ۔ میاں نصیر محمد کے عہد میں مریدوں سے لشکر مرتب ہو گئے اور پورے انتظام نے حکومت کا رنگ ڈھنگ اختیار کر لیا ، اگرچہ اس کی حیثیت بالکل ابتدائی تھی اور لازم تھا کہ وہ مروجہ اصول و قواعد کے مطابق حکومت بننے کے لئے مزید پچاس برس تک صبر آزما جد و جہد اور سعی و کوشش کی جانفشانیاں قبول کر لے ۔

زندگی کے تین دور: میاں نصیر محمد کی زندگی کو سرسری طور پر تین دوروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور تینوں ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہیں ۔ ابتدا میں اس نے زھد و ریاضت کی بنا پر غیر معمولی شہرت حاصل کی ۔ اور لوگ جوق در جوق اس کے گرد جمع ہونے لگے ۔ یہ صورت حال مقامی رئیسوں اور سرکاری کارندوں کے دل میں گونا گوں وساوس پیدا کر سکتی تھی ۔ معلوم تھا کہ میاں محمد آدم شاہ اور میاں شاھل محمد کے خلاف ایسے ھی حالات نے خوفناک غلط فہمیوں کا سامان فراھم کیا تھا ۔ نصیر محمد نے دور اندیشی سے کام لے کر یہی مناسب سمجھا کہ احتیاط کا سر رشتہ ھاتھ سے نہ چھوڑے ، اور حسد و رقابت یا غلط فہمی کا موقع نہ آنے دے ۔ چناچہ وہ اپنے وطن سے ھجرت کر کے عارضی طور پر باھر چلا گیا ۔ دوسرے دور میں وہ واپس آیا تو کارکنان حکومت سے کشمکش جاری ہو گئی اور انجام کار اسے قید و بند سے سابقہ پڑا ۔ تیسرا دور اس نے اطمینان و فراغت بالی سے گزارا اور اسی دور میں اپنے انتظامات کو اک گونہ حکومت کی شکل دی ۔

پہلا دور: پہلے دور کا ذکر صرف ”مرآۃ دولت عباسیہ“

اور '' جواھر عبّاسیہ ،، میں ملتا ھے لیکن اسے درست ماننے میں تامل نہ ھونا چاھیے ، اس لئے کہ تمام قرائن اس صورت حال کے مؤیّد ھیں ۔ '' مرآۃ ،، کا بیان ھے :

میاں نصیر محمد بن الیاس محمد مرحوم مرقوم در عالم عبادت مجتهد وقت گردید ۔ عامه مردم بر او گرد آمدند و او عاقبت بینی کرده از فرط لحاظ بر طرف ملتان و لاهور هجرت گزیده و بعد مدتی از آنجا رجعت ورزیده در اقطاع متعلقه مردم چینه رسید ۔ (حـ ۱)

میاں الیاس محمد مرحوم (جس کا ذکر پہلے آ چکا ھے) کا فرزند میاں نصیر محمد عبادت گزاری میں سب پر بازی لے گیا ، لوگ اس کے گرد بکثرت جمع ھونے لگے ، وہ دور اندیشی سے کام لیتے ھوئے ملتان و لاھور کی طرف نکل گیا ۔ ایک مدت کے بعد لوٹا اور ان خطّوں میں پہنچا جو چینہ قوم سے متعلّق تھے ۔

'' جواھر ،، میں مرقوم ھے :

میاں نصیر محمّد بن محمّد الیاس موصوف که عابد وقت خود بود ، عامه مردم بروی گرد آمدند و او به لحاظ عاقبت بینی به ملتان و لاهور هجرت گزید و بعد مدّت مدید رجعت ورزیده در اقطاع

میاں نصیر محمّد بن محمّد الیاس اپنے زمانے کا مشھور عابد تھا ۔ عام لوگ بکثرت اس کے گرد جمع ھو گئے ۔ اس نے دور اندیشی سے کام لیتے ھوئے ملتان و لاھور کی طرف ھجرت اختیار کر لی ۔

۱ - ''مرآۃ'' صـ ۸۲ ۔

متعلقہ مردم چینہ رسید (حـ ۱) لمبی مدّت گزر جانے کے بعد وہ لوٹا اور چینہ قوم کے علاقوں میں پہنچا -

دونوں بیانوں کا مضمون ھی نہیں ، الفاظ بھی تقریباً یکساں ھیں - ان کا مفاد وھی ھے جو پہلے پیش کیا جا چکا ھے ، یعنی :

۱ - میاں نصیر محمدؐ نے زھد و عبادت میں وہ درجہ حاصل کر لیا جو ان کے زمانے میں کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا - اس وجہ سے لوگ کسب فیض کے لئے بکثرت اس کے پاس آنے لگے -

۲ - مشتاقان فیض کی کثرت مقامی رئیسوں اور ارکان حکومت میں سوء ظن پیدا کرنے کا موجب ھو سکتی تھی ، لہذا میاں نصیر محمدؐ نے مصلحت کے پیش نظر سیر و گردش اختیار کر لی ، اور وہ ملتان و لاھور کی طرف نکل گیا - جہاں لمبی مدت گزاری -

۳ - مراجعت پر چینہ قوم کے علاقوں میں پہنچا اور وھاں مقیم ھو گیا -

یہ معلوم نہیں کہ میاں ملتان و لاھور میں کہاں کہاں رھا ؟ کتنی مدت ان علاقوں میں گزاری؟ پھر کن معلومات کی بنا پر اطمینان خاطر سے مراجعت مناسب سمجھی ؟

۱- "جواھر" ص- ۶۹ -

امیر فیروز خان کی عقیدت: داؤد پوتروں میں سے یہ امیر فیروز خان کا زمانہ تھا (ح ۱) ۔ میاں نصیر محمدؐ خاندانی قرابت کی بنا پر امیر فیروز خاں سے ملتا رہتا تھا ۔ ''مرآۃ،، کا بیان ہے کہ میاں سے جو عجیب و غریب باتیں سرزد ہوتی تھیں ، ان کے متعلق لوگوں میں دو رائیں تھیں ۔ بعض انھیں واقعی کرامتیں سمجھتے تھے اور بعض استدراج قرار دیتے تھے (ح ۲) ۔ '' جواھر ،، نے اختلاف رائے کا قطعاً ذکر نہیں کیا ۔ دونوں کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر فیروز خان کو بھی میاں نصیر محمدؐ کے متعلق حسن ظن تھا ، اور وہ میاں کی مدارات و تواضع کرتا رہتا تھا ۔ ''مرآۃ،، میں مرقوم ہے :

یک روز میاں مشار الیہ بہ ایک دن میاں موصوف آ کر

۱- پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ''مرآۃ'' و ''جواھر'' کے روایت کے مطابق فیروز خاں کے پوتے بہادر خاں ثانی نے شکارپور کی بنیاد رکھی اور اس راویت کو ہم نا قابل قبول قرار دے چکے ہیں ۔ زیر غور بیان میں ''مرآۃ'' و ''جواھر'' نے خود سابقہ بیان کی تردید کر دی ہے ۔ وہ یوں کہ اگر میاں نصیر محمدؐ کے زمانے میں جو ۱۰۶۸ ھ میں ارشاد کی آبائی مسند پر بیٹھا ، فیروز خاں زندہ تھا تو اس کا بیٹا بہادر خاں ثانی اس سے بیالیس برس پیشتر شکارپور کی بنیاد کیونکر رکھ سکتا تھا؟ ماننا چاہیے کہ شکارپور کی بنیاد فیروز خاں سے پہلے پڑ چکی تھی ۔

۲- ''مرآۃ'' ص ۸۲ ۔ استدراج اصطلاح میں ان خارق عادت باتوں کو کہتے ہیں جو غیر مسلم سے سر زد ہوں ۔ کرامتیں اولیا کی خارق عادت باتیں اور معجزے نبی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں ۔ جو خارق عادت باتیں نبی سے قبل از نبوت صادر ہوں ، وہ ''ارھاص'' کہلاتی ہیں ۔

مہمانیٔ ایشان آمد ، امیر مکارم تصویر از توجّہ و میزبانی‌درخدمت اوشان باقصی غایت کوشیدہ او شان را بہ نہایت خورسند گردانید بعضی متعلقان حرم سرای عنتّت . . بہ اقتضای اغلب تعلّق دلی بہ امیرزادہ بہادر خان از برای امیرزادہ موصوف دعوت ترقیٔ درجات و بہروزی درخواستند ـ میاں مشار الیہ از سر صفا دعا فرمود ـ گویند از آں روز رشد و حشمت امیر معظّم رو بہ افزائش نہاد (حـ ۱)ـ	امیر فیروزخان کے پاس مہمان رہا ـ امیر نے میزبان کے فرائض کی بجا آوری انتہائی کمال پر پہنچا دی اور میاں کو حد درجہ خوش کر دیا ـ امیر فیروز خان کے حرم میں سے بعض دو امیر زادہ بہادر سے بیحد محبت تھی ، اس بنا پر امیر زادہ موصوف کے حق میں ترقّی درجات اور خوش حالی کی دعا کے لیے میاں سے درخواست کی ـ موصوف نے سچّے دل سے دعا کی ـ کہتے ہیں کہ اسی دن سے امیر کے رشد و حشمت میں اضافہ شروع ہو گیا ـ

'' جواہر ،، نے تفصیل بیان نہیں کی ، لیکن دعا کرانے کا ذکر اس میں بھی ہے (حـ ۲) ـ

دوسرا دور: میاں نصیر محمد کی زندگی کے دوسرے دور کے سلسلے میں روایتیں مختلف ہیں ـ '' تحفۃ الکرام ،' کا بیان ہے کہ میاں نصیر محمدّ رشد میں اپنے تمام اسلاف سے بڑھ گیا ، اور اس کے پاس اتنی جمعیّت فراہم ہو گئی کہ وقت کے تمام لوگ اس پر حسد کرنے لگے :

۱- ''مرآۃ'' صـ ۸۳ -

۲- ''جواہر'' صـ ۶۹ -

بومیان سرِ کاوش آمده مغلان
بکھّر را برداشتند ، لاچار
سوی ریگستان شد - بعد
اندک ایّام بنابر فقدان
کشت و کار که لازمهٔ قوت
بشری است ، مراجعت نموده
در حدود پنہواران اقامت
فرموده - میر پنہوار سر گروه
پنہواران بحاکم بکھّر در
خورده لشکر گران که در
آن جمله میرزا خان نیّتی
حاکم سیوی بود ، آورده ،
بعد اندک زد و خورد میرزا
خان به مصالحه طلبیده همراه
عم خود محبت خان بحضور
عالمگیر فرستاده ، مدتی وی
را آنجا به حبس گزاشته و این
جا به فقیران درمانده به
کرّات محاربات رفته تا آنکه
بعد زمان طویل خود بخود
از حبس نجات یافته به اوطان
رسیده (حـ ۱) -

مقامی لوگ لڑائی کے لیے
تیّار ہو گئے اور بکھّر کے
مغلوں کو اٹھا لائے - میاں
نصیر محمّد مجبور ہو کر
ریگستان کی طرف چلا گیا
وہاں کھیتی باڑی کا کوئی
سامان نہ تھا اور اس کے
بغیر زندگی گزارنی مشکل
تھی - لہذا واپس ہو کر
پنہواروں کے علاقے میں
مقیم ہو گیا - میر پنہوار جو
پنہواروں کا رئیس تھا ،
بڑا بھاری لشکر لے آیا -
اس میں میرزا خان یعنی
حاکم سبی بھی شامل تھا -
کچھ دیر تک چپقلش ہوتی
رہی - پھر میرزا خان نے
میاں صاحب کو مصالحت
کا پیغام بھیج کر بلایا اور
اپنے چچا محبت خان کے
ہمراہ عالمگیر کے حضور
دھلی بھیج دیا - وہاں میاں
نصیر محمّد ایک مدت تک
قید میں رہا - یہاں باقی ماندہ
فقیروں سے بار بار لڑائیاں

۱- ''تحفة الکرام'' جلد سوم ، ص ۱۰۴ و ۱۰۵ -

ہوئیں - لمبی مدت کے بعد
میاں نصیر محمدؐ خود بخود
قید سے رہا ہوکر اپنے وطن
پہنچ گیا -

"مرآۃ" و "جواہر" کا بیان: "مرآۃ" و "جواہر" کا بیان "تحفۃ الکرام" سے مختلف ہے - مثلاً "مرآۃ" نے لکھا ہے کہ میاں نصیر محمدؐ نے وڈیرا جلال خاں مرحوم کی صلاح سے نلی میں قلعہ بنا لیا تھا ، اور پرگنہ چھنی پر قبضہ جما لیا تھا - پھر اس نے بہت سے لوگوں کو جمع کر کے شورش بپا کی :

بر سر بعضی اقطاع صوبہ بکھرؐ و سیوستان ناگہان ریختہ و خون بسیاری از گماشتگان بادشاہی بر خاک آمیختہ محالات کثیرہ بہ تصرف آوردہ محبتؐ خان ناظم بکھرؐ و نواب میرزا خان از سیوی بہ اخراجش کوشش امکانی مبذول ساختہ بہ جنگ‌های متواتر و چپقلش‌های سخت پرداختند امّا کاری پیش نہ رفت. درین صورت . . . شہزادہ محمدؐ معز الدین حسب الحکم سلطانی اشرف حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر از ملتان متوجّہ و بعد جنگ میان مشارالیہ

صوبہ بکھرؐ و سیوستان کے بعض علاقوں پر اچانک حملہ کر کے بہت سے شاہی گماشتوں کا خون بہایا اور بہت سے علاقوں پر قبضہ جمالیا - محبتؐ خاں حاکم بکھرؐ اور نواب میرزا خاں حاکم سبی نے میاں کے اخراج کے لئے بہت کوششیں کیں - بار بار سخت جنگیں ہوئیں ، لیکن حصول مقصد کی کوئی صورت نہ بنی - ان حالات میں اورنگ

را دستگیر کرد بہ شاہ جہان آباد بردند و چندی محبوس ماند (حـ ۱) .	زیب عالمگیر کے حکم کے مطابق شہزادہ محمد معزالدین ملتان سے آیا اور جنگ کر کے میاں صاحب کو گرفتار کیا ۔ پھر اسے دھلی بھیج دیا جہاں وہ کچھ مدت قید رہا ۔

''جواھر،، کا بیان بھی قریب قریب یہی ھے (حـ ۲) ، لہذا اسے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ۔

تصریح طلب امور : اس سلسلے میں جن امور کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی ، وہ ذیل میں درج ھیں :

۱ ۔ اگر ''مرآۃ،، و ''جواھر،، کے بیان کے مطابق میاں نصیر محمد نے اس خیال سے وطن چھوڑ دیا تھا کہ مقامی رئیسوں یا حاکموں کے دل میں غلط فہمی پیدا نہ ھو، تو وہ رزم و بیکار کے لئے کیوں تیار ھوگیا ؟ ملتان و لاھور کی طرف سے واپسی پر اگر مقامی رئیس اور حاکم آزار کے درپے ھوگئے تھے ، تو کیا میاں نصیر محمد دوبارہ ملتان و لاھور یا کسی دوسری طرف نہ جاسکتا تھا ؟

۲ ۔ اگر پہلے اس لئے ھجرت اختیار کرلی تھی کہ

۱۔ ''مرآۃ'' صـ ۸٦ ۔

۲۔ ''جواھر'' قلمی نسخہ صـ ۱۷ و ۲۷ ۔

اس کے پاس آدمی زیادہ نہ تھے تو پھر ''مرآۃ''
و ''جواھر'' کا یہ بیان قابل قبول نہیں رھتا کہ
لوگ بکثرت اس کے گرد جمع ہونے لگے تھے -

۳ - میاں صاحب کے پاس اتنا لشکر کہاں سے جمع
ھوگیا کہ حاکم بکھر و سیوستان اور حاکم
سبی وڈھاڈر مل کر بھی اسے شکست نہ دے سکے،
اور اورنگ زیب عالمگیر نے ملتان سے شہزادہ
معزّالدین کو بھیجا، پھر جا کر میاں صاحب کی
بپا کی ہوئی شورش کو دبانے کا انتظام ھوا؟

۴ - اگر ''تحفۃ الکرام'' کا یہ بیان درست ھے کہ
میاں صاحب کشمکش سے احتراز کی بنا پر ریگستان
میں چلے گئے، تو کیا انھیں یہ علم نہ تھا کہ
وھاں اشیاے خور و نوش کی دقّت پیش آئے گی؟
دقّت پیش آنے پر مراجعت ناگزیر ھوگئی تو
کیا انھیں یہ علم نہ تھا کہ واپس جاتے ھی
لڑائیاں شروع ھوجائیں گی؟

حالات کا امکانی نقشہ: ان میں سے کسی امر کی تصریح کے لئے ھمارے سامنے کوئی ذریعۂ معلومات نہیں، البتّہ تمام بیانات پر نظرِ غائر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ھوجاتی ھے کہ میاں صاحب نے کشمکش سے بچنے میں حتّی الامکان کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھّا - پہلے وطن چھوڑا اور خاصی مدت تک وہ باھر پھرتے رھے، جب انھیں نظر بہ ظاھر اطمینان ھوگیا کہ کشمکش پیدا نہ ھوگی تو

واپس ھوئے، لیکن عقیدت مندوں کے ھجوم کو دیکھ کر نہ مقامی رئیس حسد و رقابت سے کنارہ کش رہ سکتے تھے، اور نہ سرکاری کارندے مطمئن ھو کر بیٹھ سکتے تھے - میاں صاحب نے دوبارہ پہلو بچانا چاھا اور ریگستان میں نکل جانا گوارہ کر لیا - کچھ مدت وھاں گزار کر دوبارہ واپس آئے تو پھر مخالفوں کو آمادۂ رزم و پیکار پا کر بہ درجۂ مجبوری لڑنے کے لئے تیار ھونا پڑا - اغلب ھے، ان لڑائیوں میں انھوں نے سرکاری کارکنوں کو بار بار شکستیں دی ھوں، اور کچھ علاقوں پر قبضہ جما لیا ھو - سرکاری کارکنوں کے پاس بے شک بڑے لشکر ھوں گے، لیکن وہ لوگ معنوی اعتبار سے میاں صاحب کے نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے، لہذا شکستیں اٹھاتے رھے - صورت حال کا نقشہ پیش نظر بیانات کی بنا پر قیاس کے سوی قلم سے تیار کیا گیا ھے اور یہی نقشہ زیادہ سے زیادہ قرین صحت معلوم ھوتا ھے -

قید سے رھائی: "تحفۃ الکرام" نے لکھا ھے کہ میاں صاحب کو خود بخود قید سے رھائی مل گئی - "جواھر" نے تفصیل یوں بتائی ھے :

سپس کہ از فرط قہر از شاہ جہان آباد بواسطۂ احتباسش سمت قلعۂ گوالیار ارسال داشتند - مشارو، الیہ در عرض راہ فرصت یافتہ با سہ کس ہمراہی بگریخت - اوّل بجیسلمیر و از آنجا بہ اوچ و سیت پور وارد، و چوں پیش از ورود شان

بعد از آں میاں کو دھلی سے بہ سلسلۂ قید گوالیار بھیج دیا گیا - راستے میں موقع پا کر دو تین ساتھیوں کے ھمراہ بھاگ نکلا - پہلے جیسلمیر پھر اوچ اور سیت پور پہنچا - اس کے پہنچنے سے پیشتر جگہ

فرامین قہرمان سلطان برای مواخذۂ اوشاں در ہرجا رسیدند، لہذا خوانین قوم ناہر کہ در آں زماں بہ سیت پور و علی پور وغیرہ تعلقات و خوانین مررانی در جمیع تعلقات ڈیرہ غازی خاں بہ انسداد طرف و معابر دریا جد و جہد تمام ورزیدند، لیکن اینہا بہ ہر طور نزد مردم فراری فائز و آنہا تا بہ شکار پور پیش امیر محمد بہادر خاں رسانیدند (حـ ۱) -

جگہ شاہی فرمان گرفتاری کے لئے آچکے تھے - ناہر قوم کے خوانین سیت پور اور علی پور میں، مررانی قوم کے خوانین ڈیرہ غازی خاں کے تمام تعلقات میں راستوں اور گھاٹوں کو روکنے کے پورے انتظامات کرچکے تھے، لیکن میاں کسی نہ کسی طرح فراریوں کے پاس پہنچ گیا اور انہوں نے میاں کو شکار پور میں امیر محمد بہادر خاں کے پاس پہنچا دیا -

'' جواہر '' کا بیان بھی یہی ہے (حـ ۲)، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر محمد بہادر خان داؤد پوترہ نے کس بنا پر ایسے سخت شاہی مجرم کو اپنے پاس پناہ دی؟ اس کا جواب '' مرآۃ '' و '' جواہر '' دونوں نے یہ دیا ہے کہ امیر کی عالی ہمتی نے گوارا نہ کیا کہ میاں کو پریشانی اور مصیبت کے دور میں اپنے ہاں سے نکال دے، بلکہ اپنے پاس ٹھہرا کر میاں کو معافی دلا دی - پھر اسے چاندوکہ کے پرگنے میں بٹھا دیا (حـ۳) - اس مقام پر پہنچ کر میاں صاحب کی زندگی کا

۱- ''مرآۃ'' صـ ۸۷ -
۲- ''جواہر'' صـ ۲۷ -
۳- ''جواہر'' صـ ۳۷ و ''مرآۃ'' صـ ۸۷ -

بارهواں باب

دوسرا دور ختم هو گیا -

تیسرا دور: "تحفتہ الکرام" میں مرقوم ھے کہ قید سے واپس آنے کے بعد میاں صاحب نے پنهواروں کے علاقے میں اپنے لئے ایسی جگہ تجویز کی، جس کے ایک طرف پہاڑ تھا اور دوسری طرف ٹھنڈا پانی - اس جگہ ایک بستی کی بنیاد رکھی جو "کھاری" کے نام سے موسوم ھوئی - وہ خود بھی اپنے آپ کو "فقیر" سمجھتے تھے اور ان کے خلفاء بھی "فقیر" ھی کے لقب سے ملقب تھے - انھوں نے فوجہ فقیر کو موضع هڑی میں، اور عنایت شاہ فقیر کو کاچھ میں بٹھا دیا - وہ لوگ مدت سے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رھے تھے اور اهل و عیال کے جنجال سے بھی آزاد رھے تھے - اب باقاعدہ مستقل زندگی اختیار کرلی - ایک مرتبہ یعقوب خاں حاکم بکھر سے جنگ پیش آئی جس میں فقیروں نے حاکم پر فتح پائی - لا کھاوٹ (حـ ۱) کا پرگنہ سیوستان کے مغلوں سے اجارے پر لے لیا - منگن سورہ فریدبھاگٹ کی کوششوں سے حاصل ھوا - پرگنہ سہتی بھی میاں صاحب کے قبضے میں آگیا - وھاں ان کے ایک خلیفہ فیروز وبراڑ نے نئے شہر کی بنیاد رکھی جس کا نام نوشہرہ فیروز مشہور ھوا - غرض میاں صاحب کے ارادت مند بالائی سندھ کے مختلف حصوں میں اک گونہ استقلال کے مالک بن گئے - پینتیس یا چھتیس برس تک مسند نشین رھنے کے بعد میاں صاحب نے سنہ ۱۱۰۳ھ (سنہ ۱۶۹۲ء) میں وفات پائی - موضع کھاری کے سرخ

۱- میرزا قلیچ بیگ نے اپنی تاریخ میں اس کا نام "لاکھاٹ" لکھا ھے - "تاریخ سندھ" جلد دوم ص ۱۳۹ -

ٹیلے پر انھیں دفن کیا گیا - (حـ ۱) -

میاں صاحب کی شخصیت: اب میاں صاحب کی شخصیّت کے متعلّق مختلف سوانح نگاروں کی رائیں ملاحظہ فرمائیے : -

۱ - خان بہادر خدا داد خان : اگرچہ بظاہر فقیر تھا، لیکن نہایت دلیر تھا - بارہا پنہواروں کے سردار، بکّھر کے مغلوں اور سبی کے افغانوں سے جنگ کی، اور سندھ کے بہت سے حصّوں پر قابض ہو گیا (حـ ۲) -

---

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۳ و ۱۰۴ - اس ٹیلے کے متعلّق مقامی عوام میں ایک افسانہ مشہور تھا جو ''تحفۃ الکرام'' میں بھی درج ہے - زمانۂ قدیم میں یہاں دو بھائی رہتے تھے ایک اہل و عیال والا تھا اور دوسرے کی شادی نہیں ہوئی تھی - ایک مرتبہ خوب کھیتی ہوئی غلّہ اٹھاتے وقت مجرد بھائی کو خیال آیا کہ میرا بھائی بال بچوں والا ہے - اس کا خرچ زیادہ ہے، لہذا وہ اپنا غلّہ اٹھا کر بھائی کے انبار میں ڈال آیا - بڑے بھائی نے سوچا کہ میرے بھائی نے ابھی تک دنیا سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا، اسے ضرورت زیادہ ہو گی، لہذا وہ اپنے حصّے کا غلہ اٹھا کر بھائی کے انبار پر ڈال آیا - یہ سلسلہ مدّت تک جاری رہا اور غلّے کے انبار میں کوئی کمی نہ آئی - قدرت نے اس انبار کی جگہ سرخ ٹیلا پیدا کر دیا - یہ افسانہ میں نے محض لطیفے کے طور پر درج کر دیا، تاریخ سے اسے کوئی سروکار نہیں -

۲- ''لب تاریخ سندھ'' صـ ۱۰۷ -

۲ - گولڈس مڈ : میاں نصیر محمد نے خاندان کی برتری کے لئے پینتیس برس تک جد و جہد جاری رکھی - اس زمانے میں وہ اورنگ زیب کی قید سے رہا ہوا ، وہ پنھواروں اور ناظم بکّھر سے لڑا - زمینداران سندھ کے دلوں پر اور ان کے ارضی مملوکات پر اسے حیرت انگیز اثر و رسوخ حاصل تھا (حـ ۱) -

۳ - ھیوز: سنہ ۱٦٥۸ء میں نصیر محمّد کلھوڑے کے زیر قیادت ''فقیر،، (کلھوڑہ خاندان کے مرید) مغل فوجوں کے خلاف کامیاب جنگیں کرنے لگے اور ان کے نظم و نسق نے منظّم حکومت کی صورت اختیار کرلی (حـ ۲) -

۴ - ''مآثرالامراء،، : کلھوڑے رفتہ رفتہ قوم ابرہ پر غالب آگئے اور ان کے مقامات پر قبضہ کرلیا یہاں تک کہ شیخ نصیر کا زمانہ آگیا اور اس نے زمینداری کے معاملے میں کامل استقلال بہم پہنچا لیا (حـ ۳) -

۵ - پوسٹنز نے اپنی کتاب میں اس عہد کے واقعات کا ذکر اجمالاً اسی طرح کیا ھے جس طرح تفصیلاً اوپر پیش کیا جاچکا ھے ، لیکن میاں نصیر محمّد کی جگہ میاں دین محمّد کا نام لیا ھے ، یعنی میاں

۱- ''شکار پور کے متعلّق تاریخی یادداشت'' صـ ۱۳ -
۲- ''سندھ گزیٹیئر'' صـ ۳۱ -
۳- ''مآثرالامراء'' جلد اول صـ ۸۲۵ -

نصیر محمد کے پورے حالات میاں دین محمد سے منسوب کردئے ھیں ، اور اسے نصیر محمدؐ کا والد قرار دیا ھے۔ موت کے حالات میاں نصیر محمدؐ کے بجائے میاں دین محمدؐ کے لکھے ھیں (حـ ۱) ۔

۶ ۔ "نامهٔ نغز": سب سے آخر میں باغ علی کی رائے سن لیجیے :

نهاده به سر شیخ محمد نصیر نشست آن جوانمرد برجای پیر
به کار جهاں هوش‌مندی گرفت به دور زمان سربلندی گرفت
به مغلاں بسی تجربه کار کرد سپه بود دلاور جواں شیر مرد
چواوازجهاں اسپ بیرون بتاخت زمانه دگررا به زین اسپ ساخت
(حـ ۲) ۔

ایک مکتوب: سید حسام الدین راشدی کے مجموعہ کتب میں انشاء کی ایک کتاب نظر سے گزری جس کا نام "تاریخی انشاء" ھے ۔ اس میں ایک مکتوب غیر معلوم کاتب کی جانب سے میاں نصیر محمد کے نام درج ھے ۔ اس کا آغاز یوں ھوا ھے ۔

مشیخیت و محبت پناه ، عزیز دلها شیخ نصیر محمدؐ خوش وقت باشید ۔

خط کا پورا مضمون واضح نہیں ھوتا ۔ صرف یہ پتہ چلتا ھے کہ کاتب کو میاں نصیر محمد نے طریقہ رعیت گیری و مالگزاری کے متعلق کچھ لکھا تھا ۔ وہ لکھتا ھے :

این جانب دستور مسلمانی داریم ، ھم مسلمانی کے طریقے

---

۱ ۔ پوسٹنز : سندھ کے متعلق ذاتی مشاهدات صـ ۱۶۶، ۱۶۷ ۔
۲ ۔ "نامهٔ نغز" صـ ۵ ۔

هرچه در دل است بر زبان می آریم - از خود با کسی پرخاش نمی کنیم - هر که به گاویٔ ما افتد اقتضای پاس ناموس بندگی درگاهِ خلائق پناه فکر پاداش آن لازم می شود

پر کاربند هیں، جو کچھ دل پر هے وهی زبان پر لاتے هیں - اپنی طرف سے قطعاً پرخاش نہیں کرتے - اگر کوئی گلے پڑجاتا هے تو شاهنشاہ کے ساتھ عہد فرمانبرداری کے تقاضے کی بناء پر اسے کیفر کردار کو پہنچانا لازم هو جاتا هے -

ان الفاظ سے معلوم هوتا هے که کاتب کوئی بڑا سرکاری افسر تھا - آگے چل کر لکھتا هے که هم اپنے علاقے میں بیٹھے هیں کسی کا ملک نہیں چھینتے، کسی کے مال میں تغلب نہیں کرتے، مخلص دوستوں کے متعلق همارا سینه صاف هے -

شما زمیندار عمده و کد خدای دیرینه سال هستید، به عنوانی که خاطر عزیز برسد و بهتر دانید به عمل آرید (حـ ۱) -

آپ اچھے زمیندار اور دیرینه سال مالک اراضی هیں - جو کچھ آپ کے دل میں آئے اور بہتر سمجھیں - اس کے مطابق عمل کریں -

---

۱- "تاریخی انشا" مملوکه حسام الدین راشدی مکتوب نمبر ۹۱-

تیرھواں باب

میاں دین محمد کلھوڑا

میاں دین محمد کی مسند نشینی: میاں نصیر محمد کے تین صاحبزادے تھے - سب سے بڑا دین محمد، منجھلا یار محمد اور سب سے چھوٹا میر محمد - میاں نصیر محمد کی وفات پر سنہ ۱۱۰۳ھ (سنہ ۱۶۹۲ء) میں میاں دین محمد سجّادۂ دعوت و ارشاد، اور مسندِ ریاست پر متمکّن ہوا - مریدوں کی تعداد برابر بڑھ رہی تھی، اس لئے کہ میاں آدم شاہ کے وقت سے خاندان کے ہر فرد کی توجّہ زھد و ریاضت کی طرف بہت مبذول تھی - اسی کو وہ خاندان کی عزیز ترین میراث جانتے تھے، اور اسی میں کمال پیدا کرنا ان کا نصب العین بنا ہوا تھا - پھر میاں نصیر محمد کے زمانے میں ریاست کی داغ بیل بھی پڑ چکی تھی - اس وجہ سے بھی اکثر لوگ اس عبّاسی خاندان کی طرف کھچے آتے تھے -

ملک کے سیاسی حالات: اگرچہ اس زمانے میں عالمگیر اعظم زندہ تھا اور نظم و نسقِ سلطنت کے سر رشتوں میں ڈھیل پیدا ہونے کا کوئی امکان نہ تھا، لیکن وہ بیس اکّیس برس سے دکن کے حالات کی درستی میں منہمک چلا آتا تھا، اور دور افتادہ صوبوں کے معاملات پر مرکز دکن سے ویسی کڑی نگرانی قائم رہنے کا امکان نہ تھا، جیسی دھلی کے مرکز سے رکھی جاسکتی تھی۔ سندھ سرحدی صوبہ تھا، اس کے لئے جیسے مدبر، دوراندیش اور بالغ نظر کارکنوں کی ضرورت تھی، وہ موجود نہ تھے، صوبہ ملتان کی تابعیت کے باعث اس کے معاملات میں اک گونہ ضعفِ نظم نمایاں تھا۔ ایسے حالات میں ایک نئی اور صالح قوت کے لئے ابھرنے کے خاصے امکانات موجود تھے، اور کلھوڑہ قوت کی خصوصیّت یہ تھی کہ اس کی بنیاد مادی منافع پر نہیں، بلکہ مذھبی و روحانی فیضان پر قائم تھی، اس لئے وہ سراسر روحِ اخلاص و ایثار سے معمور تھی۔ چنانچہ میاں دین محمد نے اسلافِ کرام کے شروع کیے ہوئے کام کو پوری سرگرمی سے جاری رکھا۔

کشمکش کا آغاز: جو زمیندار لڑائیوں میں ناکام رہنے کے بعد مدتِ مدید تک میاں نصیر محمد کے زمانے میں خاموش رہے تھے، اب پھر کشمکش پر آمادہ ہوگئے۔ شاید اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق نیا سجّادہ نشین اثر، قوت اور رسوخ میں مرحوم سجّادہ نشین سے کمتر ہوگا۔ اس بنا پر اسے شکست دے کر ختم کردینے میں چنداں دقّت پیش نہ آئے گی، لیکن تنہا ان میں مقابلے کا حوصلہ نہ تھا اور انھوں نے حاکموں کے پاس شکایتیں شروع کردیں۔ اگر وہ میاں صاحب سے برگشتہ ہو جاتے تو اپنی تمام قوتیں ان کے

استیصال میں لگا دیتے - حاکموں کی طرف سے سختیاں شروع ہوئیں تو نتیجہ یہی ہوسکتا تھا کہ میاں دین محمد کے ارادتمند ان کا مقابلہ کرتے - اس طرح لڑائیاں شروع ہو گئیں - چونکہ ان میں پنہوار پیش پیش تھے، اس لئے میاں صاحب کے آدمیوں نے جنھیں لوگ عام طور پر سرائی (حـ ۱) کہتے تھے، پنہواروں کے شہر فتح پور پر قبضہ کرلیا -

میر پنہوارنے فریاد بالا دست حکّام کے پاس پہنچائی، اور وہاں سے میرزا خان پنّی حاکم سبی کے نام حکم پہنچا کہ پنہواروں کی مدد کرو - میرزا خان پنّی نے بارھا میاں صاحب کو دبانے کی کوششیں کیں، لیکن اسے کامیابی نہ

---

۱ - ''سرائی'' کی توجیہ میں ''مآثر الامرا'' کا بیان ھے کہ اس قوم کے اکثر لوگ ''سرا'' کے باشندے تھے جو بکّھر اور ملتان کے درمیانی علاقے کا نام تھا' اس لئے انھیں سرائی کہنے لگے - (جلد اول ص ۸۲۵) - حکیم محمدصادق عبّاسی کے نزدیک یہ لقب میاں دین محمد نے مسلک درویشی میں انہماک کے باعث اختیار کیا - اس سے ان کا مقصود خاکساری تھا - ''سر'' کے معنی راز کے ھیں اور ''ا - ی'' فارسی کی طرح سندھی میں نسبت کے لئے آتے ھیں - گویا سرائی بمعنی صاحب راز ھے -

میرے نزدیک ''مآثر الامرا'' کا بیان درست ھے - جس حد تک میں معلوم کرسکا ھوں، پرانے زمانے میں بالائی سندھ کو ''سرا'' اور جنوبی سندھ کو ''لاڑ'' کہنے تھے - چونکہ میاں صاحبان اور ان کے درویشوں کا ابتدائی وطن بالائی سندھ تھا' اس لئے انھیں ''سرائی'' کہنے لگے - کلھوڑوں کی جو شاخ ضلع ڈیرہ غازی میں مقیم ھوئی' اس کا بیان بھی یہی ھے (ملاحظہ ھو تاریخ ضلع ڈیرہ غازی خان) -

ھوئی - آخر دربار سے امیر شیخ جہاں کو سرائیوں کی سرکوبی پر مامور کیا گیا - اس سردار کو غالباً مقامی حالات کا کوئی اندازہ نہ تھا اور قوت کے زعم میں ینھواروں کے سردار کے کہنے پر سرائیوں کے خلاف یلغار شروع کردی - سرائیوں کی جانب سے فیروز ویراڑ بانیٔ نوشہرہ فیروز، ڈیرہ قلی سے مقابلے کے لئے نکلا اور موضع گہیریلہ (حـ ۱) پر ایسا سخت شبخوں مارا کہ ھر طرف سراسیمگی پھیل گئی -

امیر شیخ جہاں کا قتل: اس اثناء میں میاں دین محمد نے کہاری سے نیا لشکر فیروز ویراڑ کی کمک کے لئے بھیج دیا - شاھی لشکر کی تعداد یقیناً بہت زیادہ ھوگی، اور اس کے پاس ساز و سامانِ جنگ بھی کم نہ ھوگا - میاں دین محمد کے درویش مادّی وسائل کے اعتبار سے شاھی فوج کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے، لیکن وہ بلا کے بہادر و جانباز تھے - میدانِ جنگ میں سر کٹادینے کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے - انھیں یہ بھی یقین تھا کہ حق ان کے ساتھ ھے اور ان پر جو یورشیں ھو رھی ھیں، وہ سراسر بے انصافی پر مبنی ھیں - انسان کی روح ایثار و قربانی کے جذبات سے سرشار ھے اور اسے اپنے مظلوم و برحق ھونے کا یقین ھو تو اس کی قوت بے پناہ بن جاتی ھے - اس میں پہاڑوں کی سی استقامت اور دریاؤں کی طغیانیوں کا سا زور پیدا ھوجاتا ھے - وہ بڑھتا ھے تو اس سیل کی طرح جو زبردست بندوں کو توڑ کر نکل جاتا ھے - دشمن پر گرتا ھے تو اس بجلی کی تیزی سے، جو چشم زدن میں ھر شے کو خاک سیاہ بنا کر رکھ دیتی ھے - میاں دین محمد کے درویش

---

۱ - میرزا قلیچ بیگ کے بیان کے مطابق اس کا نام آج کل گریلہ ھے اور یہ تعلقہ لب دریا میں واقع ھے -

بھی قلت تعداد اور فرو مایگی ساز و سامان کے باوجود ایک بے پناہ قوت کے مالک بن گئے تھے - فیروز کے پاس کمک پہنچ گئی تو اس نے جم کر شاہی لشکر سے جنگ کی، جس میں امیر شیخ جہان مارا گیا - اللہ یار خان حاکم بکھر میدان سے بھاگ نکلا ، اور شاہی لشکر درویشوں کے مقابلے میں ریت کے ذرّوں کی طرح ادھر آدھر بکھر گیا -

متفرق جھڑپیں : اس اثناء میں قنبر خان بروھی ابن امیر احمد خان حاکم قلات شاھی فوج کی کمک کے لئے پہنچ گیا - اس نے بعض جھڑپوں میں فتوحات حاصل کیں، لیکن جب سرائیوں نے میرن شاہ کی سرکردگی میں لڑائی کا قصد کیا تو قنبر خان نے صلح کرلی اور وہ واپس چلا گیا -

رزم و پیکار کے انسداد کا بندوبست ھوتا تھا ، لیکن پنہوار بھر اس آگ کو بھڑکا دیتے تھے - انھوں نے دوبارہ جنگ کا سروسامان کیا تو سرائیوں کی مر ڈھپور (حـ ۱) والی فوج نے کہرام سے نکل کر انھیں شکست فاش دی ، اور بہت سی زمینوں پر قبضہ کرلیا - یوں پنہواروں نے لڑائی سے ھاتھ اٹھا لیا اور اطاعت قبول کرلی ، البتّہ حاکم سبی سے اختلاف باقی رھا اور کچھ جھڑپیں بھی ھوئیں -

شہزادہ معزالدین کی آمد : عالمگیر اعظم کا پوتا شہزادہ محمد معز الدین لاھور و ملتان کا صوبہ دار تھا اور سندھ اسی کی تحویل میں تھا - جب اس نے امیر شیخ جہان

۱- "تحفۃ الکرام" نے دوسری جگہ اس مقام کا نام "مارک پور" لکھا ھے -

کے قتل اور اللہ یارخاں کی شکست کا حال سنا تو وہ لاھور سے لاؤ لشکر کے ھمراہ سندھ کی جانب روانہ ھوگیا ۔

اب تک میاں دین محمد کی تمام لڑائیاں مقامی رئیسوں یا مقامی حاکموں سے ھوتی رھی تھیں ۔ شہزادے سے جنگ نہ عام حالات میں ممکن تھی ، اور نہ غالباً میاں صاحب براہِ راست بادشاہ کے خلاف لڑنا چاھتے تھے ۔ بلکہ تمام حالات پر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ھوتا ھے کہ میاں دین محمد کسی سے لڑائی کا خواھاں نہ تھا ۔ مقامی رئیسوں اور سرکاری کارکنوں نے خواہ مخواہ اسے مقابلے پر مجبور کردیا تھا ۔ شہزادہ بکھّر پہنچا تو میاں صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میر محمد کو دو معتبر سفیروں کے ساتھ شہزادے کی خدمت میں بھیج دیا ۔ ان میں سے ایک کا نام قاسم تھا اور دوسرے کا کھمن (حـ ۱) ۔ انھوں نے شہزادے کے سامنے پورے حالات بیان کئے تو اس کا دل بالکل صاف ھوگیا ، اور اس نے میاں صاحب کے خلاف ھر اقدام کا ارادہ ترک کردیا ۔

بعض مؤرخوں کو تعجب ھے کہ شہزادہ سفیروں کی باتیں سن کر کس طرح راضی ھوگیا ۔ بدیہی حالات یہ ھیں کہ مقامی رئیسوں اور حاکموں کے تمام اقدامات غلط ، ناحق اور غیر منصفانہ تھے ۔ میاں صاحب نے ھر لڑائی اپنے دفاع میں کی ، اور یقینا اس وقت مجبوراً تلوار اٹھائی جب ان کے لئے شرعاً ، اخلاقاً اور قانوناً کوئی چارہ نہ رھا ۔ مقامی حکّام

۱۔ تحفۃ الکرام میں کھمل لکھا ھوا ھے ، لیکن معلوم ھوتا ھے کہ یہ کتابت کی غلطی ھے صحیح سندھی نام "کھمن" ھے ۔

چونکه خود بے انصافیوں اور چیرہ دستیوں کے ذمّہ دار تھے، اس لئے ان کے پاس فریاد کی ھی نه جاسکتی تھی - پوری کیفیّت شہزادے کے گوش گزار ہوئی تو اسے میاں صاحب کی روش پر اعتراض کا کوئی پہلو معقول معلوم نه ھوا، بلکه یقین ھو گیا، که میاں سراسر مظلوم ھے، اس کے بعد جھگڑے کو طول دینا اور خونریزیوں کے سلسلے کو ممتد کرنا بے جا بھی تھا اور بے سود بھی - اس طرح معامله بخیر و خوبی ختم ھو گیا -

مقصود سرائی کی ھنگامه آرائی: کلھوڑہ خاندان کے نامور سالار، شاہ بہارا کے بڑے بھائی مقصود فقیر نے جب دیکھا که شہزادہ اور شاھی لشکر لڑے بغیر واپس چلا گیا، تو اسے خیال آیا که شہزادے نے ھماری بہادری کا تو کوئی کرشمه دیکھا ھی نہیں، لہذا اسے کیا اندازہ ھو گا که ھم کیسے ھیں اور قدرت نے ھمیں کیا کیا جوھر عطا کئے ھیں، یه خیال آتے ھی سواروں کا ایک جیش ساتھ لیا اور میا دین محمد سے اجازت حاصل کئے بغیر ماتھیله پر دھاوا بول دیا، پھر آگے بڑھ کر اوچ کے باشندوں کو قتل و غارت کا ھدف بنایا - شہزادے نے یه خبر سنی تو فرطِ غضب سے طوفان سمندر کی طرح جوش میں آگیا، اور پلٹ کر میاں صاحب کے علاقوں پر یورش کا حکم دے دیا - خود چھ مہینے تک سہوان میں بیٹھا رھا - گھاڑی اور سرائیوں کے دوسرے مقامات کی اینٹ سے اینٹ بجوادی - اس اثناء میں میاں دین محمد ھر مخالف سے کنارہ کش ھوکر بیٹھا رھا - آخر صلح کی درخواست کی اور خود شہزادے کی خدمت میں پہنچ گیا -

افسوس ناک عاقبت نا اندیشی: مقصود فقیر کی اس

تیرھواں باب

عاقبت نا اندیشی کے باب میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں - میاں دین محمد کو کسی حالت میں بھی اس کے لئے ذمّہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا - مقصود میاں صاحب کا سچّا عقیدت کیش تھا - نظر بہ ظاہر اس کی نیّت یہ نہ ہوگی کہ جو قضیہ خوش اسلوبی سے طے ہوچکا ہے، اسے پھر معرض اختلال میں ڈال دے - "تحفۃ الکرام" نے بے شک لکھا ہے کہ وہ اپنی شجاعت اور کاردانی کے جوہر شہزادے پر آشکارا کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ اس حقیقت سے غافل نہ ہو سکتا تھا کہ اس کا نتیجہ بہر حال ناخوش گوار ہوگا، اور خوش گوار کسی حالت میں نہ ہوسکتا تھا - اغلب ہے، اسے خیال ہو کہ معاملہ طول نہ کھینچے گا، سرائیوں پر اس خوفناک مصیبت کا تو وہم و گمان بھی نہ ہوگا جو اس کی غلطی کے باعث نازل ہوئی، اور اس میں خدا جانے کتنا جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑا - سب سے بڑا اور ناقابل تلافی نقصان یہ تھا کہ میاں دین محمد کا خون مقصود کی اسی غلطی کی پاداش میں بہا - معترض کہہ سکتا ہے کہ میاں صاحب کو اپنے رفیقوں اور ارادت مندوں پر پورا قابو حاصل نہ تھا، اور وہ بعض اوقات ان کے علم و اطّلاع کے بغیر خلاف مرضی حرکات کے مرتکب ہوتے رہتے تھے - لیکن جس حد تک تاریخی دقائق کا تعلّق ہے، اس ایک واقعے کے سوا غیر ذمّہ داری کی کسی حرکت کا سراغ نہیں ملتا، اور اس غیر ذمّہ دارانہ حرکت پر افسوس کا اظہار کئے بغیر چارہ نہیں -

میاں یار محمد میدان عمل میں : میاں شہزادے کے پاس پہنچ گیا تو اس نے ایک فوج میاں صاحب کے متعلّقین

کو لانے کے لئے متعیّن کردی ۔ میاں دین محمد کے بعد اس کا منجھلا بھائی میاں یار محمد تمام امور کا کفیل تھا ۔ وہ حوالگی پر راضی نہ ہوا اور جم کر شاہی فوج کے خلاف جنگ کی ۔ شاہی فوج کے سالاروں میں سے راجہ گج سنگھ بھٹی اور سورج مل اودے پوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ سرائیوں کی طرف سے تاجہ فقیر ، جادو فقیر اور بختیار فقیر نے اپنے اپنے لشکر لے کر مقابلہ کیا اور کاح ندی کے کنارے شاہی فوج کو فاش شکست دی ۔

شہزادے نے اس شکست کا کچھ خیال نہ کیا ۔ فوج کو میاں یار محمد کے تعاقب کا تاکیدی حکم دے دیا ، اور خود میاں دین محمد کو همراہ لے کر ملتان روانہ ہو گیا ۔ یہ سنہ ۱۱۱۱ھ (سنہ ۱۷۰۰—۱۶۹۹ء) کا واقعہ ہے (حـ ۱) ۔

میاں دین محمد کا انجام : میاں یار محمد شاہی فوج کے مقابلے سے کنارہ کش ہو کر قلات چلا گیا ، اس کے حالات آگے چل کر الگ بیان ہوں گے ۔ میاں دین محمد کے انجام کے متعلّق روایتیں مختلف ہیں ۔ مثلاً :

۱ ۔ ”تحفۃ الکرام“ : شہزادے نے میاں صاحب کو ملتان میں قتل کرادیا (حـ ۲) ۔

۲ ۔ خان بہادر خدا داد خاں : میاں صاحب

۱- باب کے آغاز سے اب تک جتنے حالات بیان ہوئے وہ سب ”تحفۃ الکرام“ سے ماخوذ ہیں (جلد سوم صـ ۱۰۵-۱۰۶) لیکن ترتیب مولف کتاب کی ہے اور جا بجا مولف نے ضروری تصریحات بیان میں شامل کردی ہیں ۔

۲- ”تحفۃ الکرام“ جلد سوم صـ ۱۰۶ ۔

سنہ ۱۱۱۱ھ (سنہ ۱۷۰۰ء) میں فوت ھوئے (حـ ۱) ۔

۳ ۔ پوسٹنز : میاں صاحب کو حضور میں بلایا گیا اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا (حـ۲) ۔

۴ ۔ گولڈس مڈ : شہزادے نے میاں صاحب کو ملتان میں موت کی سزا دی (حـ ۳) ۔

۵ ۔ '' مآثر الامرا'' : شہزادہ سہواں پہنچا ۔ دین محمد حاضر خدمت نہ ھوا ۔ آخر قرآن کو بیچ میں رکھ کر دین محمد کو اس کے دو قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بلایا گیا ۔ یہ تینوں آدمی آگئے تو شہزادے نے ایک فوج متعیّن کردی کہ خاندان کے باقی لوگوں کو بھی اھل و عیال کے ساتھ لایا جائے ۔ یار محمد نے مقابلہ کیا ، شہزادہ تین آدمیوں کی اسیری پر اکتفا کرتے ھوئے ملتان چلا گیا اور وھاں تینوں کو قتل کرادیا (حـ ۴) ۔

بہر حال میاں صاحب کو موت کی سزا دی گئی یا وہ طبعی موت مرے، یہ امر یقینی ھے کہ مصالحانہ طریق پر

۱۔ ''لب تاریخ سندھ'' صـ ۱۰۸ ۔

۲۔ پوسٹنز صـ ۱۶۷ ۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ھوں ، پوسٹنز نے نصیر محمّد کو دین محمّد اور دین محمّد کو نصیر محمّد قرار دیا ھے ۔ خدا جانے اس سے یہ غلطی کس بنا پر سر زد ھوئی؟

۳۔ '' شکارپور کے متعلّق تاریخی یاد داشت '' صـ ۱۳۔

۴۔ '' ماثرالامرا '' جلد اول صـ ۸۲۵-۸۲۶ ۔

شہزادے کے پاس پہنچنے کے بعد انھوں نے کسی کام میں کوئی حصّہ نہ لیا، اور خاندانی ریاست کا منصب ان کے منجھلے بھائی میاں یار محمد نے سنبھال لیا - وھی اس خاندان کا پہلا شخص ھے جس نے باقاعدہ حکومت کی بنیاد استوار کی -

نامۂ نغز: سب سے آخر میں باغ علی صاحب "خائف" کا بیان ملاحظہ فرمائیے جو بجائے خود مرتّب ھے - مناسب معلوم نہ ھوا کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے جا بجا نقل کیا جائے - فرماتے ھیں کہ میاں نصیر محمد کے تین بیٹے تھے:

یکے زاں میاں دین محمدبزرگ | دگر یار محمد بہ فوجِ سترگ
سوم زاں میاں میر محمد دلیر | دلاور جواں بود بازو چوشیر
بجای پدر دیں محمد نشست | بہ نیکوعمل درجہاں کاربست
خردمند دانای دل نیک کار | بہ ہر کار بودش جہاندار یار
چپ و راست افتاد آوازِ او | جہاں بود درکار دمسازِ او
چوچرخ اندراں کار آورد خشم | سپہدار از کار پوشید چشم
بروِ گریہ کردند خرد و بزرگ | بروں رفت شیر از سپاہِ سترگ
ز دردش جہاں بود اندوہناک | زمانہ ز غم بر سر افگند خاک
(حـ ۱) -

تاریخی انشا کا بیان: جس "تاریخی انشا" کا حوالہ میاں نصیر محمد کے حالات میں دیا جاچکا ھے، اس میں ایک مکتوب میاں دین محمد کے نام میں ھے - اس کے ابتدائی الفاظ یوں ھیں:

مشیخت و صداقت پناہ حقائق و معارف آگاہ

۱- "نامہ نغز" صـ ۵ -

شیخ دین محمد محفوظ باشد ۔،،

اس خط میں میاں دین محمدؐ سے شکایت کی گئی ھے کہ آپ کا ایک مرید، بختیار خاں کی زمین میں قلعہ بنانا چاھتا ھے ۔

دریں ولا از نوشته شجاعت و شهامت دستگاه بختیار خان ظاهر شد که میرن فقیر به اغوای بعضی اوباش می خواهد که قلعچه در زمین دشت کنگانی متعلقه خان مشار الیه بنا نماید، این معنی از فهمیدگی میرن فقیر بعید نمود ، و ظاهر است که آن مشیخت پناه روادار آن هرگز نخواهد بود ۔ بهتر می دانند که خان مذکور که منصبدار و بنده بادشاهی است چگونه دربستن قلعچه در جاگیر خود . . راضی خواهد شد، مگر آنکه دیده و دانسته شوری جانبین بهم رسد ۔ از آنجا که آن معارف آگاه دین مراتب خوب می داند ۔ مجرد رسیدن این رقعه دو کلمه از روی نصیحت نوعی به میرن فقیر

حال میں بختیارخاں کی تحریر سے ظاھر ھوا کہ میرن فقیر بعض اوباشوں کی انگیخت سے دشت کنگانی کی زمین میں ایک چھوٹا سا قلعہ بنانا جاھتا ھے ۔ اور یہ زمین بختیار خان سے متعلق ھے ۔ اس قسم کی حرکت میرن فقیر جیسے فہیم آدمی سے بعید تھی ۔ اور ظاھر ھے کہ آپ بھی اس قسم کی بات کو ھرگز روا نہ رکھینگے ۔ آپ جانتے ھیں کہ بختیار خاں منصبدار اور شاھی ملازم ھے ۔ وہ اپنی جاگیر میں قلعہ بنا دینے پر کیونکر راضی ھوگا ۔ اس کا نتیجہ یہی ھوسکتا ھے کہ دونوں فریقوں کے درمیان شورش پیدا ھو ۔ آپ ان معاملات سے بخوبی آگاہ ھیں ۔ اس رقعہ کے پہنچتے ھی دو

بنویسد کہ بہ اغوای اوباشان محض غلط و دور از مصلحت دانستہ ۔ درصورتیکہ ازین قسم چیزی بہ خاطر دانستہ باشد برطرف سازد کہ رضامندی این جانب درین است ۔ و پیداست کہ اگر ہمچنین تقریبی بہ میان آید این جانب را نیز اعانت بندہ بادشاہی لازم است ۔ دران وقت چہ لطف خواہد بخشید ۔ زیادہ چطور درآید ۱ ۔

کلمے نصیحت کے طور پر میرن فقیر کو لکھ بھیجیں کہ اوباشوں کے اغوا سے اس قسم کی حرکت کا ارتکاب بالکل غلط ہے اور سراسر خلاف مصلحت ۔ اگر دل میں بھی ایسی بات ہو تو اسے نکالدیں ۔ ہماری رضامندی اسی میں ہے ۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی خرخشہ پیدا ہوا تو ہم پر بادشاہی ملازم کی اعانت لازم ہوگی ۔ اس صورت میں کیا باقی رہیگا ؟ مزید کیا لکھا جائے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کسی بڑے منصب دار شاہی نے لکھا ہے ۔ ممکن ہے یہ بکھر کے ناظم کی جانب سے ہو ۔

---

۱ ۔ ''تاریخی انشا'' مکتوب ص ۲۰ ۔

چودھواں باب

داؤد پوترے اور بختیار خان پنی

داؤد پوتروں کے حالات: اب پھر کلھوڑوں کے بیان کا سلسلہ روک کر داؤد پوتروں کے حالات پر متوجہ ہونا ضروری ہے، جنھیں بہادر خاں ثانی کے زیر قیادت شکارپور اور متعلقات کی آبادی میں مشغول چھوڑا تھا، یہ حالات جب تک تفصیلاً سامنے نہ آئیں، داؤد پوتروں اور کلھوڑوں کی اس خونریز کشمکش کی کیفیت واضح نہیں ہو سکتی، جس کے اسباب میاں دین محمد کلھوڑہ ہی کے عہد میں پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے، لیکن کشمکش نے نہایت خوفناک صورت میاں یار محمد کلھوڑہ کے عہد میں اختیار کی، اور میاں نور محمد کلھوڑا کے عہد میں داؤد پوتروں کو سندھ سے نکل کر نئی سر زمین میں پناہ لینی پڑی، جہاں انھوں نے مستقل حکومت کی بنیاد استوار کر لی۔

میرزا خاں پنی اور بختیار خاں: میرزا خاں پنّی درہ‌ہای سبی و ڈھاڈر کی حفاظت پر مامور تھا، جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو خیال آیا کہ ممکن ہے، میری موت کے بعد میرے بیٹے بختیار خاں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، اس وجہ سے ان تمام سرداروں کو اکا دکا گرفتار کرا کے اپنے سامنے قتل کرا دیا، جن کے متعلق خفیف سا بھی اندیشہ ہو سکتا تھا کہ وہ کسی وقت بختیار خاں کے لئے تشویش کا سامان بن سکیں گے۔ میرزا خاں اور بختیار خاں سے عام لوگ پہلے ہی ناراض تھے، ظلم و جور کے مندرجہ بالا واقعات نے ناراضی کی آگ پر تیل کا کام کیا۔ میرزا خاں کے مرتے ہی سب لوگ آندھی کی طرح بختیار خاں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ایسی حالت پیدا ہو گئی کہ بختیار کو اپنے مر کز سے بھاگ کر شکارپور میں داؤد پوتروں کے پاس پناہ لینی پڑی۔

بختیار خاں اور داؤد پوترے: داؤد پوتروں کے تعلقات میرزا خاں سے بہت اچھّے رہے تھے، مصیبت و ابتلا کا دور آیا تو داؤد پوتروں نے اس کی اعانت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، اگرچہ اس طرح ان کی اپنی ہردلعزیزی معرض خطر میں پڑتی تھی، اس لئے کہ جو لوگ بختیار خاں کی جان کے دشمن تھے، وہ اس کے پناہ دھندوں کو اچھی نظروں سے نہ دیکھ سکتے تھے۔ داؤد پوتروں نے کچھ مدت تک بختیار خاں کی مہمان داری کی، پھر اسے بختیار پور نام ایک مقام پر بٹھا دیا اور نصف محاصل مدد معاش کے طور پر اس کے حوالے کر دیے (ح ۱)۔ اس اثناء میں شاہی دربار سے اس کے پاس فرمان

---

۱ - ,,جواهر عباسیه،، کی عبارت یه هے: خان مذکور از خوف جان گریخته بذیل رحمت امیر محمّد بہادر خان پناه آورد

(بقیه حاشیه صفحه ۱۹۷)

پہنچ گیا کہ باپ کی جگہ تمھیں سیوستان کا ناظم بنایا گیا ہے۔ یہ فرمان پاتے ہی بختیار خاں کا دماغ آسمان پر پہنچ گیا ۔ اس نے نہ صرف دشمنوں سے بدلہ لینے کی تدبیریں اختیار کیں، بلکہ اپنے محسن داؤد پوتروں سے بھی برخاش پر آمادہ ہو گیا، غالباً اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو گیا کہ داؤد پوترے اس کے پہلو میں ایک اچھی قوت کے مالک بنے بیٹھے ہیں ۔ ان کے ہوتے ہوئے اسے من مانی کارروائیوں کا موقع نہ مل سکے گا ۔ لہذا انہیں ختم کردینا چاہیے ۔ شاید اسے یہ اندیشہ بھی ہو کہ دوبارہ حالات نے نازک صورت اختیار کرلی تو ممکن ہے، اس کی نظامت داؤد پوتروں کے حوالے کر دی جائے ۔ کم حوصلہ اور حق ناشناس آدمیوں سے عموما ایسی حرکتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ یہ حالات تھے جب داؤد پوتروں کے رئیس بہادر خاں ثانی نے وفات پائی اور اس کا فرزند محمّد مبارک خاں مسند ریاست پر بیٹھا ۔

شیخ حامد گنج بخش قادری رحمہ: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ایک شاخ اوچ میں مقیم تھی ، زیر غور زمانے میں اس شاخ کی مسند ارشاد پر شیخ حامد گنج بخش قادری فائز تھے(ح۔۱۔) داؤد پوتروں کو ان سے بڑی عقیدت

و امیر صاحب شہر بختیار پور بنام وی کردہ نصف محاصل در مدد معاش بختیار خاں مقرر نمود و او را در آں شہر مقرر فرمود (قلمی نسخہ ص۔ ۷۵، ۷۶)

۱ ۔ خاندانی شجرے میں انہیں شیخ حامد گنج بخش ثانی کہا جاتا ہے ۔ نسب یوں ہے : شیخ حامد گنج بخش ثانی ابن شیخ شمس الدین ثانی ابن شیخ عبدالقادر رابع ابن شیخ شمس الدین اول ابن شیخ عبدالقادر ثالث ابن شیخ حامد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۸)

تھی۔ بختیار خاں بھی ان کا بہت احترام کرتا تھا، شیخ موصوف کو جب معلوم ہوا کہ بختیار خاں اور داؤد پوتروں میں کشمکش شروع ہو گئی ہے تو وہ بہ نفس نفیس سندھ پہنچے، اور صلح کرانے کی انتہائی کوششیں کیں، لیکن بختیار خاں کسی معقول تجویز پر راضی نہ ہوا اور شیخ موصوف دل برداشتہ ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

قلعہ پنوں خاں کی بنیاد: کشمکش نازک صورت اختیار کرتی گئی، آخر داؤد پوتروں نے رفع نزاع کی غرض سے فیصلہ کرلیا کہ آہستہ آہستہ دوسرے مقام پر منتقل ہو جائیں، اس خاندان کے اکابر میں سے پہلے پہل محمّد پنو خاں نے امیر محمد مبارک خاں کے ایما سے شکار پور کو چھوڑا اور ٹھٹھی میراں شاہ میں پہنچ گئے، جو بختیار خاں کے بیٹے جہاں خاں کی زمینداری میں تھا، جہاں خاں باپ کی روش کے بالکل برعکس انتہائی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ ایک قطعہ زمین محمّد پنّو خاں کے حوالے کردیا جہاں خاں موصوف نے ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ یہ مقام مدت تک قلعہ پنّو خاں کے نام سے موسوم رہا۔ آج کل اس کا نام میر پور ہے اور یہ ریاست خیر پور میں واقع ہے۔

قوم ڈھر سے لڑائی: جہاں خاں کی تعظیم و تکریم بے وجہ اور بے سبب نہ تھی۔ اس کے پڑوس میں ڈھر قوم رہتی

گنج بخش اول ابن شیخ عبدالرزاق ثانی ابن شیخ عبدالقادر ثانی ابن شیخ محمّد غوث بن شاہ امیر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سید سیف الدین عبدالوھاب بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ

تھی، وہ جہاں خان کی جانی دشمن بنی ہوئی تھی۔ داؤد پوتروں کی آمد خان کے لئے ایک خدا داد کمک بن گئی۔ کچھ دیر بعد امیر محمّد مبارک خان بھی اہل و عیال اور خیل و حشم کو لے کر قلعہ پنّوں خان میں پہنچ گیا۔ جہاں خان نے امیر موصوف سے التماس کی کہ ڈھروں کو میرے خلاف عناد ہے، مدد فرمائیے تاکہ ان کا خرخشہ مٹ جائے۔ امیر نے اس کی درخواست منظور کرلی۔ یوں اوباوڑہ کے ڈھروں خلاف خونریز جنگ کا سرو سامان ہوا۔

''مرآہ دولتِ عباسیہ،، نے اس جنگ کی کیفیت یوں لکھی ہے:

مردم ڈھرّ بہ مقابلۂ ایشان برخاستہ لشکری چوں کوہ بہ کمال حشمت و شکوہ در برابر آراستہ شمشیر خون آشام از نیام کینۂ دیرینہ آختہ جنگی ساختند کہ دبیر فلک از تحریر تعداد کشتگان و خستگان ہر دو گروہ بہ ستوہ آمد از مبارزان فیروزی نشان، خصوص محمّد پنّوں خان نحوی در معرکہ محاربہ کوشش نمایاں بہ ظہور رسید کہ ہندوی سپہر از سہم سہامش چوں تیر بہ خانۂ قوس خزید بہ امداد جنود غیبی و تائید

ڈھر قوم کے لوگ مقابلے کے لئے اٹھے۔ انہوں نے پہاڑ کی طرح کمال حشمت و شکوہ سے لشکر آراستہ کیا۔ دیرینہ کینے کی تلوار میان سے کھینچی اور ایسی جنگ کی کہ منشیٔ فلک دونوں گروہوں کے مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد لکھنے سے عاجز آگیا۔ امیر مبارک خان کے بہادروں خصوصاً محمد پنّوں خان نے میدان جنگ میں ایسی کوششیں کیں کہ ہندوی آسماں ان کے تیر کے خوف سے تیر کے طرح کمان کے

لا ریبی لشکر امیر غالب آمد و فتح یاب گردید و نسیم نصرت بر پرچم لوای ایشان وزید۔ دلاوران شیر شکار به تقاضای جرأت بندوق زنان و مرد افگنان تا به بازار اوباوڑہ رفته بسیار سرهای مقابلین به پای ایشان افگندند از منهزمین نعرهٔ الامان برآمد - (حـ۱) -

خانے میں گھس گیا ۔ غیبی لشکر کی امداد اور آسمانی تائید کی بدولت امیر مبارک خاں کے لشکر کو غلبہ نصیب ہوا ۔ اس نے فتح پائی اور نصرت کی نسیم سے ان کے جھنڈے کا پرچم لہرانے لگا۔ شیروں کا شکار کرنے والے دلاور ہمت سے کام لیتے بندوقیں چلاتے اور دشمن کو گراتے ہوئے اوباوڑہ کے بازار تک پہنچ گئے ۔ فریق مخالف کے بہت سے آدمیوں کے سر کٹ کر ان کے پاؤں میں گرے اور شکست خوردہ ڈھروں نے امان طلب کی ۔

''جواہر،، کا بیان بھی چند الفاظ کے تغیر سے یہی ھے (حـ۲) ۔ یوں جہاں خاں جس غرض کے لئے مدت سے پریشان تھا، وہ اس کی توقع اور امید سے بڑھ کر احسن طریق پر پوری ہو گئی۔ یہی غرض تھی جس کے پیش نظر اس نے داؤد پوتروں کی تعظیم و تکریم کی تھی، اور اپنی زمین میں مناسب جگہ دے کر ٹھہرانے کا بندوبست کیا تھا ۔

بقاری سیدوں سے جنگ: قریب ھی بقاری سیّدوں کی

۱- ''مرآۃ'' صـ ۹٦ -
۲- ''جواھر'' صـ ۷۹ و ۸۰ -

جاگیر تھی۔ سید شیر ارزاں رضوی ان سادات کا سردار تھا۔ وہ ڈھر قوم کا سرگرم حامی تھا۔ جب داؤد پوترے ڈھروں کے ساتھ جنگ میں الجھے ہوئے تھے تو سیّد شیرارزاں نے قلعہ پنّوں خاں پر حملہ کردیا، اور جو تکلیفیں پہنچا سکتا تھا، بے دریغ پہنچائیں۔ اس حملے کی ایک غرض یہ تھی کہ ڈھروں کی اعانت کا حق ادا ہوجائے۔ دوسری غرض یہ بھی ہوگی کہ ہمسایگی میں جو نئی قوت قدم جما کر بیٹھ گئی ہے، اس کا جلد سے جلد استیصال ہوجائے۔ داؤد پوترے ڈھروں کی جانب سے فارغ ہوگئے تو بقاری سیدوں کی طرف توجہ منعطف کی اور بقار کا رخ کرلیا۔ سید شیرارزاں اور اس کا مشیر خاص منگن جم غفیر کو ساتھ لے کر مقابلے پر آئے۔ داؤد پوتروں نے قلت تعداد کے باوجود نمایاں فتح حاصل کی۔ ''مرآۃ،، میں ہے کہ اس جنگ کی آگ پانچ روز مشتعل رہی اور فریقین میں سے کسی کو اس خوفناک مصیبت سے نجات کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ عزت و ناموس کے خیال سے کوئی قدم پیچھے نہ ہٹاتا تھا۔ چھٹے روز محمد پنّوں خاں منگن کے مقابلے پر آیا اور تلوار سے اس کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ دنیا کو اس کی شرارتوں اور ایذارسانیوں سے نجات مل گئی۔ پھر بقاری سیّدوں میں مقابلے کی تاب نہ رہی اور سیّد شیرارزاں نے امیر محمد مبارک خاں کے روبرو صلح کی درخواست پیش کردی (ح ۱)۔

جہان خاں صرف ڈھروں سے نجات کا طلب گار تھا۔ داؤد پوتروں نے ڈھروں کے علاوہ بقاری سیدوں کا دم خم بھی توڑ ڈالا۔

---

۱ - ''مرآۃ'' ص ۹۸ و ''جواہر'' ص ۸۰ و ۸۱ -

مبارک خاں کا عزم ملتان: جہاں خاں سے ربط و ضبط پیدا کرنے اور اس کی خدمت انجام دینے میں داؤد پوتروں کا خاص مقصد یہ تھا کہ بختیار خاں کو ان کے اخلاص کا یقین ہوجائے گا، اور وہ کشمکش کا سلسلہ بند کرکے انہیں اطمینان سے بیٹھنے دے گا۔ انہیں یہ بھی امید تھی کہ جہاں خاں متوسل بن کر باپ کو مصالحت پر راضی کرلے گا، لیکن ان میں سے کوئی بھی امید بر نہ آئی، یہاں تک کہ داؤد پوترے بختیار خاں کی طرف سے بالکل مایوس ہوگئے۔ ان کے لئے بجز اس کے چارہ نہ رہا کہ شہزادہ محمد معزالدین کے پاس ملتان پہنچیں، اور تمام حالات سنا کر اس مصیبت خیز خلجان سے نجات حاصل کریں، جس نے شکار بور میں ان پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ چنانچہ امیر محمد مبارک خاں نے اوائل ربیع الاول ۱۱۱۳ھ (اگست ۱۷۰۱ء) میں اقربا اور ملازمین میں سے تین سو آدمی ساتھ لئے اور ملتان کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ اقرباء میں سے بکھر فیروزانی اور اس کے بیٹے سنجر خاں، ھوتی خاں، سوبھا خاں، ان کے علاوہ پنوں خاں اور ھوت خاں پسران وڈیرا جودھ خاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ داؤد پوتروں کے خاندان میں یہ لوگ وقت کے نامور بہادر گنے جاتے تھے (حـ ۱)۔

ڈیرہ غازی خاں کی جنگ: یہ لوگ ملتان پہنچے تو اس سے پیشتر بختیار خاں مختلف وسیلوں سے شہزادے کے مشیروں کو ہموار کرچکا تھا، اور سرکاری ناظم کے لیے شہزادے کے درباریوں کو ہمنوا بنا لینا مشکل نہ تھا، چنانچہ

---

۱ - "مرآۃ" صـ ۹۸ و "جواہر" صـ ۸۲ -

داؤد پوتروں کی کوئی شنوائی نہ ہوئی ۔ اس اثناء میں ڈیرہ غازی خاں کے والی نے اپنے مشیروں قطب خاں اور عثمان خاں کے بھکانے سے بغاوت کا علم بلند کردیا ۔ شہزادے نے اس کی تادیب کے لیے لشکر کشی کی۔ داؤد پوترے بھی اپنی مختصر سی جمعیت سے ساتھ ہوگئے ۔ جنگ میں شاھی لشکر نے استقامت و استقلال کا کوئی اچھا مظاھرہ نہ کیا ۔ داؤد پوترے اپنے خاندانی شعار کے مطابق جوانمردی سے لڑے۔ باغیوں نے شہزادے کی سواری پر یورش کی تو داؤد پوتروں میں سے امیر مبارک خاں ، ھوت خاں ، سنجر خاں فیروزانی اور دلاور خاں ھالانی نے انھیں تلواروں پر دھر لیا اور پیچھے ھٹا دیا ۔ شہزادے نے حکم دیا کہ سنجر خاں کو حرم کی حفاظت پر بھیج دیا جائے ۔ مبارک خاں ، ھوت خاں اور دلاور خاں نے شہزادے کے روبرو شجاعت کے ایسے جوھر دکھائے کہ ان کی فدا کاری دل پر نقش ھوگئی ۔ والیِ ڈیرہ شکست کھا گیا۔ قطب خاں اور عثمان خاں گرفتار ھوگئے ۔

اس موقع پر سیت پور اور جلال پور کے سادات آٹھ ھزار کا لشکر لے کر باغیوں کی حمایت میں حملہ آور ھوئے ، اور شہزادے کے حرم کی سواری کا ھاتھی خطرے میں پڑ گیا ۔ یہاں بھی سنجر خاں داؤد پوترے کی مردانگی سے جنگ کا پانسا پلٹا اور حملہ آور منہزم ھوئے ۔ چونکہ وہ داؤد پوتروں کے بہادرانہ کارناموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا ، اس لیے اس نے ایک ایک کو انعام سے مالا مال کردیا ۔ سنجر خاں کو اپنا خاص خنجر عطا کیا اور امیر محمدؐ مبارک خاں کو شاھی منصب دار بنا دیا (ح ۱) ۔

---

۱ - ”مرآۃ“ و ”جواھر“ میں مرقوم ھے کہ سنجر خاں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۴)

بختیار خاں کا خاتمہ: ڈیرہ غازی خاں کی جنگ میں داؤد پوتروں کا اعتبار شہزادے کی نظروں میں جم گیا تو اس نے پورے حالات سنے - اس طرح وہ مقصد شہزادے کے رو برو آشکارا ہوا جسے لے کر داؤد پوترے ملتان پہنچے تھے - ان کی شکایتوں کا خلاصہ یہ تھا کہ بختیار خاں فرمانبرداری سے انحراف کے درپے ہے، خلق خدا اس کی دراز دستیوں سے تنگ آئی ہوئی ہے، مسکین اور مظلوم اس کی ایذا رسانیوں کے باعث آہ وفغاں میں مبتلا ہیں - اس کا تدارک دینی اور دنیوی منفعتوں کا باعث ہوگا (حـ ۱) - شہزادے پر ان شکایتوں کا ایسا اثر ہوا کہ لشکر لے کر سندھ روانہ ہوگیا - ملتان سے سندھ تک داؤد پوتروں نے ایسا بندوبست کیا کہ کسی غیر کو شہزادے تک پہنچنے کا موقع نہ ملے - جب شکار پور صرف دو منزل رہ گیا تو بختیار خاں نے اکابر سادات کو اپنی طرف سے شہزادے کے پاس بھیجا - داؤد پوتروں نے ان سادات کو شہزادے سے ملنے ہی نہ دیا - بختیار کی کوئی بھی تدبیر بروئے کار نہ آئی تو وہ لڑائی کے لئے تیار ہوگیا، اور میدانِ جنگ میں مارا گیا - شہزادے کے حکم سے اس کی لاش کے چار ٹکڑے کئے گئے اور ایک ایک ٹکڑا شکار پور، بختیار پور، خاں پور اور بکھر میں لٹکا دیا گیا -

بہادری پر مغل سرداروں نے پردہ ڈال دیا تھا اور اس کے کارنامے کو اپنا کارنامہ بنا کر پیش کردیا تھا لیکن شہزادے نے خواتین حرم سے صحیح حالات سنے تو سنجر خاں کی گراں بہا خدمات کا علم ہوا - پھر اس نے داؤد پوتروں کو خلعت اور انعام دئیے - (''مرآۃ'' صـ ۱۰۲-۱۰۳ و ''جواہر'' صـ ۸۴و۸۵) -

۱ - ''مرآۃ'' صـ ۱۰۳ -

یہ تمام حالات ''مرآۃ دولت عبّاسیہ،، اور ''جواھر عبّاسیہ،، سے ماخوذ ھیں (حـ ۱)۔ لیکن بختیار کے انجام کے متعلق دوسری روایات بھی ھیں جنھیں درج کردینا ضروری ھے تاکہ معاملے کا ھر پہلو پوری طرح واضح ھوجائے۔

دوسری روایت : رائے بہادر ھتّو رام نے ''تاریخ بلوچستان،، میں آخوند محمّد صدیق کی کتاب سے ایک روایت پیش کی ھے، جس کا خلاصہ یہ ھے کہ بختیار خاں کے عادات و اخلاق کچھ اچھے نہیں اور وہ رذیلوں کا ھم صحبت بن گیا تھا۔ اس کے عزیزوں میں ایک شخص تھا جس نے اپنی بیٹی بھتیجے سے منسوب کر رکھی تھی، وہ چند روز کے لئے کسی کام کے سلسلے میں باھر چلا گیا، بختیار نے اس لڑکی کو اٹھا کر اپنے گھر ڈال لیا۔ اس معاملے کی شکایت شہزادے محمد معز الدین صوبہ دار ملتان کے پاس پہنچی۔ شہزادہ بختیار خاں کو منہ بولا بھائی کہتا تھا، اس نے پیغام بھیجا کہ خاندانی آدمی سے اس قسم کے فعل کا ظہور بعید از قیاس ھے۔ بہتر یہی ھے کہ لڑکی کو فوراً عزّ و احترام سے اُس کے گھر پہنچا دو۔ بختیار نے اس مشورے پر بالکل توجہ نہ کی، آخر معاملہ مرکز میں پہنچا، وھاں سے شہزادے کے نام حکم آیا کہ اس فعلِ زشت کی تلافی کا بندوبست کیا جائے۔ شہزادے نے دوبارہ پیغام بھیجا، بختیار خوابِ غفلت سے بیدار نہ ھوا تو شہزادہ فوج لے کر حملہ آور ھوا۔ اس لڑائی میں بختیار مارا گیا (حـ ۲)۔

---

۱ - ''جواھر عبّاسیہ قلمی نسخہ'' ص- ۷۵-۸۸ ؛ ''مرآۃ دولت عبّاسیہ'' ص- ۹۲ - ۱۰۵ -

۲ - ''تاریخ بلوچاں'' مرتبہ رائے بہادر ھتّو رام ص-۱۸۰-۱۸۱

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶)

تیسری روایت یار محمد خاں کلھوڑے کے حالات میں
پیش کی جائے گی -

حال میں مسر گل خاں نصیر نے بلوچستان کی جو تاریخ شائع کی ہے اس میں اس واقعہ کو بختیار خاں کے بجائے میاں داؤد ابن یار محمد خاں کلھوڑہ سے منسوب کردیا ہے اور اسے سنہ ۱۶۹۷ء کا واقعہ بتایا ہے - یہ بالکل غلط ہے یہ بھی غلط ہے کہ شہزادہ معز الدین نے داؤد اور نور محمد سے جنگ کی اور شکست کھا کر وہ قلات پہنچے - داؤد اور نور محمد اپنے والد کے ساتھ سندھ سے نکلے تھے -

پندرھواں باب

یار محمد خاں کلھوڑا

یار محمد خاں کا ظہور : کلھوڑوں کے متعلق سلسلہ بیان کو میاں دین محمد کی گرفتاری اور وفات پر روک کر، مقام کی مناسبت سے داؤد پوتروں کے حالات پیش کرنا ضروری ہوگیا تھا ۔ اب پھر اصل بیان کا سر رشتہ سنبھالا جاتا ہے ۔

یاد ہوگا کہ محمدؐ معز الدین نے میاں دین محمدؐ کی حوالگی کے بعد ایک فوج اس کے متعلقین کو گرفتار کرنے کے لئے متعین کردی تھی ۔ میاں دین محمدؐ کا منجھلا بھائی میاں یار محمدؐ خاندان کا سرخیل تھا، وہ حوالگی پر آمادہ نہ ہوا اور اس نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا ۔ شہزادہ میاں دین محمد کو لے کر ملتان چلا گیا، پیچھے چپقلشیں جاری رہیں ۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں یار محمدؐ نے ایک

طرف شاھی فوج سے مقابلے کا سلسلہ جاری رکھا، دوسری طرف اپنے تمام اھل و عیال اور متعلقین کو وطن سے نکال کر مغربی سمت میں محفوظ مقام پر پہنچا دیا - جب اطمینان ھوگیا کہ وہ خطرے کے حلقے سے باھر جاچکے ھیں تو میاں یار محمدؒ خود بھی پیچھے ھٹتا ھٹتا قلاتؔ پہنچ گیا، اور وھاں قیام کا بندوبست کیا - ''مآثرالامراؔ''، کا بیان ھے :

> دین محمدؒ کے چھوٹے بھائی یار محمدؒ نے قبائل کو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پہنچایا اور خود جنگ پر آمادہ ھوگیا - جنگ میں شہزادے کی فوج نے شکست کھائی، یار محمدؒ کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ پہاڑی دروں میں بیٹھ کر جنگ کا انتظار کرنے لگا (حـ ۱) -

قلات میں مہاجرت کی داستان: تمام سوانح نگار اس امر پر متفق ھیں کہ میاں صاحب نے کم و بیش دو سال قلاتؔ میں گزارے - اس زمانے کے حالات خود موصوف نے ایک موقع پر یوں بیان کیے :

حالات کہ در ھنگامِ بے توجہی بندگان حضور قدسی ظہور دیدہ و آوارگی‌ھا کہ در کوھستان کشیدہ و زھر ھا کہ از دست بروھی (حاکمِ قلات) چشیدہ تا دمِ واپسیں از یاد نخواھد رفت - بروھی یک چند کہ ایں مشت پراگندہ را نزد خود جائی	حضور کی بے توجہی کے زمانے میں جو حالات پیش آئے، کوھستانی علاقے میں جو پریشانیاں اٹھائیں، بروھی حاکمِ قلاتؔ کے ھاتھ سے زھر کے جو پیالے پیے، ان کی یاد زندگی کے آخری سانس

---

۱ - ''مآثر الامراء'' جلد اول صـ ۸۳۶ -

دادہ بود ، نہ از روی آدمیت بلکہ مظنہ‌اش این بود کہ بندہ ھای سرمایہ دار اند ۔ چنداں کہ در قلاّت نخواھد بود ، ھمیشہ ھر چہ دارند ، بتدریج از بندہ‌ھا سلب خواھد کرد و نیز دانستہ بود کہ بدون ذریعۂ توجہّات جناب سپہر مناب امکان خلاصیٔ آنہا نخواھد بود ۔ آخر چوں دید کہ بندہ ھای جلا وطن از اوقات گزاریٔ خود عاجز اند ، نصف قبائل نزدِ خود گرو داشتہ نصف دیگر را چند آدم از خود ھمراہ دادہ رخصت کرد کہ رفتہ از جای چیزی پیدا کردہ بما بدھند .... آخرالامر بہ یاوریٔ طالع نسیم عنایات جناب گردوں قباب وزیدن گرفت و بہ عفوِ جرائم و تفویض مناسب و خطاب سرفراز شد (حـ ۱) ۔

تک محو نہ ھوگی ۔ بروھی نے تھوڑی دیر کے لئے ھم پریشاں حالوں کو بیٹھنے کی جگہ دی تھی تو یہ اس کی آدمیّت کا کرشمہ نہ تھا بلکہ اسے گمان تھا کہ ھمارے پاس اتنی دولت ھوگی جو شاید ھی قلاّت کے کسی آدمی کے پاس ھو ۔ اسے یہ بھی خیال تھا کہ جو کچھ ھمارے پاس ھے ، آھستہ آھستہ چھینتا جائے گا ۔ یہ بھی جانتا تھا کہ حضور کی توجہ کے بغیر ھماری رھائی کا کوئی امکان نہیں ۔ جب اس نے دیکھا کہ ھم جلا وطنوں کے لئے وقت گزارنا بھی مشکل ھے تو نصف قبائل کو اپنے پاس گرو رکھّا ، باقی نصف کے ساتھ اپنے چند آدمی بھیجے اور رخصت کردیا کہ جو کچھ

---

۱ ۔ ”گلدستۂ نورس بہار“ قلمی نسخہ صـ ۹۹ و ۱۰۰ ۔

ہاتھ لگے اسے لا کر،
میرے حوالے کرو، یہاں
تک کہ نصیبے کی یاوری
سے حضور کی عنایات کی
ہوا چلنے لگی؛ جرموں کی
معافی مل گئی اور منصب
و خطاب سے سرفرازی
بخشی گئی ۔

قیام و مراجعت کی شرطیں: ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے کہ میاں یار محمدؒ خاں قلات پہنچا تو بروہی اوناً مقابلے پر آمادہ ہوگئے ۔ ایک سخت جنگ میں محراب خاں حاکم قلات بے خبرانہ مارا گیا، پھر میاں نے صلح کرلی اور اپنے دو فرزندوں میاں نور محمدؒ اور میاں محمدؒ خاں کو بروھیوں کے پاس بطور یرغمال پیش کیا ۔ اس کے بعد قیام کی اجازت ملی ۔ یہ سنہ ۱۱۱۱ھ (۱۷۰۰-۱۶۹۹ء) کا واقعہ ہے اور دو برس میاں نے قلات میں گزارے اس اثناء میں بختیار خاں نے میاں کے خاندان کی تمام زمینوں پر قبضہ جما لیا ۔ دو برس کے بعد میاں صاحب التماس خاں بروھی کو کمک کے لئے ساتھ لائے (حـ ۱) ۔ بختیار خاں کی روش پر تعجب کی کوئی وجہ نہیں، وہ حریص اور ظالم آدمی تھا، داؤد پوتروں کو اس نے شکارپور

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۰۶ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ محراب خاں کے قتل کے باب میں صاحب ''تحفۃ الکرام'' کو غلطی لگی ۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ محراب خاں نے بعد کی ایک کشمکش میں مہلک زخم کھائے اور چند روز بعد فوت ہوا، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ۔

سے نکالنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، میاں یار محمدؐ خاں تو خود شاھی لشکر سے متصادم ھونے کے باعث مجرم قرار پاچکا تھا - اس کی زمینوں پر قبضہ جمانے میں بختیار خاں کو کیا تامل ھو سکتا تھا، لیکن خود میاں یار محمد خاں کے محولہ بالا بیان کو پیش نظر رکھتے ھوئے یہ نہیں مانا جاسکتا کہ التماس خاں بروھی کو میاں صاحب خود ساتھ لائے تھے - سمجھنا یہ چاھیے کہ حاکم قلات نے التماس خاں کو اس غرض سے ساتھ کردیا تھا کہ جو کچھ میاں صاحب کے ھاتھ لگے، اسے لے کر قلات بھیجتا جائے - ظاھر ھے کہ اس معاملے میں خود میاں صاحب کے بیان کے مقابلے میں کوئی دوسرا بیان قوی اور محکم وجوہ معلوم ھوئے بغیر مستحق ترجیح نہیں سمجھا جاسکتا - اس کے ساتھ ھی یہ بھی تسلیم کرلینا چاھیے کہ یرغمال میں صرف دو بیٹے ھی نہ دئے تھے بلکہ نصف قبائل کو حوالے کرنا پڑا تھا اور ان میں پردہ دار خواتین بھی تھیں -

میاں صاحب کی مراجعت : بہر حال سندھ سے میاں صاحب کے اخراج پر کم و بیش دو سال گذر گئے - اس اثناء میں سرائی درویش، میاں صاحب کے پاس پہنچنے لگے، ان میں سے راجہ لیکھی بطور خاص قابل ذکر ھے - میاں صاحب نے ان سب سے فرماں برداری کا مؤکد عہد لیا اور قلات سے نکل کر وطن کا رخ کرلیا - التماس خاں بروھی اپنی جمعیت کے ساتھ ھمراہ تھا - زیدی (ح ۱) سے گزر کر میاں صاحب منزلیں طے کرتے ھوئے منچھر جھیل کے کنارے سانوہ

۱- زیدی بلوچستان میں ھے - قلات سے سیدھے سندھ کی طرف آئیں تو یہ مقام راستے میں ملتا ھے -

اور نئینگ پہنچے ، جو تعلقہ ھٹڑی میں واقع ھیں - قیصر پنہوار سے موضع سامتانی جھینا اور گاھا میں ڈیرے ڈالے وھاں سے اپنے بھائی میاں میر محمد خاں کو مختلف سرائیوں کے ھمراہ آگے بھیج دیا - جہاں جہاں سرائی بیٹھے تھے ، وہ میاں صاحب کی آمد کی اطلاع پاتے ھی مصروف پیکار ھوگئے - اس طرح مرکھ پور اور گاھی جمشید قبضے میں آگئے ، اور فتح پور کو اعیار کے تصرف سے آزاد کرالیا گیا - پھر خود میاں صاحب بھی اپنے ساتھیوں سے آ ملے (حـ ۱) -

جب سرائیوں کی معتدبہ جمعیت میاں صاحب کے گرد و پیش فراھم ھوگئی اور مختلف مقامات ان کے قبضے میں آنے لگے تو التماس خاں بہ صورت حال دیکھ کر حیران رہ گیا اور بولا ، ''آپ کو میری کوئی ضرورت نہیں - خدا آپ کے ساتھ ھے اور اسی کی امداد کافی ھے'' (حـ ۲) -

اس کے بعد میاں صاحب نے کچیرہ، (حـ ۳) شکارپور، (حـ ۴) کھاری اور کنڈیارو کو آزاد کرالیا اور بختیار خاں کے بھتیجے ملک اللہ بخش سے لاڑکانہ چھین لیا -

---

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۰۶ -

۲- یہ ''تحفۃ الکرام'' کا بیان ھے جس کے نزدیک التماس خاں میاں صاحب کا معاون بن کر آیا تھا - میرے نزدیک التماس خاں میاں صاحب سے روپیے وصول کرنے آیا تھا - جب اس نے موصوف کا اثر و رسوخ دیکھا تو واپس چلا گیا -

۳- آج کل اس کا نام گچیرہ ھے - اور یہ مورو تعلقہ میں واقع ھے -

۴- یہ شکار پور پنہواروں کا تھا جس کا نام بعد میں خداآباد رکھا گیا -

پندرھواں باب

بختیار کی جنگ : بختیار خاں نے یہ حالات دیکھے تو شہزادہ محمّد معز الدین کے پاس عرضداشت بھیجی کہ دین محمّد کے بھائی نے پھر شورش بپا کردی ، اس کے انسداد میں مدد فرمائیے - شہزادہ فوج لے کر آنے کے لئے تیار ھوگیا ، لیکن معلوم نہیں؟ بختیار خاں کو کیا خیال آیا کہ اس نے اپنی رائے بدل دی اور شہزادے کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ آپ رک جائیں ، حالانکہ خود ھی اسے بلایا تھا - ممکن ھے ، بختیار کو یہ اطلاع پہنچ چکی ھو کہ داؤد پوترے شہزادے کو خود اس کے خلاف برانگیختہ کرکے لا رھے ھیں ، ممکن ھے ، یہ وسوسہ پیدا ھوگیا ھو کہ جس رشتہ دار کی بیٹی کو وہ جبراً اُٹھا لایا تھا ، اس کا مقدمہ شہزادہ خود سنے گا تو رسوائی ھوگی - وجہ کوئی ھو ، لیکن بختیار کی دوسری عرضداشت نے شہزادے کو اس کی طرف سے سخت بدظن کردیا - وہ غصے میں بھرا ھوا آیا - بختیار نے اپنی دوسری عرضداشت کے خلاف شہزادے کی آمد کو ایسی بری طرح محسوس کیا کہ مقابلے کے لئے تیار ھوگیا اور میدانِ جنگ میں مارا گیا - اس طرح داؤد پوتروں اور کلھوڑوں دونوں کے دیرینہ دشمن کا خاتمہ ھوگیا - ان کے لئے اطمینان سے بیٹھنے اور اپنے لئے مستقل مقام پیدا کرنے کی خدا ساز صورت بن گئی (حـ ۱) -

---

۱- یہ حالات ''تحفۃ الکرام'' سے ماخوذ ھیں - ملاحظہ ھو جلد سوم ص- ۱۰۶ و ۱۰۷ - ''گولڈس مڈ'' اور بعض دوسرے مرقع ھائے سوانح کا انحصار بھی ''تحفۃ الکرام'' ھی کے بیان پر ھے - واضح رھے کہ بختیار خاں کے مارے جانے کی یہ تیسری روایت ھے - ھوسکتا ھے کہ تینوں کے مختلف حصے درست ھوں ، یعنی یہ بھی صحیح ھو کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴)

شاہی منصب داری : اس اثناء میں شہزادے نے میاں یار محمد خاں کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا ۔ سبی اور ڈھاڈر کی حکومت بختیار خاں کے مارے جانے سے خالی ہوگئی تھی، شہزادے نے غازی خاں ڈرڈٹی کو وہ حکومت سونپ دی ۔ غازی خاں سے انتظام نہ ہوسکا تو بختیار خاں کے بھتیجے ملک اللہ بخش کو اس حکومت پر مامور فرما دیا ۔ وہ بھی کامیاب نہ ہوسکا تو پہلے اسلام خاں نہار، پھر قائم خاں نہار یکے بعد دیگرے اس اہم خدمت کے لئے مقرر ہوئے ۔ جب یہ بار گراں کسی سے بھی نہ اٹھ سکا تو میاں یار محمد خاں کے نام اس حکومت کا فرمان صادر ہوا ۔ یقین ہے کہ شہزادے کے تمام یا اکثر مشیروں اور مقامی آدمیوں نے بھی رائے دی ہوگی کہ میاں صاحب موصوف کے سوا کسی سے یہ کام بن نہ آئے گا ۔ یہ امر بجائے خود میاں صاحب کی صلاحیت انتظام اور فراوانئ جمعیت کا ایک مستند وثیقہ ہے ۔ غالباً میاں صاحب شہزادے سے نہ مل سکے، اگرچہ ایک روایت میں ہے کہ وہ ملاقات کے لئے دربیلہ پہنچے خواجہ حسن خاں حکومت کا پروانہ اور "خدا یار خاں" کا خطاب لے کر میاں صاحب کے پاس پہنچ گیا ۔

داؤد پوتروں نے موقع پا کر شہزادے کو بختیار خاں سے بدظن کیا ۔ یہ بھی صحیح ہو کہ رشتہ دار کی بیٹی کے معاملے میں بختیار نے زیادتی کی اور سمجھانے کے باوجود تلافئ مافات سے بے پروائی اختیار کیے رکھی ۔ بدظنی کی اس فضا میں بختیار کی متضاد عرضداشتوں نے شہزادے کو یقین دلا دیا کہ وہ یعنی بختیار اعتماد کا اہل نہیں ۔

علاوہ بریں شہزادے نے خان پور میر امین الدین خان کو، شکار پور داؤد پوتروں کو اور سیوستان غلام محمد سکھانی کو دے دیا، اور خود بکھر سے ملتان چلا گیا (ح ۱) ۔

میاں صاحب کا بیان: اس سلسلے میں خود میاں صاحب کا بیان بھی ملاحظہ کرلینا چاہیے ۔ فرماتے ھیں:

حقیقتِ درہ‌جات سبی و گنجابہ بدیں نمط است کہ از روز اول فدوی بایں خدمت خواھش نداشت، لیکن بعد قتل بختاور خاں (ح ۲) اولاً اللہ بخش نامی برادر زادہ‌اش باوجود واقفیتِ آں سرزمین و ثانیاً احمدیار خاں پسر دلاور خاں باایں	سبی اور گنجابہ کے دروں کی حقیقت یوں ھے کہ میں پہلے دن سے اس خدمت کا خواھاں نہ تھا، جب بختاور خاں مارا گیا تو پہلے اس کا بھتیجا اللہ بخش اس خدمت پر مقرر ھوا، اور وہ اس

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۰۷ ۔ ''ھیوز'' نے فی الجملہ انھیں واقعات پر انحصار کیا ھے ۔ وہ لکھتا ھے کہ ۱۱۷۱ء تک میاں صاحب کے مقبوضات خاصے وسیع ھوگئے، لیکن اس باب پر تعجب ھے کہ فارسی کے لفظ درہ جات (دروں) کا ترجمہ ''ھیوز'' نے ڈیرہ جات (ڈیرہ غازی خاں اور ڈیرہ اسمعیل خاں) کیا ھے ۔ (ص ۳۱) میاں صاحب نے اپنے بیان میں غازی خاں کو حکومت سونپنے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اللہ بخش کے بعد احمد یار خاں ابن دلاور خاں کا ذکر کیا ھے اور کہتے ھیں کہ پھر ارباب انتظام نے مجھے چنا ۔ یہ حقیقت میاں صاحب کے بیان سے واضح ھوگی جو آگے درج ھے ۔

۲۔ روایتوں میں اسے بختیار اور بختاور دونوں طرح لکھا ھے ۔

همه بیشی منصب از عهدهٔ بندوبست درمحات مذکور برنیامده استعفا کردند ، لا جرم متصدیان به تکلیف فدوی را مقررساختند - چنانچه کمترین بنده ها مطابق سند عهد حضرت خلد مقام الی یومناهذا ضبط و ربط آن محالات بواقعی نگاه داشته و از برای حفظ ناموس جمعیت موفور نوکر کرده زیر بار خرج می آید و دریں اثنا بعض اوقات نظر برخسارت خرج آن محالات می خواست که مانند دیگران استعفا بکند ، اما ایں معنی بامرضی متصدیان آن وقت منافی دانسته بهر حال بناچار بسر می برد (حـ ۱) -

سرزمین کے حالات سے خوب واقف تھا - پھر دلاور خاں کے بیٹے احمد یار خاں کو یہ کام سونپا گیا ، اوروہ بڑا منصب دار تھا ، لیکن دونوں میں سے کوئی بھی دروں کے بندوبست سے عہدہ برآ نہ ہوسکا ، اور دونوں مستعفی ہوگئے - پھر منتظموں نے مجھے اس کام پر مقرر کیا ، چنانچہ میں نے حضرت عالمگیر کے عہد کی سند کے مطابق آج تک ان علاقوں کا انتظام ٹھیک ٹھیک کیا ہے ، اور اپنی عزت کی حفاظت کےلئے بڑی جمعیت نوکر رکھ کر خرج کا بوجھ اٹھا رہا ہوں - آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی کے باعث بعض اوقات میں نے چاہا کہ دوسروں کی طرح استعفیٰ دے دوں ، لیکن اس

۱- "گلدستهٔ نورس بهار" قلمی نسخه ص- ۳۳ -

امر کو منتظمین وقت
کی مرضی کے خلاف
جانتے ہوئے چار و ناچار
کام چلا رہا ہوں ۔

بختیار خاں کے بیٹوں کی کوششیں: بختیار کے قتل کے بعد اس کے بیٹوں کو ملتان میں قید کردیا گیا تھا ۔ ''گلدستہ نورس بہار،، سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالمگیر کے زمانے میں قید ہوئے اور عرصے تک قید ہی میں رہے ۔ انھوں نے اپنے وکیل کے ذریعے سے رہائی کی کوشش کی اور خیال تھا کہ رہائی کے ساتھ ہی ان کی موروثی زمینداری بھی انھیں مل جائے گی ، لیکن لوگ بختیار خاں کے ہاتھ سے اتنے دکھ اُٹھا چکے تھے کہ کوئی بھی اس کے بیٹوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا ۔ ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ بختیار کا کا ایک بیٹا قید سے چھوٹ کر کوہ ساتک مندھا میں جابیٹھا اور مختلف لوگوں سے مدد کی درخواستیں کرتا رہا ، لیکن اسے کسی نے کوئی اہمیت نہ دی (ح ۱) ۔

بکھر و سیوستان کی زمینداری: صحیح تاریخ معلوم نہیں ہوسکی ، لیکن کچھ مدت بعد بکھر و سیوستان کی زمینداری بھی میاں یار محمد خان مخاطب بہ خدا یار خاں کو دے دی گئی ۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں عائد کی گئیں :

۱ ۔ سرحدی دروں کی حفاظت کا انتظام مستحکم رکھا جائے ۔

۲ ۔ جب بادشاہ کو ضرورت پڑے ، اپنی فوج لے کر

---

۱ ۔ ''گلدستہ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۳۲-۳۴، ۴۲، ۶۳ ۔

ملتان اور ٹھٹھ کے صوبہ داروں کے ساتھ خدمت کے لئے تیار رہنا چاہئے ۔

۳ ۔ راستوں کے امن کی حفاظت کی جائے ۔

۴ ۔ رعایا کی خوش حالی کا خیال رکھا جائے ۔

۵ ۔ ایران کی صحیح صحیح خبریں دربار شاہی میں پہنچائی جائیں ۔

اس کے ساتھ خلعتِ فاخرہ ، جڑاؤ کلغی ، تلوار ، گھوڑا ، اور ہاتھی بھی مرحمت ہوئے (حـ ۱) ۔

۱ـ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۹ ۔

سولھواں باب

یار محمد عباسی اور خوانین قلات

مشکلات کار: ۔ میاں یار محمدؐ خاں کے لئے اس حد تک یقیناً اطمینان کی صورت پیدا ھوگئی تھی کہ اسے دربار شاھی سے خطاب و منصب مل گیا تھا اور سبی و گنجابہ کی حکومت سونپ دی گئی تھی ۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جو اس سے پہلے خاندان کے کسی فرد کو نہ ملا تھا ، لیکن اس کے گرد و پیش مشکلات کے کانٹے جابجا بکھرے پڑے تھے ۔ ایک طرف مقامی رؤسا و خوانین کی طرف سے رقابت کے خطرات موجود تھے ، دوسری طرف بختیار خاں کے اقربا اپنی موروثی حکومت کے چھن جانے پر درپئے آزار بیٹھے تھے ۔ ایک بڑی مصیبت یہ تھی کہ ان نازک حالات کے باوجود برسوں کی پریشان حال رعایا کو اطمینان کی دولت سے بہرہ یاب کرنا اور نظم و قانون کا پابند بنانا لازم تھا ۔ اس کے بغیر میاں یار محمدؐ خاں کے لئے

شہنشاہِ ھند یا اس کے متوسلوں کی نگاھوں میں اعتبار قائم رکھنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ سب سے آخر میں یہ کہ خاندان کا صرف ایک حصہ میاں صاحب کے ساتھ تھا ۔ باقی سب لوگ خان قلات کے پاس بطور یرغمال موجود تھے اور انھیں رھا کرائے بغیر اطمینان کا سانس لینے کی کوئی صورت نہ تھی ۔

بروھیوں سے دشمنی کا نیا سبب: قبل ازیں خود میاں صاحب کی زبانی بتایا جاچکا ھے کہ خوانین قلات نے انھیں پناہ دی تھی ۔ تو اس سلسلہ میں آدمیت کا جذبہ کار فرما نہ تھا ۔ انھیں گمان تھا کہ یہ لوگ بھاگ کر آئے ھیں ، ضرور ان کے پاس دولت ھوگی اور آھستہ آھستہ اسے چھینتے جائیں گے ۔ جب معلوم ھوا کہ مہاجروں کے گزارے کی بھی کوئی صورت نہیں تو نصف قبائل کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھا اور نصف کو موقع دے دیا کہ واپس جائیں اور دست برد سے جو کچھ ھاتھ لگے ، خوانین کے حوالے کردیں ، لیکن میاں صاحب واپس آئے تو ان کی سابقہ زمینداری کے علاوہ حکومت بھی مل گئی اور وہ منصب دار شاھی بھی بن گئے ۔ اس حکومت نے میاں صاحب اور خوانینِ قلات کے درمیان عداوت کا نیا شعلہ بھڑکا دیا ۔ میاں صاحب خود لکھتے ھیں کہ جب مجھے پیش گاہِ ظلِ سبحانی سے یہ اعزازات ملے تو :

آتشِ حسد در دلِ سمندر پیچید ، سمندر خاں (حـ ۱) کے

۱- سمندر خاں ، محراب خاں کا چچیرا بھائی تھا ۔ چونکہ محراب کے فرزند کم سن تھے ، اس لیے اس نے وصیت کر دی تھی کہ سمندر خاں کو حاکم بنایا جائے ۔ سمندر خاں کے بعد محراب کے بیٹے بکے بعد دیگرے حکمرانی کی مسند پر بیٹھے ۔

عناد و خصومت رابہانہ جو گردیدہ پیغام کرد کہ از جملہ محالاتِ مفوضہ اگر گنجابہ را باز گزارید ، ہمہ آشتی است و اِلا جنگ (حـ ۱) -

دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی ، عداوت کا بہانہ ڈھونڈتے ھوئے پیغام بھیجا کہ اگر تمام عطا شدہ جاگیروں میں سے گنجابہ کو چھوڑ دو تو صلح قائم رہے گی ورنہ جنگ کے لئے تیار ھوجاؤ -

میاں صاحب کی پریشانی: اس پیغام نے میاں صاحب کو سخت تشویش و پریشانی میں ڈال دیا - سبی و گنجابہ کی حکومت بادشاہ نے عطا کی تھی - وہ اس سے مستعفی تو ھوسکتے تھے لیکن اس کے کسی حصے کو خوانینِ قلات کے حوالے کیونکر کر سکتے تھے - شاھی عطیے کے ھر حصے کی حفاظت ان پر شرعاً ، عرفاً اور ناموساً واجب تھی - یہ بھی ظاھر تھا کہ ان کے نصف قبائل کی جانیں اور آبروئیں خوانینِ قلات کے قبضے میں تھیں - ایسے نازک حالات میں واجبات کی ٹھیک ٹھیک بجا آوری سے عہدہ برآ ھونا صرف اربابِ عزیمت ھی کے لئے ممکن تھا اور میاں یار محمد خاں عباسی یقیناً اپنے عہد کے ایک بلند مرتبہ صاحبِ عزم انسان تھے -

گنجابہ کا مطالبہ: میاں صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میاں میر محمد خاں کو قلات بھیج دیا تاکہ وہ خوانین سے مل کر ان کے دلی مدعا کا پتہ لگائے اور فرزندان و قبائل کی

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۹۴ -

رهائی کی کوشش کرے - رئیسِ قلات نے صرف ایک جواب دیا اور وہ یہ :

گنجابه به من بدهید که من فرزندان و قبائلِ شما را رخصت بکنم و سر نو قول و سوگند درمیان آورده باهم مصالحه بکنیم - من بعد با شما خراشیدگی نخواهد شد - اگر گنجابه نمی دهید، هیچ صلح و آشتی نیست - شما برخاسته بروید - با قبائلِ شما هرگونه بخاطر من می رسد، به عمل می آرم (حـ ۱)-

گنجابه میرے حوالے کردو تا کہ میں تمھارے فرزندوں اور قبائل کو جانے کی اجازت دے دوں اور قول و سوگند کی بنا پر نئے سرے سے مصالحت کرلوں - بعد ازآں تمھیں کوئی ضرر نہ پہنچے گا اور اگر گنجابہ نہیں دیتے تو پھر صلح و آشتی کی کوئی صورت نہیں - اٹھو اور یہاں سے چلے جاؤ - تمھارے قبائل کے متعلق جو کچھ میرے جی میں آئے گا، کروں گا -

صلاح کاروں کا مشورہ: میاں صاحب نے اپنے صلاح کاروں میں سے میر شہداد اور شیخ غلام محمدؒ سے مشورہ کیا، ان کی رائے یہ قرار پائی کہ گنجابہ خانِ قلات کے حوالے کردینا چاهئے - جب بیٹے اور قبائل رہا ہوکر آجائیں گے تو

۱- ”گلدستۂ نورس بہار“ قلمی نسخہ صـ ۳۱۳ -

پھر جنگ کرکے گنجابہ واپس لے لیں گے۔ میاں یار محمدؐ خاں اس بات پر بھی آمادہ تھے کہ اگر ذمہ داران انتظام حکومت راضی ہوں تو یہ تدبیر اختیار کر لی جائے،لیکن جس حد تک ان کے ذاتی احساسات کا تعلق ہے، فرزندوں اور خواتین کی جانیں خطرے میں ہونے کے باوجود وہ اس پر راضی نہ تھے اور اس رائے کو مراتب اطاعت کے منافی سمجھتے تھے، چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنی جان یا فرزندوں کو پاس داری حقوق پر ترجیح نہیں دیتا:

گنجابہ خود قلعہ ایست، اما اگر کسی خشت او برای آئینہ بخواہد، چشمش کور شود۔ خاکش راہم ندہم۔ خدا نخواستہ باشد کہ این قسم مخیلات در تصور این بی مقدار گزشتہ باشد ۔۔۔ بروہی با تمامی الوسات خود و افاغنہ کوہی بر محال سرحدی آمدہ گنجابہ را محاصرہ کردہ است و شب و روز از طرفین جنگ و کوشش می رود۔ مرا بہ قدم مبارک سوگند است، اگر تار مو اندیشہ ازاں بہ فدوی رسیدہ باشد، ہمیں فکر و تلاش دارد حق سبحانہ تعالیٰ وسعت اخراجات عطا کند کہ بہ سپاہ دادہ برسر قلات ہجوم آوردہ مفسداں را مستاصل سازد۔ فرزندان و قبائل

گنجابہ تو ایک قلعہ ہے، اگر کوئی شخص اس کی ایک اینٹ آئینہ بنانے کے لئے بھی لینا چاہے تو اس کی آنکھیں اندھی ہوجائیں۔ میں خاک کا ذرہ بھی نہ دوں گا۔ خدا نہ کرے کہ اس قسم کے خیالات میرے دل میں جگہ پائیں ۔۔۔ بروہی اپنے تمام لشکر اور کوہستانی افغانوں کو ساتھ لے کر سرحدی علاقے میں آیا ہوا ہے اور گنجابہ کا محاصرہ کرلیا ہے۔ رات دن چپقلشیں ہوتی رہتی ہیں۔ مجھے قدم

نثار در راہِ بندگی است (حـ ۱) -

مبارک کی قسم ہے کہ اس سے خفیف سا بھی اندیشہ بیدا نہیں ہوا - صرف اس فکر میں ہوں کہ خدا تعالیٰ کشائش عطا کرے تو سپاہ کو تنخواہ دے کر قلات در یورش کردوں اور مفسدوں کو بیخ وبن سے آ دھاڑ پھینکوں - فرزندان و قبائل فرماں برداری کی راہ میں قربان ہیں -

ایک اور مکتوب سے واضح ہوتا ہے کہ جب میر شہداد اور شیخ غلام محمد نے مندرجۂ بالا تجویز میاں صاحب کے سامنے پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم خود مدار المہام شاہی کو تمام حالات سنا کر اجازت لے سکتے ہیں تو میاں صاحب نے جواب دیا :

من فرزند و قبائل و جان و مالِ خود را در راہِ بندگی نثار کردہام - ہر چہ مناسب دانند، بنو یسند (حـ ۲) -

میں بیٹوں، عورتوں اور جان و مال کو فرماں برداری کی راہ میں قربان کر چکا ہوں - آپ جو

۱- ”گلدستۂ نورس بہار“ قلمی نسخہ صـ ۵۲-۵۳ -

۲- ”گلدستۂ نورس بہار“ قلمی نسخہ صـ ۳۱۴ -

مناسب سمجھیں، لکھ دیں -

ایک اور مکتوب میں فرماتے ھیں :

این غلام جان و مال و ناموس و قبائل همه تصدق طریقِ بندگی کردم، هر چه مشیتِ الهی است، همان خواهد شد (حـ ۱) -

یہ غلام جان، مال، ناموس اور قبائل ھر شے کو فرماں برداری کی راہ میں قربان کر چکا ھے - خدا کی جو مرضی ھے، وہ پوری ھو کر رھے گی -

اھل و عیال کی رھائی: اس دوران میں خوانینِ قلات نے میاں صاحب کے فرزندوں اور خواتین کو اذیت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا - وہ عام لوگوں کی طرح شہر میں رھتے تھے - بارھا انھیں حکم دیا کہ اپنے گھروں سے نکل کر قلعے میں آ جاؤ -

ایک خط میں مرقوم ھے :

با مخلص زاده‌ها و چهار خانواده که به اعتماد عهد و پیمان آن سست ایمان در قلات بودند بر نهج اختلاف زیست می کرد، تا آنکه دریں ایام مخلص زاده ها را از راهِ تغیر وضع پیغام کرد که

میرے بیٹے اور چار خانوادے اس سست پیمان کے عہد کی بنا پر قلات میں مقیم تھے، ان کے ساتھ سمندر کا سلوک اچھا نہ تھا -

---

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ' صـ ۵۱ -

منزل معبود. را گزاشتہ در اندرون قلعہ قلات در آیند و همیں ساعت اهل برقع نقل مکان کنند و درایں معنی مقید و بجد شد ۔ چون ایں مراتب منافیٔ ناموس بود ، نور چشم از بس غیرت و حمیت همگی اهل پردہ را . . . (حـ ۱) ۔

ان ایام میں اس نے میرے بیٹوں کو حکم دے دیا کہ اپنی قیام گاهیں چھوڑ کر قلعے کے اندر آجاؤ ۔ اسی وقت مستورات کو بھی نقل مکان کا حکم دے دیا ۔ چونکہ یہ طرز عمل عزت و ناموس کے منافی تھا ۔ اس لئے میرے بیٹے نے غیرت و حمیت کی بنا پر تمام مستورات کو . . . . .

میاں صاحب نے ایک موقع پر میر شہداد بلوچ کو ان کے پاس بھیجا ۔ میر کی باتوں پر اگرچہ خوانین کو بہت اعتماد تھا ، لیکن فرزندان و قبائل کی رهائی کی کوئی صورت نہ بنی ۔ ایک مرتبہ میاں صاحب خود بھی وهاں گئے اور

۱۔ '' گلدستہٴ نورس بہار '' قلمی نسخہ ۲۰ ۔ جس نسخے سے میں نے استفادہ کیا ، اس میں یہ خط پورا نقل نہیں ھوا ۔ معلوم نہیں ، نسخے میں سے کوئی ورق ضائع ھوگیا یا چند سطریں نقل ھونے سے رہ گئیں ۔ لیکن اس خط کا جتنا حصہ مل سکا ، زیر غور مضمون کی تائید و توثیق کے لئے وہ بہ همہ وجوہ کافی ھے ، یعنی یہ کہ میاں یار محمد خاں نے اپنے بیٹوں اور مستورات میں جن جن کو قلات میں عہد و پیمان کی بنا پر چھوڑا تھا ، بروهی حاکم قلات انھیں برابر تنگ کرتا رهتا تھا ۔

غالباً ایک فرزند کو ساتھ لے آئے ۔

میاں صاحب لکھتے ھیں :

میر شہداد را حسب الطلب بلوچاں کہ بر گفتہ[1] او اعتماد داشتہ اند نزد آنہا فرستادہ . . یک روز فقیر ہم نزد آنہا رفتہ میاں . . . . را از دست آنہا خلاص ساختہ باخود آوردہ ، باز بہ گنجابہ رسید (حـ) ۔

میر شہداد کو بلوچوں کی خواھش کے مطابق ان کے پاس بھیج دیا ۔ بلوچ میر شہداد پر بہت اعتماد کرتے رھے ھیں ۔ ایک دن میں خود ان کے پاس گیا اور میاں . . . کو آزاد کرا کے لے آیا ۔ پھر گنجابہ پہنچا ۔

جب ملتان سے تاکیدی احکام پہنچے کہ میاں صاحب کے بچوں اور قبائل کو رھا کردیا جائے تو ان مسکینوں کی وایسی کا موقع پیدا ھوا اور میاں یار محمد خاں کے لئے جمعیت خاطر کا سامان بہم پہنچا ۔ قطعی طور پر معلوم نہیں ھوسکا کہ میاں صاحب کو اس سلسلے میں کتنی مدت تک پریشانیوں

---

۱ ۔ ”گلدستۂ نورس بہار“ قلمی نسخہ ص ۶۳ ۔ جو نسخہ میرے مطالعے میں رھا ، اس میں خطوط مرتب کرنے والے نے اکثر مقامات سے میاں صاحب کے افراد خاندان کے نام حذف کر کے ان کی جگہ ”فلاں“ کا لفظ لکھ دیا ۔ بعض مقامات پر تو مضمون کے سیاق کی بنا پر معلوم ھو سکتا ھے کہ کونسا نام حذف کیا گیا ۔ بعض مقامات پر سیاق بھی رھنمائی میں قاصر رھتا ھے ۔ میں نے جہاں ”میاں“ کے آگے نقطے لگا دیے ھیں ، وھاں معلوم نہ ھو سکا کہ کون مقصود ھے ۔

سے سابقہ پڑا رہا ۔ اس ضمن میں میاں صاحب کے فرزندوں میاں نور محمدؐ اور میاں داؤد کو جو حالات پیش آئے ، وہ آگے چل کر بیان ہوں گے ۔

بروھیوں سے اختلاف: غرض بروھیوں سے اختلاف میاں یارِ محمدؐ خاں کے زمانے میں پیدا ھوا اور جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ھے ، اس کا سبب یہ نہ تھا کہ میاں صاحب یا ان کے خاندان کے کسی فرد نے بروھیوں کے خلاف کوئی اقدام کیا تھا یا ان کے کسی حق پر ضرب لگائی تھی ۔ سبب صرف یہ تھا کہ دربار دھلی کی طرف سے میاں صاحب کو سبی اور گنجابہ کی حکومت مل گئی تھی اور بروھی خود اس علاقے کے طلب گار تھے ۔

جب میاں صاحب نے اپنے بھائی میر محمدؐ خاں کو قلات بھیجا تھا اور سمندر خاں بروھی نے دل کی باتیں کھول کر میر محمدؐ خاں سے کہہ دی تھیں ۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا تھا :

محالات درہ جات سرحد بہ معرفت ارکان دولت . . . . بہ ما مرحمت می شد ، شما آں کار مارا برھم زدہ و پیش کش ھا قبول کردہ از راہ کاوش برای خود گرفتید و ایں ھمہ خدمت گاریٔ ما و اعانتِ ما و حق آشنائی کہ درمیان بود در نظر نیاوردہ، یکایک با ما شکستید . اکنوں ھماں قرارداد بحال دارید و گنجابہ

درہ جاتِ سرحد کے علاقے ارکانِ سلطنت ھمیں دینے والے تھے ۔ تم نے ھمارے اس کام کو بگاڑ دیا اور ھم سے عداوت کی بنا پر پیش کشوں کو قبول کر کے علاقے خود سنبھال

به من بدھید که من فرزندان و قبائل شمارا رخصت بکنم و سر نو قول و سوگند درمیان آورده باھم مصالحه بکنیم (حـ ۱) -

لئے - ھم نے جو تمہاری خدمت اور امداد کی تھی اور آشنائی کا جو حق تھا ، اسے بھی پیش نظر نہ رکھا - ھم سے تعلق توڑ لیا . . . . اب بھی پہلی قرار داد کو بحال کرلو- گنجابہ مجھے دے دو- میں تمہارے بیٹوں اور قبائل کو رخصت کردیتا ھوں - نئے سرے سے قول و قرار کرکے قسم کھاتے ھوئے آپس میں صلح کرلیتے ھیں -

کیا عہد و پیمان کی خلاف ورزی ھوئی؟ سمندر بروھی نے اس گفتگو میں یہ بھی کہا کہ میاں یار محمدؒ خان نے مجھ سے اقرار کر رکھا تھا :

ھر قدر زمیں که در تصرف ما بیاید، ازاں سوم حصه خواھم داد - کسان من می گویند که چیزی

جتنی زمین قبضے میں آئے گی ، اس کا تیسرا حصہ (بروھیوں کو)

۱- ”گلدستہ نورس بہار“ قلمی نسخہ ص ۳۱۲-۳۱۳ -

بدست برداشته می دادند الحال آں را هم موقوف کرده اند و نمی دهند و از قرارداد برگشته اند هر گاه چنیں باشد، کدام اخلاص و آشتی باقی ماند؟ (حـ ۱) ـ

دوں گا ـ میرے آدمی (سمندر کے آدمی) کہتے هیں که پہلے کسی قدر مال اٹھا کر دے دیتے تھے، اب وہ سلسله بھی موقوف ہو گیا اور نہیں دیتے، گویا قرار داد سے پھر گئے هیں ـ جب صورتِ حال یه هے تو اخلاص و آشتی کیا باقی رہ گئی؟

پہلا سوال یه هے که کیا واقعی ایسی کوئی قرارداد میاں یار محمدؐ خاں اور سمندر خاں بروهی کے درمیان دوران قیام قلات میں هوئی تھی؟ میر محمدؐ خاں نے سمندر خاں کے محولهٔ بالا الزام کا جواب ان لفظوں میں دیا:

آنچه قرار داد کرده است، درآں تفاوت نه شده است و اگر تفاوت شده باشد، بعد ازیں نخواهد شد (حـ ۲) ـ

جو کچھ باهم طے هوچکا هے، اس میں اب تک کوئی فرق نہیں آیا ـ اگر آیا بھی هو تو آئنده نه آئے گا ـ

اس جواب سے صاف ظاهر هوتا هے که باهم عهد و پیمان هوچکا تھا اور وہ اس زمانے کا تھا جب میاں یار محمدؐ خاں

۱ـ "گلدستهٔ نورس بہار" قلمی نسخه صـ ۳۱۲ ـ
۲ـ "گلدستهٔ نورس بہار" قلمی نسخه صـ ۳۱۳ ـ

معتوب دربار شاھی تھے اور مناسب جائے پناہ کے لئے سراسیمہ تھے ، لیکن جب انہیں شاھی منصب دار بنا کر ایک علاقے کا انتظام سونپ دیا گیا تو کیا اس میں سے بھی سمندر بروھی کو تیسرا حصہ دینا شرعاً، اخلاقاً یا عرفاً میاں صاحب پر واجب تھا ؟ اس سوال کا جواب قطعی طور پر نفی میں ھے۔ میر محمدؐ خاں نے جواب میں بالکل صحیح کہا :

باقی دادن گنجابہ از قدر ما بیرون است۔ ملک بادشاھی است ، برونِ حکمِ اعلیٰ کرا مجال است کہ نام آں تواند گرفت و در عالم ناموس مردم الوس دار چہ خواھند گفت۔ ھرچہ مشیت الٰہیٰ است ، خواھد شد۔ سمندر بہ شنیدن ایں جواب برھم شدہ میر محمدؐ را ، رخصت درد (حـ ۱)۔

باقی گنجابہ کو حوالے کرنا تو یہ امر ھمارے حد اختیار سے خارج ھے۔ ملک بادشاہ ھند کا، اس کے حکم کے بغیر کسے مجال ھے کہ اس کا نام زبان پر لائے۔ نیز یہ نام کا معاملہ ھے۔ خویش و اقارب اور قبیلے والے لوگ کیا کہیں گے ؟ جو کچھ رضائے باری تعالیٰ میں ھے ، ھو کر رھے گا۔ سمندر یہ جواب سن کر غصے میں آگیا اور اس نے میر محمدؐ کو رخصت کردیا۔

جو قرارداد تھی، وہ صرف ان اراضی تک محدود تھی جو بادشاھی لشکر کے خلاف لڑائیوں میں میاں یار محمدؐ خاں کے ھاتھ آتیں۔ بادشاہ کی دی ھوئی نظامت پر یہ قرارداد قطعاً

۱۔ ''گلدستہ' نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۳۱۳۔

حاوی نہ تھی، یعنی یہ ممکن نہ تھا کہ بادشاہ کی جانب سے میاں صاحب کو جو کچھ ملتا، سمندر بروھی اس میں سے بیٹھے بٹھائے ایک تہائی کا حقدار بن جاتا، لہذا اس کا مطالبہ سراسر بیجا تھا، لیکن یہیں سے کشمکش شروع ھوئی جس نے آگے چل کر خونریز جنگ کی شکل اختیار کرلی ۔ اس کا ذکر موقع پر آئے گا۔

رحیم یوسف اور دولت کا ھنگامہ ۔ ''تحفتہ الکرام،، کا بیان ھے کہ میاں یار محمدؐ خاں نے پہلے اپنے بھائی میر محمدؐ خاں کو سبی کی حفاظت پر مقرر کیا ۔ پھر یہ کام اپنے بیٹے محمدؐ داؤد کے حوالے کردیا ۔ ایک مرتبہ رحیم برانگ اور دولت خاں پنسّی نے فتنہ بپا کیا اور سخت سزا پائی (حـ ۱) ۔

خود میاں صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں اس فتنے کی کیفیت یوں بیان فرمائی ھے کہ میں نے اپنے بیٹے کو درہ جات سرحدی کی حفاظت کے لیے بھیج دیا تھا ۔ اتفاق سے سبی میں بخار نے وبائے عام کی صورت اخیار کرلی اور کوئی بھی شخص اس سے محفوظ نہ رھا ۔ میرا بیٹا بھی بخار میں مبتلا ھوگیا ۔ جب مرض نے شدت اختیار درلی تو وہ لوٹنے پر مجبور ھوگیا ۔ ابھی وہ راستے ھی میں تھا کہ رحیم، یوسف وغیرہ نے افغانوں کو ساتھ ملا کر فتنہ انگیزی کا ارادہ کرلیا ۔ وہ آدھی رات کے وقت اٹھے ۔ لکڑی کی سیڑھیاں لگا کر قلعہ سبی میں پہنچ گئے ۔ ھمارے آدمیوں میں سے جو وھاں موجود تھے، وہ مرض کی شدت کے باعث جم کر مقابلہ نہ کرسکے اور قلعے

۱۔ ''تحفہ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۷ ۔

سے باھر نکل گئے - اسی طرح قلعہ ڈھاڈر بھی ھمارے قبضہ سے نکل گیا -

میں نے اپنے دوسرے فرزند کو فوج دے کر بھیجا کہ افغانوں کی ھنگامہ آرائی کا انسداد کرے - اس نے پہلے قلعہ ڈھاڈر کا محاصرہ کیا - پھر سخت لڑائی ھوئی - اس میں بارہ آدمی مارے گئے - میرا بیٹا زخمی ھوا - اس کی سواری کے دو گھوڑوں کی گردنوں پر زخم لگے - ستر آدمی زخمی ھوئے اور بیس گھوڑے مارے گئے یا مجروح ھوئے - رحیم، یوسف، یوسف کا بھائی گوھر اور پنجو جو افغانوں کا سردار تھا، اپنے بہت سے رفیقوں کے ھمراہ میدان میں مارے گئے - یہ حالت دیکھ کر سبزل خاں اور دولت خاں نے امان مانگی اور لڑائی ختم ھوگئی - رات کے وقت وہ لوگ موقع پاکر بھاگ نکلے - ان کا تعاقب لیا گیا - اس تعاقب میں بھی ان کے بہت سے ساتھی تہ تیغ ھوئے - بہرحال خدا کی مہربانی سے دونوں قلعے پھر ھمارے ھاتھ آگئے - مفروروں میں سے جو بچے، وہ سانک سندھا پہاڑی پر پناہ گزیں ھوئے - اب ھمارا ارادہ یہ ھے کہ اس پناہ گاہ پر حملہ آور ھوں اور مفسدوں کا کامل استیصال کردیں (حـ ۱) -

مزید تفصیلات: ایک اور مکتوب میں واقعے کی بعض مزید تفصیلات درج ھیں، جنھیں بیان کردینا ضروری ھے - مثلاً

۱ - رحیم و یوسف وغیرہ کا ھنگامہ اس زمانے میں ھوا تھا جب میر ویس غلزئی نے قندھار میں گرگین خاں کو مارا تھا - اس واقعہ کی تاریخ کے باب میں

---

۱ - ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۲۹-۳۰ -

مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔ محقق یہ ہے کہ گرگین ذی قعدہ ۱۱۱۹ھ (جنوری ۱۷۰۸ء) میں مارا گیا۔ میاں صاحب کے بیان کے مطابق قلعہ سبی اور قلعہ ڈھاڈر ۱۴ ذی حجہ ۱۱۱۹ھ (۲۵ فروری ۱۷۰۸ء) کو مفسدوں کے قبضے میں گئے۔

۲ - میاں صاحب کا فرزند اتنا بیمار تھا کہ پالکی میں بیٹھ کر سبی سے واپس ہوا۔ اس کی غیر حاضری میں قلعے پر حملہ ہوا۔ سپاھیوں میں سے بھی اکثر علاج کے لیے باہر گئے ہوئے تھے۔ جو لوگ قلعے میں تھے، وہ بوجہ ضعف و علالت مقابلہ نہ کر سکے۔

۳ - میاں صاحب نے یہ اطلاع پاتے ھی دوسرے بیٹے کو بڑا لشکر دے کر بھیجا۔ وہ ۹ محرم الحرام ۱۱۲۰ھ (۲۰ مارچ ۱۷۰۸ء) کو موضع کھائی میں پہنچا جو ڈھاڈر سے چار کوس ہے۔ ۱۰ اور ۱۱ محرم کے دن اس نے موضع کھائی ھی میں گزارے۔

۴ - ۱۲، محرم (۲۳، مارچ) کو ڈھاڈر پر یورش کی۔ پانچ مقامات پر مورچے قائم کیے۔ ۱۸، محرم (۲۹ مارچ) کو رحیم اور دولت ڈیڑھ هزار آدمی لے کر مقابلے پر آئے۔ وہ نالے کے پار تھے جو بہت گہرا ہے۔ اس کی گہرائی چار قد آدم سے کم نہ ہوگی یعنی کم و بیش بیس بائیس فٹ۔ ان کے ساتھ

توپیں بھی تھیں - کچھ دیر تک بندوقوں کی لڑائی ہوتی رہی - پھر دست بدست زد و خورد کا سلسلہ جاری رہا - رحیم، یوسف، پنجو اور ان کے نو سو ساتھی میدان میں کام آئے - باقی پھر قلعہ میں جا گھسے -

۵ - ہماری فوج نے سبی کا رخ کر لیا - سبزل وہاں تھا - وہ بھاگ نکلا - اس کے دو سو ساتھی مارے گئے -

۶ - سبی کے قلعے پر قابض ہونے کے بعد پھر ہمارے آدمیوں نے ڈھاڈر کی طرف توجہ منعطف کی - قلعہ نشینوں نے امان مانگی - ان سے کہہ دیا گیا کہ جو سامان لوٹا تھا، وہ چھوڑ دو - اسلحہ، گھوڑے حوالے کر دو اور جانیں سلامت لے کر نکل جاؤ -

۷ - ڈھاڈھر کے ایک طرف گڑھے میں درختوں کا جھنڈ تھا - ۲۱ محرم (یکم ابریل) کو وہ لوگ اس جھنڈ میں جمع ہوئے - رات ایک پہر گزری ہوگی کہ انہوں نے نکل جانے کی کوشش کی - ہمارے آدمیوں کو خبر ہو گئی - اتفاقاً اسی وقت سخت آندھی آ گئی - اپنے پرائے میں امتیاز کی کوئی صورت باقی نہ رہی - اس کے باوجود دشمن کے تقریباً ایک سو آدمی مارے گئے - کچھ اسیر ہوئے -

۸ - یوں سینتیس روز کے بعد دونوں قلعے ہمارے قبضے

میں آگئے (حـ ۱) -

یہاں یہ بھی بتادینا چاہیے کہ اگرچہ رحیم و دولت کو بروھیوں سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اس خاندان کے افراد تھے جو میاں یار محمدؐ خاں سے پیشتر سبی، ڈھاڈر اور گنجابہ پر قابض تھا، لیکن اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ بروھی میاں صاحب کی مخالفت میں ہر فتنہ انگیز کو ہر ممکن مدد دینے کے لیے تیار رہتے تھے -

میر عبدالجلیل بلگرامی کا قطعہ: کتاب مکمل ہوچکی تھی، عین آخری وقت مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ مل گیا، اس میں فتح سیوی کی تاریخ میر عبدالجلیل بلگرامی کے قلم سے مل گئی، اس میں فتح کی کچھ تفصیلات بھی درج ھیں، وہ قطعہ ذیل میں درج ھے،

رئیس تمرد سگالان مفسد
رحیم، رجیم و لئیم سبک سر
الوسات کوھی بخود جمع کردہ
گرفت ازدعا حصن سیوی و ڈھاڈھر
خدا یار خاں چوں برین مطلع شد
برآشفت مانند ببر و غضنفر
بفرسود فرزند داؤد خود را
کہ این فتح گردد بدستت میسر
تفاول گرفتیم از مصحف دل
کہ داؤد را کوہ گردد مسخر

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص- ۲۹۵-۲۹۸ -

کمربست داؤد بر حکم والد
روان شد به فوج دلیر و دلاور
چه فوجی که هریک ازان پهلوانان
نهنگی ست در خون اعدا شناور
رحیم عدو با دگر فوج افغان
برآمد ز حصن برآن صف برابر
اعادی ستادند چون سدّ آهن
زسر تا به پا هر همه غرق بکتر
ندانست دشمن که از فضل ایزد
ز داؤد آهن شود موم پیکر
جلوریز دادند زیر صف آن
زهم واشد آن صف چو اوراق ابتر
با طراف بیرق چنان شد کشا کش
که کم دید رزمی چنین چشم اختر
زره بر عدو بود چون چشمه ساران
چوماهی در و سیر می کرد خنجر
ز بس دشنه جا کرد درمغز اعدا
سرِ دشمنان شد چو برجِ فروتر
دلِ غدزیان طعمهٔ مار ناچخ
سر کاکران کفجهٔ مار شش بر
در آخر ز داؤد شیرِ عدوکش
چوجالوت شد کشته آن خرس اکبر
دلیران دریدند افواج افغان
چو شیری که بر هم درد گلهٔ خر

به محراب شمشیر هریک دلیری
بسی سجده کردند سرها مکرر

ز بس کشتها آن قدر پشتها شد
که بستند بر فتنه سدّ سکندر

بپاشید شیرازهٔ فوج دشمن
چو برگ خزان دیده از باد صرصر

بفضل الهی و اقبال شاهی
دلیرانه داؤد آمد مظفّر

دل از مژدهٔ فتح در شد جهان را
ز داؤد این فتح آمد میسر

پی سال تاریخ این فتح یکتا
زمن کرد درخواست مردی سخن ور

گذشت از سر جان رحیم و بگفتم
ز داؤد شد فتح سیوی و ڈھاڈھر

آخری مصرعه سے ۱۱۲۳ نکلتے ھیں ، اس میں سر جان یعنی ''ج،، کے تین عدد خارج کر دیے جائیں تو ۱۱۲۰ (۱۷۰۸ء) رہ جاتے ھیں ، یہی سیوی و ڈھاڈھر کی تاریخ فتح ھے۔ اس قطعه سے یه بھی واضح ھوگیا که رحیم پر داؤد کی ترکتازی وقت کے تمام سرکاری عہدہ دار کار سلطنت سمجھتے تھے ، چنانچه میر صاحب فرماتے ھیں ،

بفضل الٰہی و اقبال شاھی
دلیرانه داؤد آمد مظفر

سترھواں باب

قندھار کا قضیہ

(۱)

مغل اور قندھار: تاریخ دان اصحاب کو معلوم ہے کہ قندھار مغلوں اور ایرانیوں کے درمیان مسلسل وجہِ نزاع بنا رہا۔ بابر نے اسے فتح کیا تھا۔ ہمایوں نے اپنی چھنی ہوئی سلطنت واپس لینے کے لئے شاہِ ایران سے کمک چاہی تو ایک شرط یہ بھی مان لی تھی کہ قندھار ایرانیوں کے حوالے کردیا جائے گا۔ اکبر نے اسے دوبارہ واپس لیا، لیکن جہانگیر کے زمانے میں یہ پھر مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جہانگیر کو اتنا غصہ آیا کہ فوج تیار کرکے ایران کی تسخیر کا ارادہ کرلیا۔ اس اثناء میں اس کے فرزند شاہ جہاں نے بغاوت کا علم بلند کردیا اور جہانگیر کو اندرونی خرخشہ مٹانے پر متوجہ ہونا پڑا، یہاں تک کہ وہ عالمِ بقا میں پہنچ گیا اور تسخیر

ایران کا ارادہ عمل میں نہ آسکا - شاہ جہاں نے اپنے عہدِ حکومت میں قندھار کو واپس لینے کے لیے تین مرتبہ زبردست مہمیں بھیجیں ، لیکن گوھرِ مقصود ھاتھ نہ آیا - پاک و ھند کی مروجہ تاریخیں بہ استثناء "منتخب اللباب"، شاہ جہاں کی ان مہموں کے بعد قندھار کے ذکر سے بالکل خالی ھیں ، لیکن میاں یار محمد خاں عباسی کے حالات کی تلاش و جستجو میں یہ واقعہ پہلی مرتبہ آشکارا ھوا کہ مغلیہ دربار نے قندھار کی باز یافت کے لئے ایک اور کوشش بھی کی تھی جو غالباً اس وجہ سے تفصیلاً صفحاتِ تاریخ پر جگہ نہ پاسکی کہ اس کے ضمن میں فوجی اقدام کی نوبت نہ آئی - "منتخب اللباب"، کا بیان اتنا سرسری ھے کہ اس سے اصل کوشش کی اھمیت کا اندازہ نہیں ھوسکتا جیسا کہ آگے چل کر واضح ھوگا -

قندھار میں بے چینی : واقعات کی سرسری کیفیت یوں ھے کہ سنہ ۱۶۹۴ء میں شاہ حسین صفوی ایران کا بادشاہ بنا - وہ نیک طبع اور کمزور سا آدمی تھا - خونریزی سے اسے سخت نفرت تھی - عہدِ حکومت کے پانچ سال تو بخیر و عافیت گزر گئے ، پھر بلوچوں نے کرماں کے صوبے میں چھاپہ مارنے کا سلسلہ شروع کردیا - ادھر سے اطمینان نہ ھوا تھا کہ قندھار میں بے چینی کی آگ بھڑک اٹھی - گرجستان کا ایک شہزادہ پہلے ایرانیوں کے خلاف مصروفِ پیکار رھا تھا ، پھر وہ گرفتار ھوگیا اور اس نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا تو آھستہ آھستہ صفوی دربار کا ایک معتمد علیہ رکن بن گیا - گرگین خاں کا لقب پایا - بڑا بہادر اور با تدبیر سردار تھا - شاہ حسین صفوی نے اسی کو قندھار کے انتظامات کا شیرازہ درست کرنے کے لیے بھیج دیا -

گرگین خاں کا تشدد: گرگین خاں کے مامور ہوتے ھی قندھار کی بے چینی فرو ھوگئی - دربار ایران کو یقین ھوچکا تھا کہ بے چینی کی آگ بیرونی انگیخت کے دامن کی ھوا سے بھڑکی ھے اور انگیخت کا شبہ مغل شہنشاھان ھند کے سوا کسی پر نہ ھوسکتا تھا ، اس لیے کہ وھی قندھار کے قریب ترین ھمسائے تھے اور وھی اس اھم مقام کو ایرانیوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے بار بار سرگرم کوششیں کرچکے تھے - گرگین نے قندھار پہنچتے ھی خوفناک تشدد کا دور شروع کردیا - جس کے متعلق خبر پاتا کہ وہ بے چینی میں شریک تھا ، اسے سخت سزا دیتا - مؤرخوں کا بیان ھے کہ اس نے بلا امتیاز قندھاریوں کے مال ، جان اور ناموس پر دست درازی شروع کردی - جابر حاکموں کا طریقہ یہی ھوتا ھے کہ وہ استمالت و دلداری کے بجائے ہراس انگیزی اور دھشت خیزی کو مدار کار بنالیتے ھیں - بے چین دلوں کو رفع شکایات سے مطمئن نہیں کرتے ، جسموں کو شکنجۂ تعذیب میں کسنے کے لئے بیتاب رھتے ھیں ، حالانکہ صحیح طریق کار یہ ھے کہ دلوں کو اپنی جانب راغب کیا جائے - جابروں کا طریقہ اگر بظاھر کامیاب بھی ھوجائے تو وہ کامیابی بالکل وقتی و عارضی ھوگی - لوگ تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں گے تو ان کا اضطراب بڑھے گا، ان کی نفرت میں اضافہ ھوگا، یہاں تک کہ یہ نفرت و اضطراب ایک بے پناہ سیل آتشیں بن کر بہ نکلیں گے - جس میں جبر و تشدد کے کارفرما اپنے پورے مادی ساز و سامان کے ساتھ ناپید ھوجائیں گے اور پیچھے ایک عبرت ناک داستان چھوڑ جائیں گے - تاریخ کے صفحات پر ایسی ھزاروں داستانیں مرقوم ھیں ، لیکن کوتاہ اندیش انسانوں نے اس سے بہت کم عبرت حاصل کی ھے - گرگین بھی ایسے ھی کوتاہ اندیش

آدمیوں میں سے تھا اور اس کی سرگزشت بھی وقائعِ عبرت کا ایک باب بن کر رہ گئی (حـ ۱) ۔

اھلِ قندھار کو جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو خفیہ خفیہ ایک وفد تیار کیا اور اسے شاھی دربار میں بھیج دیا ۔ وفد نے شکایتیں پیش کیں تو گرگین سے ان کا جواب طلب ھوا ۔ گرگین نے بے تکلف لکھ دیا کہ یہ سب باغی ھیں اور دار و گیر سے محفوظ رھنے کے لئے انھوں نے شکایتوں کا ڈھونگ رچایا ھے ۔ جو کچھ ان لوگوں نے بیان کیا ھے، وہ سراسر جھوٹ اور بہتان ھے ۔

میر ویس پر عتاب : گرگین کے مقابلے میں ارکان وفد کے بیانات کیا وقعت رکھتے تھے ۔ ان کی شکایتوں کو کسی نے قابلِ توجہ نہ سمجھا اور وہ ناکام واپس ھوئے ۔ ان حالات نے گرگین کو مزید جبر و تشدد پر آمادہ کردیا ۔ اس نے ارکانِ وفد کو تعزیر و تعذیب کا تختۂ مشق بنا لیا ۔ وفد میر ویس کے مشورے اور کوشش سے تیار ھوا تھا ۔ وہ چونکہ قوم میں بہت معزز و ممتاز تھا، اس لئے اس پر براہ راست ھاتھ ڈالنے کی جرأت تو نہ ھوئی، لیکن گرگین نے اسے اصفہان بھیج دیا ۔ ساتھ ھی اعتماد الدولہ وزیر اعظم کو خط لکھ دیا کہ

---

۱ - رسالہ ''آریانا'' (کابل) میں ھے کہ گرگین مزاج کا عصبی، طبنت کا ظالم اور زشت خو آدمی تھا ۔ میر ویس کے متعلق جو کچھ ان صفحات میں بیان ھوا؛ وہ زیادہ تر رسالہ ''آریانا'' سے ماخوذ ھے ۔ اس کے لیے ملاحظہ ھوں ''آریانا'' جلد چہارم کے نمبر ۷-۱۲ اور جلد پنجم کے صـ ۱-۲ ۔

شرارت کا اصل بانی یہی شخص ہے - اسے قید میں ڈال دینا چاہئے - جب اس کے لئے فتنے کی آگ بھڑکانے کے تمام امکانات ختم ہوجائیں گے تو قندھار میں کاملاً امن قائم ہوجائے گا اور کسی نئی بے چینی کا اندیشہ باقی نہ رہے گا -

ویس کی تدبیریں : میر ویس بڑا دانا ، معاملہ فہم اور دور اندیش آدمی تھا - وہ اصفہان گیا تو اپنے ساتھ گراں بہا تحائف لے گیا - وزیر اعظم کے علاوہ دربار کے جن اصحاب کو امور سلطنت میں عمل دخل کا درجہ حاصل تھا ، ان سب کی خدمت میں تحائف پیش کئے - چونکہ بڑی سلجھی ہوئی گفتگو کرتا تھا ، اس لئے جس سے بھی ملاقات کا موقع ملا ، اس کی نظروں میں خاص اعتماد حاصل کرلیا - گرگین نے اگرچہ اس کی اسیری کا مشورہ دیا تھا اور اعتماد الدولہ وزیر اعظم اسے گرفتار کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا ، لیکن میر ویس کی گفتگو سن کر اس درجہ متاثر ہوا کہ تھوڑے دنوں کے بعد سلطنت کے کاموں میں اس سے مشورے لینے لگا - جب کسی اہم معاملے کے باب میں دربار کی مجلسِ شوریٰ منعقد ہوتی، میر ویس کو اس میں ضرور بلایا جاتا - حسنِ اتفاق یہ کہ اس کے تمام مشورے صائب ثابت ہوئے - اس وجہ سے وہ غیر رسمی طور پر دربار کا ایک معزز رکن بن گیا -

حج و زیارت : میر ویس نے کچھ وقت اصفہان میں گزار کر حج و زیارت کی اجازت مانگی - سلطان حسین صفوی خود مذہبی آدمی تھا اور میر کے متعلق کوئی شبہ باقی نہ رہا تھا ، لہذا اسے بے تکلف اجازت دے دی گئی - اس سفر میں میر فریضۂ حج ادا کرنے کے علاوہ مدینۂ منورہ بھی گیا، لیکن اپنے

اصل مقصد کو اس نے فراموش نہ کیا ۔ اس سلسلے میں اس نے اول علماء حرمین سے فتوے حاصل کئے ، جن کا مضمون یہ تھا کہ ایران کی شیعہ سلطنت سنّی افغانوں پر ظلم کر رہی ھے ، اس بنا پر ایران کے خلاف خروج شرعاً ضروری ھے ۔ مدینہ پہنچ کر اس نے روضۂ مقدسہ پر ایک درد بھری دعا کی جس کا مفاد یہ ھے :

اے خدا کے پاک رسولؐ! قوم برباد ھوگئی ۔ آپ کی امت پر ظلم کا دور آگیا ۔ افغان کی فریاد سنئے ۔ ملت افغان آپ پر دل و جان سے فدا ھے ۔ اے خیرالناسؐ! اس ملت کی عرضداشت پر توجہ فرمائیے ۔ ایسے ظالموں کے ھاتھ سے نجات دلائیے ۔ افغان آپ کا کلمہ پڑھتے ھیں ، وہ کبھی آپ سے رو گرداں نہ ھوں گے ۔ ان کی زندگی اور موت اسلام ھے ۔ وہ آپ کی رضا اور خدا کی رضا پر مٹے ھوئے ھیں ۔ اے رسولِ خدا ھمیں فراموش نہ کیجئے ، ھم پر لطف کی نظر فرمائیے تا کہ ھم فتح مند ھوں ۔ کب تک ظالموں کے ھاتھوں ذلتیں برداشت کرتے رھیں ۔ آپ کی شریعت افغانوں میں استوار ھو اور ظلم مٹ جائے ۔ دنیا میں آپ کے سوا ھمارا غمخوار کون ھے ؟

مراجعت قندھار: حجاز سے واپسی پر میر ویس اصفہان پہنچا تو ارباب اختیار سے ایسے انداز میں گفتگو کی کہ وہ لوگ گرگین خاں کی طرف سے بدظن ھوگئے ۔ یہ میر ویس کے لئے کامیابی کا پہلا مرحلہ تھا ۔ اب میر ویس کو مراجعت قندھار کی اجازت ملی تو وہ ایرانی دربار کا معتوب نہ تھا بلکہ اسے غیر رسمی طور پر ایک لحاظ سے گرگین کے کاروبار کی

نگرانی کا ذمہ دار بنا دیا گیا تھا ۔ اس نے قندھار پہنچتے ھی قوم کے اکابر سے مشورہ کرکے آئندہ کے لئے عمل کی ایک اسکیم بنا لی جس پر احتیاطاً آھستہ آھستہ کار بند ھوتا تھا ، لیکن گرگین نے میرویس کی تذلیل کے لئے ایک نہایت افسوس ناک تدبیر سوچی ، جس نے میر ویس کو تیز اقدام پر مجبور کردیا ۔

گرگین کا قتل اور افغانوں کی آزادی:

گرگین نے میر ویس کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ سے خویشی کا رشتہ استوار کرنا چاھتا ھوں ، اپنی بیٹی میرے بیٹے سے بیاہ دیجئے۔ میر ویس نے فوراً اکابر قوم کا جرگہ بلا لیا اورگرگین کے پیغام کو ان کے سامنے ایسے انداز میں پیش کیا کہ وہ سب جوش میں آگئے اور تلواریں لے کر لڑنے مرنے کے لئے تیار ھو گئے ۔ میرویس نے انھیں ٹھنڈا کیا اور کہا : نرے جوش سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ۔ حکمت اور تدبیر سے کام لینا چاھئے ۔ پھر خود ھی تدبیر بتائی کہ میں ایک کنیز لڑکی کو اپنی بیٹی بنا کر گرگین کے بیٹے سے شادی کردیتا ھوں ۔ یوں وہ مطمئن ھو جائے گا ۔ پھر ھمیں جو کچھ کرنا ھے ، مناسب موقع پر کریں گے۔

چنانچہ میر ویس نے یہی کیا ۔ گرگین خوش تھا کہ اول میر ویس جیسے سردار کی بیٹی کو بھو بنا لیا اور یوں اس کا سر نیچا کردیا ۔ دوم اس رشتہ کی بنا پر میر ویس کے ذریعے سے پوری افغان قوم کی حمایت حاصل کرنے کا بندوبست کر لیا ، لیکن اسے کیا معلوم کہ وہ ایک آتش فشاں پہاڑ کے دھانے پر جا بیٹھا تھا ، جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا تھا ۔

میر ویس نے اپنے ہم قوموں کا دوسرا جرگہ منعقد کیا ۔ اس میں گرگین کے قتل کی سکیم طے کرلی ۔ ایک دن قندھار سے باھر باغ میں گرگین کو دعوت طعام دی ۔ باغ کے اندر جا بجا اپنے جانباز گھات میں بٹھا دیے ۔ گرگین تھوڑے سے آدمیوں کو ساتھ لے کر آیا ۔ میر ویس نے وھیں اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرادیا ۔ خود گرگین کا لباس پہنا ۔ اپنے جانباز افغانوں کو گرگین کے ساتھیوں کا لباس پہنایا ۔ بے تکلف قلعے میں داخل ھوا ۔ صبح ھوتے ھی خزانے، سلح خانے اور دوسری چیزوں پر قبضہ کر لیا ۔ ایرانی فوج کے جو آدمی ادھر ادھر موجود تھے، وہ مارے گئے یا جانیں بچا کر بھاگ نکلے ۔ ۹ ذیقعدہ ۱۱۱۹ھ کو قندھار میں افغانوں کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا (۱) ۔

میر ویس اور دربار ایران: گرگین کا فیصلہ کر چکنے کے بعد میر ویس نے سلطان حسین صفوی شاہ ایران کے نام ایک خط بھیجا جس میں گرگین کے ظلم و جور اور قتل کے حالات صاف صاف بیان کردئے ۔ ساتھ ھی لکھ دیا کہ اگر قندھار کو اپنے ساتھ وابستہ رکھنے کی آرزو ھے تو انتظامات میرے حوالے کردو اور مجھے آزاد چھوڑ دو تاکہ میں ان ظلموں کی تلافی کرسکوں جو میری قوم پر مدت تک

۱۔ ''منتخب اللباب'' میں بتایا گیا ھے کہ گرگین نے میر ویس کو بھی قلعے کے ایک دروازے کا انتظام سونپ رکھا تھا اور اس دروازے پر اس کے آدمیوں کا پہرا تھا، لہذا اسے قلعے کے اندر داخل ھونے میں کوئی دقت پیش نہ آئی ۔ (ملاحظہ ھو منتخب اللباب بہ سلسلۂ حالات شاہ عالم بہادر شاہ، جلد دوم، صہ ۶۴۴) ۔

ھوتے رھے -

دربار ایران کی طرف سے ایک خاص آدمی بھیجا گیا کہ میرویس کو سمجھائے اور بغوت سے روکے، میر نے ٹھیٹھ افغانی انداز میں باتیں کیں اور اس آدمی سے پوچھا : کیا تم یہ سمجھتے ھو کہ عقل و دانش کی متاعِ عزیز صرف وھیں ملتی ھے، جہاں ناز و نعمت کی فراوانی ھو اور کوھستان کے اکھڑ لوگ عقل و دانش سے بالکل خالی ھوتے ھیں؟ یہ تمہاری غلطی ھے - تمہیں معلوم ھونا چاھئے کہ ھمارے ھاں بھی دانا آدمی ھوتے ھیں اور ھمارے حالات کو تم ھم سے بہتر نہیں جانتے -

پھر محمد خاں حاکمِ ھرات کو میر کے پاس بھایجا گیا جو حج کے سفر میں میر کا ساتھی تھا، اس سبب سے دونوں میں گہرے دوستانہ روابط موجود تھے، لیکن میر سوچ سمجھ کر جو قدم اٹھا چکا تھا، اسے واپس لینے پر راضی نہ ھوا اور وہ چونکہ ایرانی دربار کی حالتِ زار کو خوب دیکھ چکا تھا، اس لئے اسے یقین تھا کہ بڑے سے بڑا فوجی اقدام بھی قندھار کو واپس لینے میں کامیاب نہ ھو سکے گا -

اٹھارھواں باب

قندھار کا قضیہ

شاھنشاہ ھند کے نام عرضداشت: میر ویس خوب سمجھتا تھا کہ ایرانی فوج یورش کے لئے آئے گی ۔ اگرچہ جانتا تھا کہ افغان جانبازی میں کوتاھی نہ کریں گے، لیکن بڑے میدانِ جنگ میں ان کی استقامت کا تجربہ نہ ھوا تھا، اس لئے اس نے امداد حاصل کرنے کے کسی بھی معقول ذریعے کو نظر انداز نہ کیا ۔ اس زمانے میں شاہ عالم بہادر شاہ اول ھندوستان کا فرمانروا تھا، اس کے پاس عرضداشت بھیجی کہ ھم آپ کے ھمسائے ھیں، ھم مذھب ھیں، ھماری امداد کے لئے فوج بھیجئے ۔

خافی خاں نے ''منتخب اللباب،، میں لکھا ھے کہ میر ویس نے قلعے اور خزانے پر قابض ھوتے ھی استحکامِ

بندوبست کی غرض سے شاہ عالم بہادر شاہ اول فرمانروائے سلطنت مغلیہ کے نام کا خطبہ پڑھوادیا ۔ تسخیر قلعہ کی علامت کے طور پر ایک سنہری کنجی بنوائی اور ایک عرضداشت کے ساتھ یہ کنجی شاہی دربار میں بھیج دی ۔ عرضداشت کا مضمون یہ تھا کہ مجھے پنج ہزاری منصب عطا کیا جائے ، میرے بیٹے اور بھائی کو بھی منصب دار بنایا جائے اور قلعہ داری کی سند عطا کی جائے ۔

بہادر شاہ دربار ایران سے دوستانہ تعلق پیدا کرنے کے لئے کوشاں تھا اور ان تمام تکدرات کو مٹا دینا چاھتا تھا ، جو اس کے والد عالمگیر کے عہد میں دونوں حکومتوں کے درمیان رو نما ہوچکے تھے ، لیکن وہ اس بات کے لئے بھی تیار نہ تھا کہ قندھار کا عظیم الشان قلعہ زحمت و کوشش کے بغیر قبضے میں آتا ھے تو اس سے دست کش ہوجائے ، چنانچہ اس نے دو گونہ روش اختیار کی ۔ ایک طرف میر ویس کے نام آفریں باد کا فرمان لکھوایا ، نیز خلعت اور قلعہ داری کی سند کے علاوہ اسے پنج ہزاری منصب دے دیا ، دوسری طرف ایرانی تاجروں کے ذریعے سے سلطان حسین کے پاس پیغام ارسال کیا کہ افغانوں کی نمک حرامی پر بڑا قلق ھوا ، ان کے پیدا کیے ہوئے فتنہ و فساد کو جلد سے جلد مٹائیے ۔ رائے صائب کے نزدیک یہ فتنہ ملک و ملت اور فریقین کے مقاصد کے لئے بہت برا ھے ۔ ہماری جانب سے افغانوں کو قطعاً کوئی مدد نہ ملے گی ۔ اس باب میں خاطر جمع رکھیے (حـ ۱) ۔

---

۱ ۔ ”منتخب اللباب“ خافی خان جلد دوم ص ۶۴۴-۶۴۵ ۔

میر ویس کی اعانت کے احکام: میر ویس کے اعلانِ خود مختاری کا زمانہ وھی ھے، جب میاں یار محمدؒ خاں کو منصب دار بن کر دربار دھلی سے وابستہ ھوئے صرف پانچ چھ سال گزرے تھے۔ میاں صاحب کے مکاتیب سے واضح ھوتا ھے کہ بہادر شاہ اول نے صرف خلعت و سند بھیجنے پر اکتفا نہ کیا تھا بلکہ میر ویس کو علی مردان خاں کا خطاب عطا کیا تھا اور صوبہ دار ملتان کے نام حکم بھیج دیا تھا کہ تمام متعلقہ منصب داروں کو ساتھ لے کر میر ویس کی ھر ممکن اعانت کے لیے تیار رھے۔ میاں یار محمد خاں سبی اور گنجابہ کا ناظم تھا اور یہ نظامت صوبۂ ملتان میں شامل تھی، اس لیے میاں صاحب کے نام الگ بھی اس حکم کی نقل بھیج دی گئی۔ ایک مکتوب مظہر ھے:

شیر افگن خاں بہادر را حکم مقدس صادر شدہ کہ او جمیع زمینداران صوبۂ ملتان را همراہ گرفتہ بہ مدد معاونت علی مردان خاں عرف میر ویس غلزئی کہ در قلعۂ قندھار است، سعی و کوششِ نمایاں بجا آرد و غلامِ درگاہ نیز بہ رفاقت خان مسطور بہرہ اندوز گردد(۱)۔

شیر افگن خاں کے نام حضور کا فرمان پہنچا کہ اپنے صوبے کے تمام زمینداروں کو ساتھ لے کر علی مردان خاں عرف میر ویس غلزئی کی (جو قلعۂ قندھار میں ھے) امداد و اعانت میں نمایاں کوشش کرے اور مجھے بھی یہی حکم ھوا ھے کہ خان مذکور

۱۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۸۔

کے ساتھ ہو کر خدمت
سے بہرہ اندوز ہونا
چاہیے -

اتفاق سے شیر افگن خاں (حـ ۱) اس حکم کے پہنچنے سے پیشتر دھلی جاچکا تھا، لیکن بادشاہ کو میر ویس کے معاملے سے اتنی دلچسپی تھی کہ ایک جداگانہ حکم جاری فرمایا جسے میرزا صالح بیگ خاں اور میرزا اکمل خاں گرز بردار میاں یار محمدخاں کے پاس لے کر گئے - اس میں تاکیداً لکھا گیا تھا کہ میرویس جس کام کے لیے لکھے، اسے سرکاری کام سمجھ کر انجام دیا جائے - میاں صاحب نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ میں فرماں برداری کے عہد پر مضبوطی سے قائم ہوں - شاھی کاروبار کے سلسلے میں جو ارشاد ھوگا، اسے پورا کرنا باعثِ سعادت سمجھوں گا (حـ ۲) -

ایران کی خبریں: میاں صاحب کے ذمے ایک کام یہ بھی تھا کہ ایران کی صحیح صحیح خبریں شاھی دربار میں باقاعدہ پہنچائی جائیں - انھوں نے یہ خدمت بھی احسن طریق پر

۱- شیر افگن خاں اس وقت ملتان میں صوبہ دار کی نیابت پر مامور تھا -

۲- "گلدستہ نورس بہار" قلمی نسخہ صـ ۴۷ - اصل الفاظ یہ ھیں کہ سر بہ مہر فرمان: "متضمن بر این معنی کہ امارت پناہ علی مردان خاں ناظم قندھار بہ کاری کہ نویسد بالاتفاق در سر انجام کارھائی بادشاھی سعادت اندوز باشد بنام کمترین فدوی مشرف ترقیم یافتہ . . . فدوی بر طبق حکم الاقدس در مقام عبودیت راسخ است" -

انجام دی جس کی شہادتیں موصوف کے مکاتیب میں جا بجا ملتی ہیں ۔ مثلاً :

۱ - ایران کا سپہ سالار محمد زمان خاں ساٹھ ہزار سوار لے کر مشہد سے نکلا ھے - چالیس ہزار جنگجو خراسان کے حدود سے جمع کرے گا - میر مہدی نام ایک شخص کو تحفے اور قیمتی چیزیں دے کر بروھیوں کے پاس قلات بھیج دیا گیا ھے کہ مہم قندھار میں مدد کے لئے تیار ھوجائیں -

۲ - ایران کی طرف سے خبر پہنچی ھے کہ قزلباشوں کا لشکر قلعهٔ قندھار کی طرف پیش قدمی کررھا ھے - چنانچہ محمد زمان‌خاں کا بھتیجہ خسرو آٹھ ہزار گرجیوں اور تیس ہزار افغانوں کو ساتھ لے کر آیا ھے - چودہ ہزار قبائلی خراسانی جعفر خاں کی سرکردگی میں آرھے ھیں - اطلاعات مظہر ھیں کہ لشکر کا ہراول دو شک پہنچ گیا ھے (حـ ۲) -

۳ - میرے بیٹے نے جو سبی اور ڈھاڈر کے انتظام پر مامور ھے ، ایران سے خبریں لانے کے لئے آدمی بھیجے تھے ، انھوں نے بتایا کہ محمد زمان ہرات کے قریب پہنچ کر فوت ھوگیا اور قزلباشی لشکر کے جو پچاس ہزار سوار ہرات میں تھے ، ان کے سرداروں نے شاہ ایران کی خدمت میں عرضداشت

۱- ”گلدستهٔ نورس بہار“ قلمی نسخه ص- ۳۴ -
۲- ”گلدستهٔ نورس بہار“ قلمی نسخه ص- ۳۵ -

بھیجی ہے کہ نیا سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ چار پانچ ہزار سوار فراہ پہنچ چکے تھے، وہ وھیں ٹھہر گئے ھیں (حـ ۱)۔

۴ - ایک خط میں درج ہے کہ محمّد زمان خاں ایران کے وزیر اعظم اعتماد الدولہ کے بھتیجے کو ساتھ لے کر بڑے لشکر کے ھمراہ اصفہان سے عازمِ قندھار ھوا ہے۔ منصور خاں اس کے انتظار میں فراہ میں ٹھہر گیا ہے، میں نے احتیاطاً چار سو سواروں اور پیادوں کی مزید جمعیت سرحدی دروں پر بھیج دی ہے۔ (حـ ۲)۔

سرحدی دروں کے انتظامات: قندھار کشمکش کا مرکز بن گیا تو سبی اور ڈھاڈر کے دروں کے لیے سخت خطرہ پیدا

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۳۹ -

۲- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۳۸ - یہاں تکمیل مضمون کی غرض سے یہ بتا دینا چاہئے کہ تاریخی بیانات کے مطابق خسرو جو گرگین کا بھتیجا تھا، اکتیس ہزار کا لشکر لے کر آیا - ابتدا میں اسے کامیابی حاصل ھوئی، لیکن وہ موسم سرما کی شدت کا اندازہ نہ کر سکا - میر ویس نے تخریبی پالیسی پر کاربندی کا حکم دے دیا، یعنی اٹھالی جائیں، جو اٹھ نہ سکیں، جلا دی جائیں - خسرو پریشان ھو کر بھاگا اور مارا گیا - دربار ایران کو خسرو پر پورا اعتماد نہ تھا اور عبّاس قلی بیگ کو بہ غرض نگرانی بھیجا گیا تھا - اکتیس ہزار کے اس لشکر میں سے صرف پانچ سو یا سات سو زندہ بچے - پھر رستم خاں آیا - مؤلف ''جہانکشائے نادری'' نے رستم خاں کا نام نہیں لیا اور محمّد زمان خاں کا ذکر کیا ہے جو راستے ھی میں فوت ھوگیا -

ھوگیا - تشویش کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ بروھیوں پر اعتماد کی کوئی صورت نہ تھی - اگر قندھار پر لڑائی ھوتی اور افغان قلعہ نشین ھوجاتے تو اندیشہ تھا کہ ایرانی لشکر اور بروھی ادھر آدھر لوٹ مار شروع کردیں گے اور میاں صاحب کو سب سے بڑھ کر تشویش تھی، اس لیے کہ ان کا علاقہ بروھیوں سے ملا ھوا تھا - بروھی ان کے دشمن تھے - نیز قندھار کی سمت سے آنے والے لوگ سبی اور ڈھاڈر ھی کے راستے آسکتے تھے - اگر افغان قزلباشوں کا مقابلہ نہ کر سکنے اور راہ گریز اختیار کرتے تو ان کے لئے قریب ترین مامن میاں صاحب کے علاقے کے سوا کوئی نہ تھا - اس زمانے میں موصوف نے دروں کی حفاظت اور حدود کی نگرانی کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانے پر کیا - وہ خود فرماتے ھیں کہ ایسے نازک اوقات میں اگر خود موقع پر موجود نہ رھوں اور خدانخواستہ اس حصے کے بندوبست میں خلل پیدا ھوجائے تو یہ بہت ھی بری بات ھوگی :

سر رشتہٗ شیرازہٗ ملک بغایت نازک و حقوق، عبودیت درگاہِ بادشاھاں از آں نازک تر ، لہذا فدوی نظر بریں ھمہ امور مستعد گشتہ است کہ انشاءاللہ تعالیٰ ششم ماہ رجب بہ سمت سبی و گنجابہ روانہ می شود کہ بہ عنایت الٰہی و اقبال روز افزوں تدارک ھمہ اندیشہ ھا کہ بر دلِ عبودیت منزل وارد می شود ، نمودہ می آید - اگرچہ فکر

ملکی انتظام کا رشتہ بے حد نازک ھے اور بادشاھوں کے حقوق فرماں برداری کا رشتہ اس سے بھی زیادہ نازک ھے - تمام امور کو پیش نظر رکھتے ھوئے میں تیار ھوگیا ھوں کہ انشاء اللہ رجب کی چھٹی تاریخ کو سبی و گنجابہ روانہ ھو جاؤں تا کہ جو

سرانجام خرج سپاہ سابق و لاحق که بر وقت موجود و مہیا بودن آن فرض است ، بنا بر کم حاصلی و ارزانی در نہایت اضطرار می گزرد ، لیکن در چنیں وقت هر گونه صعوبت که پیش می آید بر خود هموار ساخته متوکلاً الی اللہ و متوسلاً بالطافکم مقید است که زود در آن حدود برسد و به ادائے لازمه وقت بہره ور گردد (۱) ۔

اندیشے دل میں پیدا هو رهے هیں خدا کے فضل اور آپ کے روز افزوں اقبال کی برکت سے ان کا تدارک هو جائے ۔ جس پہلی اور پچھلی فوج کا وقت پر وهاں موجود رهنا لازم هے ، اگرچه اس کے خرچ کا بہت فکر هے ، اس لئے که پیداوار کم هوئی اور غله بہت ارزاں هے ، لیکن ایسے وقت میں جو بھی سختی پیش آئے ، اسے گوارا سمجھتا هوا خدا کے بھروسے اور آپ کے الطاف کے اعتماد پر فیصله کرچکا هوں که جلد ان حدود میں پہنچوں اور جو کچھ لازم هے ، اسے بجا لاؤں ۔

تسخیر قندهار کی تجویز: ایک مکتوب سے واضح هوتا هے که تسخیر قندهار کے لئے فوجی اقدام کی تجویز بھی سوچ

۱۔ ''گلدسته نورس بہار'' قلمی نسخه ص ۳۶-۳۷ ۔

لی گئی تھی اور قصد یہ تھا کہ قندھار کے ساتھ قلات کو بھی فتح کر لیا جائے ۔ اس سلسلے میں میاں صاحب نے یہ رائے دی تھی کہ افواج قاھرہ قندھار کے اطراف میں جمع ہوں تو ان مقامات کو خوب مضبوط کرلیا جائے ۔ جلد بازی سے کام نہ لینا چاھیے ۔ سب سے پہلے دو تین ہزار آدمیوں کو کسی بالغ نظر سردار کی سرکردگی میں کوشنج بھیجا جائے ۔ وہ ترین افغانوں کو ساتھ ملا لے اور قلعے پر قابض ھوجائے ۔ پھر میں خود بیس ہزار سوار ، پیادے اور توپچی لے کر پہنچ جاؤنگا یا اپنے کسی بیٹے کو بھیج دوں گا ۔ میں ابھی سے کہے دیتا ھوں کہ اس مہم میں میری فوج میمنہ پر رہے گی ۔ شاھی فوج کے اتفاق سے بلوچوں پر حملہ بول دیا جائے گا ۔ یوں قندھار و قلات دونوں قبضے میں آجائیں گے (حـ ۱) ۔

بہر حال قندھار کو تصرف میں لانے کی یہ آخری کوشش تھی ۔ میر ویس نے پہلے خود بہادر شاہ سے وابستگی کا اعلان کیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ یقیناً اسے امید ھوگی کہ مغل ایرانیوں کے مقابلے میں افغانوں کو مدد دیں گے ۔ ایرانی تنہا میر ویس کے مقابلے میں بری طرح ناکام رہے اور قندھار سے دست بردار ھوگئے ۔ ادھر بہادر شاہ کی وفات پر اس کے بیٹوں میں جنگ شروع ھوگئی ۔ جہاندار شاہ کامیاب ھوا ، لیکن نو مہینے کی حکمرانی کے بعد اپنے بھتیجے فرخ سیر کے ھاتھ سے مارا گیا ۔ فرخ سیر کی سلطنت کا آغاز بڑا خوش آئند تھا ، لیکن کچھ مدت بعد سادات بارھہ سے کشاکش کا سلسلہ چھڑ گیا ، گویا مغل داخلی خرخشوں کے خارزار میں اس طرح الجھ گئے کہ باھر کے کسی مقام کا انھیں ھوش

۱۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۵۸ و ۵۹ ۔

ھی نہ رھا ۔ ایسے حالات میں کب توقع ھوسکتی تھی کہ میر ویس مغلوں سے وابستگی کے عہد پر قائم رہے گا ۔ اس کے نزدیک یہ ایک وقتی تدبیر تھی ۔ مغلوں میں جان ھوتی تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے ۔ یہ نہ ھوا تو میر ویس کو بھی ان سے تعلق قائم رکھنے کی ضرورت نہ رھی ۔ وہ ۲۲ ذی‌الحجہ سنہ ۱۱۲۷ھ (۱۳ دسمبر ۱۷۱۵ء) کو بعہد فرخ سیر فوت ھوا تو اس کا بھائی عبداللہ قندھار کا حکمران بنا ۔ اسے میر ویس کے فرزند محمود نے معزول کر کے سرداری کا منصب خود سنبھال لیا اور قندھار کی آزادی بحال رکھنے پر قانع رھنے کے بجائے آگے بڑھ کر تاج و تخت ایران کے لئے بازی لگادی ۔ مشہور ھے کہ میر ویس نے مرتے وقت جو وصیتیں کی تھیں، ان میں توکل علی‌اللہ، اتحاد اور میدان جنگ میں استقامت کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ اصفہان پر خود قبضہ کر لینا ۔ محمود نے اس وصیت پر پورے اہتمام سے عمل کیا ۔ سلطان حسین صفوی مارا گیا ۔ صفوی حکومت کا خاتمہ ھوگیا اور محمود ھوتکی ایران کا فرماں‌روا بن گیا ، اگرچہ اس کی سلطنت چند روزہ تھی :

خوش درخشید ولے شعلهٔ مستعجل بود

رزم و پیکار کی اس خونیں شفق میں نادر کے اقبال کا آفتاب طلوع ھوا جو ایشیا کے مختلف اسلامی خطوں میں قتل و خون اور تاراج و غارت کے ایک خوفناک‌تر دور کا بانی تھا ۔

انیسواں باب

میاں یار محمد خاں اور داؤد پوترے

کلھوڑوں اور داؤدپوتروں میں کشمکش: میاں یار محمد خاں کے عہد کا ایک ضروری واقعہ یہ ہے کہ عباسی خاندان کی دو شاخوں یعنی کلھوڑوں اور داؤدپوتروں کے درمیان نزاع شروع ہوئی جس نے خونریز جنگ کی صورت اختیار کر لی - داؤد پوترے مدت مدید سے خاصے ممتاز چلے آ رہے تھے - کلھوڑوں نے آٹھ نو پشتیں گمنامی میں گزار کر میاں آدم شاہ کے عہد میں شہرت و ناموری حاصل کی - بعد ازآں دو تین ہی پشتوں میں روحانی پیشوائی اور مادی سرداری کے مالک بن گئے - میاں یار محمد خاں کے عہد میں شاہی منصب کے علاوہ ایک اہم علاقے کی حکومت انہیں مل گئی - اس وجہ سے ان کا پایہ بہت بلند ہوگیا - یہ سب حقائق ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دونوں شاخوں میں

کشمکش کیوں پیدا ہوئی؟ وہ باہم مل جل کر رہ سکتے تھے - ایک دوسرے کا ہاتھ بٹا سکتے تھے - اپنی قوت کو مجتمع رکھ کر ان مقاصد کو جلد سے جلد پورا کر سکتے تھے جن میں ان دونوں اور خود اہل سندھ کی بھلائی تھی - کیا یہ سمجھا جائے کہ دونوں منفرداً بلند تر درجہ حاصل کرنے کے خواہاں تھے اور دونوں کا دائرۂ سعی و کوشش چونکہ ایک تھا ، اس لئے کشمکش ناگزیر ہو گئی؟ یا کیا یہ سمجھا جائے کہ ابراہیم کلھوڑہ اور داؤد اول کے وقت میں جو تفرقہ رونما ہوا ، اس کے رنج و قلق کا داغ دونوں فریقوں کے دلوں میں باقی تھا - جب دونوں مادی سر بلندی کی راہ پر لگ گئے تو تسابق پیدا ہو گیا؟ یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے ، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دونوں میں تصادم ہوا اور خاصی لمبی مدت تک جاری رہا -

''مرآة'' و ''جواہر'' کا بیان : اسباب نزاع کے باب میں دونوں شاخوں کے بیانات مختلف ہیں - ''مرآة دولتِ عباسیہ '' میں مرقوم ہے کہ خیرا اتھوال جسے تحقیراً '' شتربان '' لکھا گیا ہے ، میاں یار محمد خاں کی طرف سے نوشہرہ فیروز کی نظامت پر مامور تھا - جب میاں صاحب کو خدا یار خاں کا خطاب ، ماہی مراتب کا منصب اور خاصی دولت مل گئی تو خیرا نے چینہ قوم کی زمینوں پر دست درازی شروع کردی - ان لوگوں نے پریشان ہوکر داؤد پوتروں کے سردار امیر محمد مبارک خاں کے پاس فریاد کی - امیر نے خیرا کو سمجھایا ، لیکن اس پر کچھ اثر نہ ہوا ، آخر خلقِ خدا کو خیرا کے شر سے نجات دلانے کے لئے داؤد پوتروں نے پرگنہ نوشہرہ اور کھائی پر حملہ بول دیا اور

انھیں فتح کرتے ہوئے '' برھمن آباد ،، پر قابض ھو گئے ۔ میاں یار محمد خاں کو اس اقدام کا حال معلوم ھوا تو وہ فوج کثیر جمع کرکے لڑائی کے لئے تیار ھو گیا (ح۔ ۱) ۔ '' جواھر عباسیه ،، کا بیان بھی به تغیر الفاظ یہی ھے (ح۔ ۲) ۔

میاں یار محمد خاں کے ارشادات: میاں یار محمد خاں کے مکاتیب سے واضح ھوتا ھے کہ پہل داؤد پوتروں کی طرف سے ھوئی اور ان کے آدمی میاں صاحب کے علاقوں میں غارت گری کرتے رھتے تھے ۔ ایک مکتوب میں مرقوم ھے ، ناھروں نے شکایت کی تھی کہ میاں صاحب کی جمعیت کشمور سے چھ کوس پر بیٹھی ھوئی ھے اور مفسد داؤدپوتروں کی گوشمالی کرنا چاھتی ھے ۔ اس صورت میں ھمیں (ناھروں کو) نقصان پہنچے گا ۔ اس پر میاں صاحب سے حالات دریافت کئے گئے تو انھوں نے فرمایا ، پہلے بھی لکھ چکا ھوں ، دوبارہ لکھتا ھوں :

بندہ را به ناھراں کار نیست و نه	مجھے ناھروں سے کوئی
آنہا را تا حال آسیبی رسیدہ است	سروکار نہیں اور نه انھیں

۱۔ ''مرآة دولت عباسیه'' ص۔ ۱۰۷ ۔

۲۔ ''جواھر'' ص۔ ۸۹ و ۹۰ ۔ دونوں کتابوں میں ''برھمن آباد'' ھی مرقوم ھے، لیکن اس سے وہ برھمن آباد مراد نہیں ھوسکتا جو مسلمانوں کی آمد سے پیشتر حکومت سندھ کا ایک اھم مرکز تھا اور تاریخ میں لازوال شہرت حاصل کر چکا ھے ۔ وہ تاریخی شہر کلہوڑوں اور داؤد پوتروں کے منظر عام پر آنے سے بہت پہلے نا پید ھو چکا تھا ۔ اس سے مراد کوئی دوسرا مقام ھونا چاھیئے ۔ میں کوشش کے باوجود اس کے متعلق معلومات حاصل نه کر سکا ۔

مگر آنکه آنها را دل برمردم داؤد پوتره می سوزد ، از آن سبب در هر رنگ که می دانند ، عرض خود را ظاهر می سازند و دریں مدت بے اعتدالیہا که داؤد پوتره نموده اند ، نیازمند اغماض و تحمل کرده به تلافی نه پرداخت ، نیز از خدمت شریف متواری نیست باوجود آنکه آنها در حدود ناهراں نشسته در تعلقهٔ فدوی به نهب و غارت می پرداختند ، به تقاضای قرب و جوار با ناهراں تا حال غیر طریق سلوک بسر نبرده و از شوخی و خیره سریٔ مخالفاں اغماض نموده ، اما صاحب بهتر می دانند که آن مشت مفلوکاں مرتکب ناهنجاری بوده باشند و بنده به تدارک نه پردازد ـ زیاد ازیں تحمل منافیٔ غیرت است ـ لا جرم استعداد نموده که نقد سزای کردار آن فریق غفلت طریق در کنار آنها نهاده شود (حـ ۱) ـ

اب تک کوئی نقصان پہنچا ھے ، البتہ ان کا دل داؤد پوتروں کے حال پر دکھتا ھے ، اس لئے ہر رنگ میں اپنا مدعا ظاہر کر رہے ھیں ـ اس اثناء میں داؤد پوتروں نے جو بے اعتدالیاں کیں ان سے چشم پوشی اور تحمل کرتے ہوئے میں تلافی پر متوجہ نہ ھوا ـ آپ سے یہ بھی بات ڈھکی چھپی نہیں کہ اگرچہ وہ ناہروں کے علاقے میں بیٹھے ہوئے تھے ، لیکن میرے علاقے میں لوٹ مار کرتے رہتے تھے ـ ناہر چونکہ میرے ھمسائے تھے ، اس لئے میں نے اب تک ان سے نامناسب سلوک نہ کیا بلکہ مخالفوں کی شوخی اور خیرہ سری سے چشم

۱ـ "گلدستۂ نورس بہار" قلمی نسخہ صـ ۳۰۲ ـ

پوشی کرتا رہا ، لیکن آپ خوب جانتے ہیں کہ وہ مٹھی بھر مفلوک غیر مناسب حرکات کے مرتکب ہوتے رہیں اور میں تدارک نہ کروں ، اس سے زیادہ تحمل غیرت کے منافی ہے ۔ ناچار میں نے تلافی کرلی ہے کہ ان غافلوں کی بدعملی کی سزا انہیں قرار واقعی مل جائے ۔

توثیق مزید: ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں :

کیفیتِ فساد ... داؤد پوترہ و ایذا و اضرار آنہا بہ رعایا و ملکِ بادشاهی از خدمتِ سراسر خبرت متواری نیست ، آنہا هرچه دراز دستی و کوتاہ اندیشی کردہ ، بندہ بہ ادب لازمۂ عبودیت از آن چشم پوشیدہ بسر می برد و بہ امید دادرسی و توقعِ تدارک ہر آئینہ حقیقت را معروض می داشت ۔ چوں ایں معنی سببِ خیرہ سریٔ آنہا شدہ ، بے محابا

داؤد پوتروں نے جو فساد بپا کیا اور رعایا و ملک بادشاہی کو ان کی وجہ سے جو ایذا و نقصان پہنچا ، اس کی کیفیت آپ سے مخفی نہیں ، انھوں نے جو دراز دستی اور کوتاہ اندیشی کی ، میں نے فرمانبرداری کی بنا پر چشم پوشی سے کام لیا

پای جرأت و دست نهب و غارت بحدی کشادند که متواری نخواهد بود - چون کار از حد گزشت و اداهای ناشائستهٔ آن فریق در اکناف شهرت گرفته و موجب هتک ناموس گردیده و زیاده اغماض از آنها موجب تخلل سرحدات بوده که مردم کوه و دشت که واقعه طلبی وضع قدیم آنهاست ، باهم چشمک می زنند - لا جرم بنده جمعیت خود برای تنبیهٔ مفسدان روانه کرد (حـ ۱) -

اور حقیقت اس امید پر عرض کردی کہ دادرسی فرمائے ہوئے تدارک کیا جائے گا - یہ طریقہ ان کی خیرہ سری کا سبب بن گیا اور انہوں نے کھلے بندوں غارت گری شروع کردی جو آپ سے پوشیدہ نہ ہوگی جب معاملہ حد سے گزر گیا، ان کی نامناسب حرکتیں گرد و پیش شہرت پزیر ہوئیں اور میری عزت کو نقصان پہنچا تو مزید چشم پوشی کو سرحدات کے بندوبست میں خلل کا باعث جانا - میں نے دیکھا کہ کوہ و دشت کے آدمی ، جن کی فطرت ہنگامہ آرائی ہے ، باہم دگر چشمک زن ہیں- مجبور ہوکر میں نے اپنا لشکر مفسدوں

۱- ''گلدستهٔ نورس بہار'' قلمی نسخه ص- ۲۵۷ ، ۲۵۸-

کی گوشمالی کے لئے
روانہ کیا -

اس سے صاف ظاہر ہے کہ میاں یار محمدؐ خاں ایک مدت تک اس وجہ سے بعض افسوس ناک حرکتوں کو برداشت کرتا رہا کہ خود میاں صاحب کی طرح داؤد پوترے بھی صوبہ دار ملتان کے تابع تھے اور خواجہ تاشی کے واجبات کشمکش کے روادار نہ ہو سکتے تھے - تاہم داؤد پوتروں کی حرکات کے باب میں مفصل رودادیں میاں صاحب بھیجتے رہے - جب معاملہ حد سے گزر گیا اور گرد و پیش کے قبیلوں میں صورت حال کا مذاق اڑایا جانے لگا تو میاں صاحب کو مفسدوں کی گوشمالی پر متوجہ ہونا پڑا - یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ میاں صاحب کے ذمہ ایک سرحدی علاقے کا انتظام تھا - اگر وہ فتنوں کے انسداد میں مستعدی سے کام نہ لیتے تو سرحد کی حفاظت خطرے میں پڑ جاتی - کوہستانی لوگ پہلے ہی نظم و امن کے واجبات سے متنفر تھے ، ان کے حوصلے بڑھ جاتے اور صورت حال بہت نازک ہو جاتی -

سرکاری واجبات : ''گلدستۂ نورس بہار،، میں بعض مکاتیب دوسرے سرکاری کارکنوں کے بھی شامل ہیں جن کے نام معلوم نہیں - اسی صنف کے ایک مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب داؤد پوتروں کو زمینداری کی سند دی جا رہی تھی تو اس سرکاری کارکن نے رائے دی تھی کہ داؤد پوترے مقررہ مالیہ ادا نہ کرسکیں گے اور کم و بیش ساٹھ ہزار روپے معرض التواء میں پڑ جائیں گے - یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی - داؤد پوترے ربیع کی فصل میں سے

ساٹھ ھزار روپے ادا نہ کر سکے ۔ مہروں کے ذمے بھی روپیہ باقی رہ گیا ۔ خریف کے ضمن میں مزید چالیس ھزار روپیہ داؤد پوتروں کے ذمے باقی رہ جانے کا اندیشہ پیدا ھو گیا ۔ صاحب مکتوب کے بیان کے مطابق معتبر آدمیوں کی زبانی معلوم ھوا کہ جتنی زمینیں قابل زراعت تھیں ، وہ داؤد پوتروں کے سرداروں اور رئیسوں نے آپس میں بانٹ لیں ۔ ان میں سے ھر شخص اپنے حصے پر قابض ھے اور ایک کوڑی بھی ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ یہ لوگ :

آداب زمینداری و عملداری مطلق نمی دانند ۔ ھر کس سوئے خود تیشہ زند و برائے خود تار و بود می بندد و ایں اداھا مخالفِ ضابطۂ زمیندارست و معہذا از شعور و خرد کہ ذریعہ کار کشائی تواند شد ، بہرہ ندارد ۔ ظاھر است کہ ایں اطوار آں‌ھا موجب نقص مال خواھد شد (حـ ۱) ۔

زمینداری اور عمل داری کے اصول سے ناواقف ھیں ۔ ھر شخص اپنی طرف تیشہ چلا رھا ھے اور اپنے لئے تار و پود تیار کرتا ھے ۔ یہ طریقے زمینداری کے ضابطے کے خلاف ھیں ، نیز کار برآری کے لئے عقل و شعور کی ضرورت ھے ۔ اس سے یہ بے بہرہ ھیں ۔ ظاھر ھے کہ ایسے طور طریقے مال میں نقصان ھی کے موجب ھوں گے ۔

---

۱ ۔ ”گلدستۂ نورس بہار“ قلمی نسخہ ص۔ ۲۸۳-۲۸۴ ۔

یہ بیان میاں صاحب کا نہیں بلکہ کسی غیر معلوم شخص کا ہے جسے غالباً میاں صاحب کے ساتھ خاص تعلق ہوگا، لہذا اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم اگر زمینداری کا روپیہ ساٹھ ہزار کے قریب صرف فصل ربیع میں باقی رہ گیا تھا اور چالیس ہزار فصل خریف میں باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا تو یہ امر داؤدپوتروں کے حسن انتظام کا ثبوت نہیں بن سکتا۔

ایک ضروری نکتہ: یہاں ایک ضروری نکتہ واضح کردینا چاہیئے۔ جس زمانے کے یہ حالات ہیں۔ وہ ہمارے زمانے سے بالکل مختلف تھا۔ اس وقت بادشاہوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حکمرانی کا حق انہیں خدا نے عطا کیا ہے، لہذا اس حق سے وہ جس طرح چاہیں، فائدہ اٹھائیں۔ ایسے ہی اکثر اکابر و رؤساء اپنی ملکیتوں کو صرف ذاتی انتفاع اور تمتع اندوزی کا ذریعہ سمجھتے تھے اور کارندوں کو جو کچھ دیتے تھے، ان کے حق محنت کے طور پر نہیں بلکہ خیرات کے طور پر دیتے تھے، جس کی تعداد کا تعین خود ان کی مرضی پر موقوف ہوتا تھا۔ جن لوگوں کے حوصلے وسیع، مقاصد بلند اور تصورات اونچے تھے اور جو یقین رکھتے تھے کہ اختیار و اقتدار کے مناصب پر پہنچ کر خلق خدا کی بہبود کے لئے زیادہ سرگرمی سے کام کرنا چاہیئے، ان کے طریقے عام اکابر و رؤساء سے بہت مختلف تھے۔ حالات پر غائر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ میاں یار محمد خاں اس آخری صنف کا ایک بلند پایہ فرد تھا۔ چنانچہ اس کے دائرۂ انتظام میں ادائے واجبات سرکاری یا بہبود عوام سے بے پروائی کی مثالیں نہیں ملتیں، حالانکہ اسے جس علاقہ کا انتظام سونپا گیا تھا، اس کی حیثیت بہ اعتبار

زرخیزی و آبادی بہت معمولی تھی اور میاں صاحب کو نظم و نسق یا حفاظت کے تقاضوں پر بہت زیادہ رقمیں خرچ کرنی پڑتی تھیں بلکہ بعض اوقات ساھوکاروں سے قرض لے کر ضرورتیں پوری کی جاتی تھیں غرض میاں صاحب کی ساری سیاست مربیانہ اصول پر قائم تھی، جیسا کہ آگے چل کر تفصیلاً واضح کیا جائے گا، یعنی ان کے علاقے میں تمام افراد کے لئے مناسب مشغولیت اور وسائل کسب معاش کے انتظامات مقدم سمجھے جاتے تھے، تا کہ لوگ کام میں لگے رھیں، روزی کمائیں اور امن کی زندگی بسر کریں، نہ کہ بیکار پھریں اور بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے غیر آئینی حرکتوں پر مجبور ھوں۔ میاں صاحب کے سلسلۂ انتظامات اور وقت کے بعض دوسرے اکابر کے سلسلۂ انتظامات کا یہ فرق قدم قدم پر نمایاں ھوتا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میاں صاحب کا درجہ برابر اونچا ھوتا گیا اور ان کے دوسرے ھمسروں کی حالت اس وقت تک نہ بدلی جب تک انھوں نے اپنے طریقہ بدلنے پر توجہ مبذول نہ کی یا ان کی بڑائی ختم ھو گئی۔

جنگ: غرض کشمکش بڑھتی گئی، یہاں تک کہ "مرآۃ دولتِ عباسیہ" کے بیان کے مطابق کلھوڑوں اور داؤد پوتروں میں جنگ شروع ھوگئی جو چھ روز جاری رھی:

> کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہ نکلیں، بہت سے لوگوں کی بساطِ عمر لپیٹی گئی۔ سنجر خاں، ھوت خاں فیروزانی، بخشا خاں، مندھو خاں علانی اور دلاور خاں ھالانی نے بندوقوں سے جنگ شروع کی، پھر مردانہ وار تلواریں سنبھال کر اس شان سے

لڑے کہ ترکِ فلک نے ان کے ہاتھ چوم چوم
لیے (حـ ۱) ۔

صلح : ساتویں روز لڑائی شروع ہوئی اور فریقین کے بہادر آپس میں گتھم گتھا ہوگئے تو داؤد پوتروں کے سردار امیر محمّد مبارک خاں کو خیال آیا کہ فریقین کا گوشت پوست ایک ہے ۔ اگر ایک کا شیرازہ بکھرا تو دوسرا بھی نقصان کا مورد بنے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ صلح کرلی جائے ، چنانچہ میاں یار محمّد خاں کو پیغام بھیجا گیا کہ جو کچھ ہونا تھا ، ہوچکا ۔ جنگ سے کچھ فائدہ نہیں اور اسے بند کردینا چاہیے ۔ باہم گفتگو میں قرار پایا کہ مصرفہ علاقے میں داؤد پوترے جو فصلیں بو چکے ہیں انھیں اٹھا لیں اور علاقے خالی کردیں ۔ نالا محمّد واہ فریقین کے درمیان حدِ فاصل مقرر ہوا (حـ ۲) ۔ ''جواہرعباسیہ،، کا بیان بھی فی الجملہ یہی ہے ۔ صرف اتنا اختلاف ہے کہ صلح کا پیغام داؤد پوتروں کی طرف سے نہ بھیجا گیا بلکہ میاں یار محمّد خاں نے اس باب میں پہل کی ۔

مؤلف ''جواہر،، کے نزدیک صلح پر آمادگی میں سبقت کمزوری کا نشان تھی ، اس لیے وہ اپنے ممدوح سردار کو اس کا مصدر بنانے کا روادار نہ ہوسکتا تھا ، حالانکہ اخلاقِ عالیہ کے نقطۂ نگاہ سے جنگ پر اصرار سراسر غیر مستحسن تھا اور آمادگیِ صلح ہر اعتبار سے قابلِ قدر تھی ۔ جس

۱۔ ''مرآۃ دولت عبّاسیہ'' صـ ۱۰۷ ۔ ''جواہر عبّاسیہ'' کا بیان بھی یہی ہے ۔ صـ ۹۰ ۔
۲۔ ''مرآۃ دولت عبّاسیہ'' صـ ۱۰۸-۱۰۹ ۔

نے قدم آگے بڑھایا ، بلند انسانیت اور بلند اخلاق کا ثبوت دیا (حـ ۱) ۔

میاں صاحب کے پیش کردہ حالات : میاں یار محمدؐ خان نے قضیے کا آغاز و اختتام ایک اور شکل میں پیش کیا ہے ۔ صوبہ دار ملتان کے نام ایک مکتوب مظہر ہے :

کیفیت بدایت فساد داؤد پوترہ معروض انجمن اقبال شدہ باشد کہ چوں کسان ایں دست گرفتہ بپائے انتقام کہ البادی اظلم برسر آنہا رسیدند اتفاقاً ہماں وقت نوشتۂ خاں صاحب فیض رساں در باب طلب جمعیت بہ ملتان و موقوف نمودن تلافی و تدارک بدفرجامیٔ داؤد پوترہ ورود فرمود ۔ فدوی غلام اطاعۃً للامر ہماں ساعت دست از آنہا باز داشتہ جمعیت را با غلام زادہ بہ ملتان روانہ ساخت ، چنانچہ داؤد پوترہ از بد کرداریٔ خود باز نمی آیند (حـ ۲) ۔

داؤد پوتروں کے آغاز فساد کی کیفیت تفصیلاً یوں ہے کہ جب میرے آدمی البادی اظلم کو پیش نظر رکھتے ہوئے بغرض انتقام ان کے سر پر پہنچے تو اسی وقت حکم آگیا کہ جمعیت کو ملتان بھیجوں اور داؤد پوتروں کی بدکرداری کا تدارک موقوف کردوں ۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسی وقت لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا اور جمعیت کو اپنے بیٹے کے ہمراہ ملتان بھیج دیا ۔ داؤد پوترے

۱ ۔ جواهر ص ۹۱ ۔
۲ ۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۳۲ ۔

تاریخ سندھ

ابھی تک اپنی
بد کرداری سے باز
نہیں آئے ۔

یہ کشمکش میاں یار محمد خاں کے عہد میں رکی رہی، لیکن میاں نور محمد خاں کے عہد میں پھر شروع ہوئی ۔ اس کا انجام موقع پر بیان ہوگا ۔

بیسواں باب

صوفی شاہ عنایت رحمتہ اللہ علیہ

قلق افزا واقعہ: میاں یار محمد خاں کے آخری زمانے کا ایک نہایت قلق افزا واقعہ صوفی شاہ عنایت اللہ کی شہادت ہے۔ یہ واقعہ، المیہ اگرچہ میاں صاحب کے دائرہ، نظامت سے باہر صوبہ، ٹھٹھہ کے حدود میں پیش آیا تھا اور جو آتش ہنگامہ انجام کار شاہ صاحب کی شہادت پر منتج ہوئی، اسے سلگانے اور بھڑکانے کے ذمہ دار دوسرے لوگ تھے، میاں صاحب کو براہ راست اس سے کوئی تعلق نہ تھا، لیکن حقیقی حالات پر ابتدا ہی سے خفا کا پردہ پڑ گیا اور عوام میں خلاف واقعہ افسانے مشہور ہوگئے، جن کے مطابق میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خان کو اس شہادت کا ملزم قرار دے لیا گیا، لہذا اصل واقعے کو تفصیل سے لکھنا ضروری ہوگیا تاکہ

حقیقتِ حال واضح ھوجائے اور اھلِ نظر اندازہ فرما سکیں کہ اس سلسلے میں میاں صاحبان یا ان کے متوسلوں پر کس حد تک ذمہ داری عائد ھوتی ھے ۔

صوفی شاہ عنایت کا خاندان : صوفی شاہ عنایت کا سلسلۂ نسب میر علی شیر قانع نے مقالات الشعراء میں یوں لکھا ھے :

شاہ عنایت اللہ بن مخدوم فضل اللہ بن ملا یوسف بن ملا شہاب الدین بن ملا رجب بن مخدوم صدو لنگاہ (حـ ۱) ۔

میر علی شیر نے "تحفۃ الکرام" میں ان بزرگوں کے حالات بھی اختصاراً قلمبند کردئے ھیں ، جن کا خلاصہ ذیل میں درج ھے :

۱ ۔ مخدوم صدو لنگاہ نہایت جلیل القدر شیخ تھے ۔ ترک و تجرید میں انھیں درجۂ کمال حاصل تھا ۔ پرگنہ بتھورہ کے قریہ نصربہ میں رھتے تھے ۔ سادات متعلوی میں سے سید عبدالکریم کو مخدوم موصوف سے خاص ارادت تھی ۔ ان کا مزار نامدار بزرگوں کی جائے طواف رھا ۔

۲ ۔ مخدوم صدو کے فرزند ارجمند ملا رجب بھی روشن کرامتوں کے مالک تھے ۔ کہتے ھیں کہ ایک روز ملا صاحب کسی گاؤں کے ارادے سے نکلے ۔ راستے میں دریا پڑتا تھا ۔ عصر کے وقت دریا کے کنارے پہنچے ۔ اس وقت کشتی دوسرے کنارے پر

---

۱ ۔ "مقالات الشعراء" قلمی نسخہ ص ۱۶ ۔

پر تھی - سردی کا موسم تھا - خادم نے عرض کیا کہ واپس چلیے تاکہ رات گاؤں میں گزارلیں- صبح آکر کشتی میں دریا کو عبور کر لیں گے- فرمایا - پروا نہیں ، یہیں ٹھہریں گے- تھوڑی سی رات گزری تو دریا خدا کی قدرت سے ایک چھوٹی سی ندی کے برابر ہو گیا - اس میں سے آواز بلند ہوئی کہ اے شیخ اگر پار جانے کا ارادہ ہے تو اٹھیے اور گزر جائیے - بار بار یہی آواز آتی رہی - شیخ نے جواب دیا کہ ہمارا بھروسا خدا پر ہے ، تم سے ہم نے کوئی التجا نہیں کی - آخر تنہا دریا میں سے گزر گئے -

۳ - ملا رجب کے بیٹے ملا شہاب الدین اپنے زمانے کے صالح اور محقق بزرگ تھے -

۴ - ملا شہاب الدین کے خلف ارشد ملا یوسف نے فقر و توکل میں اربابِ معرفت کے درمیان نہایت اونچا مرتبہ پایا -

۵ - ملا یوسف کے فرزند شیخ فضل اللہ اپنے آبا و اجداد کے طریق پر قائم رہے اور پوری زندگی خاموشی و گوشہ نشینی میں گزار دی (حـ ۱) -

صوفی شاہ عنایت: صوفی شاہ عنایت اللہ کی تاریخِ ولادت معلوم نہ ہوسکی - ابتدا ہی سے ان کے دل میں طلبِ

۱- "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص- ۱۶۹ -

حق کی خاصی تڑپ تھی - اس سلسلے میں جگہ جگہ پھرتے رھے - کچھ مدت بعد دکن میں شاہ عبدالملک (ح ۱) کے پاس پہنچ گئے - ''تحفۃ الکرام،، کے بیان کے مطابق اس بزرگ کی صحبت میں بزرگی کا وہ مرتبہ حاصل کرلیا کہ زبان اس کی کیفیت پیش کرنے میں عاجز ھے (ح ۲) -

مرشد کے حکم کے مطابق صوفی عنایت شاہ نے نہایت سخت ریاضتیں کیں - علوم ظاھری کے حصول کے لئے شاہ غلام محمدؐ کی خدمت میں پہنچے جو شاہ جہان آباد میں مقیم تھے - غرض علوم ظاھری و باطنی میں درجۂ کمال حاصل کرنے کے بعد ٹھٹھہ پہنچے - شاہ غلام محمدؐ اگرچہ علوم ظاھری میں شاہ عنایت کے استاد تھے، لیکن سلوک کی منزلیں انھوں نے شاہ عنایت کے ذریعے سے طے کی تھیں - وہ بھی ٹھٹھہ ساتھ آئے - یہاں وہ شاہ عنایت کے سامنے نیاز و ارادت کے ایسے طریقوں پر کار بند تھے جو اھل شریعت کے نزدیک مستوجب تعزیر تھے، مثلاً سجدۂ تحیّت ادا کرتے تھے - علماء میں چہ می گوئیاں شروع ھوئیں تو شاہ عنایت نے انھیں شاہ جہان آباد چلے جانے کا حکم دے دیا اور وہ وھیں فوت ھوئے - خود شاہ عنایت موضع میراں پور میں مقیم ھو گئے جو پرگنہ بتھورہ میں غازیاں کے کنارے آباد ھے اور جھوک کے نام سے مشہور ھے - وھاں اس سر چشمۂ فیض و ارشاد کی شہرت اوج کمال پر پہنچ گئی اور ارادت مند کثیر تعداد

۱- شاہ عبدالملک اس زمانے میں کوئی بزرگ تھے، جن کے حالات معلوم نہ ھو سکے -

۲- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۶۹ -

میں ان کے پاس جمع ہوگئے (حـ ۱) -

رقابت کا فتنہ: اس اثناء میں شاہ عنایت کے خلاف گرد و پیش کے دو حلقوں میں فتنہء رقابت کے شعلے بھڑک اٹھے، اگرچہ نظر بہ ظاہر ان دو حلقوں میں کوئی وجہِ اشتراک موجود نہ تھی - ان میں سے ایک مقامی زمینداروں کا حلقہ تھا اور دوسرا قریب کے ایک مقام بلڑی کے سادات کا حلقہ جو کئی پشتوں سے ایک مقدس مسند ارشاد پر فائز چلے آتے تھے - ان سادات کے متعلق تو سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ صوفی شاہ عنایت کے سلسلے کا فروغ اور شوکت دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس خاندان سادات کے مرید اپنے پہلے سلسلہء ارادت سے قطع نظر کرتے ہوئے صوفی شاہ عنایت سے وابستہ ہونے لگے - چنانچہ ''تحفہء الکرام،،کا بیان ہے :

فقرائے بلڑی خاندان شاں بہ معاینہء فروغ و مجد این سلسلہ از آنہا بریدہ باین ہا می پیوستند (حـ ۲) -

جو درویش پہلے بلڑی خاندان سے وابستہ تھے، وہ صوفی شاہ عنایت کے سلسلے کا فروغ اور برتری دیکھتے ہوئے سادات سے کٹ کر اس نئے سلسلے میں شامل ہورہے تھے -

۱- ''تحفہء الکرام'' جلد سوم ص- ۱۷۰ -
۲- ''تحفہء الکرام'' جلد سوم ص ۱۰۰ -

لیکن زمینداروں کی وجہِ رقابت کے متعلق کوئی واضح چیز سامنے نہیں۔

زمیندار کیوں بگڑے؟: "تحفۃ الکرام" نے صرف اتنے بیان پر اکتفا کیا ہے:

در زمینِ ایشاں فقرا رگ و ریشہ دوانده بودند (حـ ۱)۔

صوفی شاہ عنایت کے فقیروں نے ان کی زمینوں میں رگ و ریشے دوڑا رکھے تھے۔

کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس عبارت سے مصنف کا مقصود کیا ہے۔ آیا صوفی شاہ عنایت کے فقرا ان زمینداروں کے کاشتکاروں کو اپنا ہم مشرب بنا رہے تھے؟ اگر معاملہ صرف اتنا تھا تو زمینداروں کے لئے رنجش و رقابت کی کون سی وجہ پیدا ہوئی؟ آیا صوفی شاہ عنایت کے فقیر زمینداروں کی زمینوں پر قبضہ جما رہے تھے؟ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفی موصوف نے اپنی خانقاہ کے درویشوں کے لئے اجتماعی زراعت اور اجتماعی کفالت کا کوئی بندوبست کر رکھا تھا جس کی پوری تفصیلات ہمارے سامنے نہیں آئیں۔ شاہ عنایت "زمیندار" نہ تھے کہ مزارعین کی محنت کا بیشتر حصہ خود اٹھا لے جاتے۔ وہ حقّانی درویش تھے۔ اغلب ہے، پیداوار کا بیشتر حصہ درویشوں کے حوالے کردیتے ہوں اور خود صرف اتنی جنس رکھتے ہوں جو درگاہ کے لنگر کے لئے کافی ہو۔ یوں جو جنس ان کے پاس رہتی تھی، وہ بھی در اصل درویشوں ہی کے کام آتی تھی۔ اس طریقِ عمل نے گرد و پیش کے

۱۔ "تحفۃ الکرام" ص ۱۰۰۔

مزارعین میں یقیناً ایک انقلابی لہر پیدا کردی ہوگی ۔ زمیندار یقیناً ایسی ہی کسی بات پر صوفی شاہ عنایت کے دشمن بن سکتے تھے ۔ غرض بلڑی کے سادات اور مقامی زمیندار اس صوفیِ حق پرست کے مخالف بن گئے اور انہوں نے شاہ عنایت کو نقصان پہنچانے کے لئے ایکا کرلیا ۔

صوبہ دار ٹھٹھ کی پاس شکایتیں : ''تحفۃ الکرام،، نے ان مخالفوں کی تفصیل یہ بتائی ہے :

۱ ۔ بلڑی کے سادات میں سے سید عبدالواسع بن سید عبدالغنی بن سید عبدالدلیل بن سید دین محمدؐ بن سید عبدالکریم رح جن سے سادات بلڑی کی مسند ارشاد قائم ہوئی اور پانچ پشتیں انتہائی عزت و تکریم کی حالت میں گزریں ۔

۲ ۔ نور محمدؐ بن منبہ بن راود بن بابو پایجا زمیندار پرگنہ پلیجار ۔

۳ ۔ حمل بن لاکھا بن حمل بن لاکھا جٹ زمیندار (حـ ۱) ۔

سادات بلڑی اس سلسلے میں پیش پیش تھے ۔ اس زمانے میں میر لطف علی خاں ٹھٹھے کا صوبہ دار تھا ۔ اس کے پاس شکایت پہنچی تو سادات کی پاسداری میں تحقیق و تفتیش کے بغیر حکم دے دیا کہ صوفی شاہ عنایت اور ان کے درویشوں

---

۱ ۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۷۰ نیز مقالات الشعراء قلمی نسخہ ص ۱۶ ۔

سے جس طرح چاھو، خود سمجھ لو ۔ صوبہ دار کی طرف سے کھلی اجازت پا کر ان لوگوں نے صوفی صاحب کی خانقاہ پر ھلہ بول دیا ۔ اس میں بہت سے درویش جاں بحق ھوئے ۔ درویشوں کے وارثوں نے استغاثہ کیا تو اوپر سے حکم آگیا کہ بے گناھوں کے خون کا بدلہ دلایا جائے ۔ چنانچہ قاتلوں کی زمینیں مقتولوں کے حوالے کردی گئیں (حـ ۱) ۔

غریبوں اور مظلوموں کا ھجوم: مخالفوں کی پہلی یورش میں اگرچہ صوفی شاہ عنایت نے درویشوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا، لیکن انجامِ کار انھیں جو کامیابی نصیب ھوئی، یقین ھے کہ اس کی وجہ سے مزارعین پر بہت اچھا اثر پڑا ھوگا۔ ''تحفۃ الکرام،، نے اجمالاً لکھا ھے:

اکثر غربا و سائر مردم از دست تظلم عمال ھندیہ در ذیلِ امنیتِ فقرا	اکثر غریب اور عام لوگ ھندوستانی

۱- میر لطف علی خاں کے پاس شکایت کا ذکر صرف ''مقالات الشعرا'' میں ھے۔ ''تحفۃ الکرام'' کا بیان ھے کہ سادات اور زمینداروں نے اچانک شاہ عنایت کے فقیروں پر حملہ کر دیا: گروھے بزرگ از اھل اللہ تصدق مخدوم (شاہ عنایت) گردیدہ ۔ وارثان شہدا بہ محکمہ درگاہ جہاں پناہ استغاثہ نمودند ۔ مطابق حکم سلطانی زمین آنہا مفوض شاھی شد (صـ ۱۷۰) ۔ میر لطف علی خاں کے بارے میں یہاں یہ عرض کر دینا چاھیئے کہ وہ سنہ ۱۱۲۵ ھ میں ٹھٹھے کا حاکم بنا تھا ۔ نواب عطر خاں سے اس کی لڑائی ھوئی ' جس میں نواب مارا گیا ۔ ۱۱۲۸ ھ تک وہ صوبہ دار رھا ۔ پھر اسے ھٹا دیا گیا ۔ ۱۱۴۴ ھ میں فوت ھوا (''تحفہ'' جلد سوم صـ ۹۹-۱۰۰) ۔

آمدہ آباد گردیدند (ح ۱) ۔

عملداروں کی سختیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے ۔ وہ فقیروں کی پناہ میں پہنچے اور ان کے پاس آباد ہوگئے ۔

یوں صوفی شاہ عنایت کی خانقاہ عام مزارعوں ، غریبوں اور مظلوموں کے لئے پناہ گاہ بن گئی ۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال اہل حکومت کے دلوں میں گونا گوں غلط فہمیاں پیدا کر سکتی تھی ۔ سادات بلڑی ، نور محمد پلیجا اور حمل جٹ نے اس سے فائدہ اٹھا کر صوبہ‌دار کو بدظن کردیا ۔ اس طرح صوفی صاحب کے لئے نئی ابتلا کا سامان فراہم ہونے لگا ۔

اعظم خاں کی صوبہ داری: سنہ ۱۱۲۸ھ (سنہ ۱۷۱۶ع) میں نواب اعظم خاں ٹھٹھے کا صوبہ دار بن کر آیا ۔ وہ صوفی شاہ عنایت کے دشمنوں کی باتوں سے متاثر ہوکر ان کی امداد کے لیے تیار ہوگیا ۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ قدم اٹھایا کہ صوفی صاحب کی خانقاہ سے ملحقہ زمینوں کے جو محصول پہلے معاف ہوچکے تھے ، وہ نئے سرے سے لگا دئے اور تقاضا کیا کہ محصول جلد ادا کئے جائیں ۔ صوفی صاحب نے جواب دیا کہ یہ ظلم ہے ۔ جب یہ محصول بادشاہ کی طرف سے معاف ہوچکے ہیں تو آپ کو ان کے وصول کرنے کا کیا حق ہے ؟ (ح ۲) اعظم خاں اس جواب پر بگڑ گیا ۔ اس نے

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۷۰ ۔
۲۔ ''مقالات الشعرا'' قلمی نسخہ ص ۱۷ ۔

متصدیوں اور پیشکاروں سے مشورہ کر کے مرکز میں لکھ بھیجا کہ صوفی شاہ عنایت اور ان کے فقیر سلطنت کے دعوے دار بن رہے ہیں ۔ خلیفۃ اللہ کا حکم نہیں مانتے (حـ ۱) ۔

وہاں سے حکم آگیا کہ ان کے فتنے کا انسداد کیا جائے ۔ اعظم خاں نے اپنی فوج کے علاوہ یار محمد خاں عباسی اور دوسرے رؤساء کے نام اعانت کے فرامین جاری کرادئے ۔ "تحفۃ الکرام" میں ایک جگہ لکھا ہے :

حشرے از افواج تمام الکہ جات سندھ بر او آوردہ (حـ ۲) ۔	اعظم خاں سندھ کے تمام علاقوں سے فوج کا انبوہِ عظیم لے کر صوفی شاہ عنایت پر حملہ آور ہوا ۔

دوسری جگہ مرقوم ہے :

در حضور عرض کردہ حسب الحکم	اعظم خاں نے حضور

۱۔ "مقالات الشعرا" قلمی نسخہ ص ۷۱ ۔ ایک روایت عوام میں مروج ہے کہ اعظم خاں صوفی شاہ عنایت سے ملاقات کے لئے گیا تو درویشوں نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ حضرت اوراد و وظائف میں مشغول ہیں ۔ جب صوفی صاحب سے ملاقات ہوئی تو اعظم خاں نے کہا : "در درویش را درباں نہ شاید" ۔ صوفی صاحب نے بے تامل جواب دیا : "بشاید تا سگ دنیا نیاید" ۔ یہ امر اعظم خاں کی ذاتی رنجش کا باعث بن گیا ۔ میں نے یہ کہانی حکیم محمد صادق عباسی سے سنی ۔ اس کی صحت کے بارے میں کچھ عرض نہیں کر سکتا ۔

۲۔ "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص ۱۰۷ ۔

کمک بنام خدا یار خاں عباسی و سائر احشام طلبیده باحشرے بروں از شمار یلغار نموده (حـ ۱) ۔

میں عرض کرکے خدا یار خاں عباسی اور دوسرے گروھوں کو حسب الحکم کمک کے لئے طلب کرلیا اور بے شمار فوج لے کر صوفی شاہ عنایت پر چڑھائی کی ۔

"مقالات الشعراء" میں اس سے زیادہ تفصیل موجود ھے :

میاں یار محمّد خاں و سائر زمینداران و جملگی اهل احشام این الکه که با فقراء کینه دیرینه داشتند، احکام اعانت حاصل کرده با افواج بروں از شمار و از مور و ملخ بسیار که از حد سبی و ڈاڈر تا کناره دریاے شور جمع آمده بود، با فقراء گرد آمدند (حـ ۲) ۔

اعظم خاں نے میاں یار محمّد خاں، تمام زمینداروں اور خطه سندھ کے ان تمام لوگوں کے نام امداد کے احکام حاصل کرلئے، جن کے پاس لشکر تھے اور جو پہلے ھی سے فقیروں کے خلاف کینه رکھتے تھے ۔ یوں ایک ایسی فوج تیار کرکے فقیروں پر دھاوا بولا

۱۔ "تحفة الکرام" جلد سوم ص۔ ۱۰۰ ۔
۲۔ "مقالات الشعراء" قلمی نسخه ص۔ ۱۷ ۔

جو شمار نہیں کی
جاسکتی تھی ،
چیونٹیوں اور ٹڈیوں
سے بھی زیادہ تھی
اور سبی و ڈھاڈر سے
سمندر کے کنارے
تک سب سرکاری
کارندے اس میں شامل
تھے -

صحیح حالات کا نقشہ : ان بیانات سے مندرجہ ذیل امور روز روشن کی طرح آشکارا ہیں :

۱ - میاں یار محمّد خاں عباسی صوفی شاہ عنایت کے خلاف کسی کارروائی کے ذمہ دار نہیں کردانے جاسکتے اور قریہ میراں پور جھوک اس زمانے میں میاں یار محمّد خاں کے حلقۂ نظامت سے باہر تھا -

۲ - شاہ عنایت کی مخالفت کا بیڑا ابتدا میں سادات بلڑی نے اٹھایا - انھیں یہ رنج تھا کہ شاہ موصوف کا قائم کردہ حلقۂ ذکر و فکر رجوعِ عام کے باعث سادات بلڑی کی اس گدی کو بے رونق بنا رہا تھا جو پانچ پشتوں سے اس حلقے میں ممتاز چلی آتی تھی - دو بڑے زمیندار سادات کے معاون بن گئے - انھیں یہ غم کھائے جارہا تھا کہ صوفی شاہ عنایت نے غریب مزارعین سے حسنِ سلوک اور ادائے واجبات کا جو مسلک اختیار کیا

تھا، اس سے مزارعین میں ایک انقلابی روح پرورش پانے لگی تھی اور حق ناشناس زمینداروں کی غاصبیت معرضِ خطر میں پڑ گئی تھی -

۳ - انھیں مخالفوں نے پہلے میر لطف علی خاں ناظم ٹھٹھ سے ایک ناواجب اور غیر ذمہ دارانہ حکم حاصل کیا - پھر اعظم خاں ناظمِ ٹھٹھ کو ہموار کر کے دربار شاہی میں یہ غلط رپورٹ بھجوائی کہ صوفی شاہ عنایت اور ان کے درویش سلطنت قائم کرلینے کے خیال میں ہیں - اس غلط بیانی کی بنا پر نہ محض خود اقدامات کی اجازت حاصل کی بلکہ پورے خطۂ سندھ کے تمام سرکاری کارندوں اور جاگیرداروں کے نام کمک بھیجنے کے احکام جاری کرائے -

۴ - میاں یار محمّد خاں عباسی ان سرکاری کارندوں میں سے ایک تھا، جس کے نام ارسالِ کمک کا حکم جاری ہوا - میاں نے سرکاری کارندے کی حیثیت میں اپنی فوج کا ایک دستہ اعظم خاں کے پاس بھیج دیا - اسے نہ صوفی شاہ عنایت سے کوئی پرخاش تھی، نہ اعظم خاں کی مجوزہ سکیم سے براہِ راست کوئی تعلق تھا، نہ سادات بلڑی، نور محمّد پلیجا اور حمل جٹ کے مقاصد سے کوئی ہمدردی تھی - سرکاری کارندے کی حیثیت میں اس کا فرض صرف یہ تھا کہ اعظم خاں کو کمک پہنچائے - جس طرح دوسرے کارندوں اور جاگیرداروں نے کمک پہنچائی اور جب تک وہ سبی و گنجابہ

کی نظامت پر مامور تھا ، احکامِ شاھی کی تعمیل
میں توقف نہ کرسکتا تھا ۔

جو حالات آئندہ پیش آئے ، ان کا اولین ذمہ دار
اعظم خاں تھا اور فتنے کی اس آگ کو سلگانے کا
الزام سادات بلڑی ، نور محمّد پلیجا اور حمل جٹ
کے سوا کسی پر عائد نہیں ھوسکتا ۔

اکیسواں باب

جنگ جھوک اور شاہ عنایت کی شہادت

جنگ جھوک: بہر حال اعظم خاں ناظم ٹھٹھ اپنے لاؤ لشکر اور کمکی دستوں کو لے کر صوفی شاہ عنایت کے مرکز پر حملہ آور ہوا۔ میاں یار محمدؒ خاں کی طرف سے جو دستہ آیا تھا، اس کے سرداروں میں سے دو آدمیوں کے نام تصریحاً بعض روایتوں میں مذکور ہوئے ہیں: ایک میر شہداد بلوچ، جو یار محمدؒ خاں کا معتمد علیہ سردار تھا، دوسرا میاں صاحب موصوف کا فرزند محمدؒ خاں۔

میر علی شیر قانع نے "تحفۃ الکرام" میں جنگ کی کیفیت یوں بیان کی ہے:

> پورے چار مہینے محاصرہ جاری رہا۔ درویش شبخون مارتے تھے۔ اس سبب سے ابتدا میں محاصرہ کرنے والی

فوج ھلاکت کے نزدیک پہنچ چکی تھی - بعد میں ایک درویش نے ٹھوکر کھائی اوراسم ذات کا نعرہ بلند کیا - دوسرے درویش بھی اس کے ھم نوا بن گئے - اس طرح اپنوں اور بیگانوں میں امتیاز پیدا ھوگیا - یوں اکثر تلوار کے گھاٹ اتر گئے - اس کے باوجود محصوروں کو مسخر کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی ، لہذا فریبِ صلح کے دروازے پر دستک دی گئی-۹-صفر سنہ ۱۱۳۱ھ کو اعظم خاں نے جو کچھ چاھا کیا - پھر ٹھٹھہ لوٹ گیا (ح ۱) -

مقالات الشعراء کا بیان : ''مقالات الشعراء،، میں جنگ کی مزید تفصیلات بیان ھوئی ھیں، جو ترتیباً یہاں درج کی جاتی ھیں :

۱- ''تحفہ الکرام،، جلد سوم ص ۱۰۰ - میرزا قلیچ بیگ نے لکھا ھے کہ غرض مندوں نے بظاھر سیدوں (سادات بلڑی) کے ایماء پر ارباب نظم و نسق کے پاس مبالغہ آمیز اطلاعات پہنچائیں - فرخ سیر کا عہد حکومت تھا اور صالح خاں کا بیٹا اعظم خاں ٹھٹھہ کی گورنری پر مامور تھا - اوپر سے حکم آیا کہ میاں یار محمّد خاں اس فتنہ کا سد باب کرے- (میرزا قلیچ بیگ کی تاریخ سندھ جلد دوم ص ۱۳۲-۱۳۳) جو شہادتیں اوپر پیش کی جا چکی ھیں ، ان سے صاف معلوم ھو جاتا ھے کہ میرزائے موصوف کے بیان کا آخری حصہ نادرست ھے- میاں یار محمّد خاں کے نام صرف کمک کا حکم پہنچا تھا - صوفی شاہ عنایت کے سلسلے میں ھر کارروائی کا ذمہ دار صرف اعظم خاں ناظم ٹھٹھہ تھا اور جھوک اسی کے دائرۂ عمل‌داری میں واقع تھا -

اٹھارھواں باب

۱ - صوفی شاہ عنایت کو معلوم ہوچکا تھا کہ جھوک پر لشکر آرائی کا سروسامان ہورہا ہے - درویشوں نے تجویز پیش کی تھی کہ حملہ آوروں کو جھوک سے باہر نکال کر راستے میں روکنا مناسب ہوگا، لیکن شاہ صاحب نے اس تجویز کو یہ کہتے ہوئے نامنظور کردیا کہ پیش دستی کی اجازت نہیں دی جاسکتی -

۲ - درویشوں نے جھوک کی چار دیواری میں جا بجا مورچے بنا لئے اور یادِ حق میں مشغول ہوگئے -

۳ - حملہ آوروں کے پاس توپیں تھیں، جو ہاتھیوں پر لد کر آئی تھیں - درویشوں کے پاس صرف ایک زنبورچہ تھا، جو لکڑی کا تھا (حـ ۱) -

۴ - ۱۸ - ذی قعدہ سنہ ۱۱۲۹ھ(۱۳-اکتوبرسنہ۱۷۱۷ء) سے جنگ کا آغاز ہوا - درویشوں کا عام طریقہ یہ تھا کہ رات کے وقت تلواریں لے کر نکلتے اور محاصرہ کرنے والوں پر شبخون مارتے - اس طرح حملہ آوروں کے بہت سے آدمی مارے گئے -

۵ - صوفی شاہ عنایت نے درویشوں کو تاکید کردی تھی کہ نعرہ بالکل نہ لگانا - جب تک خاموشی سے حملے کرتے رہوگے، تمہیں کامیابی حاصل ہوگی - ایک شبخون کے موقع پر ایک درویش کا پاؤں لکڑی سے ٹکرایا - اس نے بے اختیار اسم ذات

۱- ”مقالات الشعرا“ کے الفاظ میں: یک زنبورچہ چوبیں -

کا نعرہ لگایا ، جو ان لوگوں کا عام دستور تھا ۔ دوسرے درویشوں نے بھی اس کی تقلید میں نعرے لگائے ۔ اس طرح مخالفوں کو درویشوں کے شبخون کا پتہ چل گیا ۔ انھوں نے مستعد ہوکر جنگ کی ، جس میں درویش شکست کھا گئے ۔ بایں ھمہ ختمِ جنگ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی ، اس لئے کہ درویش بدستور موضع میں بیٹھ کر مقابلہ کرتے رہے ۔

٦ ۔ آخر ۹ ۔صفر ۱۱۳۰ ھ (یکم جنوری ۱۷۱۸ ع) کو صوفی شاہ عنایت کے سامنے صلح کی پیشکش کی گئی ۔ حملہ آور لشکر کے سالاروں میں سے جن لوگوں نے قران بیچ میں رکھ کر صلح کرائی ، ان میں میاں یار محمد خاں کا بیٹا محمد خاں اور میرشہداد بلوچ بھی شامل تھے ۔ عہد یہ تھا کہ درویشوں کے مال اور جان کو کوئی گزند نہ پہنچایا جائیگا (حـ ۱) ۔

ایک لاینحل نکتہ : اس سلسلے میں ایک لاینحل نکتے کی طرف اشارہ کردینا ضروری ھے اور وہ یہ کہ صوفی شاہ عنایت نے ناظم سے لڑائی کیوں ضروری سمجھی؟ کوئی شبہ نہیں کہ سادات بلڑی، نور محمد پلیجا اور حمل جٹ نے ناحق فتنہ بپا کیا تھا ۔ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرلینا چاھئے کہ ناظم

---

۱ ۔ ان تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے ''مقالات الشعرا'' ۔ اس کتاب کا جو نسخہ میرے مطالعے میں رہا، وہ سید حسام الدین راشدی کا مملوکہ تھا ۔ اس میں یہ حالات صـ ۱۷ اور صـ ۱۸ پر درج ھیں ۔

ٹھٹھه کی روش ابتدا سے انتہا تک خلافِ حق و انصاف تھی ، لیکن جب میر لطف علی خاں کے زمانے کی دراز دستیوں کے خلاف استغاثه پیش ہونے پر درویشوں کو خوں بہا میں قاتلوں کی زمینیں مل چکی تھیں اور ان کے ساتھ انصاف میں کوتاہی نه ہوئی تھی تو کیا صوفی شاه عنایت، اعظم خاں کے ناواجب اقدام کے خلاف دربار میں استغاثه نه کر سکتے تھے؟ ''مقالات الشعراء،، میں بیان شده تفصیلات سے ظاہر ہے که جب درویشوں نے جھوک سے باہر نکل کر حمله آوروں کو روکنے کی تجویز پیش کی تھی تو صوفی شاه عنایت نے اس بنا پر یه تجویز مسترد کردی که ''پیش دستی،، کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر گاؤں کے اندر بیٹھ کر مقابله پیش دستی نه تھا تو گاؤں سے باہر نکل کر مقابله کس وجه سے پیش دستی بن سکتا تھا؟ اگر اصل بنائے نزاع محض اتنی تھی که ناظم ٹھٹھه نے معافی کی زمینوں پر محصول عائد کرنا چاہا تھا تو صوفی صاحب اس کے خلاف دربار میں استغاثه کرسکتے تھے۔ یه درست ہے که ان پر ناظم کی یورش سراسر ظالمانه تھی اور انہوں نے جو جنگ کی، وه مدافعانه اور مظلومانه تھی ، لیکن اسے روکا جاسکتا تھا اور اصل قضیے کو پرامن طریق پر سلجھالینے کے امکانات ختم نه ہوئے تھے۔ پھر لڑائی تک نوبت کیوں آنے دی؟ صوفی شاه عنایت کے متعلق جتنے حالات منظر عام پر آئے ہیں، ان میں معاملے کے اس پہلو پر کسی نے روشنی نه ڈالی اور قیاس کی بنا پر کوئی قطعی نتیجه اخذ نہیں کیا جاسکتا، البته اس امر پر دلی رنج و قلق کے اظہار میں تامل نه ہونا چاہئے که ناظم ٹھٹھه ، سادات بلڑی اور ان کے حامی زمینداروں کی نہایت افسوس ناک رقیبانه حرکات کے باعث ایک ایسی قوت کو سخت نقصان پہنچا، جو ایثار و قربانی میں بہت ہی اونچی

حیثیت کی مالک تھی۔ وہ قوت ملک و قوم کے بہترین مقاصد کے لئے استعمال ہوتی تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ کتنے قابل رشک نتائج کا سرچشمہ بن جاتی!

اعظم خاں کی بدعہدی: صوفی شاہ عنایت صلح کے بعد اعظم خاں کے پاس پہنچے تو معلوم ہوگیا کہ اس نے جان و مال کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا، وہ سراسر فریب پر مبنی تھا۔ جو لوگ اس سلسلے میں متوسل بنے تھے، انہیں اس صورت حال پر کتنا ہی رنج و قلق ہوتا، لیکن وہ بالکل بےبس تھے، اس لئے کہ معاملے کی باگ ڈور اعظم خاں ہی کے ہاتھ میں تھی۔ وہی اصل عہد کو پورا کرنے کا مجاز تھا۔ اگر وہ عہد شکنی پر آمادہ ہوگیا تھا تو جو لوگ حسب الحکم کمک کی غرض سے اس کے پاس پہنچے تھے، وہ ایفاء عہد کے لیے اس کے خلاف ہتھیار نہ اٹھا سکتے تھے (ح ۱)۔

صوفی شاہ عنایت ایسے بزرگ نہ تھے کہ ناظم کی عہد شکنی پر پریشان ہوتے اور منزل شہادت پیش آجانے پر ان کے دل میں ہچکچاہٹ یا قدم میں لڑ کھڑاہٹ پیدا ہوتی۔ وہ ایثار پیشہ درویشوں کا ایسا گروہ تیار کرچکے تھے جو جانیں

۱۔ بعض روایتوں میں یہ بات نظر سے گزری ہے کہ میر شہداد بلوچ کو اس عہد شکنی پر سخت قلق ہوا تھا۔ یقین ہے کہ محمد خاں عباسی ابن یار محمد خاں کے احساسات اس سے مختلف نہ ہونگے اور اغلب ہے، بعض دوسرے کمکیوں کی رائے بھی یہی ہو۔ خصوصاً جان کی حفاظت کا حتمی عہد ہوچکنے کے بعد وہ لوگ صوفی شاہ عنایت کی شہادت کو پسندیدہ نہ سمجھ سکتے تھے، لیکن بے بس تھے۔

قربان کردینے کو زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ ایسے باکمال مرد حق کے لیے موت کیا حیثیت رکھتی تھی چنانچہ وہ بےتکلف آگے بڑھے اور اس طرح جان دے دینے پر آمادہ ہوگئے، جس طرح کوئی شخص کھوٹا سکہ اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔

سوال و جواب: میر علی شیر قانع نے اعظم خاں اور صوفی شاہ عنایت کا مکالمہ تفصیلاً مرتب کردیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب موت سے بالکل بے پروا تھے۔ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک مخصوص ذوق کے مالک تھے اور خواجہ حافظ کا دیوان غالباً انہیں حفظ تھا۔ سوال و جواب ملاحظہ فرمائیے:

ناظم: بتاؤ شورش کیوں برپا کی؟

شاہ عنایت:

آں روز کہ توسن فلک زیں کردند
آرائش مشتری ز پرویں کردند
ایں بود نصیب ما ز دیوانِ قضا
ما را چہ گنہ، قسمت ما ایں کردند

شیخ محمد رضا مصاحب نواب:

دوست بیدار بشو عالم خواب است اینجا
حرف بیہودہ مگو، پاے حساب است اینجا

شاہ عنایت:

در کوئے نیک نامی ما را گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

ناظم : اب اپنے فعل کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ھوجاؤ۔

شاہ عنایت :

محبِ حق کے لئے سزا وھی حیثیت رکھتی ھے جو سونے کے لیے آگ (جس طرح سونا آگ کی بھٹی میں پڑ کر نکھر جاتا ھے ، اسی طرح محبّ حق سزا پاکر آلائشوں سے پاک ھو جاتا ھے) ۔

ناظم : بدنامی کیوں مول لی اور تیر بلا کا نشانہ کیوں بنے؟

شاہ عنایت :

عاشق چہ کند گر نہ کشد بارِ ملامت (ح ۱)
با، هیچ دلاور سپرِ تیرِ قضا نیست

ناظم : اب موت کے گھاٹ اتارے جاؤ گے۔

شاہ عنایت :

ھرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ناظم : بھلا یہ تو بتاؤ ،تم نے بادشاہ کی فرماں برداری کے دائرے سے قدم کیوں باھر رکھا ، حالانکہ اولوالامر کی اطاعت کاحکم ھے ؟

شاہ عنایت :

ما مریداں رو بہ سوے کعبہ چوں آریم، چوں
روبہ‌سوئے خانۂ خمّار دارد پیر ما

---

۱ - یہ خواجہ حافظ کا شعر ھے اور دیوان میں پہلا مصرع یوں مرقوم ھے : عاشق چہ کند گر نہ خورد تیر ملامت -

ناظم : اب آرزوؤں کے فقدان پر غمگین ہونے سے کیا حاصل ہے ؟

شاہ عنایت :

من از آں دم کہ وضو ساختم از چشمہ عشق (حـ ۱)
چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست

شہادت : ناظم نے شاہ عنایت کو قید میں ڈال دینے کا حکم صادر کردیا ۔ شاہ صاحب نے بے تکلف اس کا خیر مقدم کیا اور یہ شعر ورد زبان تھا :

ساقیا برخیز و در دہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

۱۵ ۔ صفر سنہ ۱۱۳۰ھ (۷ جنوری سنہ ۱۷۱۸ء) کو جام شہادت پلایا گیا ۔ آخری وقت میں یہ شعر پڑھ رہے تھے :

رہانیدی مرا از قید ہستی
جزاک اللہ فی الدارین خیرا (حـ ۲)

---

۱ ۔ دیوان حافظ میں از آں دم کی جگہ "ہماں دم" ہے ۔
۲ ۔ یہ خواجہ حافظ کی غزل کے دو الگ الگ مصرعوں ملا کر بنایا گیا ہے ۔ شعر یوں ہے :

رہانیدی مرا از قید ہستی چو پیمودی پیاپے جام می را
جزاک اللہ من شر النّوئب جزاک اللہ فی الدارین خیرا

معلوم نہیں کہ خود شاہ صاحب نے شعر یونہی پڑھا یا میر علی شیر قانع سے نقل میں فرود گزاشت ہوئی ۔

تلوار گردن مبارک پر پڑی تو چار تکبیریں کہہ کر یہ مرد حق جاں بحق ھوا (ح ۱) ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شہادت کی دو تاریخیں منقول ھیں جو ذیل میں درج ھیں :

۱ ۔ ما قتلوہ یقینا بل رفع اللہ الیہ (۱۱۳۰ھ)
۲ ۔ آہ مظلوم حق (۱۱۳۰ھ)

اعظم خاں کی معزولی: تاریخ سندھ کا یہ ایک نہایت غم انگیز واقعہ ھے ۔ اعظم خاں پہلے غلے کا نرخ گراں ھوجانے کی وجہ سے خاصا بدنام تھا ۔ صوفی شاہ عنایت کی شہادت نے اسے لوگوں کی نظروں سے بالکل گرادیا ۔ جھوک کی جنگ میں بہت روپیہ خرچ ھوگیا تھا ۔ اعظم خاں تاجروں سے جبراً رقمیں وصول کرکے دمی کو پورا کرنے لگا ۔ ٹھٹھ میں شور قیامت برپا ھوگیا ۔ مخدوم رحمت اللہ عوام میں بہت معزز و محترم مانے جاتے تھے ۔ وہ اس ظلم کو برداشت نہ کرسکے ۔ اعظم خاں کو سمجھانا چاھا ۔ وہ نہ سمجھا تو مخدوم محترم شہر سے باھر نکل گئے کہ شاید اسی طرح ناظم متاثر ھو ۔ حق ناشناس ناظم نے اس بزرگ کو جو ظاھری و باطنی علوم کا جامع تھا ، زنجیریں پہنا کر قید میں ڈال دیا ۔ یہ امر عوام و خواص کے لئے رنج و قلق کا نیا سبب بن گیا ۔ آخر محمدؐ شاہ کے تخت نشین ھونے پر سنہ ۱۱۳۱ھ میں اعظم خاں نظامت سے معزول ھوا ۔

---

۱ ۔ یہ پورا مکالمہ ''مقالات الشعراء'' سے ماخوذ ھے (قلمی نسخہ ص ۱۸ ۔ ۱۹) ۔

شاہ عنایت کے فرزند: ''تحفہ' الکرام،، نے شاہ عنایت شہید کے دو فرزندوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک شاہ عزت اللہ جو جھوک میں مسند دعوت و ارشاد کی زینت بنے ۔ دوسرے شاہ سلام اللہ جو سالہا سال صحراؤں میں بے زاد و توشہ پھرتے اور ریاضتیں کرتے رہے ۔ جب میاں نور محمّد خاں ابن میاں یار محمّد خاں کے فرزندوں غلام شاہ خاں اور عطر خاں میں تاج و تخت کے لئے کشمکش جاری تھی تو ایک روز شاہ سلام اللہ کی مجلس میں اس کشمکش کا ذکر چھڑا ۔ شاہ نے فرمایا کہ ''غین صاحب تاج ہے،، یعنی سلطنت غلام شاہ خاں کو ملے گی، اگرچہ ظاہری اسباب کی بنا پر غلام شاہ خاں کے لئے کامیابی کی کوئی صورت نہ تھی (ح-۱)۔ یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی اور غلام شاہ خاں ہی حکمراں بنا ۔

ایک بد دعا کا فسانہ: مشہور ہے کہ صوفی شاہ عنایت نے کلھوڑوں کے لئے ایک بد دعا کی تھی:

کاھی کلھوڑو آئیو کری مندی صلاح
اچی اڑیو انھن سان جنھیں وٹ اللہ
کلھوڑی جی باہ وسانی رھیں کھے

یعنی کلھوڑہ بری صلاح کر کے آیا ہے اور ان سے الجھا ہے، جن کے پاس اللہ ہے۔ کلھوڑے کی آگ برسوں کے لئے بجھ گئی۔ پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ شعر صوفی شاہ عنایت کا نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ:

۱ - ''تحفتہ الکرام'' جلد سوم ص ۱۷۰ - ۱۷۱ -

۱ - میاں یار محمد خاں کلھوڑہ صوفی صاحب سے نہیں الجھا تھا، بلکہ اعظم خاں ناظم ٹھٹھ کا تھا - شاہ عنایت جیسے اہل اللہ سے امید نہیں ہوسکتی تھی کہ ''لاتزر وازرۃ وزر آخریٰ'' کو نظر انداز کرتے ہوئے اعظم خاں کو چھوڑ کر یار محمد خاں کو مورد الزام ٹھہراتے -

۲ - اس پیش گوئی کی تغلیط تاریخ کے صفحات کر رہے ہیں، اس لئے کہ شاہ عنایت کی شہادت کے بعد کلھوڑہ خاندان کم و بیش اکہتر سال سندھ پر حکمران رہا اور میاں یار محمد خاں کے بعد اس خاندان کی حکومت بدرجہا زیادہ شان دار بنی -

۳ - شاہ عنایت کے فرزند ارجمند نے میاں غلام شاہ خاں ابن میاں نور محمد خاں کے لئے حکومت کی بشارت دی -

۴ - اہل اللہ کی شان یہ نہیں کہ کسی فرد کے ناحق اقدام کی بنا پر ایسی بد دعا دیں کہ وہ اہل ملک کے نقصان و ضرر پر منتج ہو - صوفی شاہ عنایت کے خلاف جو اقدام ہوا، اسے انتہائی مذموم تسلیم کرلینے کے باوجود ایسی دعا کی امید تھی، جس سے ملک کی آزادی، خوش حالی اور عوام کی بہبود کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچتا - مذکورہ بالا بد دعا کا نتیجہ اس کے سوا کیا نکلا کہ کلھوڑوں کی آگ بجھ گئی اور ٹالپروں کے اقبال کا چراغ روشن ہوا - یہ چراغ کلھوڑوں کی مدتِ حکومت سے بھی کم وقت میں گل ہوگیا اور ایک اجنبی قوم سندھ پر مسلط ہوگئی -

انیسواں باب

شاہ عنایت سے سچی عقیدت رکھنے والا کوئی بھی فرد اس بددعا کو درست نہیں سمجھ سکتا ۔

میاں یار محمد خاں کو جاگیر : ''تحفۃ الکرام،، ھی کا بیان ھے کہ جھوک کی جنگ میں ناظم ٹھٹھہ کی کمک کے عوض میں شماواتی اور جاچکاں میں سے مندرجہ ذیل قریے میاں صاحب کو بطور انعام عطا ہوئے: لکری، دندا، حجام، دورنک، رجب، یسر، پاچاتہ، ٹھور، دیہ سائیں ڈنہ، نیز دبّہ کر اور جھول کے بعض قطعات اراضی ۔ نواب شاکر خاں سندھ سے چلا گیا تو روپاہ کا پرگنہ اجارے پر لے لیا (حـ ۱) ۔

تتمہ باب

دو نئی شہادتیں : کتاب کا مسودہ مکمل ہوچکا تھا، اس اثناء میں شاہ عنایت کے معاملے کے متعلق دو نئی شہادتیں دستیاب ہوئیں ، ایک میراں سنگھ کھتری ملتانی کا رقعہ جس میں واقعہ جھوک کے متعلق نہایت پر تکلف اور پر پیچ فارسی میں سرسری حالات بیان کئے گئے ھیں، یہ رقعہ قاضی عبدالرسول کی بیاض میں منقول ھے جو سندھ یونیورسٹی کی مملوکہ ھے، دوسرا مکتوب یار محمد خاں عباسی کے کسی رفیق خاص نے میدان جنگ سے لکھا ھے ، جس میں واقعہ جھوک کی مجمل کیفیت بیان کی گئی ھے ، یہ خط میدان جنگ سے میاں نور محمد کو لکھا گیا تھا یہ بھی قاضی صاحب موصوف ھی کی بیاض رقعات سے منقول ھے ، منسب معلوم ہوتا ھے کہ ان دونوں

---

۱ ـ ''تحفۃ الکرام،، جلد سوم صـ ۱۰۷ ـ

خطوں کا مفاد بھی یہاں درج کردیا جائے جس سے مندرجہ بالا واقعات کی فی الجملہ تصدیق ہوتی ہے ۔

ملتانی کھتری کا بیان : میراں سنگھ کھتری نے شاہ عنایت کے خلاف نہایت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ ہمیں ان سے بحث نہ کرنی چاہئے ، مضمون کا خلاصہ یہ ہے ۔

۱ ۔ شاہ عنایت نے نواب اعظم خاں کی اطاعت سے قدم باہر رکھا ۔

۲ ۔ خدا یار خاں عباسی اور نواب ، دونوں شاہ عنایت کی تادیب کے لئے جھوک گئے ۔

۳ ۔ شاہ عنایت کو اندازہ ہوگیا کہ دن کے وقت قلعے سے باہر نکل کر جنگ مناسب نہیں اور رات کے وقت شبخون مارنا قرین مصلحت ہوگا ۔

۴ ۔ چنانچہ شبخون مارا گیا ، لیکن شاہ عنایت کو کامیابی نہ ہوئی ۔

۵ ۔ نواب نے فیصلہ کیا ، قلعہ کو توپوں سے اڑا دیا جائے ، یہ خبر شاہ عنایت کے ایک جاسوس نے جو موقع پر موجود تھا ، موصوف کو پہنچا دی ۔

۶ ۔ شاہ عنایت نے سوچا کہ قلعے میں بیٹھے رہنے کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا ، اس نے دو ہزار کی جمعیت مقابلے کے لئے بھیجی ، ان لوگوں نے خدا یار خان، (یار محمدؐ خاں) عباسی کے ہاتھی کو نرغے میں لے لیا ۔ صاحبزادہ داؤد خاں عباسی (ابن خدا یار خان عباسی) نے چند ہزار سواروں کے ساتھ

مردانگی سے مقابلہ کیا اور شاہ عنایت کے لشکر
کے بہت سے آدمی مارے گئے -

ے - یہ ہنگامہ ایک دو ماہ جاری رہا آخر شاہ عنایت نے ایک عرضداشت بھیجی ، جس میں اپنے جرموں کے لئے معافی مانگی تھی - چنانچہ شاہ صاحب کو قید کردیا گیا - وہ بیمار تھے ، اسی بیماری میں وفات پائی - رقعہ کے اصل الفاظ یہ ھیں -

چون آزارے هم دوش داشت از جهان فانی گزشت -

خدا یار خاں کا بیان: خود خدا یار خان کا بیان زیادہ واضح ھے - وہ فرماتے ھیں کہ میں اور نواب اعظم خان دریائے اوتھل سے گزر در جھوک پہنچے ، چونکہ قلعے کے گرد گہری خندق کھود رکھی تھی ، اس لئے لشکر کو جھوک سے نصف کوس پر ٹھہرا دیا گیا - ۷ ذی قعدہ کو سواروں اور پیادوں کے ساتھ خندق ، قلعے اور اردگرد کے علاقے کا چکر لگایا - شاہ عنایت کو مقابلے کی ھمت نہ پڑی -

اگلے دن اتوار کی رات کو جب صبح ھونے میں تقریبا ایک پہر باقی تھا، شاہ عنایت کی فوج کے ایک ھزار سترہ پیادے شبخون کی غرض سے آئے ، ھمارے لشکر کے بھی چند آدمی مارے گئے ، لیکن بہادروں نے مفسدوں کو تلواروں پر رکھ لیا ، بہت تھوڑے لوگ جان سلامت بچا سکے ، باقی سب تلوار کے گھاٹ اتر گئے ، مقتولین کی کیفیت یوں بیان کی گئی ھے -

اکثر پھواران با قاسم پسر کھرام و سید بودہ وکیل

تھتھ و احمد بوبکانی و برادران مردم اودھیجه و دیگر زمینداران که خود را در طومار فدائیان منسلک کرده بودند ۔

صبح ہونے تک یہ ہنگامہ جاری رہا ، ہمارے خیمے کی دیکھ بھال کے لئے جو فقیر مامور تھے ۔ وہ بکھر گئے مفسدوں نے ہماری ڈیوڑھی پر یورش کردی (حـ ۱) ۔

خط کے آخر میں لکھا ہے کہ داؤد خاں عباسی سخت بیمار ہے ، امید ہے کہ خدا کی رحمت سے شفا پائے ۔ انھوں نے تلوار کے پانچ چھ زخم چہرے پر اور جسم کے دوسرے حصوں میں کھائے ۔ اس جنگ میں میاں داؤد کے علاوہ ان کے بھائی میاں غلام حسین نے نیز خدا یار خاں کے بھائی میاں میر محمد خان نے بڑی بہادری دکھائی اور سب نے کم و بیش زخم کھائے ، فقیروں میں سے جن خاص لوگوں کے زخمی ہونے کا ذکر آیا ہے یہ ہیں ۔ خوشحال پسر جمال ، خیالی ولد صدور ، یاقوت ، بشیر ، ابراھیم ، ملا صالح ۔

صاحب مکتوب رقمطراز ہے ۔

هنوز حرب باقی ست ، انشاء اللہ العزیز عنقریب مفسد به کیفر کردار می رسد ،	ابھی جنگ باقی ہے ، انشاء اللہ مفسد کو عنقریب اس کے عمل بد کا بدلہ ملے گا ۔

---

۱ ۔ اس کے بعد خط میں خلا ہے ۔ غالباً یہی موقع ہے جس میں داؤد خاں نے بہادری کے کرشمے دکھائے ۔

بائیسواں باب

امتیاز خاں خالص کا قتل

ایک رنج افزا الزام: میاں یار محمد کے خلاف ایک رنج افزا الزام سید غلام علی آزاد بلگرامی کی مشہور کتاب ''مآثر الکرام'' میں نظر سے گزرا ، یعنی یہ کہ امتیاز خاں خالص جب ہندوستان سے ایران جارہا تھا تو میاں صاحب نے اسے قتل کرا کے مال و دولت پر خود قبضہ کرلیا ۔

سید غلام علی آزاد کے متعلق قطعاً شبہ نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے دانستہ کوئی غلط بات بیان فرما دی ہو ۔ انھیں یہ قصہ سید عبدالجلیل بلگرامی سے معلوم ہوا ، جو بکھر و سیوستان میں بخشی گری کے علاوہ سوانح نگاری اور وقائع نویسی کی خدمتوں پر مامور تھے ۔ یقین ہے کہ سید عبدالجلیل کو غلط اطلاعات ملی ہوں گی ۔ جس شخص

نے کاھوڑوں کے متعلق مطبوعہ اور قلمی دفاتر کے انبار عظیم کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ھے اور یار محمد خاں کی زندگی کے بارے میں ایک ایک جزئیے کو ترازوے انتقاد میں تولا ھے، وہ بے خوف تردید کہہ سکتا ھے کہ ایسے کسی واقعے کو میاں صاحب موصوف کی طبیعت سے کوئی مناسبت نہ تھی ۔ وہ صاف دل اور حق شناس آدمی تھے ۔ اگرچہ شاھی منصب دار بن گئے تھے اور ایک بڑے علاقے کی نظامت انھیں سونپ دی گئی تھی ۔ اس کے علاوہ ان کی زمینداری بھی تھی، لیکن وہ اصلاً دیندار، درویش خو اور فقیر منش آدمی تھے ۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ اونچے درجے کے شاھی منصب دار کو اس کے مال و دولت کی بنا پر قتل کرا دیتے ؟

امتیاز خاں کے حالات: امتیاز خاں کا نام سید حسین (حـ ۱) تھا ۔ اصفہان کا باشندہ تھا ۔ عالمگیر کے زمانے میں ھندوستان آیا زیادہ تر دکن میں رھا ۔ قصائد و مثنوی کے علاوہ ایک مختصر سا دیوان بھی یادگار چھوڑا (حـ ۲) ۔ نواب سید صدیق حسن خان مرحوم تذکرہ ''شمع انجمن'' میں فرماتے ھیں :

سید حسین مخاطب به امتیاز خان صفاهانی حاجی حرم و زائر مدینه بود وبه دیوانی صوبه عظیم آباد از طرف خلد مکان مامور، در عهد شاه عالم عازم دیار ایران شد

سید حسین اصفہانی جسے امتیاز خاں کا خطاب ملا حج و زیارت سے مشرف ھوچکا تھا ۔ عالمگیر نے اسے صوبۂ عظیم آباد

---

۱ - ''کلمات الشعرا'' میں سرخوش نے محمد حسین لکھا ھے (''کلمات'' صفحہ ۳۴) ۔

۲ - ''کلمات الشعرا'' صـ ۳۴ ۔

و اموال لکوک از نقد و جواہر و اقمشہ با خود می برد (حـ ۱)۔

کی دیوانی پر مامور کیا تھا ۔ شاہ عالم بہادر شاہ اول کے عہد میں ایران روانہ ہوا ۔ وہ نقد ، جواہرات اور پارچات کی شکل میں لاکھوں کا مال اپنے ساتھ لے جارہا تھا ۔

''مقالات الشعرا''، ''کلمات الشعرا''، اور ''شمعِ انجمن'' میں اس کے چندشعر بھی منقول ہیں ، جن میں سے مندرجۂ ذیل قابلِ ذکر ہیں :

تیرہ روز مانع عرض کمالات دل است
روز چوں شب می شود آئینہ فرد باطل است

رقیبا ! من نمی گویم گل و باغ و بہار ازمن
بہار از تو، گل از تو ہردر عالم از تو یار از من

دیوانہ بہ راہے رود و طفل بہ راہے
یاران ! مگر ایں شہر شما سنگ ندارد

مانندِ نگیں آمدنِ ہند ز ایران
خوب است اگر نقشِ کسے بدنہ نشیند

ہم چو آن موئے سیاہے کو سفید آخر شود
آخر از ہندوستاں خود را بہ ایران می کشم

---

۱ - ''شمع انجمن'' ص ۱۳۱ -

مفتاح التواریخ: صاحب ''مفتاح التواریخ،، نے ''عماد السعادت،، کے حوالے سے ایک عجیب کہانی بیان کی ھے ۔ اس کا مفاد یہ ھے کہ مشہد میں ایک شخص میر بو علی رھتا تھا اور ''بوریا نشیں،، کے لقب سے مشہور تھا ۔ اس کا بیٹا میر باقر اور میر باقر کا بیٹا بہت لائق اور موزوں طبع تھا ۔ اس نے خالص تخلص اختیار کیا اور محمّد قلی سلیم کی نگرانی میں شعر کی مشق بہم پہنچائی ۔ وہ کچھ دیر بعد ھندوستان چلا آیا :

رفاقت صوبہ دار گجرات در وقت خلد مکاں اختیار نمود و ناظم صوبۂ مذکور رشادت و قابلیت او را دیدہ دختر خود را در حبالۂ نکاحش آورد ۔ چوں او را پسرے نبود، بعد از وفات او همیں خالص مشهدی کہ بسید امتیاز خاں بہادر مخاطب شدہ بود ناظم صوبۂ گجرات شد و قاسم علی خاں کہ ناظم بنگالہ بود پسر زادہ همیں سید امتیاز خاں مشهدی است (حـ ۱) ۔

عالمگیر کے زمانے میں صوبہ دار گجرات کا رفیق بن گیا ۔ صوبہ دار مذکور نے خالص کے رشد اور قابلیت کو پیش نظر رکھتے ھوئے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی ۔ چونکہ صوبہ دار کے نرینہ اولاد نہ تھی ، اس لئے اس کی وفات کے بعد یہی خالص مشہدی ، جسے امتیاز خاں کا خطاب مل گیا تھا ، صوبۂ گجرات کا ناظم بن گیا اور قاسم علی خاں (میر قاسم) جو بنگال کا ناظم بنا ، اسی سید امتیاز خان مشہدی کا پوتا تھا ۔

---

۱ - ''مفتاح التاریخ'' صـ ۲۹۶ -

بائیسواں باب

میر غلام علی آزاد کا بیان: میر غلام علی آزاد سید عبدالجلیل بلگرامی کی دیانت و امانت کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سید حسین امتیاز خاں متخلص به خالص صفاهانی از دیار هند عازم ولایت شد۔ چوں به سیوستان رسید۔ خدا یار خاں مرزبان سند در سنه ۱۱۲۲ ھ (سنه ۱۷۱۰ ع) سید حسین را به قتل رسانید و اموال لکوک را متصرف شد و به علامهٔ مرحوم پیغام کرد که ایں خبر در سوانح بادشاهی طوریکه واقعی است، دخل نباید کرد۔ دو هزار اشرفی طلا که مقابل چهارده هزار روپیه باشد، تسلیم می کرد۔ علامه مرحوم دست به رد زدند و فرمودند: به عنایت الٰهی ثروتے دارم محتاج نیستم۔ اگر امروز خبر واقعی تسلیم نیارم، فردا در حضور رب العزت تعالیٰ شانه، چه جواب دهم (حـ ۱)؟

سید حسین امتیاز خاں اصفہانی، جس کا تخلص خالص تھا، ہندوستان سے ایران جارہا تھا۔ جب وہ سیوستان پہنچا، خدا یار خاں زمیندار سندھ نے سنه ۱۱۲۲ ھ (سنه ۱۷۱۰ ع) میں اسے قتل کرا دیا اور لاکھوں کے مال پر قابض ہوگیا۔ خدا یار خاں نے علامہ عبدالجلیل کو پیغام بھیجا کہ یہ واقعہ جس طرح پیش آیا ہے، اس طرح سوانح میں بیان نہ کیا جائے۔ دو ہزار طلائی اشرفیاں پیش کرتا تھا، جو چودہ ہزار روپے کے برابر ہوتی ہیں۔ علامہ مرحوم نے یہ پیشکش رد کردی اور فرمایا کہ خدا کی عنایت سے میرے پاس دولت ہے،

---

۱ - ''مآثر الکرام'' دفتر اول ص ۲۶۴ - ۲۶۵ -

محتاج نہیں ہوں ۔ اگر آج
واقعے کو حقیقی صورت میں
پیش نہ کروں تو کل
رب العزت کے حضور کیا
جواب دوں گا؟

نواب سید صدیق حسن خاں نے لکھا ہے :

خدایار خاں مرزبان سند
چشم طمع بر مال او انداخت
و کسان خود را فرستاد
تا شبے کار او تمام کردند ۔
ایں حادثہ در سنہ ۱۱۲۲ھ
واقع شد ۔ میر عبدالجلیل
"آہ آہ امتیاز خاں"، تاریخ
یافتہ (حـ ۱) ۔

خدا یار خاں زمیندار سندھ
نے امتیاز خاں کے مال پر
لالچ کی نگاہ ڈالی اور اپنے
آدمیوں کو بھیجا ۔ انھوں
نے رات کے وقت اس کا کام
تمام کردیا ۔ یہ حادثہ
سنہ ۱۱۲۲ھ میں پیش آیا ۔
میرعبدالجلیل بلگرامی نے
تاریخ نکالی :
"آہ آہ امتیاز خاں" ۔

حادثے کی حقیقی صورت : میاں یار محمد خاں کے ایک مکتوب میں حادثے کی صورت بالکل دوسرے رنگ میں بیان کی گئی ہے ۔ مکتوب مذکور سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے وکیل حافظ احمد علی نے اپنے خط کے ساتھ مدارالمہام کا مکتوب بھی بھیجا تھا ۔ اس میں مرقوم تھا کہ امتیاز خاں کے بھتیجے احمد اور محمد اس باب میں میاں صاحب کو ملزم مان کر وکیل کی تلاش میں تھے ۔ میاں صاحب فرماتے ہیں :

---

۱ - "شمع انجمن" ص ۱۰۱ ۔

مخفی نیست که هرگاه سید مذکور از ملتان روانه شد، حارسِ ملتان به دودائی و ناهران تاکید فرستاد که او جانبر نه باشد۔ بفضل الهی از آن اماکن سلامت برآمده۔ چون در حدود تعلقه این جانب رسید، تاکید حارسِ مذکور هم به همان مضمون به این جانب رسید۔ چون ایذای اهل بیت نبوی در کیش مسلمانی اشد معاصی است، از برای اطاعت اهل دنیا که مثلاً باد از منافعِ دنیا می‌دهد، دین فروختن وبالِ آخرت اندوختن هرگز در دین نه بوده است۔ حقا که این جانب آن همه تاکیدات حارس را که در جبر بوده است، مهمل گزاشته سید مذکور را از حدود خود ها سالماً گزرا نیده شده، اما بر عالمیان ظاهر است که حکم حارس آن وقت از صوبۂ ملتان تا آب شور و در کوه و دشت نفاذ داشت۔ الله اعلم

یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ جب سید امتیاز خاں ملتان سے روانہ ہوا تو ملتان کے حاکم نے دودائیوں اور ناہروں کو تاکیدی پیغام بھیج دیا تھا کہ اسے زندہ نہ جانے دیں۔ خدا کے فضل سے وہ ان علاقوں سے سلامت نکل آیا۔ جب میرے تعلقے کے کے حدود میں پہنچا تو اسی مضمون کی تاکید حاکم کی جانب سے میرے پاس بھی پہنچی۔ چونکہ اہل بیت نبوی کو دکھ پہنچانا مذہبِ اسلام میں سخت گناہ ہے اور اہل دنیا کی اطاعت میں، جن سے دینوی منافع وابستہ ہوتے ہیں، دین کو فروخت کرنا اور آخرت کا وبال سمیٹنا منافیٔ دین ہے، لہذا میں نے حاکم کے تاکیدی پیغامات کو نظر انداز کردیا اور سید مذکور کو اپنے حدود سے سلامت گزار دیا، لیکن سب پر آشکارا ہے کہ اس وقت کے

که کجا این واقعه روے داد وکیست که به تقدیم اشارت حارس مرتکب این آزار و وبال گشته ۔ بہرحال آنہا که درپئے این کار ناشائستہ بودند، نتیجهٔ آن چنانچه یافتند، بر روے زمین آشکارا شد (حـ ۱ ۔)

حاکم کا حکم صوبهٔ ملتان سے سمندر تک اور کوہ و دشت میں ہر جگه جاری تھا ۔ خدا ھی بہتر جانتا ھے که یه واقعه کہاں پیش آیا اور حاکم کے اشارے پر کون اس آزار و وبال کا مرتکب ھوا ۔ بہرحال جو لوگ اس ناشائسته فعل کے درپے تھے، اس کا نتیجه انہیں جس طریق پر ملا، وہ روے زمین پر آشکارا ھو گیا ۔

بعض تصریح طلب باتیں: اس مکتوب میں بعض باتیں تصریح طلب ھیں مثلاً :

۱ ۔ جس ذمه دار شخص نے امتیاز خاں کے قتل کی خفیه ھدایات جاری کی تھیں، مکتوب میں اسے ''حارس ملتان،، بتایا گیا ھے ۔ ''حارس،، چوکیدار نگہبان یا پاسبان کو کہتے ھیں ۔ میں نے اس کا ترجمه ''حاکم،، کیا ھے، اس لئے که حاکم کے سوا کسی کا حکم پورے صوبے کے حدود میں همه گیر نفاذ کا درجه نه پاسکتا تھا ۔ یه عرض کرنا مشکل ھے که آیا یه مفہوم درست ھے ؟

۲ ۔ اگر درست ھے تو اس سے بالتعین کون مراد ھے؟ میں نے ہر ممکن کوشش کی که معلوم

---

۱ ۔ ''گلدستهٔ نورس بہار'' قلمی نسخه ص ۳۰۱، ۳۰۲ ۔

هوجائے ، سنه ۱۱۲۲ھ (سنه ۱۷۱۰ء) میں کون ملتان کا صوبه دار یا نائب صوبه دار تھا ، لیکن کچھ پته نه مل سکا ۔

۳ ۔ اگر میرا قیاس درست نہیں تو یه بتانا مشکل ھے که ''حارس،، کا اشارہ کس شخص کی طرف ھے ؟

۴ ۔ مکتوب کے آخر میں کہا گیا ھے که جو لوگ امتیاز خاں کے قتل کے ذمه دار تھے ، وہ کیفر کردار کو پہنچے اور ساری دنیا پر حقیقت آشکارا ہوگئی ۔ مجھے یه بھی معلوم نه هوسکا که یه کن لوگوں کی طرف اشارہ ھے اور انہیں کیا نتیجه ملا ؟

۵ ۔ مکتوب میں یه نہیں بتایا گیا که امتیاز خاں کہاں قتل هوا ، صرف یه بتایا گیا ھے که میاں یار محمدؐ خاں کی نظامت کے حدود سے باهر یه واقعۂ الیمه پیش آیا ۔

دو هزار اشرفیوں کا معامله : غرض سمجھا جاسکتا ھے که میر عبدالجلیل بلگرامی کو واقعے کی کیفیت کے متعلق غلط اطلاع ملی یا انھوں نے بعض قرائن کی بنا پر میاں یار محمدؐ خاں کو ملزم قرار دے لیا ، لیکن میاں صاحب کی طرف سے دو هزار اشرفیوں کے نذرانے کے ساتھ یه پیغام وصول هونے کے بارے میں غلط فہمی نه هوسکتی تھی که واقعه جس شکل میں پیش آیا ، اس شکل میں بیان نه کیا جائے ۔ سوال یه ھے که میاں صاحب نے کس وجه سے یه پیغام بھیجا اور دیوں اس کے مطابق کار بند هونے کے سلسلے میں دو هزار اشرفیاں پیش

کرنے پر آمادگی ظاہر کی، جو سید غلام علی آزاد کے قول کے مطابق چودہ ہزار روپے کے برابر تھیں؟

اگر ''گلدستۂ نورس بہار'' کے محولہ بیان کو درست مان لیا جائے تو سمجھا جاسکتا ہے کہ:

۱ - ایک سے زیادہ افراد نے امتیاز خاں کے قتل کا شبہ میاں صاحب، پر کیا ہوگا -

۲ - میر عبدالجلیل خود اصل واقعے کے شاہد نہ تھے، انھوں نے بھی مختلف ذرائع سے اس کا حال سنا ہوگا -

۳ - میاں صاحب نے سوچا ہوگا کہ اگر وقائع نگار شاہی نے واقعہ اسی شکل میں بیان کردیا تو ناگوار پرسش و تفتیش کا دروازہ کھل جائے گا اور ایسی پرسش و تفتیش سے بچنے کی جائز کوشش کو کوئی بھی غیر مناسب قرار نہیں دے سکتا -

۴ - اغلب ہی نہیں، یقینی ہے کہ میاں صاحب نے میر عبدالجلیل بلگرامی کے سامنے واقعے کی وہی صورت پیش کی ہوگی، جو مکتوب میں درج ہے - میر صاحب نے اپنی معلومات کی بنا پر اسے خلاف واقعہ قرار دیا -

۵ - ان حالات میں دو ہزار اشرفیوں کی پیشکش تعجب انگیز نہیں - اس وقت تک اگرچہ میاں صاحب کی نظامت پر آٹھ نو سال گزر چکے تھے، لیکن گرد و پیش حاسد موجود تھے اور انھیں دربار شاہی

میں اعتماد اور بھروسے کا وہ درجہ حاصل نہ ہوا تھا، جو بعد میں حاصل ہوا ۔ ایسے حالات میں دو ہزار اشرفی دے کر پرسش سے بچنے کا بندوبست کرلینا مستبعد نہیں سمجھا جاسکتا ۔

علی شیر قانع کا بیان: میر علی شیر قانع نے ''مقالات الشعراء،، میں لکھا ہے کہ خالص کے خاندان کی دودمانِ شاہی سے عزیز داری تھی اور جب عالمگیر نے شاہزادہ عظیم الشان کو ٹھٹھ کا گورنر بنایا تھا تو خالص یہاں دیوانی کی خدمت پر مامور تھا ۔ وہ شاہ عالم کے عہد میں ایران گیا تو:

در نواحیِ تتہ وارد شدہ بہ درجۂ شہادت رسید (۱) ۔	ٹھٹھ کی نواحی میں پہنچا ہی تھا کہ شہید کردیا گیا ۔

حرف آخر: بہر حال سید غلام علی آزاد کے بیان کے مقابلے میں میاں یار محمد خاں کا اپنا بیان موجود ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ آزاد کے بیان کو مستند مانا جائے اور میاں صاحب کے بیان کو ٹھکرا دیا جائے ۔ علاوہ بریں :

۱ ۔ واقعہ ایسا نہ تھا کہ وقائع نگار شاہی کی طرف سے دربار میں رپورٹ پہنچنے کے بعد میاں صاحب سے باز پرس نہ ہوتی ۔ ایسی کسی باز پرس کے متعلق کہیں اشارہ تک نہیں ملتا ۔

۲ ۔ اگر سمجھا جائے کہ باز پرس ہوئی ہوگی تو ظاہر ہے کہ میاں یار محمد خاں الزامِ قتل سے بری قرار پائے ، اس لئے نہ ان سے خون بہا طلب کیا گیا،

---

۱ ۔ ''مقالات الشعراء'' قلمی نسخہ ص ۹۶ - ۹۷ ۔

نہ کسی سزا سے انھیں سابقہ پڑا ، نہ ان کے منصب و سرداری میں کوئی فرق آیا اور نہ ان کا درجۂ اعتماد کم ہوا ۔

ان حقائق کے پیش نظر میاں صاحب کو زیر غور الزام سے مبرا قرار دینے میں کسی کو تامل نہ ہونا چاہئے ۔ جس مکتوب سے طویل عبارت اوپر نقل کی جا چکی ہے ، اس کے آخر میں میاں صاحب فرماتے ہیں :

اگر دریں جا ازیں قسم مقولہ روے دھد چون راستی را قیام است ، بہ دلیری و صریحانہ مودّی جواب خواھد شد (ح ۱) ۔

اگر یہاں اس قسم کی کوئی بات ہوئی تو چونکہ سچائی ہی کو ثبات ہے ، میں پوری دلیری سے اور واضح طور پر اس کا جواب دوں گا ۔

یہ بالکل درست ہے ۔ میاں صاحب سے یا تو پرسش ہی نہ ہوئی یا ہوئی تو ان کے بیان کو ہر اعتبار سے اطمینان بخش تسلیم کرلیا گیا اور معاملہ ختم ہوگیا ۔

---

۱ - ''گلدستہ نورس بہار'' ۔

تیئیسواں باب

متفرق واقعات اور وفات

شاہ محمد دودئی کا ھنگامہ: میاں یار محمد خاں شاھی منصب دار بن گئے تو غازی خاں کے بیٹے شاہ محمد نے ھنگامہ بپا کیا ۔ ''تحفۃ الکرام'' کا بیان ھے :

میر شہداد ٹالپر بلوچ ازین طرف
رفتہ بہ حسن تدبیر کار شاہ محمد
بہ تمام رسانیدہ ۔ این خدمت
علاوہ بندگی سابقہ شدہ بہ اضافہ
منصب و تخصیص عطایائے
مجددہ بنواخت ۔ میر شہداد را
زمین یت باران در جاگیر عنایت
شدہ۔ بعد ازین وقائع صاحبزادہ ھا
کہ در قلات بودند بہ خیریت

میر شہداد ٹالپر بلوچ کو
میاں صاحب نے اپنی طرف
سے شہزادہ محمد معز الدین
صوبہ دار ملتان کی خدمت
میں بطور کمک بھیجا ۔
میر موصوف نے حسن تدبیر
سے شاہ محمد کا قضیہ ختم
کردیا اور ھنگامہ فرو
ھوگیا ۔ اس خدمت نے

وارد خدا باد شدند (ح ۱) ۔

میاں صاحب کی سابقہ کارگزاریوں کے سونے پر سہاگے کا کام کیا ۔ ان کا منصب بڑھا دیا گیا اور نئے عطیوں سے انھیں نوازا گیا ۔ خود میر موصوف کو پت باراں کی زمین بطور جاگیر ملی ۔ ان واقعات کے بعد میاں صاحب کے صاحبزادے قلات سے خدا آباد پہنچے ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمّد کا ہنگامہ میاں صاحب کو منصب اور نظامت سبی و گنجابہ ملنے کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے ۔ اس تحریر سے یہ بھی واضح ہے کہ جب صوبہ‌دار ملتان کو میاں صاحب کی روشن خدمات کی بنا پر یقین ہو گیا ، وہ عہد وفا پر مضبوطی سے قائم ہیں تو ان کے فرزندوں کو واپس کردینے کے احکام والی قلات کے نام جاری ہوئے ۔ اس باب میں بیشتر حالات ہم پہلے بیان کرچکے ہیں ۔ میاں نور محمد خاں اور میاں محمّد داؤد کو جو واقعات پیش آئے ، انھیں آگے چل کر بیان

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۲۰۷ ۔ یہاں ایک غلط فہمی کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے ۔ منقولہ عبارت میں ''ازیں طرف'' بداہۃ میاں یار محمّد خاں مراد ہیں، لیکن میرزا قلیچ بیگ نے اس سے شہزادہ محمّد معز الدین مراد لے لیا (تاریخ سندھ جلد دوم ص ۱۴۳) ۔ یہ صحیح نہیں ۔ میرزائے موصوف سے فارسی عبارت کے تراجم میں ایسی اور بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ۔

کریں گے - اگرچہ میر شہداد ٹالپر پہلے سے کلھوڑہ خاندان کے ساتھ وابستہ تھا، اغلب ہے، میاں دین محمدؐ یا میاں نصیر محمدؐ کے عہد سے اس کی وابستگی چلی آتی ہو - چونکہ میاں یار محمدؐ خاں کے مکاتیب میں اس کے نام کے ساتھ جا بجا فقیر کا لقب استعمال ہوا ہے، اس لئے یقین ہے کہ وہ خاندان کا مرید ہوگا، لیکن اس کی ممتاز اور نمایاں کار گزاری کا یہ پہلا واقعہ ہے، جس نے اسے همسروں میں بلند درجے پر پہنچایا اور اسی وقت سے ٹالپر خاندان کے اقبال و عظمت کا ستارہ طلوع ہوا -

''گلدستۂ نورس'' کے بیانات: '' گلدستۂ نورس بہار '' میں شاہ محمدؐ دودوئی کے متعلق کئی مقامات پر ذکر آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ابتدائی ہنگامے کے بعد بھی شاہ محمدؐ کی مخالفانہ کارروائیاں جاری رہیں - بعض تحریروں سے دل پر یہ اثر پڑتا ہے کہ شاہ محمدؐ اور اس کے بھائی صاحب خاں میں اختلاف تھا - مثلاً:

۱ - ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں یار محمدؐ خاں کے نام حکم جاری ہوا تھا، شاہ محمدؐ سے جنگ کرو - میاں صاحب فوج لے کر گئے تو سمندر بروهی والیٔ قلات کو وهم پیدا ہو گیا کہ شاید اس پر چڑھائی کی گئی ہے - اس نے محراب خاں کے فرزند کالا بروهی کو مقابلے کے لئے پہاڑوں میں بٹھا دیا (حـ ۱) -

۲ - ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمدؐ کے متعلق اطلاع ملی تھی، وہ داؤد پوتروں کے

---

۱ - '' گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص- ٦٢ -

پاس ھے - میاں یار محمدؐ خاں کو لکھا گیا کہ اگر آپ زور دیتے تو داؤد پوترے شاہ محمدؐ کو ضرور حوالے کردیتے - میاں صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ درگاھی خاں داؤد پوتروں کے پاس گیا تھا تو انھوں نے بتایا تھا کہ وہ شخص شاہ محمدؐ نہیں، کوئی اور ھے (ح- ۱) -

۳ - ایک خط میں بتایا گیا ھے کہ شاہ محمدؐ، مصری خاں نائب فوجدار بکھر کے سواروں سے بچ کر بھاگ نکلا - میاں صاحب کو اطلاع ملی تو انھوں نے تمام گھاٹوں اور گزرگاھوں پر اپنے آدمی بٹھا دئے - پھر دربیلہ میں اسے دیکھا گیا، لیکن ھاتھ نہ آیا (ح- ۲) -

۴ - ایک خط سے پتا چلتا ھے کہ وہ بلوچستان کے مشہور قصبہ '' بھاگ ''، میں میاں صاحب کے آدمیوں کو ملا، لیکن بھاگ کر قلات چلا گیا (ح-۳) -

۵ - ایک مرتبہ میاں صاحب کو اطلاع ملی کہ صوبہ دار ملتان والیٔ قلات کو روپے اور منصب کا لالچ دے کر شاہ محمدؐ کو واپس لینے کی کوشش کررھا ھے - میاں صاحب نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور لکھا کہ جس شخص کے قول و فعل پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، وہ اپنی غرض پوری کرنے کا خیال رکھے گا - اس سے یہ توقع کیونکر

۱- '' گلدستۂ نورس بہار '' قلمی نسخہ ص- ۲۱۱-۲۱۲ -
۲- '' گلدستۂ نورس بہار '' قلمی نسخہ ص- ۲۴۳ -
۳- '' گلدستۂ نورس بہار '' قلمی نسخہ ص- ۲۱۲ -

کی جاسکتی ہے کہ ہمارا کوئی کام مناسب طریق
پر انجام دے (حـ ۱) ۔

۶ ۔ ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ محمد بھاگ کر
ایران چلا گیا تھا اور اس کے اہل و عیال غالباً
قلات میں بروہیوں کے پاس تھے (حـ ۲) ۔

نہمردیوں کی سرکوبی: میاں یار محمد خاں نے اپنے علاقے میں مفسدوں کے لئے سر اٹھانے کی گنجائش نہ چھوڑی تھی، لیکن ان کا ایک فرض یہ بھی تھا کہ ناظم ٹھٹھ کو ہر ضرورت کے موقع پر امداد دیں، خصوصاً قیامِ امن میں اس کا ہاتھ بٹائیں ۔ چنانچہ اس سلسلے میں اعانت کی مثالیں بھی ملتی ہیں ۔ مثلاً ''گلدستۂ نورس،، میں مذکور ہے:

حقیقت ناهنجاری و کوته اندیشی و قطاع الطریقی قوم نہمردبان ناعاقبت بین از بس اشتہار یافته محتاج بیان نیست خلق الله در صوبه تته و نواح سیوستان از دست نہیب و غارت آنہا به غایت متاذی بوده۔ . . . خان مغفرت نشان سعید خان درباب تادیب آن فریق عصیان طریق مکرر نوشته بود و کسانِ خود را

نہمردیوں کی ناهنجاری، کوتاہ اندیشی اور قزاقی کی حقیقت عام طور پر مشہور ہے اور اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں ۔ صوبہ ٹھٹھہ اور نواح سیوستان میں خلق خدا ان لوگوں کی لوٹ مار کے باعث حد درجہ دکھ اٹھا رہی تھی۔ . . . مرحوم سعید خاں نے ان لوگوں کی تادیب کے لئے مجھے باربار

۱۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۲۵۹ ۔
۲۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۳۲۶ ۔

به بنده فرستاد . . . لاجرم
فدوی خاکسار با جمعیت
بسیار استعداد نموده به قصد
تنبیه و تادیب مفسدان
مذکور عزیمت اماکن آن
کوته اندیشان کوه نشین
نموده ـ اولاً چون در مکان
تنگ رسیده جمعی از دشمنان
که به طریق چوکی اولین
پافشرده بودند ازروے خیره
سری اکثری خود را
بکشتن داده و مابقی راه فرار
اختیار کردند ـ فدوی غلام
در آنجا قلعه احداث کرده،
آن را مضبوط ساخته روانه
پیشتر شد ـ چنانچه هر جا
کسان آن تا کسان درمان
بودند ، همه جا را گذاشته
آواره نشیب و فراز می شدند ـ
کمترین بندهها به تعاقب
می شتافت تا آنکه در مقام
هب و پب که منتهائے
مساکن و اماکن مفسده
بودند ، رسید ـ آنها در همه
جا تاب نیاورده . . خود را
در مقام سواد کوه کیچ

لکھا اور اپنے آدمی بھی
میرے پاس بھیجے . . . لہذا
میں نے فوج تیار کر کے ان
کوتاہ اندیش کوھستانیوں
کی سکونت گاھوں کا قصد
کر لیا ـ پہلے میں ایک
تنگ جگہ میں پہنچا جہاں
دشمنوں کی ایک جماعت
چوکی بنا کر جمی بیٹھی تھی ـ
ان میں سے اکثر مارے گئے،
باقی بھاگ نکلے ـ میں نے
اس جگہ ایک قلعہ تعمیر
کرایا اور اسے مستحکم کر
کے آگے بڑھا ـ جہاں جہاں
ان وحشیوں کے لوگ موجود
تھے ، اپنی جگہیں چھوڑ کر
چوٹیوں اور غاروں میں پناہ
لینے لگے ـ میں نے ان کا
تعاقب جاری رکھا یہاں تک
کہ هب اور پب میں پہنچ
گیا ، جہاں ان مفسدوں کی
جاھاے قیام ھیں ـ وہ کسی
جگہ بھی مقابلے کی تاب نہ
لا سکے اور کیچ مکران کے
پہاڑ میں پہنچ گئے ـ

مکران رسانیدند (حـ ۱)۔

واضح رہے کہ نہمردیوں کی یہ یورشیں میاں صاحب کے علاقے میں نہیں بلکہ صوبہ ٹھٹھ اور نواح سیوستان میں ہو رہی تھیں اور انہیں ٹھٹھ کے ناظم سعید خاں (حـ ۲) نے بار بار امداد کے لئے لکھا تھا بلکہ اپنے آدمی بھی بھیجے تھے کہ مدد کے لئے آئیے۔ گویا میاں یار محمدؐ خاں صرف اپنے ہی علاقے میں نہیں بلکہ سندھ کے بڑے حصہ میں قیام امن کے ذمہ دار تھے۔ اگرچہ ٹھٹھ کا ناظم بلحاظ منصب و عہدہ میاں سے بڑا تھا اور اس کے وسائل بھی زیادہ تھے، لیکن انتظامی لحاظ سے وہ بھی میاں صاحب کا محتاج رہتا تھا۔

قیام امن کی مزید شہادتیں: میاں صاحب نے قیامِ امن کے لئے اور جو کوششیں کیں، ان کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے۔

۱ - نہمردیوں کی جس تادیب کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، اس سے فارغ ہوکر میاں صاحب خداباد آ گئے۔ درتیوں اور جوکھیوں نے نہمردیوں سے الگ

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص- ۳۶۔

۲- سعید خاں نام کے تین شخص ٹھٹھ کے ناظم بنے۔ اول سعید خاں جو خانہ زاد خاں کے لقب سے مشہور تھا، ۱۱۳۳ھ میں ناظم بنا۔ وہ خود سیوستان میں رہا اور بیٹے کو ٹھٹھ بھیج دیا۔ اس زمانے میں میاں صاحب منصب‌دار شاہی نہ بنے تھے۔ پھر اس سعید خاں کا بیٹا ۱۱۱۹ھ میں ناظم بنا۔ اس کا ایک خطاب سعید خاں تھا اور دوسرا عطر خاں۔ آخر میں اس دوسرے سعید خاں کا فرزند غالباً ۱۱۲۵ھ میں ناظم بنا۔ وہ بھی عطر خاں کے لقب سے مشہور ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ واقعہ اسی آخری سعید خاں یا عطر خاں کے زمانے کا ہے۔

ھو کر میاں صاحب کے کارندوں میر شہداد فقیر اور مہتہ موٹومل سے عفو و امان کی استدعا کی - انھیں متصدیان ٹھٹھ کی طرف رجوع کرنے کے لئے کہہ دیا گیا اور یقین دلا دیا گیا کہ اگر حدود ٹھٹھ کی حفاظت کرو گے اور خدمت بجا لاؤ گے تو جہاں بھی رھو گے، اطمینان سے رھو گے (حـ ۱) -

۲ - ایک اور مکتوب میں نہمردیوں کی تادیب کے بیان شدہ واقع کا اعادہ کیا گیا ھے - پھر بتایا گیا ھے کہ سعید خاں نے لکھا، قوم دل اور قوم سوڈھ کا بھی تدارک ھونا چاھیے - اس اثنا میں سعید خاں (عطر خاں) مارا گیا، دل قوم کے لوگوں نے ان اونٹوں پر ھلہ بول دیا، جو سرکاری غلہ لا رھے تھے اور آس پاس کے دیہات پر دست درازی شروع کر دی - خان حسین خان کے پیشکار محمد یعقوب نے میاں صاحب کے پاس تاکیدی خط بھیجا - میاں صاحب نے اپنے فرزند کو جمعیت کثیرہ کے ساتھ بھیج دیا - اس نے سات دن کی مسافت ایک دن رات میں طے کر کے مفسدوں پر چھاپا مارا اور ایسی گو شمالی دردی کہ دریا کے دونوں کناروں کی آبادیاں امن کی دولت سے مالا مال ھو گئیں اور دعائیں دینے لگیں (حـ ۲) -

۳ - ایک تحریک سے واضح ھوتا ھے کہ صوبہ ٹھٹھ بعض اکابر غارت گر نہمردیوں کے مربی بن گئے تھے

---

۱ - ''گلدستہ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۳۶-۳۷ -

۲ - ''گلدستہ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۳۵۵ - ۳۵۶ -

ان سے حملے کراتے ، جب ان کی گوشمالی کا ارادہ کیا جاتا تو سفارشی بن جاتے (حـ ۱) -

ادائے فرائض میں مستعدی : ادائے فرائض میں مستعدی کی کئی مثالیں پہلے پیش ہوچکی ہیں- مثلاً آدمی بھیج کر دیار ایران کی خبریں فراہم کرتے اور انہیں شاہی دربار تک پہنچاتے رہے - میر ویس کے اعلان آزادی سے افغانوں اور ایرانیوں میں خونریز کشمکش کا خطرہ سامنے نظر آرہا تھا - میاں صاحب نے اس موقع پر دروں کی حفاظت کا انتظام کمال پر پہنچا دیا - ایک موقع پر مفسدوں نے وبائی بخار کے شیوع سے فائدہ اٹھا کر سبی اور دھاڈر کے قلعے لے لئے - میاں صاحب نے سینتیس روز میں دونوں قلعوں کو مفسدوں سے چھین لیا - پھر جب کبھی صوبہ دار ٹھٹھ یا دوسرے شاہی کارندوں کو کمک کی ضرورت پڑتی رہی ، میاں صاحب برابر پہنچاتے رہے- لیکن ایسی مثال کوئی نہیں ملتی کہ میاں صاحب نے اپنے پورے زمانۂ نظامت میں کسی همسایه کارندے سے کمک طلب کی ہو-

اس سلسلہ میں ایک واقع کا ذکر ضروری ہے- عالمگیر کا ایک فرزند شہزادہ اکبر راجپوتوں کی انگیخت سے باغی ہو گیا تھا- شاهنشاه نے اس کا تعاقب کیا تو وہ بھاگ کر ایران چلا گیا - وہیں عالمگیر سے چند سال پیشتر وفات پائی-

اس کا ایک ملازم میاں صاحب کی نظامت سبی و گنجابہ کے زمانے میں ایران سے آیا اور سرحد ہی پر روکا گیا- ''گلدستۂ نورس،، مظہر ہے :

۱- ''گلدستہ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۵۶ -

بتاریخ نہم ماہ ربیع الاول
سال اول جلوس والا از سبی
خبر رسید کہ سیوم شہر
محمدؐ قاسم نامی از نوکرانِ
بادشاہ زادہ محمدؐ اکبر با چند
کس سواران دیگر بر سرحد
تعلقہ سیوی وارد گشتہ و
مستحفظان و تہانہ داران
فدوی کہ بہ حراست آں
حدود سرحدی قیام دارند،
از راہ عاقبت اندیشی و مزید
حزم و احتیاط تا رسیدن
جواب از نزد بندہ آنہا را
در آنجا نگاہ داشتہ اند . . .
بہ مجرد وصول ایں خبر
تہانہ داران مذکور را بر
نگاشت کہ چوں محمدؐ قاسم
با برادران وغیرہ بہ آوارگی
سر بر آوردہ اند، از داعیۂ
آمدنِ آنہا اطلاع نیست و
یکایک رہا کردن ایں
قسم مردم در چنیں اوقات
مقرون تدبیر نے۔ اسپان و
سلاح از آنہا گرفتہ در یک
جا بہ طریقِ امانت نگاہ
دارند و مقدارے در وجہ

جلوس والا (غالباً بہادر شاہ
اول کا جلوس) کے پہلے سال
۹-ربیع الاول کو سبی سے خبر
پہنچی کہ شہزادہ محمدؐ اکبر
کے نوکروں میں سے محمدؐ قاسم
نام ایک شخص چند سواروں
کے ساتھ سرحد پر پہنچا۔
میرے مقرر کئے ہوئے
محافظوں اور تھانیداروں نے
جو سرحدی حدود کے نگہبان
ہیں۔ عاقبت اندیشی اور حزم
و احتیاط سے کام لیتے ہوئے
میری طرف سے جواب وصول
ہونے تک اسے روک لیا۔
میرے پاس جونہی خبر پہنچی
میں نے تھانیدار کو لکھ دیا
کہ محمدؐ قاسم اور اس کے
ساتھی آوارہ پھر رہے ہیں۔
معلوم نہیں، ان کا ارادہ کیا
ہے۔ ایسے لوگوں کو موجودہ
نازک حالات میں یکایک رہا
کر دینا تدبیر کے خلاف ہے۔
ان کے گھوڑے اور ہتھیار
قبضے میں لے کر امانت میں
رکھ لیے جائیں اور ضرورت کے
مطابق خوراک مقرر کردی جائے۔

خوراک آنہا مقرر گردانیده
بدهند (حـ ۱) -

اس کے بعد لکھا ھے کہ اس بارے میں جو حکم صادر ہوگا، اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

خلعت، انعام اور عطیات: میاں صاحب کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ھے کہ انھیں بار بار خلعت اور انعامات ملتے تھے مثلاً:

۱ - فرمان عالی شان... مع جیغهٔ مرصع و خلعت فاخره شرفِ صدور لایا (حـ ۲)۔

۲ - فرمان ملا، جس کے مطابق محالات سرکار بکھر و سیوستان کی زمینداری دی گئی تھی۔ اس کے ساتھ خلعتِ فاخره، جیغهٔ مرصع، تلوار، ھاتھی اور گھوڑا عطا ھوئے (حـ ۳)۔

۳ - فرمان ملا، جس میں سرکار سیوستان کی نیابت میاں صاحب کے فرزند کو عطا کی گئی تھی، اس کے ساتھ ایک خلعت فاخره مع اسپ میاں صاحب کو نیز ان کے فرزندوں اور مہته موٹو مل کو خلعت عطا کیے گئے تھے (حـ ۴)۔

۴ - خلعتِ فاخره اور جیغهٔ مرصع عطا ھوا (حـ ۵)۔

۵ - فرمان مع خلعت فاخره عطا ھوا (حـ ۶)۔

۱ - ''گلدستہ نورس بہار''، قلمی نسخہ صـ ۴-۲-۵۲ -
۲ - ''گلدستہ نورس بہار''، قلمی نسخہ صـ ۷ -
۳ - ''گلدستهٔ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۹ -
۴ - ''گلدستهٔ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۳۸ -
۵ - ''گلدستهٔ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۷۰ -
۶ - ''گلدستهٔ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۷۱ -

وفات : ''تحفۃ الکرام،، میں بتایا گیا ھے کہ میاں یار محمد خاں کے عہدِ نظامت کے ابتدائی نو سال مختلف جھگڑوں میں گزرے، جن کی تفصیلات بیان کی جا چکی ھیں اور:

نہ سال دیگر صرف عشرت و آسائش ماند و سوائے جنگ جھوک حرکتے رو نہ دادہ' ..... و بعد کامرانی ھژدہ سال روز دوشنبہ یا سہ شنبہ پانزدھم ذی قعدہ سال ھزار و صد سی و یک روانِ شارعِ عام آنجہان شد(حـ ۱)۔

باقی نو سال امن و آسائش میں گذرے۔ اس مدت میں جھوک کی جنگ کے سوا اور کوئی فوج کشی نہ کرنی پڑی ..... اٹھارہ سال کی حکمرانی کے بعد میاں صاحب ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ کو پیر یا منگل کے دن دوسرے جہان کی شاھراہ پر گام زن ھوئے۔

''مرآۃ دولتِ عباسیہ،، اور ''جواھرِ عباسیہ،، نے تاریخ وفات ۱۱۔ ذی قعدہ لکھی ھے (حـ ۲)۔ اگر وفات پیر یا منگل کو ھوئی جیسا کہ ''تحفۃ الکرام،، نے لکھا ھے تو ۱۵ ذی قعدہ کی تاریخ صحیح نہیں ھوسکتی، اس لئے کہ اس دن جمعہ تھا۔ ۱۱ ذی قعدہ ھی کو درست سمجھنا چاھئے۔ (۱۳ ستمبر سنہ ۱۷۱۹ء)۔

''ماثرالامراٗ،، کا بیان ھے کہ یار محمد خاں نے فرخ سیر کے آخری عہد میں وفات پائی۔ یہ صحیح نہیں۔ فرخ سیر میاں صاحب کی وفات سے سات ماہ چھ روز پیشتر

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۷ -

۲۔ ''مرآۃ'' صـ ۱۰۹ و ''جواھر'' صـ ۹۲ -

معزول ہوچکا تھا اور معزولی سے تیسرے یا چوتھے روز موت کے گھاٹ اترچکا تھا۔ اس کے بعد رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے، لیکن تین تین سوا تین تین مہینے میں دونوں فوت ہوگئے۔ رفیع الدولہ کی وفات غالباً ۹ ذی قعدہ کو ہوئی۔ اس خبر کو ایک ہفتہ مخفی رکھا گیا۔ ۱۵ ذی قعدہ سنہ ۱۱۳۱ھ کو یعنی میاں صاحب کی وفات سے چار روز بعد محمّد شاہ کی تخت نشینی کا اعلان ہوا۔ اس طرح سمجھنا چاہئیے کہ میاں صاحب رسمی طور پر رفیع الدولہ کے زمانۂ حکومت میں، حقیقتاً اس کی وفات سے تین روز بعد اور محمّد شاہ کے جلوس سے چار دن بیشتر فوت ہوئے۔

یہ درست ہے کہ انہوں نے تقریباً اٹھارہ سال منصب داری اور نظامت میں عزت سے گزارے۔ اس لئے کہ وہ ۱۷۰۱ء میں منصب دار بنے اور ۱۷۱۹ء میں وفات پائی۔ (باعتبار سنین قمری ۱۱۱۳ھ- ۱۱۳۱ھ)۔

اولاد: مستند بیان یہ ہے کہ میاں صاحب کے پانچ فرزند تھے: نور محمّد خاں، محمّد خاں، محمّد داؤد خاں، تاج محمّد خاں اورغلام حسین خاں۔ ''نامۂ نغز'' نے بھی پانچ ہی کا ذکر کیا ہے:

ورا پنج فرزند چوں نرہ شیر
کہ ہر یک جوان و دلاور دلیر (حـ ۱)

حکیم محمّد صدیق عباسی نے جو شجرہ مجھے مرحمت فرمایا، اس میں میاں یار محمّد خاں کے چھ فرزندوں کا ذکر ہے۔

۱- ''نامۂ نغز'' صـ ۶ -

انہوں نے محمدؐ عارف اور محمدؐ اسلام خاں کو فرزندوں میں شامل کرلیا ھے اور غلام حسین خاں کا ذکر نہیں کیا۔ ''نامہ نغز'' نے محمدؐ عارف اور محمدؐ اسلام خاں کو اقربا میں شمار کیا ھے۔ میرے نزدیک حکیم محمدؐ صدیق عباسی کا بیان نظر ثانی کا محتاج ھے۔

یار محمدؐ خاں کے بعد میاں نور محمدؐ خاں مسند نشین ہوئے۔ فضائل و محاسن میں وہ والد کی زندہ تصویر تھے۔ میاں یار محمدؐ خاں نے اٹھارہ سال میں جس فرمانروائی کی بنیاد اُستوار کی تھی، میاں نور محمدؐ خاں نے اس پر ایک عالی شان عمارت کھڑی کردی۔ باقی فرزندوں میں میاں محمدؐ داؤد خاں خاص طور پر قابل ذکر ھیں۔ انہوں نے علم و فضل میں وہ مرتبہ حاصل کیا جو ھزاروں شائقین علم کے لئے باعث رشک تھا۔ ان کا حال آگے چل کر بیان ہوگا۔

چوبیسواں باب

میاں یار محمد خاں کی شخصیت

(۱)

ابتدا و انتہا: میاں یار محمدؒ خاں کے متعلق مختلف ذرائع سے جو معلومات فراہم ہوسکیں، وہ ترتیب وار متعدد ابواب میں آپ کے سامنے پیش کی جاچکی ہیں، اب مُناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان معلومات کی بنا پر ان کی شخصیت کا اندازہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ سندھ کی تاریخ میں ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔

خاندان کے دور جدید کا بانی میاں آدم شاہ تھا۔ اس کے اخلاف میں سے یکے بعد دیگرے متعدد بلند منزلت افراد اٹھے اور انہوں نے خاندانی عظمت کی داغ بیل ڈالنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، لیکن جب خاندانی ریاست کی دستار میاں یار محمدؒ خاں کے سر پر رکھی گئی تو حالات

حد درجہ ناسازگار ہوچکے تھے - بڑا بھائی اسیر ہوکر موت کے گھاٹ اتر چکا تھا - املاک چھن چکے تھے - شاہی فوج تعاقب میں تھی - عقیدت مند منتشر ہوچکے تھے اور خاندان کے لئے کہیں جائے پناہ نظر نہ آتی تھی - ان حالات میں میاں یار محمدؒ خاں نے کام شروع کیا اور جب وہ اس دنیا سے اٹھے تو سندھ میں سب سے بڑی ریاست کے مالک بن چکے تھے اور ان کی شان نظم و نسق کا ڈنکا دور دور تک بج رہا تھا - تنہا یہی واقعہ ان کی عظمت کا ایک درخشاں نشان ھے -

گرانبار ذمہ داری: میاں صاحب کو ابتدا میں جو حکومت ملی تھی، اس کے انتظام میں متعدد آدمی ناکام رہ چکے تھے - اگرچہ وہ میاں صاحب کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ وسائل کے مالک تھے اور ان کے لیے حالات یقیناً زیادہ سازگار تھے، مگر استعفیٰ دینے پر مجبور ہوگئے، اس لئے کہ سرحدی علاقہ تھا نظم و امن کا قیام حد درجہ مستعدی اور گراں بہا مصارف کا محتاج تھا - اس علاقے کی آمدنی قلیل تھی - میاں صاحب اس حکومت کے خواہاں نہ تھے، لیکن جب انہوں نے اس کا بیڑا اٹھالیا تو اتنے اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا کہ اٹھارہ آنیس سال تک اس کی شان اقتدار میں سرِ مو فرق نہ آیا - ایک معاصر نے ذمہ داریوں کی گرانباری اور میاں صاحب کے حسنِ انتظام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ھے :

خدا یار خاں دریں حدود زمیندار عمدہ و امیدوار خدمت است، چنانچہ ہفدہ درہ سرحدی خراسان و کیچ مکران	خدا یار خاں اس حصہ ملک کا نہایت اچھا زمیندار اور خدمت کا امیدوار ھے، چنانچہ خراسان کیچ مکران وغیرہ

وغیرہ بذمه داری موسی الیه هم مفوض است خصوص درهٔ سیوی و گنجابه معروف به درهٔ بولان و مولا دره که در شوارع ایران دیار است ، همیشه احتیاط طلب است که بجهت بند و بست آن هر سال خرچہ کلی می باید و خان مذکور به طریق شائسته بر محافظت آن می پردازد (حـ ۱) -

کے ستره دروں کی بھی ذمہ داری اسی کو سونپی گئی ہے۔ ان میں سے سبی اور گنجابه کا درہ بولان کے نام سے مشہور ہے۔ مولا دره ایران کے راستوں میں واقع ہے۔ ان کے سلسلے میں بڑی احتیاط درکار ہے اور ان پر ہر سال زیادہ سے زیادہ خرچ ہونا چاہئیے۔ خان مذکور قرار واقعی ان کی حفاظت کر رہا ہے۔

اضطراب احوال: چھوٹے بڑے ستره دروں کی حفاظت کا بار معمولی بار نہ تھا، لیکن بلوچستان، افغانستان اور ایران کے اضطراب انگیز حالات نے اس سرحدی حکومت کی ذمہ داریوں کو بدرجہا زیادہ مشکل اور محنت طلب بنا دیا تھا۔ بلوچستان کے حالات مسلسل معرض اختلال میں پڑے رہے۔ پھر قندھار میں غلزئی افغانوں نے آزادی کا علم بلند کیا تو ایران کے ساتھ مسلسل کشمکش شروع ہوگئی۔ انجام کار افغانوں نے ایران پر یورش کردی اور صفوی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ادھر عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت پے درپے خونریز خانہ جنگیوں کا تختہ مشق بنتی رہی، جن کی وجہ سے ملک کے عام انتظامی شیرازے میں بہت خلل آگیا، لیکن میاں صاحب نے اندرون ملک اور گرد و پیش کے اضطراب احوال کے باوجود اپنے دائرۂ نظامت میں نظم و امن کا ہر سلسلہ محکم و استوار

۱- ''گلدستهٔ نورس بهار'' قلمی نسخه ص-۸۷ -

رکھا اور کسی قسم کا فتور پیدا نہ ہونے دیا -

خود سندھ کے حالات بھی حد درجہ ناقابل اطمینان تھے - یہ قدیم ملک صدیوں سے بیرونی فاتحوں کی جولان گاہ بنا ہوا تھا - اس کی وحدت بارھا پارہ پارہ ہوئی - خود میاں صاحب کے زمانے میں یہ متعدد ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا اور اس کا نام تک باقی نہ رھا تھا - سندھ کی جگہ نظامت ٹھٹھ اور نظامت بکھر نے لے لی تھی - نظم و نسق کی یکسانی معدوم ہونے کے باعث لوگ سخت پریشان حال تھے - چھوٹے چھوٹے رئیس اور زمیندار ایک دوسرے کے علاقوں پر ترکتازیں کرتے رہتے تھے - میاں یار محمد خاں نے مدت سے بگڑے ہوئے کارخانۂ نظم کی ایک ایک کل اس طرح جگہ پر بٹھا دی ، جس کی نظیر سندھ کی سرزمین میں صدیوں سے ناپید تھی - آج میاں صاحب کے عہد پر کم و بیش ڈھائی سو سال گزر چکے ہیں - اتنی لمبی مدت کے انقضاء کے بعد حالات کا صحیح اندازہ سہل نہیں ہوتا ، تاہم سرسری نظر سے بھی دیکھا جائے تو میاں صاحب کے حسنِ تدبیر ، کمالِ نظم اور اہتمام خدمتِ خلق میں شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی - انھیں کی ڈالی ہوئی داغ بیل تھی ، جس کے مطابق میاں نور محمد خاں نے کام کیا ، یہاں تک کہ سندھ متحد ہوگیا - اس کا نام نئے سرے سے زندہ ہوا اور اس کے باشندوں کو ملکی حکمران کے ماتحت وہ نظامِ حکومت نصیب ہوا، جو ان کی ہمدردی اور خیر خواہی پر مبنی تھا اور جس میں انھیں امن و خوشحالی کی نعمتیں بوجہ اتم نصیب ہوئیں -

وسائل کی قلت: میاں صاحب کوسبی و گنجابہ کی حکومت

کے سلسلے میں جو جاگیر ملی تھی، وہ ناگزیر مصارف کے لئے کافی نہ تھی اور عسرت کی شکایت نہ صرف میاں صاحب کے عہد میں بلکہ ان کے فرزند میاں نور محمدؐ خاں کے عہد میں بھی برابر قائم رہی - بایں همه میاں یار محمدؐ خاں نے نظم و نسق کے سلسلے میں هر فرض احسن طریق پر انجام دیا - آمدنی کی قلت کے متعدد شواهد ان کے مکاتیب میں موجود هیں، مثلاً :

۱ - فکر سر انجام خرج سپاہ . . . که بروقت موجود و مهیا بودن آن فرض است، بنا بر کم‌حاصلی و ارزانی در نهایت اضطرار می گزرد (حـ ۱) -	اس سپاہ کا خرچ پورا کرنے کی فکر هے جس کا هر وقت موجود رهنا لازم هے - پیدا وار کم هوئی هے - غلے کا نرخ ارزاں هے، اس وجه سے سخت اضطرار کی حالت هے -
۲ - همیں فکر و تلاش دارد که حق سبحانهٗ و تعالیٰ وسعت اخراجات عطا کند که به سپاه داده . . . مفسداں را مستاصل سازد (حـ ۲) -	یہی فکر و تلاش هے که الله تعالیٰ زیادہ روپیه عطا کرے تاکه سپاہ کو دوں اور مفسدوں کی بیخ کنی کرڈالوں -
۳ - هر آئینه دره جات و قلعه جات سرحدی را	بهر حال سرحدی دروں اور قلعوں کو مستحکم

۱- '' گلدسته نورس بهار'' قلمی نسخه صـ۳۷ -
۲- '' گلدسته نورس بهار'' قلمی نسخه صـ۵۲ -

به استحکام باید
نگاه داشت بریں تقدیر
اخراجات آں سمت
یک مشت افزوده
است و مخفی نماند
که در بندگیِ والا
درگاه به اقتضائے
ناموس عبودیت صرفهٔ
جان و مال نکرده
(ح ۱) ۔

رکھنا ضروری ھے ۔ اس
سبب سے اس طرف کے
اخراجات یکایک بڑھ
گئے ھیں اور مخفی نه
رھے که فرمانبرداری کے
ناموس کی حفاظت میں
جان و مال کی کوئی
پروا نہیں ۔

۴ ۔ صورت اخراجات سپاه
که به کوه و دشت ها
و برخے به ملتان
و دیگر دره جات
سرحدی از سر احتیاط
بوده اند ۔ به عز عرض
در آوردن از ادب
دور می داند که
حالت و طاقت ایں
ذرهٔ حقیر در پیش گاه
ضمیر خورشید تمثال
به هیچ وجه متواری
نیست و کمترین غلام
همیشه خود را به ایں

جو سپاه کوه و دشت میں
ایک حصهٔ ملتان میں
اور دوسرے سرحدی دروں
میں احتیاطاً موجود ھے ،
اس کے اخراجات کا معامله
عرض کرنا ادب سے بعید
معلوم ھوتا ھے اور میری
حالت و طاقت آپ کے
ضمیر سے پوشیده نہیں ؛
لیکن میں همیشه اس
بات پر خوش ھوجاتا
ھوں که تو فقیروں کی
طرح اجرت کے خیال سے
فرمانبرداری نه کر ۔

۱۔ ''گلدسته نورس بهار'' قلمی نسخه ص۹۳ ۔

کلام خرسند می داند: بادشاہ کو خود بندہ پروری کا طریقہ معلوم ہے -

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن
کہ شاہ خود روش بندہ پروری داند (ح ۱)

مزید شہادتیں بھی موجود ہیں، لیکن اتنے اقتباسات توضیح مدعا کے لئے کافی ہیں - جس فرد جلیل نے وسائل کی قلت کے باوجود اور نازک حالات کے باوصف اپنے علاقوں کا انتظام اتنا اچھا رکھا کہ کم از کم پیشتر کی تاریخ سندھ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اگر اسے بقدر حوصلہ و ہمت وسائل میسر آجاتے تو وہ کیا کچھ نہ کر دکھاتا -

واجبات میں اضافہ: ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ بالا دست حکام بعض اوقات محالات سے واجب الوصول رقوم میں خودبخود اضافہ کردیتے تھے، اس وجہ سے بڑی پریشانیوں کا سامنا ہوتا تھا - میاں یار محمد خاں کے مکاتیب میں اس قسم کی مثالیں بھی موجود ہیں - یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جائے گا ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

حقیقت حاصل محالات سیوستان درپیشگاہ ضمیرانورھویداخواھد بود بلکہ اغلب کہ ازخارج ھم بہ سمع حقائق مجمع رسیدہ باشد - حقا کہ وجہ جمع سیوستان از اصل و اضافہ کہ موجب قبولیت وکالت پناہ	محالات سیوستان کے حاصلات کی حقیقی حیثیت آپ کےسامنے آچکی ہوگی - اغلب ہے، آپ نے دوسرے ذریعے سے بھی سب کچھ سن لیا ہو - خدا کی قسم سیوستان کی رقم جس میں اضافے کو میرے وکیل

عزت و خصوصیت دستگاه راسخ الاعتقاد برخوردار مہتہ موٹومل انعقاد یافته است ، از سمر کم حاصلی سر انجام آن به صعوبت دست بہم می دھد و باوجود ایں حالت احقر از روے ادب هر گز ایں حرف را به لب آشنا نمی سازد ۔ بهر صورت به قرض وام ادا می نماید ۔ سواے آن جمع اگر چیزے تکایف می شود و سر انجام آن از محآلات اندیشناک است ، در انصرام آں قصور نمی کند که مبادا ازیں معنی اند کے گرانی خاطر مبارک نواب صاحب بہم می رسد (حـ ۱) ۔

برخوردار مہتہ موٹومل نے قبول کر لیا تھا ، کم حاصلی کی وجہ سے اسے پورا کرنا بھی سخت مشکل ھے۔ اس صورت حال کے باوجود میں ادباً کوئی بات زبان پر نہیں لاتا اور قرض وام لیکر رقم باقاعدہ ادا کر رھا ھوں ۔ اگر اس رقم کے علاوہ کچھ مانگا جاتا ھے تو اسے بھی ادا کرنے میں کوتاھی نہیں کرتا ، اگرچہ محالات کے مالیے سے اسے پورا نہیں کیا جاسکتا ۔ صرف یہ خیال رھتا ھے کہ اگر میں نے کچھ کہا تو مبادا نواب صاحب کے دل میں اس سے تکدر پیدا ھو ۔

یہ اقتباس ایک طرف اس حقیقت کا مظہر ھے کہ اس وقت کے حاکموں کو ہر وقت یہ خیال رھتا تھا ، جس طرح بھی ممکن ھو ، زیادہ سے زیادہ روپیے وصول کر لئے جائیں اور جو لوگ واجبات کے ادا کرنے میں زیادہ مستعد تھے ، جیسے میاں یار محمدؐ خاں ، ان پر بے تکلف زیادہ سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا تھا ۔ دوسری طرف اس سے یہ بھی روشن ھے کہ

۱۔ ”گلدستہ نورس بہار“ قلمی نسخہ صـ۲۶ ۔

میاں یار محمدؐ خاں نے زیادہ سے زیادہ نازک حالات میں بھی معاملات کو ہمت و دلجمعی سے آگے بڑھانے کی سعی جاری رکھی - یہ بھی ان کی عزیمت کا ایک ثبوت ہے -

راستوں کا امن اور رعایا کی خوش حالی: بکھر و سیوستان کی زمینداری عطا کرتے وقت میاں صاحب پر جو شرطیں عائد کی گئی تھیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ راستوں کا امن بحال رہے اور رعایا کی بہبود میں سعی و جہد کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے پائے - میاں صاحب نے ان دونوں شرطوں کو بھی وقت کے عام تصور سے بدرجہا بہتر طریق پر پورا کیا - اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ انہیں انتظام میں غیر معمولی دسترس حاصل تھی - یہ بھی ہے کہ ملک ان کا اپنا تھا اور باشندوں کی خیر و بہبود کا جیسا درد انھیں ہوسکتا تھا، اس کی امید باہر کے کسی ناظم سے نہ رکھی جاسکتی تھی - ان کے عہدِ حکومت میں ایک بھی واقعہ ایسا پیش نہ آیا جس میں رعایا کو کوئی ضرر پہنچا ہو یا اس کی فارغ البالی میں خلل آیا ہو - شرطِ امن و خوش حالی کے ایفاء کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :

- بہ عونِ الہیٰ و	خدا کی اعانت اور شاہنشاہ
میامن اقبال شاہنشاہی	کے اقبال کی برکت سے
امنیت راہ‌ها و رفاہیت	راستوں کا امن اور رعایا
رعایا بروجہ اتم حاصل	کی بہبود اس پیمانے پر
است کہ متردد و	حاصل ہے کہ مسافر
مقیم بہ فرِ اقبال در	اور مقیم سب اپنے اپنے
کار و پیشۂ خود	کام اور پیشے میں مصروف
سرگرم و بہ دعاے	ہیں اور سلطنت کے دوام

دوام دولت و سلطنت ابد قرین مشغول می باشد (حـ ۱)۔	کے لئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔
۲ ۔ بندوبست دره جات و دیگر محالات سرحدی بوجه احسن منتظم و سائر عباد الله در اسهدِ عافیت و آرام بوده بدعاے دولت ابد ارتسام مترنم اند (حـ۲)۔	دروں اور دوسرے سرحدی علاقوں کا انتظام نہایت عمدہ پیمانے پر جاری ہے اور تمام مخلوق سلامتی و آرام کے گہوارے میں بیٹھی ہوئی دعاے دولت میں ترانہ ریز ہے۔
۳ ۔ هر دو طرف دریا امن و آرامش است و خلق الله به فر اقبال به دعا گوئیِ دوام سلطنت مواظبت دارند (حـ۳)۔	دریا کے دونوں طرف امن و آرام ہے اور خدا کی مخلوق سلطنت کے دوام کے لئے دعا گوئی میں مصروف ہے۔
۴ ۔ دریں نواح امن و امان بحدیست که کافهٔ خلائق به فرِ اقبال به مرجوعات مشغول و امنیتِ طرق به نهجے که آدم تنها در شب	ان علاقوں میں امن و امان اس حد پر پہنچا ہوا ہے کہ ساری مخلوق اپنے کاموں میں لگی ہوئی ہے اور راستوں کے امن کی یہ کیفیت

۱۔ ''گلدستہ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص۔ ۱۰۔
۲۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص۔ ۳۹۔
۳۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص۔ ۵۵ و ۵۶۔

تار با هر قدر بند و بار بہر جا کہ دلش می خواهد ، بے تردد خاطر می رسد (حـ ۱) ۔	ہے کہ آدمی تنہا اندھیری رات میں جتنا بھی سامان ساتھ لئے ہوئے ہو ، جہاں اس کا جی چاہے ، بے خوف و خطر پہنچ جاتا ہے ۔
۵ ۔ امنیت ملک و جریدن راہ ها و آسودگیٔ خلائق از سرحد تتہ تا بکھّر قبل ازین معروض داشتہ بہ نظر انور در آمدہ باشد (حـ ۲) ۔	سرحد ٹھٹھ سے بکھر تک ملک کے امن ، راستوں کی کشائش اور خلائق کے آرام و آسائش کی کیفیت پہلے عرض کی جاچکی ہے ، آپ کی نظر سے گزری ہوگی ۔

بدنظمی میں نظم: واضح رہے کہ میاں صاحب نے حسنِ نظم کی یہ شان اس فضا میں پیدا کی جہاں نظم صدیوں سے ناپید تھا ۔ حاکم رعایا کے مفاد و مقاصد کو اپنے اغراض کی خاطر بے تکلف قربان کردیتے تھے ۔ مقامی رئیسوں اور زمینداروں میں شر انگیزی ، فتنہ پردازی اور رخنہ اندازی کی عادت جڑ پکڑ چکی تھی اور یہ سب کچھ ان افسوس ناک حالات کا نتیجہ تھا ، جن میں سندھ مدت سے مبتلا چلا آتا تھا ۔ اگر کوئی شخص حالات کی درستی پر متوجہ ہوتا تو گرد و پیش کے بیسیوں رؤساء جوشِ رقابت میں بگاڑ پیدا کرنے

۱۔ '' گلدستۂ نورس بہار '' قلمی نسخہ صـ ۲۲۴ ، ۲۲۵ ۔
۲۔ '' گلدستۂ نورس بہار '' قلمی نسخہ صـ ۲۰ ۔

پر تُل جاتے - کبھی اپنے آدمیوں کو ابھار کر لوٹ مار کا بازار گرم کردیتے - کبھی حکام کے پاس مبالغہ آمیز شکایتیں پہنچا کر مخالفت کی آگ بھڑکا دیتے - چنانچہ خود کلھوڑہ خاندان کے کئی افراد اسی قسم کی درانداذیوں کا شکار ہوچکے تھے - اوپر صوبہٗ ٹھٹھ کے حالات میں عرض کیا جاچکا ہے کہ بعض مقامی رئیس قزاقوں اور لٹیروں کے مربی بنے ہوئے تھے - یہ صورتِ حال بداهتہ اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ عام حاکموں کو اهل ملک سے کوئی همدردی نہ تھی - وہ عموماً پیسے فراهم کرنے میں لگے رہتے تھے - زندگی کی بنیادی ضرورتوں نے لوگوں میں غیر آئینی اقدامات کا رجحان پیدا کردیا اور رئیس ان کے سرپرست بن گئے - میاں یار محمد خاں نے بد نظمی کے اس هنگامہ زار میں بیٹھ کر ضبط و نظم کا نادر سلسلہ استوار کردیا، جس کی شہادت سندھ کی تاریخ بہ زبانِ حال پیش کررهی ہے -

متعدد مکاتیب سے واضح ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے اندرونی اور بیرونی قزاقیوں کا انسداد کیا - جن قوموں اور گروهوں کی سرشت میں غارت گری رچی ہوئی تھی، انہیں سزائیں دے کر امن کا پابند بنایا اور مفید مشاغل میں لگایا - جگہ جگہ تھانے، چوکیاں اور قلعے تعمیر کراکے صدیوں کے بعد ملک میں ایسی فضا پیدا کردی، جس کی خواهش تو یقیناً لاکھوں دلوں میں موج زن ہوگی، لیکن اسے بروئے کار لانے کی همت و صلاحیت کا ثبوت دوسرا کوئی نہ دے سکا -

شان انتظام: میاں صاحب کے حسنِ انتظام کی شان یہ تھی کہ جو حکام انتظامی معاملات کی دیکھ بھال کے لئے مقرر ہوتے تھے، وہ بھی بے تامل اس اعترف پر مجبور ہوجاتے تھے

کہ میاں صاحب کو معاملات کی صفائی میں یگانہ درجہ حاصل ہے۔ جس زمانے میں میاں نور محمد خاں سرکار سیوستان میں نیابت پر مامور ہوچکے تھے، ایک سرکاری کارکن نے دورہ کر کے سندھ کے ہر علاقے کے حالات دیکھے تو رپورٹ پیش کی، جس میں لکھا:

۱ - سرکار سیوستان میں پہلے سے جو رقم باقی چلی آتی ہے، اس کی تحصیل میاں یار محمد خاں یا اس کے نائب میاں نور محمد خاں کے حوالے کی جائے۔

۲ - سرکار بکھر اور دوسری زمینداریوں کی بقایا رقمیں بھی اسی کے ذمے لگا دی جائیں۔

۳ - حکم صادر کردیا جائے کہ یہ تمام رقمیں یار محمد خاں یا نور محمد خاں کے ذریعے سے خزانۂ عالیہ میں داخل ہوں۔ یہی ان کے وصول کی صحیح تدبیر ہے۔

۴ - ٹھٹھے میں بھی بہت سی رقم واجب الوصول ہے۔ اگر اس کے وصول کا ذمہ دار بھی یار محمد خاں یا نور محمد خاں کو بنا دیا جائے تو بہت مناسب ہو۔

۵ - یہ لوگ تمام حالات سے واقف ہیں۔ ادائے فرائض میں ان کا خلوص محتاج بیان نہیں۔ جزورسی سے کام لیں گے اور سرکار کو کم و بیش ایک لاکھ روپے کی بچت رہے گی (حـ ۱)۔

۱- یہ معلومات ''گلدستۂ نورس بہار'' سے ماخوذ ہیں (صـ ۷٦ و ۷۷)۔ اصل اقتباس دوسری جگہ نقل ہوچکا ہے۔

حاسدوں کی دراندازیاں: بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حاسدوں کی غلط بیانیوں کے باعث بعض اوقات ملال انگیز واقعات بھی پیش آجاتے تھے، مثلاً ایک موقع پر محمد امین نام کسی شخص نے افرا پردازی کی۔ اس وجہ سے میاں صاحب کے وکیل حافظ احمد علی کو تکلیف پہنچی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

از سبب بد اندیشیٔ محمد امین کہ مفری مقرر است تصدیعے کہ بہ شما عائد گردید، موجبِ ملال گشت۔ ایں جانب در بندگی والا درگاہ بہ ایں قسم جانفشانی داریم و بہ فراھم آوردن جمعیت ھا کہ لابد وقت است تہِ خرچ می آئیم و از جان و مال در راہِ عبودیت والا درگاہ صرفہ نمی کنیم و آنجا حرف مثل امین مفلوک مسموع می شود۔ اگرچہ در عالم بندگی عار نیست و بر وکلا گاہ گاہ چینں می افتد۔ اما ایں شہرت بہ چناں اوقات دستاویز انبوہ واقعہ طلباں گشتہ موجبِ تاسف گردید۔ الحمد للہ از عہد حضرت الیٰ یومنا ھذا حق

محمد امین صریح افترا پرداز ہے۔ اس کی شکایتوں سے آپ کو جس درد سری سے سابقہ پڑا، اس پر رنج ہوا۔ میں فرمانبرداری میں یوں جان لڑا رہا ہوں اور جمعیت فراھم درنے کے سلسلے میں زیر بار ہورہا ہوں، اس لئے کہ فی الحال جمعیت کی ضرورت ہے۔ میں فرماں برداری کے سلسلے میں جان و مال کی پروا نہیں کرتا اور وھاں یہ حالت ہے کہ امین جیسے بے حیثیت شخص کی باتیں قابلِ سماعت سمجھی جاتی ھیں۔ فرمانبرداری کے سلسلے میں کبھی کبھی ایسے حالات بھی پیش آھی جاتے ھیں اور وکیلوں کو کبھی کبھی ناگوار واقعات سے سابقہ پڑنا

تعالیٰ آبروی ما و شما نگاہ داشتہ است - او سبحانہ و تعالیٰ حافظ باد (ح ۱) -

ھی ہے، لیکن ایسے اوقات میں اس افتاد کی شہرت مخالفوں کے لئے دستاویز بن گئی - اس وجہ سے افسرس ھوا - عالمگیر کے زمانے سے آج تک خدا تعالیٰ نے ھماری اور تمہاری عزت سلامت رکھی - اسی پاک ذات سے دعا ھے کہ آئندہ بھی حافظ و نگہبان رھے -

اس مکتوب کا انداز صاف بتا رھا ھے کہ میاں صاحب اپنے عہد کے حد درجہ غیر معمولی آدمی تھے - صبر و تحمل اور استقلال مزاج کا یہ عالم تھا کہ جب تک مخالفت تھی، کسی نقصان اور کسی تکلیف کی پروا نہ کی اور جب تعلق پیدا کرلیا تو پھر یہ نہیں ھوا کہ ذرا کوئی واقعہ پیش آیا اور تمام مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر مخالفانہ جوڑ توڑ میں لگ گئے - جن لوگوں کے سامنے بلند مقاصد ھوتے ھیں، وہ مخالفت یا موافقت میں جلد بازی سے کبھی کام نہیں لیتے - کم حوصلگی کبھی نہیں دکھاتے - ایسے ھی آدمی زندگی میں عظیم الشان کارنامے انجام دیا کرتے ھیں -

---

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۳۰۵ و ۳۰۶ -

پچیسواں باب

میاں یار محمد خاں کی شخصیت

(۲)

دربار مغلیہ سے وابستگی: میاں یار محمد خاں صاحبِ عزیمت آدمی تھے ۔ ایسے آدمیوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ جب کسی سے عہد کرلیتے ہیں تو اس پر چٹان کی طرح جم جاتے ہیں ۔ کوئی صورت پیش آجائے، اپنے عہد سے سرِ مو انحراف نہیں کرتے ۔ میاں یار محمد خاں کے عہد کا آغاز شاہی فوجوں کے خلاف جنگ سے ہوا تھا ۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنی اور عزیزوں کی جانیں خطرے میں ڈالیں ۔ ارادت مندوں کے لئے نہایت خوفناک پریشانیاں قبول کرلیں، گھر بار چھوڑا، وطن سے باہر نکل جانا گوارا کرلیا ۔ تمام وسائلِ معاش سے محروم ہوئے ۔ دو سال سخت ناگوار حالات میں بروھیوں کے پاس بسر

کئے ، لیکن ان کے ارادے میں کوئی تزلزل اور ان کے عزم میں کوئی ضعف پیدا نہ ہوا ۔ انھیں یقین تھا کہ شاہی عامل اصول حق و انصاف کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے درپئے آزار ہیں ۔ جب ان عاملوں کو یقین ہو گیا کہ میاں صاحب کے خلاف جتنے اقدامات کئے گئے تھے ، وہ سراسر نا درست تھے اور موصوف کی خدا داد صلاحیتیں مقاصد سلطنت کے لئے غایت درجہ مفید ہوسکتی تھیں تو انھیں خطاب و منصب عطا ہوا ۔ اس عطیے کو قبول کرتے ہوئے میاں صاحب نے سلطنت سے وابستگی کا رشتہ جوڑ لیا ۔ جس طرح ان کی مخالفت محکم اصول پر مبنی تھی اور اس وجہ سے پائدار رہی ، اس طرح موافقت میں بھی پہاڑ کا سا استحکام آخری دم تک قائم رہا ۔ اپنے ہمعصروں کے مقابلے میں انھیں جو اعزاز و اکرام حاصل ہوا ، اس کی حقیقی وجہ بھی تھی ۔ اس وابستگی کی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرما لیجئے :

۱ ۔ کدام کافر نعمت و کور ذهن خواهد بود که برائے جان مستعار خود یا فرزندان مراتب عبودیت وحقوق نوازشها فراموش خواهد کرد (۱) ۔	کون کافر نعمت اور کور ذہن ہوگا ، جو اپنی جان یا فرزندوں کی خاطر فرمانبرداری کے لوازم اور مہربانیوں کے حق فراموش کردے گا ۔
۲ ۔ ثبات عبودیت ایں ذرهٔ حقیر . . . روزے ظاهر خواهد گردید که در	میری فرمانبرداری کا استحکام جناب عالی پر اس روز ظاہر ہوگا

۱ ۔ ''گلدستهٔ نورس بہار'' قلمی نسخه ص ۵۲ ۔

رکاب سعادت انتساب	جب رکاب تھام کر
مورد جانفشانی گردیدہ	جانفشانی کرتا ھوا
تصدق و قربان خواھد	قربان ھوجاؤں گا اور
شد و نام رسوخ بندگی	میری فرمانبرداری کی
فدوی تا پس ماندہ ھا	پختگی ھمیشہ کے لئے
بر عرصۂ روزگار بماند	صفحۂ روزگار پر ثبت
(حـ ۱) -	رھے گی -

بلند نظری: اس وابستگی سے میاں صاحب کا مقصد یہ نہ تھا کہ اپنے لئے زیادہ سے زیادہ اعزاز حاصل کرلیں اور سلطنت کے بہت بڑے امیر بن جائیں - مختلف قرائن سے معلوم ھوتا ھے کہ ان کے خیالات بہت اونچے ، ھمت بہت قوی اور نظر بے حد بلند تھی - جس زمانے میں شاہ محمد دودائی باغی ھوکر بروھیوں کے پاس جا بیٹھا تھا اور ان کی مدد سے سرکاری علاقے پر حملہ آور ھونا چاھتا تھا ، اس زمانے میں غالباً ملتان کے صوبہ دار نے یہ کوشش کی تھی کہ بروھیوں کو انعامات سے خوش کر کے اس فتنے کا سد باب کردے - بروھیوں یا دوسرے لوگوں کو نوازشوں سے ھم نوا بنانا عام حالات میں میاں صاحب کے لئے وجہ اختلاف نہ ھوسکتا تھا ، لیکن معاملہ ایک باغی کو قابو میں لانے کا تھا اور میاں صاحب جانتے تھے کہ ایسے معاملات میں استمالت کا طریقہ وقار سلطنت کے منافی ھے ، چنانچہ دربار شاھی کے ایک ھمراز کو صاف صاف لکھ دیا ، اگر یہ کام میرے سپرد کردیا جائے تو تھوڑی ھی مدت میں ایسی تدبیریں اختیار کروں کہ باغی بے اختیار آپ کی خدمت میں پہنچ جائے - آخر میں فرماتے ھیں :

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۵۳ -

چوں آں محبت دستگاہ را محرمِ راز و شریکِ شرم می دانم، بنا برآں بے حجابانہ می نویسم کہ دریں باب تدبیر می باید انگیخت کہ ناموسِ مملکتِ ہندوستان بالاتر باشد و بکارے کہ از بندہ ہائے جانفشاں برآید، چرا بہ بیگانگانِ بے اعتماد دخل باشد؟ (ح۔ ۱)

آپ محرمِ راز اور شریکِ شرم ہیں، اس لئے بے تکلف لکھتا ہوں کہ اس معاملے میں ایسی تدبیر اختیار کرنی چاہئے، جس سے مملکتِ ہندوستان کی عزت دوبالا ہو اور جو کام جان نثار غلام کرسکتے ہیں، اس میں ناقابلِ اعتماد بیگانوں کو کیوں شامل کیا جاتا ہے؟

آپ اس عہد کے تاریخی دفاتر کا ایک ایک صفحہ چھان جائیں، یہ پا کیزہ اور بلند جذبات کہیں نظر نہ آئیں گے۔ خصوصاً ناموسِ مملکتِ ہندوستان کا تصور تو شاید کسی دماغ کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ میاں یار محمد خان اٹھارھویں صدی کے ابتدائی دور کے آدمی نہ تھے بلکہ اس زمانے کے ایک فردِ جلیل تھے، جس میں بلند تر جذبات و تصورات نے عمومیت اختیار کی۔ میاں صاحب کا عہد سراسر تنگ نظری اور خود غرضی کا عہد تھا۔ خانہ جنگیوں نے دلوں اور دماغوں پر اغراض کے زنگ کی دبیز تہ جما دی تھی، لیکن میاں یار محمد خان کا آئینۂ فکر و نظر ہر آلودگی سے برابر پاک رہا۔

سپاہ کی شان عقیدت: کچھ معلوم نہیں کہ میاں صاحب

۱۔ "گلدستۂ نورس بہار" قلمی نسخہ ص ۲۵۹ و ۲۶۰۔

کے پاس کل کتنی فوج تھی - ایک موقع پر وہ صرف شاھی خدمت کی خاطر بیس ھزار سوار اور پیادے سہیا کرنے کے لئے تیار تھے (حـ ۱) - قرائن سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ ضرورت کے وقت اس سے زیادہ بڑی فوج فراھم کرسکتے تھے، لیکن اصل شے سپاہ کی کثرت نہیں بلکہ سردار کے ساتھ اس کی گہری عقیدت اور کمالِ ایثار و جانفشانی ھے - میاں صاحب خود ایک موقع پر فرماتے ھیں :

فدوی بہ عنایت الٰھی سوار و پیادہ فراوان دارد ، چہ اس لشکر ورای تمتعاتِ دنیا بہ علاقہ ٔ ارادت مندی کہ از آبا و اجداد کرسی بہ کرسی بہ ایں خادم الفقراء دارند ، در مقام فدویت و جانفشانی پروانہ صفت تپان و جوشان اند (حـ ۲) -

میرے پاس خدا کے فضل سے سوار اور پیادے بہت زیادہ ھیں اور یہ لشکر دنیوی فوائد سے بالا ھے - ان کی ارادت مندی آبا و اجداد سے پشت بہ پشت چلی آرھی ھے - اس خادم الفقراء سے ان کا تعلق ایسا ھے کہ پروانوں کی طرح فدا کاری و جان نثاری کے لئے بیتاب و مضطرب رھتے ھیں-

ایک اور مقام پر فرماتے ھیں :

فقیرانِ ارادت مند و بلوچانِ عقیدت پیوند در زمرہ ٔ صادقہ ٔ ارادت کیشانِ امروزی نیستند ، کرسی بہ کرسی

فقیر اور بلوچ کچھ آج سے ارادت مندوں کے مخلص گروہ میں شامل نہیں ھوئے ، ان کی فدا کاری کا جوھر پشت

۱- ''گلدستہ ٔ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۵۸ -
۲- ''گلدستہ ٔ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۵۹ -

جوہر فدویت و صدق پرستی از آنہا بہ وضوح پیوستہ و ایشاں رگ و ریشہ و دم و لحم درطریق ارادت مندی فدا می کنند و ایں جانب ہم آنہا را ہمچناں بہ جان عزیز می دارم ۔ ہزار شکر کہ کسے را ایذاے کہ خارج از قانون باشد ، نرسیدہ (حـ ۱) ۔	بہ پشت روشن ہوتا رہا ہے ۔ وہ اپنا رگ و ریشہ ، خون اور گوشت ارادت مندی کی راہ میں نثار کرتے رہتے ہیں ۔ میں بھی انہیں دل و جان سے عزیز رکھتا ہوں اور ہزار شکر ہے کہ کسی کو خلافِ قانون ایذا نہیں پہنچی ۔

معاصرانہ شہادتیں: میاں صاحب کے متعلق ایسی تحریرات بھی ملتی ہیں ، جن میں بعض معاصر سرکاری کارکنوں نے موصوف کی جانفشانی اور نیک نیتی کی شہادت دیتے ہوئے بالا دست حکام سے التجا کی کہ جن علاقوں کا انتظام خراب حالت میں ہے ، وہ میاں صاحب کے حوالے کئے جائیں (حـ ۲) ۔ یہاں صرف ایک شہادت درج کی جاتی ہے ، جس میں میاں صاحب کے اوصاف جامعیّت سے بیان ہوئے ہیں ۔ ایک عقیدت مند لکھتا ہے کہ ایک روز شیخ صاحب (جن کا نام معلوم نہ ہوسکا) دیوان خانے میں آئے اور باتوں باتوں میں کہا :

دریں سر زمین امروز زمیندار صاحب شوکت اگر ہست، میاں صاحب است و ایشاں حارس	اس سر زمین میں اگر کوئی صاحبِ شوکت زمیندار ہے تو میاں صاحب ہیں ۔

۱۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۱۰۹ ۔

۲۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۸۷ و ۲۷۸ ۔

آں ملک اند . . . شیخ مذکور زیادہ از ہمہ معتقدِ ہمہ دانی و مآل اندیشیِ آں حضرت است ۔ بارہا گفتہ است کہ من بہ شرفِ ملاقات نہ رسیدہ ام ، اما اعتماد بر زیرکی و دور اندیشی و بزرگ منشیٔ ایشاں بسیار دارم ۔ عوام زیادہ ازیں بہ نغمات اسباب نیک نامی تر زبان می باشند (حـ ۱) ۔

وہ ملک کے نگہبان ہیں . . . شیخِ مذکور کو آپ کی دور اندیشی اور ہمہ دانی کا سب سے بڑھ کر معتقد پایا ۔ اس نے بارہا کہا کہ مجھے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ، لیکن ان کی دانائی ، دور اندیشی اور بزرگی پر بہت اعتماد ہے ۔ عوام اس سے زیادہ نیک نامی کے گیت گا رہے ہیں ۔

بعض معاصرانہ نگارشات سے واضح ہوتا ہے کہ دربار کے عظیم الشان امرا کی طرف سے تحفے میاں یار محمدؐ خاں کے پاس پہنچتے تھے اور یہ بھی تحفے بھیجتے تھے ۔ مثلاً ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہتھنی بھیجی گئی تھی اور میاں صاحب نے بھی سندھ کی خاص چیزیں بطور تحفہ ارسال کیں (حـ ۲) ۔

میاں یار محمدؐ خاں کی شخصیت کے اس سرسری خاکے سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ ایک غیر معمولی دل و دماغ کا آدمی تھا ۔ اگرچہ اصل خاندانی مشاغل ذکر و سلوک تک محدود تھے ، لیکن جب اس کے دوشِ ہمت پر ملک داری کا بار آپڑا تو اسے اس شان سے منزلِ مقصود پر پہنچایا کہ کم از کم اس کے عہد میں شاید ہی اس کی مثال مل سکے ۔ خاندان

۱۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۲۵۵ ۔
۲۔ گلدستۂ نورس بہار صـ ۲۲۵ ۔

میں حکمرانی کا حقیقی بانی وہی تھا ۔ اگر اس خاندان میں اس جیسے چار پانچ آدمی بھی پیدا ہوجاتے تو یقین ہے کہ سندھ، پاک و ہند کی وسیع سرزمین کے لئے نئے سرے سے ایک مستحکم و ترقی پذیر قومی حکومت کا سر چشمہ بن جاتا ۔ یار محمد خاں کا فرزند نور محمد خاں کم جلیل الشان نہ تھا، لیکن نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کی ناگہانی مصیبتوں نے کلھوڑوں کے جاری کئے ہوئے کام کو اس طرح برباد کر ڈالا کہ تمام امیدیں اور اور آرزوئیں خون ہو کر بہہ نکلیں اور وہ مناظر دیکھنے پڑے جو کبھی وہم میں بھی نہ گزرے تھے ۔

مورخوں کے بیانات: آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میاں یار محمد خاں کے متعلق سوانح نگاروں اور مورخوں کے بیانات بھی پیش کردئے جائیں :

۱ ۔ ''خان بہادر خدا داد خاں'': مسند نشینی کے آغاز میں میاں صاحب چنداں طاقت ور نہ تھے بلکہ ان کے اصل علاقے بھی قبضے سے نکل گئے تھے، لیکن دو سال گزرنے کے بعد بروہیوں اور ٹالپروں کی مدد نیز راجہ لیکھی کی بیعت سے ایسا زور پکڑا کہ نہ صرف چھینے ہوئے علاقے واپس لے لئے بلکہ زیادہ علاقے اس کی ملکیت میں شامل ہوگئے ۔ اس نے خداباد شہر کی بنیاد رکھی، جو اب ویران ہے اور یہ دادو کے تعلقے میں واقع ہے . . . . اورنگ زیب سے اسے خدا یار خاں کا خطاب ملا (ح۔۱) ۔

۲ ۔ ''سید علی محمد راشدی'': شاہی فوجوں سے کشمکش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب

---

۱ ۔ ''لب تاریخ سندھ'' ص ۱۰۷ ۔

شہزادہ محمد معزالدین نے دوبارہ سندھ کا رخ کیا تو میاں یار محمد خاں نے اپنے حالات پر غور کرتے ہوئے مناسب یہی سمجھا کہ مغل بادشاہ کے سامنے جھک جائے - یہ فیصلہ بہت ساز گار ثابت ہوا - اسے منصب ، اعزاز اور خطاب ملا - ایک ضلع جاگیر میں پایا اور سبی کا گورنر بنا ، جس میں اس وقت شکار پور بھی شامل تھا - (ح ۱) -

۳ - '' ایٹکن ،، : کچھ معلوم نہیں ، شہزادے کا غصہ فرو کرنے کے لئے میاں صاحب نے کیا تدبیریں اختیار کیں - (ح ۲) - بعض مورخوں نے لکھا ہے

---

۱ - '' منشورالوصیت کا دیباچہ'' قلمی نسخہ ص ۲۰ - یہاں یہ عرض کردینا چاہیے کہ اگر ''شکارپور'' سے مراد شکارپور پنھواراں ہے تو یہ بیان درست ہے - اسی شکارپور کو میاں صاحب نے مرکز حکومت بنا کر اس کا نام خداباد رکھا تھا - یہ تصریح اس لیے ضروری ہے کہ مشہور عام شکارپور جو مدت مدید تک ایران، خراسان اور ترکستان سے پاک و ھند کی تجارت کا مرکز بنا رھا اور اب ابھی موجود ہے میاں صاحب کے زمانے میں داؤد پوتروں کے زیرتصرف تھا اور میاں نور محمد کے زمانے میں کلھوڑہ حکومت کا جزو بنا۔

۲ - میاں صاحب کو کوئی خاص تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت پیش نظر پردہ ڈال رکھا تھا - شہزادے پر صحیح حالات پیش نہ آئی - اپنے سفیروں کے ذریعے سے صحیح حالات شہزادے کی خدمت میں پیش کر دئے، جن پر مقامی حکام اپنے اغراض کے واضح ہوگئے تو میاں صاحب کے متعلق اس کے خیالات بدل گئے - پھر جب نظامت سبی اور گنجابہ کا بار اٹھانے کے لائق اور کوئی نظر نہ آیا تو یہ نظامت میاں صاحب کے حوالے کردی -

کہ وہ دھلی پہنچے اور شہنشاہ کی نظروں میں اعتماد پیدا کر لیا - بہرحال انھیں خدا یار خاں کے لقب سے سبی کا گورنر بنا دیا گیا ، جس میں شکار پور بھی شامل تھا - سنہ ۱۷۱۸ء میں میاں صاحب نے وفات پائی - خدا باد کے کھنڈروں میں ان کا مقبرہ اب بھی اس امر کا شاھد ھے کہ اپنی اور خاندان کی نظروں میں انھوں نے کتنا اونچا مقام حاصل کرلیا تھا - مقبرہ میاں صاحب نے خود بنوایا تھا (حـ ۱) -

۴ - ''گولڈس مڈ،، : خدا یار خاں عباسی کلھوڑہ خاندان میں سے پہلا شخص ھے ، جسے یہ خطاب ملا - اس کا درخشاں اور کامیاب دورۂ حیات سنہ ۱۷۱۹ء میں اتمام کو پہنچا (حـ ۲) -

۵ - ''ھیوز،، : سنہ ۱۷۱۱ء تک یار محمد کو کنڈیارو اور لاڑکانہ کے ضلعے اور سبی کا صوبہ مل گیا - اس طرح اس کے مقبوضات بہت وسیع ھو گئے - اس نے سنہ ۱۷۱۹ء میں وفات پائی (حـ ۳) -

۶ - صاحب ''نامۂ نغز،، نے لکھا ھے کہ میاں دین محمد کے بعد ان کا بھائی یار محمد خاں سردار خاندان

۱- سندھ گزیٹیئر مرتبۂ ایٹکن صـ ۱۰۹ - وضح کر دینا چاھئے که یه اٹھارھویں صدی کے اوائل کا واقعه ھے اور عالمگیر اعظم شاھنشاہ ھند اس وقت دھلی میں نہیں بلکه دکن میں تھا -

۲- شکار پور کے متعلق تاریخی یادداشت صـ ۱۳ -

۳- سندھ گزیٹیئر مرتبۂ ھیوز صـ ۳۱ -

بنا اور وہ دنیا بھر کے دلیروں سے گوئے سبقت لے گیا :

چو او تاجِ شاھی بہ سر بر نہاد
بزرگانِ گیتی برش سر نہاد

بہر سو کہ با فوج جنگ آورید
جہاں را بہ شمشیر تنگ آورید

جہاں را چو روز اندر آمد بسر
نہادہ زماں برد گر تاج زر (حــ ۱) -

۷ - ''مآثر الامراء'' : دین محمد کے چھوٹے بھائی یار محمد نے قبائل کو تیزی سے پہاڑی گھاٹیوں میں بھیج دیا اور خود جنگ کے لئے تیار ھو گیا - جنگ میں شہزادے کی فوج نے شکست کھائی اور یار محمد ھمت ورانہ پہاڑی دروں میں بیٹھ کر مزید لڑائیوں کا انتظار کرنے لگا - شہزادہ . . . . ملتان چلا گیا . . . . یار محمد نے تدریجاً پورا استقلال حاصل کرلیا اور سیوستان پر قابض ھو گیا، نیز درۂ سبی (جو سندھ و قندھار کے درمیان ایک وسیع مملکت ھے) اور دوسرے علاقوں کو پرانے زمینداروں کے قبضے سے نکال کر اپنے تصرف میں لے آیا - روز بروز اس کی قسمت کا ستارہ اوج پر آنے لگا - محمد فرخ سیر کے عہد میں اسے خدایار خان کے خطاب اور منصب سے سرفرازی نصیب

۱- ''نامۂ نغز'' صـ ٦ -

ھوئی ۔ فرخ سیر کے آخری دور میں اس نے وفات پائی (ح ۱) ۔

۱۔ "ماثر الامرا" جلد اول ص ۸۲۶ ۔ خدا یار خاں کا خطاب اور منصب میاں صاحب کو عالمگیر کے عہد میں ملا تھا اور یہ خطا و منصب شہزادہ محمد معزالدین نے دلایا تھا، اس وقت ملتان کا صوبہ دار تھا ۔ یہ میں بتا چکا ہوں کہ میاں صاحب نے محمد فرخ سیر کے آخری عہد میں نہیں بلکہ رفیع الدولہ کی وفات سے تین روز بعد محمد شاہ کے جلوس سے چار روز پیشتر وفات پائی ۔

چھبیسواں باب

میاں نور محمد خاں کلھوڑا

مسند نشینی: میاں یار محمدؐ خاں کی خالی مسند پر اُن کا فرزند اکبر میاں نور محمدؐ خاں متمکن ہوا - بعض روایتوں میں ہے کہ میاں صاحب نے دو مہینے تک والد کا سوگ منایا، اور ۱۱- محرم سنہ ۱۱۳۲ ھ (۱۳- نومبر سنہ ۱۷۱۹ ع) کو مسند نشینی کی رسم ادا کی (حـ ۱)- شیخ عبدالرؤف سیوستانی البکھری نے تاریخ جلوس کہی ، جو ذیل میں درج ہے :

چو بر مسند نشسته از هدایت ۔۔۔ ولایت مرتبت مہدیٔ ثانی
زاسمش گربه پرسی باتو گویم ۔۔۔ بود نور محمدؐ گر بدانی
جوانمردے، جوادےدیں پژوہے ۔۔۔ زعدلش گرگ را با بز ستانی
غبارِ شور هر جا بود ، بنشست ۔۔۔ بحاصل آمده امن و امانی

۱- ''مرآة دولت عباسیه'' صـ ۱۰۹ و ''جواهر عباسیه''

دلِ عالم چو گلشن بر شگفته
به گلهاے سرور و کامرانی

الٰہا! ایں دعا از محض خیراست
قر یبش کن اجابت جاودانی

چو تاریخِ جلوسش باز جستم
بگفتا ھاتفم از نکته دانی

که هاں برخیز از اخلاص برخواں
برت بادا مسلم ملک رانی

سنه ۱۱۳۱ ھ (ح۔ ۱)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند نشینی کا فیصلہ سنه ۱۱۳۱ ھ میں ہوچکا تھا ۔ ممکن ہے باقاعدہ رسم عشرۂ محرم گزر جانے پر ۱۱ ۔ محرم سنه ۱۱۳۲ ھ کو ادا کی گئی ہو یا ممکن ہے اس ضمن میں صوبہ دار ملتان سے اجازت طلب کیے بغیر اعلان جانشینی مناسب نہ سمجھا گیا ہو اور اجازت طلب کرنے میں کچھ دیر ہونی ناگزیز تھی ۔

میاں محمد داؤد کی مخالفانہ روش: ''تحفۃ الکرام'' کا بیان ہے کہ میاں صاحب کے بھائی صاحبزادہ محمدؐ داؤد خاں نے تین برس تک مخالفت کا سلسلہ جاری رکھا ۔ اس کے بعد صلح ہوئی (ح۔۲)۔ خود میاں نور محمدؐ نے اپنے ایک مکتوب میں اس اختلاف کی کیفیت یوں بیان کی ہے ۔

> جب والد مرحوم کا انتقال ہوا تو میرا بھائی میاں داؤد محالات ٹھٹہ میں تھا ۔ انتقال کی خبر سنتے ہی وہ وہاں سے چل پڑا ۔ جب شہداد پور میں پہنچا تو بعض برے صلاح کار اس کے گرد جمع ہو گئے ۔ ان میں سے بعض پہلے سے اس کے ساتھ تھے ، بعض وہاں ساتھ ہوئے۔

۱۔ یہ اشعار ''گلدستۂ نورس بہار'' کے دیباچے میں منقول ہیں ۔

۲۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص۔ ۱۰۷ ۔

انھوں نے ایسی غرض آمیز باتیں سنائیں کہ میرا بھائی وھیں ٹھہر گیا اور مخالفت کے سامان جمع کرنے لگا ، یعنی ضرورت سے زیادہ لوگوں کو نوکر رکھ لیا اور ھتھیار مہیا کرنے شروع کردئے ۔ مجھے یہ اطلاع ملی تو میں نے فوراً اسے لکھا کہ یہ طریقہ اسلاف کی روش کے خلاف ہے۔ چاھئے کہ فوراً یہاں پہنچو اور رسم تعزیت میں شریک ھوجاؤ ۔ یہ بات اس کے دل میں جگہ نہ پکڑ سکی بلکہ اس کے وھم میں اضافہ ھوگیا ۔ میں نے ان باتوں کو بھائی کی نو عمری اور بانونیوں کے غلط مشورے کا نتیجہ قرار دیا ، لہذا انھیں سمجھا کر راہِ راست پر لانے کی غرض سے بزرگ سادات ، خاندان کے بوڑھوں اور معتبر فقیروں کو اس کے پاس بھیج دیا ۔ وہ لوگ میاں داؤد اور باقی تمام لوگوں کو ساتھ لے آئے (ح ۱) ۔

مخالفت کی ایک اور حرکت: آگے چل کر میاں نور محمد خاں لکھتے ھیں کہ داؤد نے مجھ سے ملاقات کی اور خاندانی طریقے پر بیعت کرلی ، صرف ایک رات کے قیام کے بعد زور دیا کہ ھتری کی جانب رخصت کردیا جائے ۔ اگرچہ ماتم کی تازگی کے باعث یہ بات زیبا نہ تھی ، لیکن مجھے خیال آیا کہ روکا گیا تو ممکن ہے ، اس کے دل میں مزید وھم پیدا ھوجائیں ، اس لئے جان بوجھ کر اجازت دے دی ۔ ھتری پہنچ کر داؤد سپاھی بھرتی کرنے لگا ۔ قلعے ، فصیل اور برجوں کی تعمیر شروع کردی ۔ خندق کھدوائی اور بکھر سے

۱۔ ''گلدستۂ نورس بہار،، قلمی نسخہ ص ۱۱۸ ۔

جو چند توپیں خریدی گئی تھیں، انھیں برجوں پر نصب کرادیا۔ یہ حالات سن کر میں نے اسے خط بھی لکھا اور فقیروں کے ہاتھ پیغام بھی بھیجا کہ یہ بظاہر میرے خلاف جنگ کی تیاری ہے۔ بہتر ہے کہ اس طفلانہ حرکت سے باز رہو جس کا نتیجہ ندامت کے سوا کچھ نہ نکلے گا۔

عزم جنگ اور صلح: لیکن اس نے سپاہ، سامان جنگ اور رسد قلعے میں جمع کرلی تھی، اس لئے دماغ میں نخوت پیدا ہوگئی اور نصیحت گر مایوس واپس آئے۔ زیادہ تحمل و چشم پوشی غیر مناسب تھی۔ میں نے اس طرف کے مزاروں کا قصد کرلیا اور ان مزاروں سے فیض یابی کا سلسلہ اسلاف کے زمانے سے جاری ہے۔ خیال یہ تھا کہ اگر میرے بھائی کو توفیق نصیب ہوگی تو ملاقات کے لئے آئے گا اور عذر پیش کریگا، ورنہ زیارت کے بعد میں خود اس کی طرف جاؤں گا اور جو کچھ پیش آئے گا، دیکھ لوں گا (حـ ۱)۔

اس اثنا میں بھائی نے گزرگاھوں پر مورچہ بندی کرلی، توپیں لگا دیں اور چند بے سر و پا آدمیوں کی لاف و گزاف کی بنا پر دور اندیشی کو خیر باد کہہ دیا۔ جب میں مورچہ بندی کے مقام سے تین کوس پر پہنچا اور یہ مقام ھتری سے دوئی آٹھ کوس ہوگا (حـ ۲) تو اچانک بھائی کی طرف سے بوساطت سادات معافی کی درخواست آگئی۔ ان لوگوں نے قسم کھا کر عہد و پیمان کئے اور بھائی کے لئے امان طلب کی۔ اسی وقت طے ہوگیا کہ وہ پرگنہ چاندوکہ کے بجائے پرگنہ

۱۔ ”گلدستہ نورس بہار“ قلمی نسخہ صـ ۱۱۸-۱۲۰۔

۲۔ اس کا نام دھر لکھا ہے۔ میں اس کی تحقیق نہ کر سکا۔

لاکھا اوت (حـ ۱) میں رہے گا - اس نے تین چار روز کی مہلت مانگی اور چند کشتیوں کی درخواست کی تاکہ تیار ہو کر لاکھا اوت چلا جائے - بہر حال جنگ کی تیاری کے باوجود اس نے یکایک ہار مان لی تھی - میں نے اپنے آبا و اجداد کے طریقے کے مطابق صبر سے کام لیا اور اس کی لغزشوں سے چشم پوشی کرلی - اس کے بھیجے ہوئے آدمیوں کو اطمینان دلا کر رخصت کیا - دو تین معتبر فقیروں کو بھی ساتھ بھیج دیا کہ جب شرمساری دور ہوجائے، وہ آنے میں تامل نہ کرے بلکہ جلد آئے (حـ ۲) -

"تین سال" یا "تین مہینے"؟ اس کیفیت کے سوا داؤد کی مخالفت کے باب میں اور کچھ معلوم نہ ہوسکا - کیا یہ سمجھنا چاہئے کہ اس مصالحت کے بعد پھر ہنگامۂ سر کشی بپا کیا تھا، یا کیا یہ سمجھنا چاہیے کہ "تحفۃ الکرام" میں جس مدت کو تین سال بتایا گیا ہے، وہ زیادہ سے زیادہ تین مہینے تھی؟ میر علی شیر قانع نے "مقالات الشعراء" میں لکھا ہے :

بعد پرخاش ہائے چندے در حلقۂ انقیاد منسلک گردیدہ در صفت جوانمردی مثل روزگار بود (حـ ۳) -	کچھ دیر کی لڑائیوں کے بعد داؤد، میاں نور محمد خاں کا فرماں بردار بن گیا - جوانمردی کے لحاظ سے اپنے عہد میں ضرب المثل تھا -

۱- اس مقام کو "تحفۃ الکرام" نے "لا کھاوت" اور میرزا قلیچ بیگ نے "لا دھات" لکھا ہے -
۲- "گلدستۂ نورس بہار" قلمی نسخہ ص ۱۱۹ - ۱۲۰ -
۳- "مقالات الشعراء" قلمی نسخہ ص ۱۷۵ -

''پرخاش ہائے،، چندے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مدت مخالفت تین سال تک ممتد نہ ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب میاں داؤد اطاعت قبول کر کے میاں نور محمدؐ کے سامنے آیا تو منشی عبدالرؤف میر منشی بھی موجود تھا۔ اس نے فی البدیہہ کہا:

قدرتِ حق را تماشا کن کہ آں داؤد خاں
باوجودِ صفدری تیرے ز ترکش برنداشت (حـ ۱)

خود میاں صاحب نے لکھا ہے کہ جب معافی مانگ لی تو اسے کشتی کے ذریعے سے اور اس کی جمعیت کو خشکی کے راستے ہتری سے لاکھاوت روانہ کردیا گیا (حـ ۲)۔

مسند نشینی سے پیشتر کا زمانہ: پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ میاں یار محمدؐ خاں کی جلا وطنی کے زمانے میں ان کے اہل و عیال بھی قلات پہنچ گئے تھے اور انہیں جن مصائب سے سابقہ پڑا، ان کی کیفیت تفصیلاً بتائی جاچکی ہے۔ تاریخِ بلوچستان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں میاں نور محمدؐ اور میاں محمدؐ داؤد کو بڑی سراسیمگی اٹھانی پڑی۔ قلات میں اس وقت محراب خاں حکمران تھا۔ شہزادہ محمدؐ معزالدین کی طرف سے اسے حکم پہنچا کہ اگر کلھوڑوں میں سے کوئی بھی شخص ایران کی طرف نکل گیا تو سخت باز پرس ہوگی۔ محراب خاں

۱۔ ''مقالات الشعرا،، قلمی نسخہ صـ ۱۷۵۔
۲۔ '' گلدستہ نورس بہار،، قلمی نسخہ صـ ۱۲۰، مرقوم ہے کہ مہینے کی انتیسویں تاریخ تھی۔ مہینہ نہیں لکھا۔ ذی حجہ سنہ ۱۱۳۱ھ یا محرم سنہ ۱۱۳۲ھ یا بعد کا کوئی مہینہ سمجھنا چاہئے۔

نے فوج لے کر تعاقب کیا ۔ میاں نور محمد اور میاں محمد داؤد کو راستے میں جالیا ۔ ان دونوں نے درخواست کی کہ ھمیں ایران کی طرف جانے کی اجازت دے دی جائے ۔ محراب خاں نے ایک نہ سنی ۔ آخر لڑائی شروع ھوگئی (حـ ۱)۔ اس میں اتفاقا محراب خاں کے مہلک زخم لگا، جس کے باعث وہ تین چار دن بعد فوت ھوگیا ۔ جب اسے جانبری کی امید نہ رھی تو جانشینی کے باب میں وصیت کردینا مناسب سمجھا ۔ اس کے بیٹے کم سن تھے ۔ اپنے چچیرے بھائی سمندر کو حاکم بنالینے کی تاکید کردی تاکہ امور ریاست میں خلل نہ آئے ۔ نور محمد خاں اور محمد داؤد پکڑے گئے اور قلات میں قید رھے ۔

قید سے فرار: کچھ مدت بعد دونوں بھائی قید سے نکل بھاگے ۔ سمندر نے تعاقب کیا ۔ بی بی نانی (حـ ۲) کے قریب لہڑی قوم کے ایک فرد خیار نے میاں صاحبان کا راستہ روک لیا ۔ وہ دوبارہ گرفتار ھوگئے ۔ سمندر کے دربار میں پہنچے تو میاں نور محمد خاں کے سر پر پگڑی نہ تھی ۔ سمندر کے وزیر اخوند محمد صالح نے یہ حالت دیکھی تو اعزازاً اپنی پگڑی

۱- اس لڑائی کو میر گل خاں نصیر کی تاریخ بلوچستان میں جنگ کرخ کہا گیا ھے (ص ۴۴) ۔

۲- بی بی نانی ڈھاڈر اور بولان کے درمیان ایک منزل ھے ۔ ڈھاڈر سے تقریباً بیس اکیس میل ھوگی ۔ وھاں کوئی آبادی نہیں ۔ ایک سیدہ کی قبر بتائی جاتی ھے ۔ جس نے دشمنوں کے ھاتھوں سے اپنی آبرو بچانے کی دعا کی تھی ۔ عام روایت کے مطابق قدرت نے پہاڑ میں شگاف پیدا کر دیا اور سیدہ اس میں سما گئی ۔ چونکہ بلوچ اس مقام پر بہ کثرت نان تقسیم کرتے ھیں، اس لئے مقام کا نام بی بی نانی پڑگیا ۔

اتار کر میاں صاحب کے سر پر رکھ دی۔ اسی زمانے میں میاں یار محمد خاں کے حسنِ خدمات سے خوش ہو کر شہزادے نے والیِ قلات کے نام فرمان جاری کردیا کہ دونوں بھائیوں کو مع اہل و عیال رہا کردیا جائے (حـ ۱)۔ اس وقت ان کا دور ابتلا ختم ہوا اور والدِ ماجد کے ماتحت ملکی خدمات انجام دینے لگے۔ چنانچہ کئی مرتبہ انہیں مختلف سمتوں میں فوج دے کر بھیجا گیا۔ مثلاً:

۱ - کئی مرتبہ یہ سبی و ڈھاڈر بھیجے گئے۔ میاں داؤد خاں تو خاصے عرصے تک درہ جات میں مہم رہا۔

۲ - کئی مرتبہ ملتان بھیجے گئے۔

۳ - کئی مرتبہ ناظمانِ ٹھٹھ کی درخواست پر قزاقوں اور غارت گروں کی سرکوبی کے لئے گئے۔

۴ - میاں داؤد خاں غالباً ایسی ہی کسی مشغولیت کے ضمن میں محالات ٹھٹھ میں تھا، جب اس کے

---

۱ - میر گل خاں نصیر نے لکھا ہے کہ داؤد اور نور محمد خاں سمندر بروہی کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے قتل کا حکم دے دیا - اخوند محمد صالح نے گزارش کی کہ قیدیوں کو قتل کرنا بادشاہوں کے لئے زیبا نہیں اور اگر یہ سزا دی گئی تو بلوچوں کی حکومت کے دامن پر ایک بدنما دھبا لگ جائے گا- ساتھ ہی اخوند نے جاں بخشی کے لئے اپنی پگڑی کلھوڑا بھائیوں پر ڈال دی - پگڑی اخوند کی عزت تھی - سمندر بروہی کو اخوند کی عزت کا بڑا خیال تھا لہذا داؤد اور نور محمد کے قتل کا حکم واپس لے لیا اور آئندہ چالیس ہزار روپے سالانہ بطور خراج ادا کرنے کا اقرار لے لیا - (تاریخ بلوچستان ص ۳۶-۳۵) -

والدِ ماجد میاں یار محمد خاں کا انتقال ہوا ۔

سمندر جب تک زندہ رہا ، میاں نور محمد خاں چالیس ہزار روپے سالانہ اس کے پاس بھیجتے رہتے تھے اور مدت العمر کے لئے دو ہزار روپے سالانہ کا وظیفہ اخوند محمد صالح وزیر کے نام جاری کردیا تھا (حـ ۱) ۔

ایک لطیفہ: اس سلسلے میں ایک لطیفہ بھی سن لیجئے ۔ سمندر بروھی نے میاں صاحب پر یہ احسان کیا تھا کہ جان سے نہ مارا تھا ۔ اخوند محمد صالح وزیر نے اعزازاً اپنی دستار اتار کر میاں صاحب کے سر پر رکھ دی تھی ، لیکن خیار لہڑی نے تو اس کے سوا کوئی کارنامہ انجام نہ دیا تھا کہ میاں صاحب اور ان کے بھائی کو گرفتار کرا دیا تھا ، اسے خدا جانے کس بنا پر خیال آیا کہ میاں صاحب کے پاس چل کر کچھ وصول کرنا چاھیے ، چنانچہ وہ آیا :

میاں بہ قامت راست در روے خیار لہڑی برخاست۔ او را در کنار خود گرفتہ یک ساعت خوب داشت و بعد ازآں فرمود کہ اے بے حیا ! کدام احسان نیک خود را مدِ نظر نمودہ قدم رنجہ فرمودہ نزدِ ایں جانب آمدہ ؟ بہ قامت راست برخاستم

میاں صاحب نے کھڑے ھو کر خیار لہڑی کا استقبال کیا ۔ اس سے بغل گیر ھوئے اور ایک گھڑی عزت سے بٹھائے رکھا ۔ پھر کہا کہ اے بے حیا ! تو اپنے کس احسان کو مد نظر رکھتا ھوا میرے

۱ - ”تاریخ بلوچستان مرتبہ رائے بہادر ھتو رام“ ص۔ ۱۸۲ و ۱۸۳ - یہ بیان رائے بہادر کی تحریر کے مطابق اخوند محمد صدیق کی کتاب سے ماخوذ ھے ۔

وزعم بردم کہ بہ برخاستن این جانب شما کردۂ خود را در دلِ خود لحاظ نمودہ جان بحق تسلیم خواہید کرد ۔ ازیں گزشتید ۔ بارِ ثانی شما را بہ کنارِ خود گرفتم ، از آں نیز گزشتہ نہ مردید ۔ مثلِ شما در جہان بے حیا پیدا نخواہد شد ۔ بس بہ او خلعت و صد روپیہ نقد دادہ (ص ۱) ۔

پاس آیا ہے میں نے اٹھ کر استقبال کیا ۔ خیال تھا کہ اس طرح تو اپنے کئے کو یاد کرکے مر جائے گا ۔ یہ نہ ہوا ۔ پھر میں تجھ سے بغلگیر ہوا ۔ اس سے بھی تجھ پر کچھ اثر نہ پڑا اور غیرت سے تو مر نہ گیا ۔ تجھ سا بے حیا دنیا میں پیدا نہ ہوگا ۔ یہ کہہ کر اسے خلعت اور ایک سو روپے دے دئے ۔

سرکار سیوستان کی فوجداری : والد کی طرف سے جو خدمات میاں نور محمد خاں کے سپرد ہوتی رہیں، ان کے علاوہ دربارِ شاہی سے انہیں سرکار سیوستان میں نائب فوجدار بنا دیا گیا تھا ۔ میاں یار محمد خاں ایک خط میں لکھتے ہیں :

نوازش نامہ . . . متضمن ایں معنی کہ نظر بہ حسن ارادت و صدق فدویت ذرہ خاکسار نیابت سرکار سیوستان بنام بندہ زادہ تفویض فرمودہ بہ عطاے خلاع فاخرہ و اسپ بہ فدوی و غلام زادہ ہا و موٹو مل افتخارے بخشیدند

نوازش نامہ باعثِ افتخار ہوا ، جس میں فرمایا گیا تھا کہ میری ارادت مندی اور فدا کاری کے پیش نظر، سرکار سیوستان کی نیابت میرے بیٹے کو عطا کردی گئی ۔ اس کے ساتھ میرے

---

۱ ۔ تاریخ بلوچستان ص ۱۸۳ ۔

(حـ ۱) ۔

لئے ، میرے بیٹوں کے لئے
اور موٹومل کے لئے فاخرہ
خلعت اور گھوڑے آئے ۔

میاں صاحب کے حسن انتظام کا یہ حال تھا کہ سرکار سیوستان سے واجب الوصول رقوم میں سے جو کچھ باقی رہ گیا تھا ، نہ صرف وہ میاں صاحب کے ذمے ڈال دیا گیا بلکہ سرکاری کارندے نے رپورٹ پیش کردی ، سرکار بکھر کے پرگنوں ، دوسری زمینداریوں اور صوبۂ ٹھٹھ سے بقایا وصول کرنے کی صحیح تدبیر یہی ہے کہ یہ کام میاں صاحب کے حوالے کردیا جائے :

چوں نیابت فوجداری سرکار سیوستان بنام شیخ نور محمّد پسر شہامت پناہ خدا یار خاں عباسی مقرر بودہ است در آں محال قدرے زر کہ باقی است و آنچہ در پرگنات سرکار بکھر وچہ تعلقہ زمینداران دیگر سبیل سر انجام آں چناں کہ بہ فکر ناقص می رسد، این است کہ درباب ایصال و تحصیل باقیات ہر دو سرکار حکم مقدس بنام خدا یار خاں یا نائب مذکور صادر گردد کہ بہ اہتمام او زر عائد خزانہ عالی می شود بلکہ چوں حراست حدود تھتھ ہم از عہد حضرت

سرکار سیوستان کا نائب فوجدار خدا یار خاں عباسی (یار محمّد خاں) کے فرزند شیخ نور محمّد کو مقرر کیا گیا ۔ اس علاقے میں جتنا روپیہ باقی ہے ، نیز سرکار بکھر کے پرگنوں اور دوسرے زمینداروں کے ذمے جو کچھ ہے ، اسے وصول کرنے کا طریقہ میرے نزدیک یہ ہے کہ دونوں سرکاروں (سیوستان و بکھر) کا بقایا وصول کرنے کا کام خدا یار خاں یا اس کے نائب کے ذمے لگا دیا جائے اور حکم

۱۔ ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۳۷ و ۳۸ ۔

خلد مکاں به او مفوض است و به حکام پیشیں آنجا در لوازم و کمک هم همیشه حاضرالاوقات خدمت بوده است ۔ اگر تحصیل بقایاے نهته که مبلغ خطیر خواهد بود نیز به عهدهٔ او مقرر گردد ، عین صواب است (حـ ۱) ۔

دیدیا جائے کہ روپیہ اس کے ذریعے سے خزانے میں داخل ہو ۔ عالمگیر کے زمانے سے حدود ٹھٹھ کی نگہبانی بھی اسی کے سپرد ہے اور ٹھٹھ کے سابقہ حاکموں کی امداد کے لئے وہ ہمیشہ حاضر رہا ہے ۔ اگر ٹھٹھ کا بقایا بھی جو بہت زیادہ ہے ، اسے سونپ دیا جائے تو بہت مناسب ہوگا ۔

غرض ان دونوں اقتباسوں سے ظاہر ہے کہ میاں نور محمد خاں والد کی جگہ مقرر ہونے سے پیشتر سیوستان میں نیابت کے عہدے پر مامور تھے ۔

میاں صاحب کا عریضہ : بہ بتایا جاچکا ہے کہ میاں یار محمد خاں کی وفات سے چار روز بعد دھلی میں شہزادہ روشن اختر ابن خجستہ اختر جہاں شاہ کو سادات بارھہ نے ابوالفتح ناصرالدین محمد شاہ کے لقب سے دھلی کے تخت پر بٹھا دیا تھا ۔ معمول کے مطابق تمام وابستگان دولت کے نام فرمان بھیج دیے گئے ۔ اس وقت تک میاں یار محمد کی وفات کی خبر دھلی نہ پہنچ سکتی تھی اور یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ میاں نور محمد خاں نے نظامت کا کاروبار سنبھال لیا ہے ۔ نظر

۱ ۔ ''گلدستہ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۷۶ و ۷۷ ۔

به ظاہر فرمان میاں یار محمد خاں کے نام آیا ہوگا، لیکن اس کا جواب میاں نور محمد خاں نے بھیجا ۔ یہ ان کا پہلا عریضہ تھا ، جس کا متعلقہ حصہ ذیل میں درج ھے :

غلام موروثی که بعد پدر بجاے او غاشیهٔ عبودیت بدوشِ جاں کشیده در لوازمِ اطاعت و جاں سپاری و تقدیم احکام قضا التیام قیام دارد ۔ در حراست قلعه جات سبی و گنجابه سرحد ایران دیار و دیگر محالات و دره جات سیوستان لوازمِ حراست بجا آورد و بندوبست زیاد از سابقه نگاه می دارد (حـ ۱) ۔

موروثی غلام اپنے باپ کی جگه فرمانبرداری کے لئے مستعد ھے ۔ اطاعت و جاں سپاری کے واجبات پورے کررھا ھے ۔ احکام کی تعمیل میں کوشاں ھے ۔ ایرانی سرحد کے قلعوں سبی و گنجابه نیز دوسرے علاقوں اور سیوستان کے دروں کی نگہبانی کے فرائض ادا کررھا ھے ۔ تمام معاملات کا بندوبست پہلے سے بھی بہتر پیمانے پر پیش نظر ھے ۔

۱ ۔ "گلدسته نورس بہار" قلمی نسخه ص ۱۱ ۔

ستائیسواں باب

داؤد پوتروں سے لڑائیاں

کلھوڑے اور داؤد پوترے: کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کے متعلق اب تک جو حالات آپ کے ملاحظے میں پیش کیے جا چکے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عباسی خاندان میں تفرقہ داؤد اول اور اس کے بھتیجے کلھوڑے خاں کے زمانے میں پیدا ہوا۔ پھر یا تو دونوں شاخیں ایک دوسرے سے بالکل بے تعلق رہیں اور باہم کوئی ربط و ضبط قائم نہ رہا، یا ان میں اختلاف نے رزم و پیکار کی صورت اختیار کرلی۔ میل جول اور خویشی کے روابط کی نوبت بہت کم آئی بلکہ کہنا چاہئے، میاں نصیر محمد کے آخری عہد کے سوا ایسے روابط کی کوئی مثال دفاتر سیر و سوانح کے صفحات پر مرقوم نہیں۔

میاں یار محمد خاں کے عہد میں دونوں شاخوں کے درمیان سخت خونریز کشمکش بپا ہوگئی تھی۔ صلح ہوئی

تو پھر کئی سال امن و اطمینان سے گزر گئے - میاں صاحب موصوف کے انتقال کے بعد میاں نور محمّد خاں مسند نشین ھوئے تو ان کے ابتدائی عہد ھی میں پھر لڑائیاں شروع ھوگئیں - ان کے جو حالات مختلف کتابوں میں بیان ھوئے، انھیں ترتیب سے ذیل میں درج کیا جاتا ھے :

جنگ کے اسباب: ان لڑائیوں کے اسباب کی نسبت ''تحفۃ الکرام،، ''مرآۃ دولت عباسیہ،، اور ''جواھر عباسیہ،، کے بیانات میں بہت اختلاف ھے - اول الذکر نے لکھا ھے کہ میاں صاحب نے بکھر تعلقے کے پرگنہ جتوئی میں کچھ دیہات خرید رکھے تھے اور ملا جنید ابرہ، میاں صاحب کی طرف سے ان دیہات کا عمل دار تھا - شکارپور، خانپور اور ان کے دیہات میر عبدالواسع خاں کی جاگیر میں شامل تھے - داؤد پوترے اس جاگیر میں مداخلت کرتے تھے اور میر عبد الواسع خان کو کوئی جواب نہ دیتے تھے - میاں نور محمّد خاں نے اپنے ایک معتمد علیہ آدمی تھاریہ کو شاھی دربار میں بھیج کر عریضہ پیش کیا کہ جاگیر میرے نام مقرر کردی جائے - اس کے ساتھ ھی داؤد پوتروں کی تادیب کا سروسامان کرلیا - زد و کشت کے بعد فیصلہ ھوا کہ جاگیر کے چار حصے کردیے جائیں - دو حصے میر عبدالواسع خان کو، ایک حصہ داؤد پوتروں کو اور ایک حصہ میاں صاحب کو ملے (حـ ۱)-

---

۱ - ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۸ - ''گلدستۂ نورس بہار'' میں ایک سے زیادہ مرتبہ ملا ''جیوند'' کا ذکر آیا ھے - میرا خیال ھے کہ یہ وھی شخص ھے جسے ''تحفۃ الکرام'' ''مرآۃ'' اور ''جواھر'' نے ''جنید'' لکھا ھے - بعض مقامات پر اس کا نام ''جنید خاں'' مرقوم ھے - ''تاریخی انشا'' (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۹)

اس کے بعد میاں صاحب یرغمال لے کر واپس ہو گئے۔

"مرآۃ" و "جواھر" کا بیان: اس کے برعکس "مرآۃ" و "جواھر" کا بیان یہ ہے کہ میاں نور محمد خان نے مسند نشینی کے بعد تخمیناً چار سال تک داؤد پوتروں سے دوستی کی راہ و رسم جاری رکھی۔ سنہ ۱۱۳۵ھ (سنہ ۲۳-۱۷۲۲ء) میں داؤد پوتروں کی قوت پر رشک کرتے ہوئے لڑائی کی ٹھان لی۔ اس سلسلے میں یہ حیلہ تراشا کہ میر عبدالواسع خان نے شکار پور اور خان پور کی جاگیر خود حاصل کرلی ہے اور میاں صاحب کے نام دربار سے فرمان آیا ہے کہ جاگیر کا قبضہ انہیں دلایا جائے۔ اس بنا پر ملا جنید ابڑہ کو داؤد پوتروں کے پاس بھیجا کہ سمجھا بجھا کر شکار پور وغیرہ سے دست برداری کا انتظام کرلے۔

داؤد پوتروں نے جواب دیا کہ ڈیرہ غازی خان کی جنگ میں خدمات شایان کی بنا پر شہزادہ محمد معز الدین نے شکار پور کا علاقہ ہمیشہ کے لئے ہمیں دے دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میر عبدالواسع خاں کے نام جس فرمان کو شہرت دی جارہی ہے، وہ جعلی ہے اور ہم اسے تسلیم نہیں کرسکتے۔ ملا جنید ابڑہ نے یہ جواب میاں نور محمد کو سنایا تو اس سے شورش کے اسباب میں اضافہ ہوگیا۔

اسباب اختلافات میں اضافہ: صاحب "مرآۃ" نے اس کشمکش کے اکثر حالات چاکر خاں چینہ سے سنے۔ وہ کہتا

میں بھی اسے جا بجا "جیوند" ھی لکھا ھے، مثلاً مکتوبات ۱۰، ۱۱، ۱۸۔

ھے کہ میاں نور محمدخاں کو چونکہ بہت سی دولت مفت میراث میں مل گئی تھی ، (حـ ۱) اس لئے اس کے دل میں سربلندی کے ولولے پیدا ھو گئے اور سندھ کے اکابر کو اپنا فرمانبردار بنانے کی ٹھان لی ۔ چنانچہ پہلے وڈیرہ جھانگی خاں کے بیٹے سلطان ، پھر وڈیرہ جلال خاں چینہ کے پوتے جلال خاں خرد سے رشتے ناتے کر کے انھیں اپنا مطیع و منقاد بنا لیا ۔ آھستہ آھستہ سندھ کے دوسرے ناموروں نے بھی اس کی اطاعت قبول کرلی ۔ اسی زمانے میں ملا جنید سے اختلاف پیدا ھو گیا ۔ اس اختلاف کا سبب یہ ھوا کہ ولیدنہ ابڑہ کی بیٹی ملا جنید سے منسوب تھی بلکہ ایجاب و قبول بھی ھوچکا تھا ۔ میاں نور محمد خاں کی خواھش تھی کہ ملا جنید اسے طلاق دے دے تا کہ اس کی شادی میاں صاحب کے خاندان میں ھوجائے ملا جنید نے اس تجویز کو باعث ننگ سمجھتے ھوئے قبول نہ کیا چنانچہ وہ جان کے خوف سے بھاگ کر داؤد پوتروں کے پاس پہنچ گیا اور ان کی حمایت میں پناہ لی ۔ اس پر میاں صاحب کو سخت غصہ آیا اور سانپ کی طرح بل کھانے لگے ، لیکن دوراندیشی سے کام لیتے ھوئے اندازہ کرلیا کہ داؤد پوتروں اور چینہ قوم کا اتحاد خطرناک نتائج کا موجب ھوسکتا ھے بہتر یہ ھے

---

۱ ۔ یہ نہایت عجیب بیان ھے ۔ میاں نور محمد خاں کو جو کچھ ملا تھا، وہ ان کے والد کا ترکہ تھا ہر شخص والدین یا دوسرے عزیزوں کی میراث میں سے حصہ پاتا ھے ۔ خود داؤد پوترے بھی اجداد کی میراث سے فائدہ اٹھاتے رھے ۔ اگر دولت کا ھاتھ آجانا ھی میاں صاحب کے لئے آتش پیکار کے اشتعال کا سبب بنا تو یہ دولت میاں یار محمد خاں کے پاس بھی موجود تھی ۔ انھوں نے کیوں لڑائی نہ چھیڑی ؟

کہ مناسب تدبیر سے کام لے کر ملا جنید کو داؤد پوتروں سے الگ کرلیا جائے - پھر دونوں سے الگ الگ بدلہ لیا جاسکے گا -

یہ طے کرکے ایسے آدمی تلاش کئے جو چاکر خاں کے بیان کے مطابق ایک چال سے آسمان کو چیر سکتے تھے - قرصِ آفتاب اور اس کی روشنی میں تفرقہ ڈال سکتے تھے - انھوں نے ملا جنید کے روبرو طمع کا جال بچھایا اور اس مرغِ زیرک کو پھانس کر میاں صاحب کے پاس لے آئے - داؤد پوتروں نے ملا کو بہترا سمجھایا کہ اس سے کثیر مفاسد پیدا ہوں گے، لیکن میاں صاحب کے گماشتوں کے سامنے داؤد پوتروں کی تفہیم اثر انداز نہ ہوسکی - ملا جنید، میاں صاحب کے پاس پہنچا تو اسے ایک شاندار خلعت، طلائی پیش قبض اور مرصع شمشیر مل گئی - اس کے بعد التفات و نوازش اس پیمانے پر پہنچ گئی کہ ملا جنید کے دل سے شکوک دیرینہ یکقلم زائل ہوگئے -

دلاور خان ہالانی کا قتل: جب ملا جنید کی وابستگی خوب پختہ ہوگئی تو میاں نور محمد خاں نے اس سے کہا کہ اگر واقعی داؤد پوتروں سے تعلقات منقطع کرچکے ہو تو اس کا عملی ثبوت بہم پہنچاو، اور ثبوت یہ ہے کہ دلاور خان ہالانی کو جس طرح ممکن ہو، موت کے گھاٹ اتار دو -

دلاور خاں، داؤد پوتروں میں بہت بہادر مانا جاتا تھا - خیال یہ تھا کہ اگر وہ مارا جاتا تو داؤد پوتروں کی قوتِ مزاحمت پر سخت ضرب لگتی - میاں صاحب کے پیش نظر یہ مصلحت بھی تھی کہ ملا جنید نے دلاور خاں جیسے نامور کا

خون کردیا تو پھر اس میں اور داؤد پوتروں میں موافقت کا کوئی امکان باقی نہ رہے گا ۔

بہر حال ملا جنید کے دوستوں میں ایوب (حـ ۱) نام ایک شخص تھ ، جو دلاور خاں کا بھی عزیز دوست تھا ۔ ملا نے اس سے کہا کہ دلاور خاں کو میرے پاس لے آؤ ۔ دلاور خاں بے تکلف آیا ۔ ملا جنید نے بعد معانقہ اسے اپنے بھتیجے اور بھانجے کے درمیان بٹھایا ۔ پہلے سے کچھ آدمی تیار کر رکھے تھے ۔ جب دلاور خاں باتوں میں مشغول ہوگیا تو مقررہ آدمیوں نے پیچھے سے اس پر تلواریں چلا دیں ۔ وہ اگرچہ مارا گیا ، لیکن مرتے مرتے ملا جنید کے بھتیجے اور بھانجے کو بھی ختم کر گیا ۔

دلاور خاں کا خدمت گار گھوڑے کی باگ پکڑے دروازے کے باہر بیٹھا تھا ۔ اسے اپنے آقا کے قتل کا علم ہوا تو گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا داؤد پوترہ خوانین کے پاس پہنچ گیا ۔ یوں میاں نور محمّد خاں کی دشمنی آشکارا ہوگئی تو خوانین نے قلعہ شکار پور کے استحکام کے لئے مناسب تدبیریں اختیار کرلیں (حـ ۲) ۔

ایک اور روایت: ''مرآۃ،، میں ایک اور روایت مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کی گئی ہے :

ملا جنید خاں معاملہ خوانین ملا جنید خاں نے داؤد پوترہ

۱ - ''مرآۃ'' میں اس کا نام ''غیب'' لکھا ہے ۔
۲- چاکر خاں چینہ کی یہ داستان ''مرآۃ'' سے ماخوذ ہے ۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۱۱۰ - ۱۱۳ ۔

به لباس دیگر در خدمت میاں صاحب موصوف بغرض خود عرض و صریح بیان کرد که خوانین هرگز متابعت میاں صاحب اختیار ندارند و می گویند :

بیائید تا جنگ سازی کنیم
به میدان کیں تر کتازی کنیم

. . میاں معزالیه را به اصغاے ایں سخناں خشم انگیز و الفاظ آتش ریز زبانه آتش کینه سر تیز گشتہ و سیل غضب او شان از اندازه بگزشت (حـ ۱) -

خوانین کے معاملے کو اپنی غرض کے پیش نظر میاں نور محمد خاں کے سامنے دوسرے رنگ میں پیش کیا اور صاف صاف کہا کہ داؤد پوترے اطاعت قبول نہیں کرتے ۔ کہتے ہیں کہ آؤ جنگ کریں اور کینے کے میدان میں نکلیں . . میاں صاحب موصوف نے یہ غصہ دلانے والی باتیں اور تیز الفاظ سنے تو دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور غصے کا سیل حد سے گزر گیا ۔

کیا اس بیان سے یہ سمجھا جائے کہ ملا جنید، میاں صاحب اور داؤد پوترں کے باہمی معاملات کو بہ مصالحت سمجھانے کا ذمہ دار بنا تھا اور اس نے بگاڑ پیدا کردیا؟ یا کیا یہ سمجھا جائے کہ جب میاں صاحب نے ملا جنید کو پھر اپنے ساتھ ملا لیا تو اس نے اپنے اغراض کے پیش نظر میاں صاحب کی آتش غضب کو ہوا دے دی؟ دونوں پہلو

۱- اس روایت کو "مرآہ" و "جواہر" دونوں نے "مؤلف تاریخ میاں غلام شاہ" سے منسوب کیا ہے ("مرآۃ" ص- ۱۱۳ و "جواہر" ص- ۹۶) - مجھے اب تک نہ اس تاریخ کے متعلق کچھ معلوم ہوا اور نہ مؤلف کا پتا چل سکا - "مرآۃ" و "جواہر" میں اس کتاب کے اور حوالے بھی موجود ہیں -

نکل سکتے ھیں ، لیکن کسی ایک کی توثیق کے لئے کوئی واضح قرینہ موجود نہیں ۔

قابل توجہ امور: اس امر پر بھی غور کرلینا چاھیے کہ ''تحفه،، اور ''مرآۃ،، و ''جواھر،، کی بیان کردہ کہانیوں میں سے کون سی نظر به ظاھر قرین وقوع اور قابل قبول ھے؟ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں خاص توجه کی مستحق ھیں :

۱ - میاں نور محمد خاں مذھبی رنگ کا آدمی تھا ۔ اس کے متعلق بےتکلف یه تسلیم نہیں کیا جاسکتا که اس نے ملا جنید کو منکوحه کے ترک پر مجبور کیا ھو نیز ۔ جب جلال خاں چینه کے خاندان سے میاں صاحب کا رشته جڑ چکا تھا تو ملا جنید چینه کو مجبور کرنے کی کون سی ضرورت تھی ؟

۲ - اگر ملا جنید پہلے ترک منکوحه کو منافیٔ غیرت سمجھ کر میاں صاحب سے الگ ھوچکا تھا تو پھر محض مال و زر کی خاطر خون غیرت سے گذرتا ھوا کیوں واپس چلا آیا ؟ مال و زر اسے پیشتر بھی مل سکتا تھا اور مال و زر کے حریص کو صاحب غیرت سمجھنا سراسر تعجب انگیز ھے ۔

۳ - سندھ میں اس وقت بہت سے آدمیوں کو چھوٹی چھوٹی جاگیریں ملی ھوئی تھیں اور جو چاھتا تھا کوشش کر کے جاگیر لے لیتا تھا ۔ تعجب کی بات نہیں که شکار پور، خان پور وغیرہ

میر عبدالواسع خان کو مل گئے ہوں اور میاں صاحب
کو حکم ملا ہو کہ ان پر قبضہ دلاؤ۔

۴ - داؤد پوترہ خوانین کا یہ عذر ہرگز قابل توجہ نہیں کہ شکار پور انھیں شہزادہ محمد معزالدین نے دواماً دے دیا تھا۔ شہزادہ محمد معزالدین بادشاہ بن کر مارا جاچکا تھا۔ اس کے بعد فرخ سیر، رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کا دور بھی گذر چکا تھا اور محمد شاہ کا زمانہ آگیا تھا۔ سابقہ بادشاہوں میں سے کسی کے بھی احکام اٹل نہ تھے اور دوامی عطیات منسوخ ہونے کی بیسیوں مثالیں مل سکتی تھیں۔

۵ - داؤد پوترے بہ آسانی دہلی یا ملتان پہنچ کر اس جاگیر کے لئے آئینی سعی و کوشش کر سکتے تھے۔ شہزادہ محمد معزالدین کا جو فرمان کم و بیش بیس بائیس برس بیشتر ملا تھا۔ اس کے بھروسے پر انھیں چارہ سازی کی دوسری تدابیر سے بے پروا نہ ہونا چاہیے تھا۔

غرض سب باتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو دل پر یہی اثر پڑتا ہے کہ "تحفۃ الکرام" کا بیان زیادہ قوی ہے اور "مرآۃ" و "جراہر" نے جو کچھ لکھا ہے، وہ کمزور ہے۔ البتہ دلاور خان ہالانی کے قتل کا واقعہ درست معلوم ہوتا ہے، اگرچہ اس کی تفصیلات وہ نہ ہوں جو چاکر خان چینہ نے بیان کی ہیں۔

شکار پور کا محاصرہ اور جنگ: غرض اختلافات لحظہ

بہ لحظہ نازک تر ہوتے گئے ، یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آگئی ۔ داؤد پوتروں کے رئیس امیر محمّد مبارک خاں کو غالباً یقین ہو گیا تھا کہ جانبازی کا موقع آگیا ۔ اس لیے اس نے ۱۱۳۶ھ کے اوائل (ستمبر یا اکتوبر ۱۷۲۳ء) میں اپنے فرزند محمّد صادق خاں کو جانشین بنایا ۔ اسی زمانے میں میاں نور محمّد خاں نے میر شہداد ٹالپر کو مقدمہ الجیش بنا کر داؤد پوتروں کے خلاف بھیج دیا اور وہ خود فوج لے کر لاڑکانہ میں بیٹھ گیا ۔ جب سنا کہ داؤد پوترے مقابلے کے لیے تیار ہیں تو میاں ساٹھ ہزار سوار اور پیادے لے کر شکار پور پہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا ۔ محاصرے کی صورت یہ تھی کہ شاہ بہارا کی فوج شکار پور کے غرب میں اور راجہ لیکھی کی فوج شرق میں متعین تھی ۔ مراد کلہیری اور کھو سے شمالی سمت میں مورچہ بند تھے اور خود میاں صاحب اپنی فوج خاص کے ساتھ جنوب میں بیٹھے تھے ۔ گولیاں مینہ کی طرح برستی تھیں ۔ داؤد پوتروں کی طرف سے محمّد اسحاق پنہوار اور عبداللہ رات کے وقت مقابلہ کرتے تھے ، مندھو خان علانی اور سلطان خان ہالانی دن کے وقت لڑتے تھے ۔ جمادی الاخری ۱۱۳۶ھ (فروری ۱۷۲۴ء) تک جنگ جاری رہی اور دوئی فیصلہ نہ ہوسکا ۔ میاں نور محمّد خاں نے خرچ کی زیادتی اور نقصان کی فراوانی سے تنگ آ کر ایک زبردست یورش کا فیصلہ کرلیا اور جنوبی سمت سے شیخ افضل نام دروازے پر حملہ کیا ۔ طرفین کا سخت نقصان ہوا اور آخر صلح ہوگئی ۔

شرائط صلح : ”تحفۃ الکرام“ کے بیان کے مطابق خان پور اور شکار پور کے چار ہی حصے کیے گئے ، لیکن بیان مذکورہ کے برعکس ”مرآۃ“ و ”جواھر“ نے لکھا ھے کہ ایک حصہ

میر عبدالواسع خاں کو دیا گیا - ایک حصہ میاں نور محمد کو اور دو حصے داؤد پوتروں نے اپنے پاس رکھے - میاں صاحب نے ملا جنید کو اپنے حصے کے محاصل کا ناظم مقرر کیا اور شکار پور ھی میں بٹھا دیا جہاں شہر کے ایک کنارے پر اس کا مکان تھا - سلیمان خاں کھوسہ ، حکیم خاں، فرید خاں اور دلاور خاں بلوچوں کو اس کی کمک کے لئے مقرر کر دیا - یوں جنگ ختم ھو گئی ، لیکن صلح اور اس سے متعلقہ انتظامات کے آغوش میں کشمکش کے نئے اسباب کی پرورش ھونے لگی - (حـ ۱) -

جنگ کا دوبارہ آغاز: چھ مہینے اطمینان سے گذر گئے - اس اثنا میں فصلیں پک گئیں - ملا جنید نے میاں صاحب کو اطلاع دئے بغیر نئے سرے سے فتنہ کھڑا کر دیا ، جس کی تفصیل ''مرآۃ'' و ''جواھر'' میں سے کسی نے بیان نہیں کی - داؤد پوتروں نے اس کی گوشمالی کرنی چاھی تو وہ بھاگ کر میاں نور محمد کے پاس پہنچ گیا - میاں صاحب نے پلیہ خاں کاھوڑہ اور قبول خاں بلوچ چاندیہ کو ملا کی اعانت کے لئے ساتھ کر دیا اور حکم دے دیا کہ جلد شکار پور پہنچ جاؤ - خود جنگ کی تیاری کر لی - بعد ازآں شاہ بہارا اور راجہ لیکھی کا بیٹا میاں تاجہ تسخیر شکار پور پر مامور ھوئے - ۱۱۳۸ھ کے آغاز (ستمبر ۱۷۲۵ء) میں میاں نور محمد نے اپنے بھائی محمد خاں کو بھی فوج دے کر روانہ کردیا - اگست ۱۷۲۶ء میں محمد مبارک خاں داؤد پوترہ نے وفات پائی - اسی زمانے میں خود میاں نور محمد خاں نے فوج لے کر

۱- یہ تمام حالات ''مرآۃ'' و ''جواھر'' سے ماخوذ ھیں - ''مرآۃ'' صـ ۱۱۰ - ۱۲۰، ''جواھر'' صـ ۹۳ - ۱۰۲ -

داؤد پوتووں پر چڑھائی کردی - صادق محمدؐ خاں نے شکار پور میں بیٹھنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور اسے چھوڑ کر خان پور چلا گیا - وھاں بھی استقامت مشکل نظر آئی تو تمام متوسلین اور اھل و عیال کو لے کر دریائے سندھ کے ایک جزیرہ بیٹ دبلی میں جا بیٹھا -

بیٹ دبلی پر یورش : میاں صاحب نے شکار پور اور خان پور کے انتظامات سنبھال لئے اور میر شہداد ٹالپر کو بیٹ دبلی کی تسخیر کا حکم دے دیا - کچھ دیر تک لڑائی جاری رھی ، جس میں فریقین کا بہت نقصان ھوا - آخر اوچ کے سجادہ نشینوں نے داؤد پوتروں کو دعوت دے کر اپنے ھاں بلا لیا - ۱۱۴۰ھ (۲۸-۱۷۲۷ء) میں وہ بیٹ دبلی سے نکل کر علاقۂ ملتان میں پہنچے (حـ ۱) - وھاں کچھ علاقے مل گئے - نادر نے تسخیر سندھ کے بعد شکار پور دوبارہ داؤد پوتروں کو دے دیا تھا - اس عطیے کا انجام نہایت دردناک ھوا - یہ حالات موقع پر بیان ھوں گے -

"نامۂ نغز" کا بیان : صاحب "نامۂ نغز" نے کلھوڑوں اور داؤد پوتروں کی جنگ کے حالات کم و بیش چھبیس صفحوں میں لکھے ھیں، لیکن موصوف کا انداز بیان ایسا ھے، جس سے پڑھنے والا صحیح حالات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتا - بہر حال بیانات کا خلاصہ ذیل میں درج ھے :

۱ - مندھو خان داؤد پوترہ کی غارت گری کے خلاف میاں نور محمدؐ کے پاس مسلسل شکایتیں پیش

۱- ملاحظہ ھو "مرآۃ" ص۱۲۰-۱۲۸، "جواھر" ص۱۰۲-۱۱۰-

ہوئیں، اس لئے میاں صاحب لڑائی پر مجبور
ہو گئے۔

۲ ۔ شاہ بہارا ، جام ننداا ، سراد کلیری ، میر چاکر ، میر بہرام ، میر شاہو ، بلاول ، خیرا ، کمال وغیرہ میاں صاحب کے بہادر سالار تھے۔ مندھو خان کے ھاتھ سے خیرا مارا گیا۔

۳ ۔ داؤد پوترے مجبور ہو کر بیٹ دبلی میں جابیٹھے۔ وھاں بھی سخت لڑائی ہوئی۔

۴ ۔ آخر سمہبہ اور عزت خان داؤد پوترہ، شاہ نو بہار، سید چراغ شاہ اور سید عبدالقادر کے ہمراہ میاں نور محمدؐ کی خدمت میں پہنچے :

ز سادات کرد ند با خود بہم
(سادات کر انھوں نے اپنے ساتھ لیا)

نکوداں نکو روی نیکی قدم
(وہ سب نیک فہم، نیک رو اور نیک
قدم تھے)

جواں سیدے نام شہ نو بہار
(ان میں سے ایک جوان سید، شاہ
نو بہار تھا)

بہ تن ژندہ پیل و بہ دل ہوشیار
(جس کا جسم ھاتھی جیسا قوی تھا
اور دل عقل و فہم سے لبریز تھا)

دو دیگر زسادات ہمراہِ او
(سادات میں سے دو اور صاحب اس
کے ساتھ تھے)

سر افراز سردار مرد نکو
(وہ سرافراز تھے، سردار تھے، نیک تھے)

سوئے شہر سالار بردند راہ
(وہ سالار کے شہر یعنی خدآباد کی
طرف آئے)

زبہر خوانین شدند عذر خواہ
(اور داؤد پوترہ خوانین کے لئے عذر
خواہ ہوئے)

خدا یار خاں شیر دل نامور
(شیر دل اور نامور میاں نور محمد خاں نے)

ز روے کرم کرد بر وے نظر
(اس وفد کے سردار کی عرضداشت پر
لطف و کرم کی نگاہ ڈالی)

ز روے سمہبہ بشوئید گرد
(سمہبہ کے چہرے سے گرد دھو ڈالی)

بہ آئین نیکاں گرامیش کرد (حـ ۱)
(نیک لوگوں کی روش کے مطابق اس
کی عزت کی)

یورش کی افواہ : داؤد پوتروں اور میاں نور محمد خاں

۱- ''نامہ' نغز'' صـ ۲٦ تا ۵۱ - جن تین سیدوں نے داؤد پوتروں کی سفارش کی، ان میں سے سید عبدالقادر اوچ کے دربار گیلانیہ کے اور سید حامد نوبہار شاہ دربار سید جلال الدین سرخ بخاری کے سجادہ نشین تھے - سید چراغ شاہ کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوسکا -

کی کشمکش کے حالات ترتیب سے بیان کر دئے گئے اس کشمکش کے متعلق کچھ اشارے ''گلدستہ نورس بہار'' میں بھی ملتے ھیں - مناسب معلوم ھوتا ھے کہ اتمام بیان کی غرض سے انھیں بھی یہاں درج کر دیا جائے - ایک مکتوب سے معلوم ھوتا ھے کہ میاں صاحب کے عزم یورش کی خبر داؤد پوتروں کو مل گئی تھی ، لیکن اس وقت تک یورش کا کوئی خیال نہ تھا - صوبہ‌دار ملتان کی طرف سے پرسش ھوئی تو میاں صاحب نے لکھا :

آنچه قلمی گشته که مردم سکنه‌شکار پورا کثرها به چپ و راست است کوچیده و داؤد پوتره هم در مقام هراس اند مشفقا! مخلص را ازیں معنی اطلاع نیست که سبب آں چیست و آنہا چه داعیه دارند و بہارا فقیر جهت مزید تا کید استحکام به سمت دره جات سرحدی تعین نموده شده است که بست و یکم ایں ماه بداں سمت روانه می گردد و نگاهداشت سوار و پیاده ملا جیوند محض افواهی است که مردم بے شغل در خانه و دائره نشسته شهرت می دهند (حـ ۱)

آپ نے لکھا ھے کہ شکار پور کے اکثر لوگ دائیں بائیں کوچ کر گئے ھیں اور داؤد پوتروں پر بھی ھراس طاری ھے - اے میرے مشفق! مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ سبب کیا ھے اور ان لوگوں نے کیا ارادہ کر رکھا ھے بہارا فقیر کو اس غرض سے درہ جات سرحدی کی طرف مقرر کیا ھے کہ ان کے مزید استحکام کا بندوبست کرے - وہ ماہ حال کی ۲۱ تاریخ کو ادھر روانہ ھوگا - یہ محض افواہ ھے کہ ملا جیوند نے سوار اور پیادے جمع کر رکھے ھیں - جن

---

۱ - '' گلدستہ نورس بہار '' قلمی نسخہ ص- ۲۲۹ -

لوگوں کو کوئی کام نہیں،
وہ گھر اور تکیے میں بیٹھ
کر اس قسم کی باتوں کو
شہرت دیتے رہتے ہیں۔

جنگی نقشے کی بعض تفصیلات: ایک مکتوب میں نقشۂ جنگ کی بعض تفصیلات درج ہیں۔ مثلاً:

۱ - پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ۱۳ - صفر کو سواری کا پختہ ارادہ ہے۔

۲ - سبزل خاں کا خط پہنچا ہے کہ میر عبداللہ خاں بروھی نے جو، لاواں کا لشکر میر کیچی فرزند امیتاز کی سرکردگی میں مقرر کر دیا ہے۔ میری خواھش بھی یہی تھی۔ وہ لشکر ۲۵ صفر کو خداباد پہنچے گا۔

۳ - ملا جیوند نے سید عاقل شاہ سے فیصلہ کر رکھا تھا کہ ۱۴ - صفر کو خان پور پر قبضہ ھوجائے گا۔ اس فیصلے کو ۱۷ - تک جامۂ عمل پہنایا گیا۔

۴ - اخفائے راز کی کوشش کامیاب نہ ھو سکی اور رفتہ رفتہ بات کھل گئی۔ داؤد پوترے خوف و رجا میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اب ان پر واضح ھوگیا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

۵ - وہ خواب غفلت سے بیدار ھوکر در و دیوار کی مرمت میں لگ گئے ھیں۔ شکار پور کے لوگ اھل و عیال اور اموال لے کر باھر جارہے تھے۔ داؤد پوتروں نے انھیں روک دیا ہے۔ جو بھاگنا چاھتا ہے۔ اس کا گھر لوٹ لیتے ھیں۔

۶ - میں نے لشکر کو حکم دے دیا ہے کہ یوسف، نوشہرہ وغیرہ مناسب مقامات پر جمع ہو کر تیار رہے - میں خود بھی نکلنا چاہتا ہوں - عبداللہ بروھی کو بھی تاکید کردی ہے کہ فتح پور کی جانب آئے -

۷ - خدا کے فضل سے امید ہے کہ ہمارے فقیروں کا لشکر ۱۷ - تاریخ تک خان پور میں داخل ہو جائے گا - دو دن میں یہ خبر آجائے گی - پھر میں فی الفور روانہ ہو جاؤں گا -

۸ - معلوم ہوا تھا کہ داؤد پوتروں نے جمالی فقیروں سے جنگ کے لئے دلیر پور کے دشت میں مورچہ بندی کر رکھی ہے - معلوم نہ ہوا کہ وہاں کیا صورت پیش آئی - قیاس ہے کہ خدا کے فضل سے مخالف وہاں بھی شکست کھائیں گے - (حـ ۱)

بزرگان اوچ کی سفارش: ایک مکتوب میں بزرگان اوچ کی سفارش کا ذکر ہے - فرماتے ہیں:

توجہات کہ در تحریر مقدمہ داؤد پوترہ کہ بہ استشفاع بزرگان اوچ متبرک گرد شقاوت از روے روزگار	داؤد پوتروں نے اوچ شریف کے بزرگوں کی سفارش حاصل کر کے بدبختی کی گرد اپنی تقدیر کے چہرے سے

۱ - '' گلدستہ نورس بہار '' قلمی نسخہ ص ۳۱۷ - ۳۱۸ - اس میں عاقل شاہ کا بھی ذکر آیا ہے - یہ غالباً میاں صاحب کے کارندے صادق شاہ کا فرزند تھا - ان دونوں کا ذکر آگے ذرا تفصیل سے آئے گا -

خود شستہ بہ حیثیتے کہ پر ظاھر است ، آمدہ نیا زمند را دیدند ۔ (حـ ۱)	دھوئی ۔ وہ اس حیثیت میں آئے ، جس کے بیان کی ضرورت نہیں اور نیاز سند سے ملاقات کی ۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا چاھئے کہ مسٹر اے۔ بی ۔ ایڈوانی نے اس جنگ کا جو نقشہ پیش کیا ھے ، وہ صحیح نہیں صاحب موصوف لکھتے ھیں: ۱۷۲۲ء میں میاں نور محمد نے داؤد پوتروں پر یورش کی ، جو شکار پور اور خان پور کے پرگنوں نیز بعض دوسرے مقامات میں تغلب کے مرتکب ھو چکے تھے ۔ میاں نے دو مرتبہ شکار پور پر حملے کئے تا کہ اسے مسخر کر لے ، لیکن شکار پور کے قلعے کی حفاظت خوب ھو رھی تھی اور محاصرین اپنے دارالحکومت یعنی خدا باد واپس آگئے ۔ نو مہینے کے بعد میاں نور محمد نے ایک اور بڑی فوج اپنے بھائی کے ماتحت بھیجی ۔ داؤد پوتروں نے اس فوج کو بھی شکست دی اور موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ میاں نور محمد ان شکستوں سے بد دل نہ ھوا ۔ اگلے سال پھر ایک کلھوڑہ فوج شکار پور کی طرف بڑھی ۔ اس وقت داؤد پوتروں کا سردار صادق خاں تھا ، جس نے کلھوڑوں کے مقابلے کی تاب نہ لا کر راہ فرار اختیار کی ۔ اس طرح کلھوڑوں نے وہ مقصد امن سے حاصل کرلیا ، جسے وہ زور و قوت سے حاصل نہ کر سکے (حـ ۲)

اوپر مستند ماخذ کی بنا پر جو کچھ عرض کیا جا چکا ھے

۱۔ ''گلدستہ نورس بہار'' قلمی نسخہ صـ ۲۲۷ ۔

۲۔ ''جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی'' بابت اکتوبر ۱۹۳۴ء صـ ۹ ۔

اٹھائیسواں باب

بروھیوں سے جنگ

بروھیوں کے حالات: پہلے بتایا جا چکا ہے کہ میر احمد خاں بروھی کے بعد اس بیٹا محراب خاں حکمراں قلات بنا تھا ۔ اس نے میاں نور محمد اور میاں داؤد کا تعاقب کرتے ہوئے مہلک زخم کھایا اور تین روز بعد فوت ہوگیا ۔ اس کے دونوں بیٹے کم سن تھے، لہذا وصیت کردی تھی کہ میرے چچیرے بھائی سمندر بروھی کو مسند پر بٹھایا جائے ۔ سمندر سولہ سال حکمران رہا ۔ (حـ ۱) وہ فوت ہوا تو محراب کا بڑا بیٹا میر احمد حکمران بنا میر احمد انتظامی امور پر متوجہ نہ تھا ، اس لئے عوام میں ہردلعزیز نہ بن سکا ۔ اس کے چھوٹے بھائی میر عبداللہ خاں حاکم شالکوٹ نے موقع پاکر بھائی کو ۱۷۱۶ء

۱۔ ''تاریخ بلوچستان'' صـ ۱۸۳ ۔

میں معزول کیا اور خود حکمران بن گیا ۔ معزولی کی وجہ میر عبداللہ خاں کے خیال کے مطابق اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ جو ملک خون جگر اور ضرب شمشیر سے حاصل کیا تھا ، مبادا کم توجّہی کے باعث وہ ھاتھ سے جاتا رہے ۔ عبداللہ خاں بڑا بہادر اور جنگجو آدمی تھا ۔ اس کے عہد میں دور دور تک قلات کی دھاک بیٹھ گئی ۔ اس نے مکران کو ھذف یورش بنایا ۔ بہت سے مقامی سرداروں کو مطیع کیا ۔ ایک مرتبہ قندھار پر ھلہ بول دیا اور سلطان حسین غلزئی کو شکست دے کر قندھار کے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کیا ۔ (حـ ۱) آس پاس کے تمام حکمران اس سے دبتے تھے اور جوش شجاعت میں اس نے ''شہباز کوھستان،، کا لقب اختیار کر لیا تھا ۔

ڈیرہ غازی خاں پر یورش: اس کا ایک کارنامہ یہ ھے کہ شاہ محمّد ڈوڈئی کی اعانت میں ڈیرہ غازی خاں پر حملہ کیا تاریخ ضلع غازی خاں میں ھے :

شخصے از حاکم ضلع ڈیرہ غازی خاں صوبہ پنجاب کہ قرابتے بہ حاکم ڈیرہ داشت ،	ضلع ڈیرہ غازی خاں صوبہ پنجاب کے حاکم کا ایک قرابت دار اس حاکم کے ظلم

۱ - ''تاریخ بلوچستان'' میں ھے کہ شاہ حسین غلزئی والیٔ قندھار شکست کھا کر بھاگا ۔ عبداللہ خاں نے ''دہ ذاکر'' تک تعاقب کیا ۔ بروھی کہتے تھے کہ حسین ھاتھی پر سوار ھے ، اسے قتل کیا جاسکتا ھے ۔ عبداللہ خاں نے شاہ حسین کو قتل کرنا مناسب نہ سمجھا (ص ۱۸۵) ۔ میر گل خاں نصیر نے میر عبداللہ خاں کی یورشوں کو تفصیلاً بیان کیا ھے (ص ۵۵-۶۷) یہ تفصیلات ھمارے موضوع سے خارج ھیں ۔

از دست تطاول آں استغاثی نزد میر عبداللہ خان آمد و گفت کہ ننگ مرا بکن ازآنجا کہ میر عبداللہ خاں ھزبر بیشۂ شجاعت بود از شنیدنِ ایں سخن ننگِ او دامن گیر دیدہ بہ مع افواج سراباں و جھلاباں طۓ منازل نمودہ وارد ملک ڈیرہ گردیدہ (حـ ۱) ۔

سے فریادی بن کر میر عبداللہ کے پاس آیا اور کہا کہ میری شرم رکھیے ۔ میر مردانگی کے جنگل کا شیر تھا ۔ یہ بات سنتے ھی اسے خیال ھوا کہ فریادی کی شرم کا پاس میرے لئے لازم ھو گیا ۔ چنانچہ وہ سراباں اور جھلاباں کا لشکر لے کر منزلیں طے کرتا ھوا ڈیرہ غازی خان پہنچ گیا ۔

ایک اور روایت مظہر ھے کہ بروھی قوم کا کوئی شخص بھیڑ بکریاں چراتا ھوا ڈیرہ غازی خان پہنچ گیا ۔ ایک روز اس کے ریوڑ نے کسی فصل کو نقصان پہنچایا ۔ فصل کے مالک نے بکریوں کے مالک کو مارا ۔ وہ قلات پہنچا اور عبد اللہ خان کے پاس فریادی ھوا ۔ عبد اللہ خان نے فوراً ڈیرہ غازی خان پر حملے کی تیاری کا حکم دے دیا ۔ مشیروں نے یہ کہہ کر روکنا چاھا کہ معاملہ بہت معمولی ھے اور ایسے واقعات ھر روز پیش آتے ھی رھتے ھیں ۔ نیز قصور بروھی کا ھے جس نے ریوڑ سے بے پروائی برتی اور فصل کو نقصان پہنچایا ۔ عبد اللہ خان نے جواب دیا کہ میں رکنا چاھتا ھوں ، لیکن جب رات کو لیٹتا ھوں تو بروھی کی بھیڑ بکریاں میرے

---

۱ ۔ ”تاریخ بلوچستان“ صـ ۱۰۸۵ ۔ اس شخص کا نام شاہ محمد تھا ۔ وہ ڈیرہ کے حاکم صاحب خاں کا بھائی تھا ۔

سینے اور پیٹ پر ناچتی ھیں اور سونے نہیں دیتیں (ح ۱) -

میجر رابرٹ لیچ نے لکھا ھے کہ عبداللہ خان نے ڈیرہ غازی خان میں کئی گاؤں جلائے، خوب مال لوٹا اور قیدی پکڑے۔ اخوند محمّد صدیق کا بیان ھے کہ عبداللہ خان نے وھاں ڈیرے ڈال دیے تھے اور واپسی کے لئے تیار نہ تھا - اخوند محمّد صالح وزیر اور سرداروں نے بہت سمجھایا کہ بیگانے ملک میں بیٹھنا خلافِ مصلحت ھے۔ عبداللہ خان نے ایک نہ سنی۔ آخر سردار اسے زبردستی واپس لے گئے (ح ۲)۔

کلھوڑوں سے اختلاف: کلھوڑوں اور بروھی والیان قلات کے درمیان رنجش کا آغاز اس وقت سے ھوا جب میاں یار محمّد خان نے شہزادہ محمّد معزالدین کی فوج کے مقابلے سے بھاگ کر قلات میں پناہ لی تھی - اس وقت محراب‌خان حاکم تھا۔ بروھیوں نے ان غریب‌الوطنوں سے جو بدسلوکیاں کی تھیں، وہ تفصیلاً پہلے بیان کی جا چکی ھیں۔ پھر جب یار محمّد خان کو سبی اور گنجابہ کی نظامت مل گئی تو بروھی دشمن بن گئے -

---

۱- یہ روایت میجر رابرٹ لیچ (Robert Leech) نے "تاریخ قلات" میں نقل کی ھے (ٹائپ شدہ کاپی مملوکہ سندھ ادبی بورڈ) -

۲- "تاریخ بلوچستان" ص ۱۸۵ - میر گل خان نصیر نے لکھا ھے - کہ عبداللہ خان نے سرداروں کا مشورہ قبول نہ کیا اگرچہ انھوں نے کہا تھا گرمیوں کا موسم شروع ھونے والا ھے - اگر کلھوڑوں نے کچھی میں راستہ روک لیا تو پانی نہ ملے گا - پس سرداروں نے عبداللہ خان کے خیمے کو گھیر لیا اور کہا کہ نہ چلو گے تو باندھ کر لے جائیں گے (تاریخ بلوچستان ص ۵۲) -

انہیں خیال تھا کہ دوسرے کارندوں کی طرح یار محمدؐ خان بھی استعفا دے دے گا تو یہ علاقہ قلات میں شامل ہو جائے گا بلکہ ایک موقع پر سمندر بروھی نے کہہ دیا تھا کہ علاقہ ہمیں ملنے والا تھا۔ اچانک یار محمدؐ خان بیچ میں کود پڑا اور علاقہ اسے مل گیا۔ پھر سمندر ھی نے یار محمدؐ خاں سے کہا تھا کہ اگر گنجابہ ہمیں دے دو تو پکی دوستی کرلوں گا، ورنہ دشمنی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اسی دشمنی کی بنا پر ایک مدت تک اس نے میاں یار محمدؐ خاں کے فرزندوں اور اھل و عیال کو روکے رکھا۔ جب تک شہزادہ محمدؐ معزالدین کی طرف سے تاکیدی حکم نہ پہنچا، ان کی رہائی کی صورت نہ بنی۔

میاں نورمحمد خاں کا عہد: بایں همه میاں نور محمدؐ خاں کو سمندر بروھی کے اچھے برتاؤ کا پورا احساس تھا اور اخوند محمدؐ صدیق کا بیان ہے:

میاں نور محمدؐ کلہوڑہ کہ مبلغ چہل هزار روپے هر سال به میر سمندر می رساند۔ بعد از میر سمندر کہ میر احمد چهار سال حکم کردہ بود۔ ...نہ میر احمد تقاصائے چہل هزار کرد، نہ میاں کلہوڑہ فرستاد۔ پس هرگاہ نوبت به میر عبداللہ خاں رسید، جمع آوری لشکر برمیاں نمود۔ پس

میاں نور محمدؐ کلہوڑہ سال بہ سال چالیس هزار روپیہ میر سمندر کو پہنچا دیتا تھا۔ میر سمندر کے بعد میر احمد نے چار سال حکومت کی۔ نہ اس نے روپے کا تقاضا کیا اور نہ میاں نے بھیجا۔ جب میر عبداللہ خاں حکمراں بنا تو اس نے میاں پر یورش کی غرض سے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ میاں نور محمدؐ نے

میاں نور محمد کلہوڑہ چہل ہزار روپیہ و یک فیل برائے میر عبداللہ خاں کہ فرستادہ بود در منزل بی بی نانی در درہ بولان آوردہ رسانیدند (۱)۔	چالیس ہزار کی رقم اور ایک ھاتھی میر عبداللہ خاں کے لیے بھیجا اور یہ چیزیں میاں کے آدمی بی بی نانی واقع درہ بولان میں پہنچا گئے۔

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میاں نور محمد خاں بروھیوں کو خراج ادا کرتا تھا ۔ جو بھی رقم دی جاتی تھی، وہ برھیوں کے اس احسان کا بدلہ تھی، جو انھوں نے کلہوڑہ پر دور مصائب میں کیا تھا، یعنی رھنے کو جگہ دی تھی اور کسی کو جان کا نقصان نہ پہنچایا تھا ۔ اسی طرح دو ہزار روپیہ سالانہ اخوند محمد صالح وزیر کو بھیجے جاتے تھے، جس نے ایک موقع پر اپنی پگڑی سر سے اتار کر اعزازاً میاں نور محمد کے سر پر رکھ دی تھی ۔

''گلدستۂ نورس بہار'' سے جو خطوط گزشتہ باب کے اواخر میں ھیں، ان میں سے ایک میں صاف لکھا ھے کہ داؤد پوتروں سے جنگ کے وقت عبداللہ خاں بروھی میاں نور محمد خاں کا حامی اور یاور تھا ، لیکن وہ کچھی اور گنجابہ چھین

۱- ''تاریخ بلوچستان'' صـ ۱۸۶ -

۲- میر گل خاں نصیر نے لکھا ھے کہ نور محمد خاں نے مطالبہ خراج کا جواب نفی میں دیا ۔ عبداللہ نے کچھی پر اچانک دھاوا بول دیا ۔ بھاگر کے نزدیک کیمپ لگا کر ڈھاڈر، سبی، شوان، گاجال، گنجابہ کو لوٹا ۔ کلھوڑوں کے نائب نے کوئی تعرض نہ کیا ۔ نور محمد خاں مقابلہ کے بغیر سندھ کی طرف بھاگ گیا(صـ ۵۷) ۔ میرے نزدیک یہ بیان سراسر مبالغہ آمیز ھے ۔

لینے کے خیال سے غافل نہ ہوا ۔ اس لیے بھی کہ بروہی ان علاقوں کو اپنا حق سمجھتے تھے اور اس لیے بھی کہ بروہی علاقے کے لوگ سردیوں کے موسم میں اپنے جانور پہاڑوں میں نہ رکھ سکتے تھے اور کچھی و گنجابہ کے میدانی علاقوں میں لے آتے تھے ان علا قوں کے بغیر ان کا گزارہ نہ ہو سکتا تھا ۔

لڑائی کا خطرہ: بہرحال میر عبداللہ خاں کی طرف سے لڑائی کا شدید خطرہ موجود تھا ۔ یہی رابرٹ لیچ نے لکھا ہے۔ عبداللہ خاں نے کئی مرتبہ کلہوڑوں کے علاقوں پر یورشیں کیں ۔ (ح-۱) اخوند محمدصدیق کا بیان ہے:

چونکہ خواهش شاں به تسخیر ملک کچھی بود، نوشت و خواند خود را طرف شاه بهارا نمودہ۔ پس شاہ‌بهارا ایں مصلحت نمود و طرف خاں صاحب نوشت که هرگاه خیال تسخیر ملک کچھی دارند ، پس ایں چنیں نمایند که لشکر جهلاباں ازدرهٔ موره مامور به گنجابه فرمایند تا عذر من شاه بهارا نزد میاں کلهوڑه بشود (ح-۲)۔

چونکہ میر عبداللہ خاں کچھی کو مسخر کرلینا چاھتا تھا، اس لیے میاں نور محمد خاں کے جرنیل شاہ بہارا سے خط و کتابت شروع کی ۔ شاہ بہارا نے سوچ سمجھ کر عبداللہ خاں کو لکھا کہ آپ کچھی لینا چاھتے ھیں تو مناسب یہ ھوگا، جھلاباں کے لشکر کو حکم دیں کہ وہ درهٔ موڑہ کے راستے گنجابہ پہنچے تا کہ میرے لیے میاں نورمحمدخاں کے

۱- رابرٹ لیچ کی ''تاریخ قلات'' (ٹائپ شدہ کاپی مملوکہ سندھ ادبی بورڈ) ۔

۲- ''تاریخ بلوچستان'' ص- ۱۸۶ -

پاس عذر کی دستاویز مہیا
ہوسکے ۔

اس بیان کا یہ حصہ تو سراسر ناقابل قبول ہے کہ میر عبداللہ خاں نے تسخیر کچھی کے لیے شاہ بہارا سے خط و کتابت کی تھی اور شاہ بہارا نے سمجھایا تھا کہ درۂ مورہ سے لشکر آئے گا تو میں میاں صاحب کے سامنے عذر پیش کر سکوں گا ۔ شاہ بہارا کلھوڑہ خاندان کا نہایت بہادر اور کاردان جرنیل تھا ۔ کلھوڑوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر اعتماد کا درجہ کسی کو حاصل نہ تھا ۔ غیر ممکن تھا کہ وہ اس قسم کی خط و کتابت کے لیے تیار ہوتا، لیکن اس سے یہ ضرور ظاہر ہے کہ میر عبداللہ خاں کچھی کا علاقہ لینے کا فیصلہ کیے بیٹھا تھا ۔ نہ میاں نور محمد خاں کلھوڑہ بروھی سردار کے اس ارادے سے ناواقف رہ سکتا تھا اور نہ وہ حفظ و دفاع کے انتظامات کی طرف سے غفلت برت سکتا تھا ۔

مراد کلیری کے کارنامے: میاں نور محمد خاں کی طرف سے مراد کلیری سبی کا ناظم مقرر ہوا تو اس نے اپنی جوانمردی خوش انتظامی اور حسنِ تدبیر کی بدولت کلھوڑہ حکومت کی بنیادیں خوب استوار کر دیں اور جن چھوٹے بڑے سرداروں کو فرمانبردار بنایا ، ان کی کیفیت ذیل میں درج ہے :

۱ ۔ قیصر مگسی زمیندار گنجابہ ۔
۲ ۔ میرو کودری قوم رند سردار علاقۂ شوراں ۔
۳ ۔ میرو بلدی سردار علاقۂ کچھی ۔
۴ ۔ مہیاں ایری زمیندار بھاگ ناڑی ۔

۵ - لہنا ماچھی زمیندار بھاگ ناڑی -
۶ - کالا خاں بارو زئی مالک ڈھاڈر -
۷ - بہار خاں امرانی سردار کنگانی -

ان کے علاوہ کئی بلوچ سرادروں نے اس کی اطاعت قبول کرلی (حـ ۱) -

میاں نور محمد خاں کا حملہ اور صلح: چونکہ بروھیوں سے کشکمش جاری تھی، اس لئے ایک موقع پر میاں نور محمّد خاں نے قدم آگے بڑھایا اور قلعہ کرتہ کا محاصرہ کر کے اسے مبارک خاں سے چھین لیا - لڑائی میں اسمٰعیل خاں بروھی نے شکست کھائی اور کاکر بروھی مارا گیا - عبداللہ خاں نے ناسازگار حالات سے مجبور ھو کر صلح کرلی اور عہد کیا کہ بروھی خاندان کی دو لڑکیاں میاں نورمحمّد خاں کے دو صاحبزادوں سے بیاہ دی جائیں گی- یہ ۱۱۴۳ھ (۳۱-۱۷۳۰ء) کے حالات ھیں - آئندہ سال بروھیوں نے صلح کو پس پشت ڈال کر کچھی پر حملہ کر دیا اور وھاں لوٹ مار کی - ان حالات میں میاں نور محمّد خاں کے لئے لازم ھو گیا کہ ''شہباز کوھستان،، سے عہد شکنی کا انتقام لے اور اس کے بال و پر یوں نوچ کر رکھ دے کہ اسے پھر جنگ کی فضا میں پرواز کا یارا نہ رھے- چنانچہ میاں خود لاڑکانہ میں بیٹھ گیا اور اپنے نامور سرداروں کو عبداللہ خان سے جنگ کے لئے بھیج دیا (حـ ۲)-

اخوند محمّد صدیق کا بیان ھےکہ میر عبداللہ خان نے قندھار

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۸ -
۲- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۸ ، ۱۰۹

پر حملہ کیا تھا تو پشنگ و شوراوک کے علاقے لے لئے تھے۔ پشنگ میں میر فیروز رئیسانی کو اور شوراوک میں سلطان قائم خاں شہوانی کو ناظم مقرر کیا تھا۔ پھر شاہ حسین غلزئی والیٔ قندھار اور میاں نور محمد خاں کلھوڑہ نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے میر عبداللہ خاں پر حملہ کیا۔

وقتیکہ لشکر افغان بہ ملک پشنگ آمد، میر فیروز رئیسانی را در آنجا کشت و دلاور خان رئیسانی سلطان قائم خان را از شوراوک کشیدہ در مستونگ بخدمت میر عبداللہ خان آورد۔ ہر دو لشکر شالکوٹ را محاصرہ نمودند۔ شالکوٹ از لشکر براھوئی پر بود و خود میر عبداللہ خان مع عساکرات در مستونگ بود و از بیرون شہر براھوائی ھا شب و روز ھمراہ لشکر شاہ حسین بادشاہ و میاں کلھوڑہ جنگ کردہ کشتہ واپس بہ کوہ می رفتند۔ آخرالامر لشکر قندھاری و سندھی عاجز شدہ فرار نمودہ، قندھاری بہ قندھار رفت و سندھی بہ ملک سندھ

جب افغانی لشکر پشنگ کے علاقے میں پہنچا تو وہاں فیروز رئیسانی کو قتل کر ڈالا۔ دلاور رئیسانی سلطان قائم خان کو شوراوک سے ہٹا کر مستونگ میر عبداللہ خان کے پاس لے گیا۔ قندھاری اور سندھی لشکر نے کوئٹہ کا محاصرہ کر لیا۔ کوئٹہ بروھیوں کے لشکر سے بھرا ہوا تھا اور خود میر عبداللہ خان مع لشکر مستونگ میں مقیم تھا۔ بروھی باھر سے رات دن شاہ حسین اور میاں نور محمد خاں کے لشکر سے جنگ کرتے۔ ان کے آدمیوں کو مارتے، پھر پہاڑ پر جا بیٹھتے۔ آخر قندھاری اور سندھی عاجز ہو کر بھاگ نکلے۔ قندھاری قندھار اور

رفت (حـ ۱)　　　　　　　　سندھی سندھ چلے گئے۔

اس کے متعلق " تحفۃ الکرام "، یا تاریخ سندھ کے دوسرے ماخذ میں اشارہ تک موجود نہیں۔ ممکن ہے، یہ اسی دور کا واقعہ ہو، جس میں میاں نور محمد خاں نے کرتہ پر قبضہ کیا تھا۔

خان پور کی جنگ: اخوند محمد صدیق نے کرتہ کی فتح اور عبداللہ خان کی صلح کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ صرف یہ بتایا ہے کہ عبداللہ خان نے التازئی اور سرداران جھلاباں کو حکم دیا، وہ درۂ موڑہ کے راستے آئیں۔ خود سراہان (سراوان) کا لشکر لے کر بولان کے راستے ڈھاڈر پہنچا اور وہاں سے جانداری میں مقیم ہوگیا، جس کا نام آج کل خانپور ہے۔ التازئی اور جھلاباں کا لشکر نہ آیا۔ اس اثناء میں:

> شاہ بہارا اور مراد گنجہ نائب گنجابہ سندھ اور کچھی کا پورا لشکر لے کر لڑائی کے لیے خان پور آ گئے۔ عبد اللہ خان نے جب دیکھا کہ جھلاباں اور التازئی کی غفلت کے باعث فوج بہت کم ہے اور دشمن کا لشکر تعداد میں بہت زیادہ ہے (تو نتیجہ جنگ کے متعلق تشویش پیدا ہو گئی) اس کا بیٹا محبت خاں ساتھ تھا۔ اخوند محمد صالح کو حکم دیا کہ میرے بیٹے نصیر خاں اور التاز خرد سال ہیں، ان کے ہاتھ سے ملک نکل جائے گا میرے بیٹے محبت خاں کو ساتھ لے جا کر حاکم

۱- "تاریخ بلوچستان" ص ۱۸۵، ۱۸۶ - میر گل خان نصیر نے بھی اخوند محمد صدیق کے بیان کا اعادہ کیا ہے (تاریخ بلوچستان ص ۶۴، ۶۵)

بتادو تاکہ احمد زئیوں کی بنیاد برباد نہ ہو۔ اخوند نے عرض کیا کہ میرے لیے تو اپنے آقا (عبداللہ خان) کے ہم رکاب جان قربان کرنا زیبا ہے میں نہیں جاؤں گا ۔ اس پر عبداللہ خان اور دوسرے سرداروں نے جو موقع پر موجود تھے ، اخوند سے کہا کہ اگر محبت خان کو ساتھ لے جا کر حاکم نہ بناؤ گے تو خدانخواستہ احمدزئیوں کی بنیاد باقی نہ رہے گی۔ اخوند مجبور ہو کر صاحب زادے کو ساتھ لے گیا اور اسے قلات کے تخت پر بٹھا دیا۔

خان پور میں فریقین کے مابین جنگ ہوئی۔ سرائیوں کی طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے ۔ سندھی و کچھی لشکر چند قدم پسپا ہوا۔ سردار بھی ساتھ ہی پیچھے ہٹے۔ پھر سندھی میں ایک دوسرے کو طعنے دیتے لوٹے اور لڑنے لگے۔ مشیت الٰہی یہی تھی۔ خان والا شان (عبداللہ خان) نے شربت شہادت نوش کیا (حـ ۱) ۔

۱- ''تاریخ بلوچستان'' صـ ۱۸۶ ، ۱۸۷ - ''تحفۃ الکرام'' نے مقام کا نام ''جندیری'' لکھا ہے۔ میں نے اخوند محمدصدیق کے تلفظ کو ترجیح دیتے ہوئے اسے ''جانداری'' لکھا۔ میر گل خان نصیر نے اسے ''جاندری ھر'' بتایا ہے جو میر موصوف کے نزدیک ''جام دریھڑ'' کا بگاڑ ہے۔ آج کل اسے خان پور کہتے ہیں۔ میر گل خان کا بیان ہے کہ لشکر ساراوں کے سات سو آدمی مارے گئے ۔ لشکر جھالاورن کا کچھی نہ پہنچ سکا ۔ اور میر عبداللہ خان کی وفات کی خبر پا کر منتشر ہو گیا ۔ (تاریخ بلوچستان صـ ۶۹)

رشتہ ھائے تزویج : جانداری کی جنگ کے بعد بروھیوں میں مقابلے کی تاب نہ رھی تھی۔ سندھی لشکر قلات پر قبضہ جما سکتا تھا ، لیکن یا تو اقدام گوارا نہ کیا گیا ، یا خشک پہاڑی علاقے کو قبضے میں لانا بے سود سمجھا گیا۔ میاں نور محمّد خاں نے اپنے عام سیاسی مسلک کے مطابق بروھیوں سے رشتہ داری کا سلسلہ قائم کر لیا۔ چنانچہ ۱۱۴۵ھ (۳۳-۱۷۳۲ء) میں میاں صاحب کے خلف اکبر صاحب زادہ محمّد مراد یاب خاں کی شادی عبداللہ خان کے چچیرے بھائی میر مراد علی کی صاحبزادی سے ھوئی۔ اس سے اگلے سال میاں صاحب کے دوسرے فرزند خدا داد خان کی شادی بھی بروھی خاندان ھی میں ھو گئی (ح-۱)۔

"نامۂ نغز" کا بیان : "نامۂ نغز" نے عبداللہ خان بروھی کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ھیں۔ ان کا خلاصہ یہ ھے کہ وہ بڑا بہادر آدمی تھا۔ ھر طرف حملے کیے۔ شاہ محمّد ڈوڈئی کی امداد کے سلسلے میں صوبہ ملتان پر یورش کی۔ پھر میاں نور محمّد فرمانروائے سندھ سے لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اس کا فیصلہ یہ تھا کہ سبی پر یورش کر کے مراد کلیری کا خاتمہ کرے۔ پھر کلھوڑوں کے دارالحکومت خداباد پہنچ جائے۔

غرض عبداللہ خان نے سبی کا رخ کیا۔ حاکم سبی نے میاں نور محمّد خاں کو اطلاع دی۔ میاں صاحب نے اپنے فرزندوں اور صلاح کاروں سے مشورے کے بعد فوج بھیجی۔ شاہ بہارا اس کا سالار تھا۔ یہ فوج فتح پور، کنوری، ھوتی ھوئی لاڑکانہ پہنچی اور اس کی تعداد چالیس ھزار تھی۔ بہارا کے

۱۔ "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص۔ ۱۰۹۔

علاوہ جام نندا، میر بہرام، میر چاکر، شاہ علی، سلطان، خیرا دادو وغیرہ اس میں شامل تھے، جو کلھوڑوں کے عہد کے نامور جرنیل تھے۔ جانداری کے میدان جنگ میں کلھوڑہ فوج کی کیفیت یوں تھی:

۱ - دادو اور خیرا نیز شاہ علی میمنے پر
۲ - میر چاکر، میر بہرام میسرے پر -
۳ - جام نندا اور شاہ بہارا قلب میں -

مراد کو ایک مناسب مقام پر کمین میں بٹھا دیا گیا تھا۔ بہر حال سخت لڑائی کے بعد عبداللہ خان مارا گیا (حـ۱) لڑائی اگرچہ عبداللہ خان کی پیش دستی کے سبب سے شروع ہوئی تھی، لیکن آگے چل کر کلھوڑوں کو اس دفاعی جنگ میں فتح و کامرانی حاصل کرنے کا بدلہ بھی دینا پڑا، جو بڑا ھی سخت تھا۔ اس کی کیفیت موقع پر بیان ہو گی۔

خطاب: میاں نور محمد خان کو خدا یار خان کا خاندانی خطاب مسند نشینی کے ساتھ ھی مل گیا تھا۔ بروھیوں کو شکست دینے کے بعد شاھی دربار سے ثابت جنگ کا خطاب نیز پنج ہزاری منصب اور عطیہ نوبت سے سرفرازی ملی (حـ۱)۔ کلھوڑہ خاندان میں میاں نور محمد خان پہلا شخص تھا جو ان اعزازات کا مالک ہوا۔

۱- ''نامہ نغز'' صـ ۵۲ - ۸۶
۲- ''ماثرالامرا'' جلد اول صـ ۸۲۷ ' لیکن اتنا عرض کر دینا چاھیے کہ ''مقالات السعرا'' کے بیان کے مطابق نوبت ۱۱۵۵ھ میں عطا ہوئی تھی۔ اس کی تاریخ کہی گئی تھی ''دو نقارہ و دو چوب'' (۵۵ دو نقارے اور ۱۱ دو چوبیں) ملاحظہ ہو ''مقالات الشعرا'' صـ ۱۵۴ -

بکھر کی جاگیر کا معاملہ : داؤد پوتروں کے اخراج اور عبد اللہ خان بروہی کی شکست کے بعد میاں نور محمد خان سندھ میں سب سے قوی اور طاقت ور صوبہ دار بن گیا۔ ''تحفہ الکرام،، نے لکھا ہے کہ ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) میں بکھر کا علاقہ میاں صاحب کو ملا (ح-۱)، لیکن ''گلدستۂ نورس بہار،، سے متبادر ہوتا ہے کہ بکھر اور سیوستان کے تمام یا بیشتر علاقے یار محمد خان کے عہد میں مل چکے تھے (ح-۲)۔ گلدستۂ مذکورہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سرکار سیوستان کی نیابت کا پروانہ ولی عہدی کے زمانے میں میاں نور محمد خان کے نام صادر ہوا تھا (ح-۳) اور انہیں سرکار مذکورہ کا نائب فوجدار بھی بنا دیا گیا تھا۔

''گلدستے،، کے مقابلے میں ''تحفہ الکرام،، کے بیان کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

۱- ''تحفہ الکرام'' جلد سوم، ص ۱۰۹ -
۲- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۹ -
۳- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص ۳۷ -

انتیسواں باب

مخدوم صاحب کھوڑا کا واقعہ المیہ

ایک دردناک واقعہ: میاں نور محمد خان کے عہد کا ایک دردناک واقعہ یہ ہے کہ مخدوم عبدالرحمٰن ساکن کھوڑا مسجد میں شہید ہوئے۔ عام حالات میں اس واقعے کے متعلق شاید سرسری ذکر بہمہ وجوہ کفایت کرتا، لیکن اس شہادت کی ذمہ‌داری چونکہ بعض طبقات کے نزدیک خود میاں صاحب موصوف پر عائد ہوتی ہے اور مخدوم شہید کے خاندانی افراد کی رائے بھی یہی ہے، لہذا ضروری ہوا کہ اصل واقعے کی جانچ پڑتال اور چھان بین میں حتی الامکان کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ تاکہ حقیقت برھنہ صورت میں منظر عام پر آ جائے۔

افسوس یہ ہے کہ اس سلسلے میں معلومات کا اندوختہ بہت ہی قلیل اور فرومایہ ہے ''تحفۃ الکرام،، میں پوری داستان

کو صرف چار پانچ سطروں میں سمیٹ دیا گیا ھے اور بیان کا جو انداز اختیار کیا گیا ھے، اس کی کیفیت آگے چل کر واضح ھوگی۔ مخدوم شہید اور ان کے خاندان کے متعلق جو کتاب لکھی گئی ھے اس میں اس واقعے کو اگرچہ تفصیل سے لکھا گیا ھے، لیکن ظاهر ھے کہ وہ صرف مدعی کا نقطۂ نگاہ ھے۔ جب تک مدعا علیہ کا بیان سامنے نہ آ جائے یا معاملے کا دوسرا رخ معلوم نہ ھو جائے، صحیح نتیجے پر پہنچنا مشکل ھے۔ بہ حالات موجودہ اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس ایک طرفہ بیان ھی کو مدار جائزہ و تحقیق بنایا جائے۔ اس طرح دیکھا جائے کہ میاں نور محمد خان اس شہادت کے لئے کس حد تک ذمہ دار قرار پاتے ھیں۔

مخادیم کھوڑا: مخدوم عبدالرحمٰن کا خاندان کلھوڑہ ھونے کا دعویدار ھے۔ اس خاندان کا پہلا فرد ابراھیم، عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں علوم دین کی اشاعت کے لیے سندھ آیا اس کا نسب نامہ یہ ھے:

> ابراھیم بن اسحاق بن معروف بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حضرت عبداللہ بن حضرت عباس (عم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم)

ابراھیم سندھ پہنچا اور کلور میں مقیم ھوا جو حیدرآباد کے شمال میں ایک پہاڑی ھے:

مردم آنجارا بہ وعظ و نصیحت و اجراء احکام شریعت مشغول نمودند۔ پس مردم شیخ را کلور والا گفتند و ایں اسم	کلور کے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور احکام شریعت کا پابند بنایا۔ اس وجہ سے عوام ابراھیم کو

بکثرتِ استعمال به کلهوڑه ''کلور والا،، کہنے لگے -
مشهور شد (حـ ۱) یه نام کثرت استعمال سے
کلهوڑه بن گیا -

بزرگان خاندان: ابراهیم کے اخلاف کا سلسله مخدوم عبدالرحمٰن تک یه بتایا گیا ھے:

نام	قیاسی سال
۱- عبدالله	۳۹۲ ھ
۲- جمال الدین محمدؐ	۱۶۴ ھ
۳- عبیدالله	۵۰۷ ھ
۴- یحییٰ	۶۶۸ ھ
۵- محمدؐ	۷۵۷ ھ
۶- احمد	۸۷۰ ھ
۷- مخدوم اسد الله	۹۶۶ ھ
۸- مخدوم جلال الدین	۱۰۲۷ ھ

۱- قلمی نسخه مملوکه راشدی برادراں ص ۷ - یہاں به عرض کر دینا چاهئے که خود کلهوڑه خانداں کے جس بزرگ سے یه لقب جاری هوا، اس کا نام بھی ابراهیم هی تھا (بن مہدی بن چینے خاں)، لیکن دونوں خاندانوں میں بزرگوں کے ناموں کے سوا اور کوئی وجه اشتراک موجود نہیں - میرے لئے یه عرض کرنا مشکل ھے که اس بیان کو کس حد تک درست سمجھا جائے یه امر بھی محتاج، تصریح نہیں که خود ابراهیم کے زمانے کے لوگ اسے ''کلور والا'' نه کہه سکتے تھے - اس لئے که عباسیوں کے زمانے میں غالباً سنده میں تلقب کا یه طریقه رائج نه هوگا جس کا انداز بہت بعد کے زمانے کا شاهد ھے -

۹- مخدوم یحییٰ ۱۰۴۱ ھ
۱۰- مخدوم عبدالخالق ۱۰۶۲ ھ
۱۱- مخدوم محمد عاقل ۱۰۹۲ ھ
۱۲- مخدوم محمد ۱۱۲۲ ھ
۱۳- مخدوم عبدالرحمٰن ۱۱۸۵ ھ

ان میں مخدوم اسداللہ (متوفیٰ ۹۶۶ ھ) کے متعلق مرقوم ہے کہ همایوں نے اس سے دعا کرائی تھی۔ همایوں کو دوبارہ تخت ملا تو مخدوم ٹھٹھہ پہنچا۔ پھر اکبر سے درخواست کی کہ مملکت میں شرعی احکام کا اجراء ہو۔ اسی بزرگ نے سواد شہر کھوڑہ (صیح : کھہڑا) میں قیام کیا اور مسجد بنوائی (حـ ۱)۔

مخدوم اسد اللہ کے بیٹے مخدوم جلال الدین اور پوتے مخدوم یحییٰ نے زمینداری کا بندوبست کیا اور کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ مخدوم عبدالرحمٰن کے جد امجد مخدوم عاقل کے متعلق مرقوم ہے کہ وہ علم و فضل، زهد و ریاضت اور هدایت و ارشاد کے جامع تھے۔ ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ (حـ ۲)

مخدوم عبدالرحمن : مخدوم عبدالرحمٰن کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ وہ شریعت کی ترویج میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ جو لوگ بدعات و گمراهی میں مبتلا تھے، انہیں

۱- "تحفہ" الکرام" کے بیان کے مطابق کھوڑا روہڑی سے بیس کوس ہے (جلد سوم صـ ۱۲۴)۔
۲- قلمی نسخہ صـ ۱۱ -

سختی سے تنبیه فرمایا کرتے تھے اور اکثر دعا کیا کرتے تھے که خدا یا شہادت نصیب کر !

'' تحفة الکرام ،، کا بیان ھے :

قاضی عبدالرحمٰن در اوامر و نواھی تقید کلی داشته ، در مقدمات دینی بغایت می کوشید ـ دز احیاء سنن غلو کلی به عمل می آورد و جمِّے غفیر وابستهٔ اشاره‌اش بودند (۱) ـ

قاضی عبدالرحمٰن اوامر و نواھی کے پورے پابند تھے ، دین کے بارےمیں بہت کوشش کرتے رھتے تھے ـ سنن نبوی کے احیاء میں بہت مبالغه فرماتے تھے ـ بہت سے لوگ ان کے اشارے کے منتظر رھتے تھے ـ

میاں نور محمد سے ملاقات کا قصه : بیان کیا جاتا ھے که روھڑی کے سادات کو جن کا جد امجد میر خیدر صفائی تھا ، پھلوں اور سبزیوں میں سے حصه ملا کرتا تھا ـ میاں نور محمد خاں کے عہد میں یه حصه بند ھوگیا ـ سادات مخدوم عبدالرحمٰن کی خدمت میں پہنچے که آپ سفارش کر کے ھمارا حصه بحال کرادیں ـ مخدوم موصوف نے اس سلسلے میں خدا باد کا سفر اختیار کیا ـ

میاں صاحب کو مخدوم کی آمد کا حال معلوم ھوا تو خیال آیا که اگر مسند پر بیٹھ کر ملاقات کی تو مخدوم صاحب کی تعظیم کے لئے اٹھنا پڑے گا ـ اس تعظیم سے بچنے کی تجویز یه سوچی که مخدوم صاحب آئیں تو میاں صاحب توشه خانے

۱ـ ''تحفة الکرام'' جلد سوم ص ۱۳۴ ـ

سے نکل کر ساتھ ہو جائیں پھر اکٹھے مسند پر جا بیٹھیں ۔

مخدوم، میاں صاحب کے اس ارادے سے باطناً آگاہ ہوگئے تو ملاقات کے مقام پر پہنچتے ہی نماز شروع کردی ۔ میاں صاحب آئے تو مخدوم صاحب مشغولِ نماز تھے ۔ انھوں نے سلام پھیرا تو تعظیم کے لئے اٹھنا پڑا ۔ یوں میاں صاحب کی تجویز ناکام رہی ۔

بات چیت شروع ہوئی تو مخدوم نے سوال کیا کہ آپ کے پاس کتنے کتّے ہیں ؟ میاں صاحب نے تمام شکاری کتّے منگوالئے ۔ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ کتّے دیکھ کر بات یاد آ گئی ۔ جو شخص صدقہ دےکر واپس لے ، وہ اس کتّے کی مانند ہے ، جو اپنی قے چاٹ لیتا ہے ۔

یہ سنتے ہی میاں صاحب نے منشی کو بلا کر حکم دے دیا کہ مخدوم صاحب جو حکم دیں ، اس کے مطابق روبکار تیار کرو اور اس پر مہر لگا کر حوالے کر دو (حـ ۱) ۔

تبصرہ : اس کہانی کو نفسِ مدعا کے اعتبار سے غلط سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ۔ مثلاً یہ صحیح ہوگا کہ سادات مخدوم عبدالرحمٰن کے زہد و تقدس اور وسیع اثر و رسوخ کی بنا پر سفارش کی التجا لے کر آئے اور مخدوم محترم نے خداباد پہنچ کر سفارش فرمائی ، لیکن اس کی تفصیلات کو قبول کرنے میں بوجوہ تامل ہے ۔ مثلاً :

۱ — مخدوم عبدالرحمٰن عام بیانات کے مطابق اونچے درجے کے بزرگ تھے ۔ ان کے دل میں سنت نبوی

---

۱ قلمی نسخہ صـ ۲۱ ۔

کے احیاء کی خاص تڑپ تھی - ایسے بزرگ کے متعلق خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ میاں نور محمد خاں سے تعظیم کرانے کے لئے پر پیچ تدبیر اختیار کرے گا - اہلِ حق اس قسم کی باتوں کے روادار کبھی نہیں ہوئے -

۲ — میاں نور محمد خاں کے متعلق معلوم ہے کہ وہ اہل اللہ ، علماء اور سادات کی بزرگ داشت میں کبھی متامل نہ ہوئے - میر عظیم الدین ٹھٹھوی نے ''فتح نامہ'' میں لکھا ہے کہ سادات کا برہنہ تن لڑکا بھی میاں صاحب کے سامنے آ جاتا تھا تو وہ بے اختیار تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے - ایسے شخص کے متعلق یہ بات کیونکر تسلیم کی جاسکتی ہے کہ اس نے مخدوم عبدالرحمٰن جیسے بزرگ عالم و داعیِ شریعت کی تعظیم سے بچنے کے لئے ناواجب اہتمام کیا ہو؟

۳ — مخدوم عبدالرحمٰن نے سفارش کے لئے نظر بہ ظاہر وہ انداز اختیار نہ کیا ہوگا جو ایک عام آدمی کے متعلق بھی غالباً مستحسن نہ سمجھا جائے گا ، اس لئے کہ مخدوم مسلمہ بیانات کے مطابق سنن نبوی کے عملی پیکر تھے -

۴ - میاں نور محمد خاں نے جس اہتمام سے مخدوم صاحب کی سفارش منظور کی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ موصوف کے دل میں مخدوم کی انتہائی قدر و منزلت تھی -

حقیقت یہ معلوم ہوتی ھے کہ اس قصے میں راویوں نے رنگ آمیزی کرتے کرتے اسے عجیب و غریب شکل دے دی اور جس بزرگ نے یہ قصہ قلمبند کیا ، اس نے زبان زد روایت کو بلا انتقاد قبول کر لیا ۔ یہ غور نہ کیا کہ اس کے بعض پہلو خود حضرت مخدوم کی شان پیروی سنت کے منافی ھیں

ایک قضیۂ نامرضیہ : مخدوم عبدالرحمٰن بہ اطمینان خدمت دین میں مشغول تھے ۔ اچانک ایک افسوسناک واقعہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے وہ بزرگ ہستی بے وجہ ایک کشمکش میں مبتلا ھو گئی ۔

واقعے کی سرسری کیفیت یہ ھے کہ جن سادات کا حصہ حضرت مخدوم نے میاں نور محمدؐ خان سے بحال کرایا تھا، ان میں سے کوئی ایک سید ایک حسین مطربہ پر عاشق ھوگیا ۔ مطربہ کا شوھر غریب تھا ۔ سید نے اپنے زور اور اثر کے بل پر مطربہ کو گھر میں ڈال لینا چاھا ۔ شوھر نے حضرت مخدوم کے پاس فریاد کی اور اپنی بیوی کو بھی آپ ھی کی پناہ میں لے آیا ۔ آپ نے سادات کو لکھا کہ یہ فعل سراسر نازیبا ھے ۔ اگر اس عورت سے ایسی ھی دلبستگی ھے تو شوھر کو طلاق پر راضی کر کے اس سے با قاعدہ نکاح کر لو ۔

کچھ دن بعد حضرت مخدوم نے اس عورت کو اپنے چند آدمیوں کے ھمراہ بھیج دیا ۔ ان آدمیوں کا سرخیل مخدوم کا خاص خادم تھا جس کا نام ''زیرک،، بتایا گیا ھے جو سید اس عورت پر مرتا تھا اسے خبر مل گئی اور وہ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر راستے میں بیٹھ گیا ۔ مخدوم صاحب کے آدمیوں سے عورت کو زبردستی

چھیننے کی کوشش کی تو لڑائی چھڑ گئی - اس میں فریقین کے چند آدمی مارے گئے -

حاکم کے پاس شکایت: سادات نے آگا دیکھا نہ پیچھا مخدوم کے گراں بہا احسان کو پس پشت ڈالا، اپنے آدمی کی زیادتی کو نظر انداز کیا اور حاکم کے پاس دعویٰ کر دیا کہ مخدوم کے آدمیوں نے ہمارے آدمی خواہ مخواہ قتل کر ڈالے - یوں مخدوم کے آدمیوں کے خلاف خون کا مقدمہ قائم ہو گیا -

مخادیم کھوڑہ کی خاندانی تاریخ مظہر ہے کہ معین ڈھرؔ اس زمانے میں کلھوڑہ حکومت کی طرف سے روھڑی میں کاردار تھا - اسے معلوم تھا کہ میاں نور محمدؐ کو مخدوم سے دلی عداوت ہے اور میاں کی خواہش ہے کہ کوئی موقع ملے تو مخدوم کو قتل کرا دے - چنانچہ کاردار مذکور نے سادات کی شکایت کو ایک خدا ساز موقع قرار دے لیا - اصل واقعات سے چشم پوشی کرتے ہوئے میاں صاحب کو لکھا کہ مخدوم کے خلاف قتل کی نالش دائر ہوئی ہے - میاں صاحب نے ایک نو مسلم سیوستانی کو فوج دے کر بھیج دیا کہ مخدوم کو شہید کر آؤ (حـ ۱) - صورتِ حال کا یہ نقشہ کسی لحاظ سے بھی معقول اور قرینِ وقوع معلوم نہیں ہوتا :

۱ - اگر نورِ محمدؐ خاں مخدوم کو شہید کرانا چاہتا تھا تو بیسیوں بہانے پیدا کر سکتا تھا - خود سینکڑوں آدمیوں سے جھوٹی شکایتیں پیش کرا کے اپنا مدعا پورا کر سکتا تھا - اس انتظار کی ضرورت نہ تھی کہ مخدوم صاحب اتفاقیہ

---

۱ - قلمی نسخہ صـ ۳۱ -

کسی معاملے میں پھنسیں تو اپنی عداوت کی آگ کو بجھائے۔

۲۔ معین ڈھٹر کاردار روھڑی صرف سادات کی طرف سے نالش کی بنا پر مخدوم کے قتل کی سکیم کیونکر تیار کر سکتا تھا؟ نالش کا طبعی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ فریق ثانی کو بلاکر حالات پوچھے جاتے اور آخری فیصلہ کیا جاتا۔

۳ — لڑائی سادات اور مخدوم کے آدمیوں میں ہوئی تھی۔ خون کی نالش مخدوم کے خلاف نہ تھی، صرف ان کے آدمیوں کے خلاف تھی۔ اصل ملزموں کو چھوڑ کر مخدوم کو مجرم بنا لینے کی کون سی صورت تھی؟

صورت حال کا امکانی نقشہ: پیش نظر بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے صورتِ حال کا جو امکانی نقشہ ذھن میں آتا ھے، اس کی کیفیت یہ ھے:

۱ — معین ڈھٹر نے سادات کی نالش کے مطابق حکم جاری کیا ہوگا کہ فریق ثانی جواب دھی کے لئے حاضر ہو۔

۲ — مخدوم کے آدمیوں نے نہ سادات کی پیش دستی کی شکایت کی، نہ اپنے آدمیوں کے خون کا دعویٰ دائر کیا۔ نہ نالش کی جواب دھی پر آمادہ ہوئے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ آخری فعل کے ذمہ دار وہ خود تھے یا مخدوم نے انھیں ہدایت فرما دی تھی۔

۳ — اگر ایک فریق دعویدار ہو اور دوسرا فریق جواب دہی کے لئے عدالت میں نہ آئے تو لازماً اسے حکمِ خاص کی بنا پر بلایا جائیگا ۔ اغلب ہے، معین ڈھسّر نے بھی یہی کیا ہو ۔ بظاہر اس حکم کی بھی تعمیل نہ ہوئی ۔

۴ — اغلب ہے، مخدوم کے آدمیوں نے مقابلے کی ٹھان لی ہو ۔ اس وجہ سے حاکم کو واقعات کی کیفیت میاں نور محمدؐ خاں کے پاس پیش کرنی پڑی اور وہاں سے فوج متعین ہوگئی ۔

ناقابل فہم روش : سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت مخدوم نے کیوں ایسی روش اختیار کی جو صریح منافیِ آئین و قانون تھی اور جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ حکومت کو حکومت نہیں سمجھتے تھے ۔ اگر وہ اپنے آدمیوں سے فرما دیتے کہ صحیح حالات حاکم یا کاردار کے سامنے پیش کردو تو نظرِ بہ ظاہر واقعہ اصل رنگ میں سامنے آ جاتا ۔ سادات کی پیش دستی میں شبہ نہ رہتا اور وہی مجرم ٹھہرتے، لیکن یہ نہ ہوا ۔

اب آپ خود سوچیں کہ حکومت کے لئے کیا چارۂ کار باقی رہ گیا تھا ؟

۱ — اگر وہ نالش کے سلسلے میں مخدوم کے آدمیوں کی حکم عدولی کو نظر انداز کر دیتی تو خود اپنی بنیاد کھودتی ۔ جو روش مخدوم کے آدمیوں کے لئے جائز تھی، وہ دوسروں کے لئے کیوں جائز

نہ تھی ؟ اس حالت میں قانون و آئین کا احترام یقیناً ختم ہو جاتا ۔ عدالت بہر حال عدالت ہے ۔ اور چھوٹے بڑے کو اس کے روبرو پیش ہونے میں تامل نہ ہونا چاہیے ۔ یہ نہیں کہ عام آدمیوں کے لئے تو وہاں پیش ہونا ضروری ہو اور بڑے آدمیوں کو اس سے نہ صرف مستثنیٰ سمجھا جائے بلکہ یہ حق بھی دے دیا جائے کہ جب چاہیں ، پیش ہونے سے انکار کردیں ۔

۲ — اگر حکومت ملزموں کو عدالت میں پیش کرنے پر اصرار کرتی تو مخدوم سے کشمکش کا اندیشہ تھا ۔ اس نے اصرار کیا ، اس لئے کشمکش ہوئی ، جو بہ اعتبارِ نتائج کتنی ہی افسوسناک ہو ، لیکن حکومت کو اس بنا پر موردِ الزام قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس پورے بیان کو ناقص و غیر مکمل سمجھ لیا جائے ۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مخدوم نے پہلے ہی مرحلے پر مقاطعہ نہ کیا بلکہ حاکم یا کاردار سے تعاون کے بعد جب اندازہ کر لیا کہ وہ مقتضائے انصاف سے دانستہ گریزاں ہے تو یہی مناسب سمجھا کہ تعاون سے انکار کردیں ۔ مخدوم نہایت ذمہ دار بزرگ تھے ۔ ان سے ایسی ہی روش کی امید ہو سکتی تھی ، لیکن خاندانی تاریخ میں اس قیاس کے لئے کوئی سہارا موجود نہیں اور ظاہر ہے کہ مسود اوراق کے لئے پیش نظر مواد کے سوا کوئی مبنیٰ نہیں ہو سکتا ۔

شہادت : شہادت کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ

جس نو مسلم سیوستانی کو فوج دے کر بھیجا گیا تھا ، اس نے کھوڑا پہنچ کر بستی کا محاصرہ کر لیا ۔ آدمی مخدوم کے پاس جمع ہونے لگے ، لیکن وہ سب کو دعا دے کر رخصت کرتے رہے ۔ صرف دو سو آٹھ آدمی باقی رہ گئے تھے ۔ ان میں سادات بھی تھے ، بڑے بڑے عالمان با عمل بھی تھے اور حفاظ قرآن بھی ۔ مخدوم نے ان سے فرمایا کہ ظہر کی نماز کے بعد قبلہ رو ہو کر اسم ذات کا ذکر شروع کردو ۔ تلواریں بھی چلیں تو رضا بقضا کے مسلک سے ادھر آدھر نہ ہو ۔ آپ کے بھائی مخدوم محمد عاقل نے کہا کہ اجازت ہو تو جس زمین پر محاصرین جمع ھیں ، اسے زیر و زبر کردوں ۔ فرمایا نہیں ۔ میں خود بھی یہ کرسکتا تھا ، لیکن نہیں کرنا چاھتا ۔ آپ کے دونوں صاحبزادے کم سن تھے ۔ آپ نے ان کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا ۔ پھر قبلہ رو ہو کر وضو کرنے لگے ۔ اس اثناء میں محاصرین اندر پہنچ گئے ۔ انھوں نے مخدوم سے کہا کہ تمھارا خون شیشے میں بھر کر لے جائیں گے ۔ فرمایا : میرے خون کا ایک قطرہ بھی باھر نہ نکلے گا ۔ اسی حالت میں تلوار سے آپ کا سر قلم کردیا گیا ۔ اسم ذات کا نعرہ زبان پر تھا اور تسبیح ھاتھ میں تھی ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ باقی ساتھی بھی شہید ہو گئے صرف ایک بچا جو اتنے زخم کھا چکا تھا کہ بظاھر مقتول معلوم ہوتا تھا ۔

محاصرین نے پھر زنانے میں گھسنا چاھا کہ شاید وھاں بھی کچھ لوگ موجود ھوں ، لیکن لکیاری کے سید فیروز شاہ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور فوجیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا (حـ ۱) ۔

۱- قلمی نسخہ صـ ۳۲ ۔

یہ امر پھر ایک مرتبہ واضح کردینا چاہیے ، فوج صرف اس غرض سے بھیجی گئی تھی کہ ملزموں کو گرفتار کیا جائے تاکہ قانون کا احترام بحال ہو جائے ۔ کسی کو مارنا مقصود نہ تھا ۔ اس غرض کے لئے سردار فوج اور مخدوم میں مذاکرات بھی ہوئے ہوں گے ۔ جب کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو قوت سے کام لینا نا گزیر ہو گیا ۔ نتائج وہی نکل سکتے تھے ، جو نکلے ۔

مرثیہ: یہ حادثۂ محزنہ ۱۱۴۵ھ میں پیش آیا ''تحفۃ الکرام،، نے لکھا ہے :

آخر باجماعہ موفق در امر حمایت اسلام میان مسجد و نماز شہید شدہ (حـ ۱)	آخر اپنے حامیوں کے ساتھ حمایت اسلام کی خاطر مسجد میں بہ حالت نماز شہید ہوا ۔

صاحب ''تحفۃ الکرام،، نے ''امر حمایت اسلام،، کی وضاحت نہیں کی ۔ اگر مطربہ کو بچانے کی طرف اشارہ ہے ، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی تو وہ یقیناً ایک اہم اسلامی خدمت تھی ، لیکن بعد میں جو صورت پیدا ہوئی ، اس کے باب میں کیا سمجھا جائے اور اسے کس نقطۂ نگاہ سے مقتضائے اسلام کے مطابق قرار دیا جائے ؟ نیز مسجد میں شہید ہونا مسلّم مگر عین حالت نماز میں شہادت کا واقعہ نظر ثانی کا محتاج ہے ۔ خود مخدوم کی خاندانی تاریخ کا بیان ''تحفۃ الکرام،، کے خلاف ہے اور وہی مستحق ترجیح ہے ۔

---

۱ ۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۳۴ ۔

کہتے ھیں اس واقعے پر کئی مرثیے کہے گئے - خاندانی تاریخ میں ایک مرثیے کے چند اشعار نقل ہوئے ھیں جو ذیل میں درج ھیں :

این چه سودا در دماغِ دھر پا انداخته
این چه شور و شر به گردون در صدا انداخته
نے بیک شہر است آہ و نے بیک کوچه است وائے
خشتِ ماتم ھر تنے در ھر سرا انداخته
ھر زماں در فکر می بینم به ھر جا فوج فوج
ھر کسے با ھر کسے لا و الیٰ انداخته
یا قیامت گشت قائم یا بتر شد آسماں
ھائے و ھوئے در جہاں چوں کربلا انداخته
یا به قتل عبد رحمٰن رحمتِ رحماں علیه
در جہاں تپ لرزه و رنج و بلا انداخته
ھر کجا آں شاھبازِ دین و دولت می دوید
ھر غرابِ کفر و بدعت قا و قا انداخته

خاندان کا اعزاز: اتمام بیان کی غرض سے یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ھے کہ مخدوم عبدالرحمٰن شہید کے دو صاحبزادے تھے - بڑے مخدوم محمدؐدی ، چھوٹے مخدوم احمدی - مخدوم محمدؐدی ، میاں نور محمدؐ خاں کی زندگی میں خدا باد گئے تو میاں صاحب نے بڑی تعظیم کی - ھر پرگنے میں جاگیریں عطا کیں - کھوڑا کی سر شماری معاف کردی - خاص کھوڑا میں تین سو بیگھے زمین کا پروانہ دیا ، جس میں چودہ کنوئیں تھے (ح- ۱) - اس سے واضح ھے کہ کم از کم مخدوم محمدؐدی میاں نور محمدؐ خاں کو اپنے

۱- قلمی نسخه ص- ۹۳ -

والدِ ماجد کے قتل کا ذمہ دار نہ سمجھتے تھے ۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ان جیسا بلند پایہ بزرگ والد کے قاتل سے جاگیریں اور انعام قبول کرنے کا روادار نہ ہو سکتا تھا ۔

افغان بادشاہوں کے فرامین : اس خاندان کی تاریخ میں احمد شاہ ابدالی سے بعد کے افغان بادشاہوں تک کے متعدد فرامین منقول ہیں ، جن میں خاندان کے اعزاز کو بالاہتمام واضح کیا گیا ہے ۔ بعض فرامین کا نقشہ مع تصریحِ تاریخ صدور ذیل میں درج ہے :

۱—۲۱ محرم	۱۱۶۷ھ	(۷ نومبر ۱۷۵۳ء)
۲—۶ صفر	۱۱۷۲ھ	(۹ اکتوبر ۱۷۵۸ء)
۳—۱۲ ربیع الاخر	۱۱۷۵ھ	(۱۰ نومبر ۱۷۶۱ء)
۴—۷ ربیع الاول	۱۱۷۸ھ	(۴ ستمبر ۱۷۶۴ء)
۵—۸ محرم	۱۱۹۴ھ	(۱۵ جنوری ۱۷۸۰ء)
۶—۱۷ ربیع الاخر	۱۱۹۸ھ	(۱۰ مارچ ۱۷۸۴ء)
۷—۱۱ جمادی الاخری	۱۱۹۹ھ	(۲۱ اپریل ۱۷۸۵ء)
۸—۴ ربیع الاول	۱۲۰۴ھ	(۲۲ نومبر ۱۷۸۹ء)
۹—	۱۲۰۸ھ	۱۷۹۴ء
۱۰—	۱۲۰۹ھ	۱۷۹۵ء
۱۱—	۱۲۱۰ھ	۱۷۹۶ء
۱۲—	۱۲۱۹ھ	۱۸۰۴ء
۱۳—	۱۲۲۰ھ	۱۸۰۵ء
۱۴—	۱۲۲۱ھ	۱۸۰۶ء
۱۵—	۱۲۲۳ھ	۱۸۰۸ء

ان فرامین سے ظاہر ہے کہ افغان بادشاہوں کو اس

خاندان پر بے حد اعتماد تھا ۔ یہ اعتماد بلا شبہ خاندان کی عظمت کا ایک نشان ھے، لیکن تعجب اس بات پر ھے کہ جن افغان سلاطین نے خاصی لمبی مدت تک اھل سندھ کو خوفناک مصیبتوں میں الجھائے رکھا اور جن کی وجہ سے خطۂ سندھ کے طول و عرض میں قتل و غارت کی قیامت بپا رھی، ان سلاطین کو کھوڑا خاندان کے بزرگوں میں اعزاز کی کون سی چیز نظر آئی ؟ کیا وہ سندھی نہ تھے ؟ یا کیا انھیں اھل سندھ کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے ھمدردی نہ تھی اور وہ اپنے ھم وطنوں کے خلاف اجنبیوں کے حامی تھے ؟

ٹھٹھہ کی حوالگی: ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں ٹھٹھہ کا صوبہ بھی میاں نور محمّد خاں کے حوالے کردیا گیا ۔ مغل دربار کی طرف سے صوبۂ ٹھٹھہ کا آخری گورنر نواب صادق علی خان تھا، جو ۱۱۴۹ھ میں مقرر ھوا ۔ یہ نواب سیف‌الله خاں کا بیٹا تھا جو ۱۱۳۷ھ سے ۱۱۴۳ھ تک ٹھٹھہ کا صوبہ دار رھا اور عارضۂ فتق سے وفات پائی ۔ صادق علی خان نے ٹھٹھہ اجارے پر لیا تھا ۔ پہلے سال لشتم پشتم اجارے کی رقم پوری کردی ۔ دوسرے سال گھاٹا پڑا ۔ اس موقع پر میاں نور محمّد خاں کا وکیل حضور شاھی میں موجود تھا ۔ نواب صادق علی خاں نے خسارے کے پیش نظر ٹھٹھہ کی حوالگی پر آمادگی ظاھر کی (حـ ۱) ۔ میاں صاحب کی طرف سے

۱- بعض روایتوں میں آیا ھے کہ میاں صاحب نے تین لاکھ روپیے دے کر ٹھٹھہ حاصل کیا تھا، لیکن یہ رقم ادا نہ ھوئی تھی کہ نادر شاہ کی یورش کا واقعہ ھائلہ پیش آیا۔ معلوم نہ ھو سکا کہ آیا یہ تین لاکھ کی رقم مستقل طور پر ادا کرنے کا ذمہ اٹھایا تھا یا صرف ایک ھی وقت یہ رقم بہ طور نذرانہ پیش کرنے کا عہد کیا تھا ۔

شیخ غلام محمدؐ نے نظامت ٹھٹھ کا چارج لیا :

از آں قرار ریاست حکام ہندیہ از تتہ مرتفع گردیدہ و دودمان عباسیہ مسطور بایالت بکھر و سیوستان و تتہ فروغ جاوید یافتہ (حـ ۱)۔

اس وقت سے ہندوستانی حکام کی حکمرانی کا سلسلہ ٹھٹھہ سے اٹھ گیا اور عباسی خاندان کو بکھر ، سیوستان اور ٹھٹھہ کی فرمانروائی سے فروغ جاوید حاصل ہوا ۔

دھاراجا اور ککرالہ کی لڑائیاں : آخر ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ (فروری ۱۷۳۹ء) میں میاں صاحب نے صاحبزادہ محمدؐ مراد یاب خاں کو ٹھٹھہ بھیج دیا ۔ وہاں پہنچتے ہی رانا اجمال والی دھاراجا (حـ ۲) اور جام ککرالہ سے لڑائیاں شروع ہو گئیں ۔ وہ لوگ بحری جہازوں کو دریا میں لیے آئے اور تری و خشکی دونوں جگہ چپقلشیں ہوتی رہیں ۔ دشمن کے جہاز نصر پور تک پہنچ گئے اور انھوں نے دریا کے دونوں کناروں پر یورشیں کیں ۔ جب کنارہ ہائے دریا پر توپیں نصب کر کے گولہ باری شروع ہوئی تو دشمنوں نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی ۔ سرائی فوج نے ان کا تعاقب کیا اور ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ وہ فرمانبرداری قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ۔ ان کے کامل استیصال کا بندوبست کر لیا گیا تھا ۔ اس اثناء میں سندھ کی فضا پر خوفناک مصائب کی بجلیاں اچانک کوندنے لگیں ، جنھوں نے امن و خوش حالی کے خرمن کو آماجگاہ بنا لیا (حـ ۳) ۔ کلھوڑہ فرمانرواؤں نے

۱۔ ” تحفۃ الکرام “ جلد سوم ص۔ ۱۰۲ ۔

۲۔ اس نام کے متعلق بعض اہل علم کو اختلاف ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ نام غالباً ارجن ہوگا ۔ میں نے اسے مختلف کتابوں میں جس طرح دیکھا ، اسی طرح لکھ دیا ۔

۳۔ ” تحفۃ الکرام “ جلد سوم ص۔ ۱۰۹ ۔

چالیس برس کی محنت و جانفشانی سے جس تعمیری کام کا ابتدائی خاکہ مکمل کیا تھا ، وہ پھر معرضِ اختلال میں پڑ گیا -

ناگہانی بلا : اب آپ پورے حالات پر ایک نظر باز گشت ڈال لیں - کلھوڑوں نے معمولی زمینداری کی حیثیت میں تعمیری کام شروع کیا تھا - مخالفت و موافقت کے نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے میاں یار محمدؒ خاں کے عہد میں ایک علاقے کی نظامت ملی - پھر تدریجاً دائرہٗ تنظیم میں توسیع کا سلسلہ شروع ہوا - میاں نور محمدؒ خاں کے عہد میں ٹھٹھہ کی نظامت بھی مل گئی تو خطہٗ سندھ کی فی الجملہ یکجائی کا مقصد منزلِ تکمیل پر پہنچا - سندھ ایک مستقل جغرافیائی اکائی کے طور پر مٹ چکا تھا - اس کی جگہ بکھر و سیوستان ، سبی و گنجابہ اور ٹھٹھہ کی نظامتیں معرضِ وجود میں آ گئی تھیں - ان کی یکجائی سے پھر سندھ کا نام زندہ ہوا - صدیوں کے بعد یہ پہلا موقع آیا تھا کہ متحدہ سندھ کے نظم و نسق کی ذمہ داریاں ان وطنی ناظموں کے ذریعے پوری ہوں ، جو اہل سندھ کی ضرورتوں سے پوری طرح آگاہ تھے اور انھیں دلی تڑپ سے پورا کرنا اپنا اولین فرض جانتے تھے - ان لوگوں کی حیثیت ان سرکاری عاملوں سے بالکل مختلف تھی ، جن میں سے بعض نیک دل بھی ہونگے ، لیکن ان کا پہلا اور آخری نصب العین یہ تھا کہ جتنی دولت سمیٹ سکیں ، سمیٹ کر سندھ کے باہر پہنچا دیں -

اب موقع آیا تھا کہ اہل سندھ وطنی حکمرانوں کی خدمات سے بوجہ احسن متمتع ہوں اور وہ صدیوں سے جن مصیبتوں کے چکر میں مبتلا تھے ، ان کے تباہی خیز اثرات سے

نجات پائیں - کلھوڑہ حکومت تاسیس و استحکام کا ابتدائی کام پورا کر چکنے کے بعد اپنے حقیقی تعمیری وظائف پر توجه مرتکز کر رہی تھی که ایک نئی دهشت خیز بلا لاهور اور دهلی کو آگ اور خون کے سیل میں غوطه دیتی هوئی برساتی گھٹا کی طرح یکایک سنده کے افق پر چھا گئی اور اس کم نصیب خطے کے اقتصادی و تنظیمی احیاء کی امیدیں از سر نو خون هو کر به نکلیں - یه نادر شاه ایرانی کا حمله تها - اس کا حال آئنده ابواب میں ملاحظه فرمائیے -

تیسواں باب

نادر شاہ افشار

نادر شاہ کا ظہور: سندھ پر نادر شاہ کے حملے کی حقیقی حیثیت اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتی جب تک اس کے بروئے کار آنے اور سلطنت مغلیہ کو تباہ کرنے کی کیفیت کم از کم اجمالاً بیان نہ کر دی جائے۔

پہلے بتایا جا چکا ھے کہ میر ویس نے قندھار میں افغانوں کی آزاد حکومت کا قالب تیار کیا تھا اور ایران سے کشمکش جاری ہو گئی تھی۔ میر ویس کے فرزند محمود نے ایران پر هله بول دیا اور اصفہان کو فتح کر کے شاہ حسین صفوی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ شاہ حسین کا ولی عہد طہماسپ میرزا بچ کر اصفہان سے نکل گیا تاکہ قومی فوج تیار کر کے افغانوں کو ملک سے باھر نکالے ۔ اس زمانے میں

نادر ایک معمولی رہزن تھا۔ شہزادہ طہماسپ کی فوج میں شامل ہو کر اس نے معتبر حیثیت حاصل کر لی۔ جانباز و جوانمرد آدمی تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں خاصے بڑے لشکر کا سالار بن گیا۔ اسی نے ملک کو افغانوں کے تسلط سے نجات دلائی۔ اسی نے شمال و مغرب کی جانب سے ترکوں کی یورشوں کو روکا۔ پھر طہماسپ صفوی کو تاج پہنانے کی بجائے اپنے سرداروں کی فرمائش پر ملک کی حکومت خود سنبھال لی اور نادر شاہ کا لقب اختیار کیا۔

قندھار پر حملہ: افغانوں سے لڑائیاں جاری تھیں۔ نادر نے فیصلہ کیا کہ شاہ حسین کے زمانے کی صفوی سلطنت کو بحال کیا جائے۔ اس سلسلے میں قندھار پر حملہ ضروری تھا، جہاں میر ویس کا دوسرا بیٹا شاہ حسین غلزئی حکمران تھا نادر بھاری لشکر لے کر قندھار کی طرف روانہ ہوا۔ اپنے بعض سالاروں کو بلوچستان بھیج دیا تا کہ وہ علاقہ فتح قندھار سے پیشتر مسخّر ہو جائے اور قندھاریوں کو جنوب کی طرف سے کوئی مدد ملنے کا امکان باقی نہ رہے۔

قندھار کا قلعہ بہت مستحکم تھا۔ نادر نے پرانے شہر سے تھوڑے فاصلے پر ایک نئی بستی کی بنیاد رکھ دی اور تمام سپاہیوں کو حکم دے دیا کہ وہاں اپنے رہنے کے لئے مکان بنا لیں۔ نادر آباد اس کا نام رکھا۔ مقصود اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ قندھاریوں کو نادر کے عزم تسخیر کے باب میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور یقین ہو جائے کہ جب تک قندھار فتح نہ ہو گا، نادر کا قدم کسی دوسری طرف نہ اٹھے گا۔

شہر کا محاصرہ: شہر کا محاصرہ پورے زور سے شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ھی نادر نے کچھ فوجیں ارد گرد کے علاقوں کی تسخیر کے لیے متعین کردیں۔ جن افغان نے شکست کھائی ، وہ بھاگ کر مغلیہ سلطنت کے حدود میں پہنچتے رہے، جو قندھار کے شمال، مشرق اور جنوب میں واقع تھی۔ نادر نے اپنے ایک خاص سفیر محمؐد خاں ترکمان کو دھلی بھیج دیا اور اس بات پر زور دیا کہ سرکشوں اور فراریوں کے لیے مغلیہ سلطنت کے دروازے بند کر دیے جائیں اور کسی کو پناہ لینے کا موقع نہ دیا جائے۔ محمؐد خاں ترکمان مدت تک دھلی میں بیٹھا رھا۔ نہ اس کی سفارت کو رد کیا گیا اور نہ اسے رخصت کی اجازت ملی۔ ادھر ایک سال اور چھ دن کے محاصرے کے بعد قندھار فتح ھو گیا۔ پھر نادر نے غزنی کا رخ کر لیا۔

کابل کی تسخیر: غزنی اور کابل اس وقت سلطنت مغلیہ میں شامل تھے۔ اگر محمؐد خاں ترکمان کو مناسب جواب دے کر بھیج دیا جاتا تو نادر تسخیر قندھار کے بعد واپس چلا جاتا ، لیکن دربار دھلی کی جانب سے باصواب جواب نہ ملا تو اسے قدم آگے بڑھانے کے لیے ایک معقول عذر ھاتھ آ گیا۔

ناصر خاں دربار مغلیہ کی طرف سے کابل و پشاور کا صوبہ دار تھا۔ اس نے روپے اور امداد کے لیے بار بار درخواستیں کیں ، لیکن جو لوگ مرکز میں نظم و نسق کے ذمہ دار تھے ، وہ کانوں میں کڑوا تیل ڈال کر بیٹھے رھے۔ نادر کی پیش قدمی پر ناصر خاں نے کابل کو چھوڑ دیا ، اور وہ درۂ خیبر کو روک کر بیٹھ گیا ، تاکہ حملہ آور برؐ پاک و ھند میں داخل نہ ھو سکے۔ نادر نے کابل کو فتح کر لینے

کے بعد پشاور کا رخ کر لیا ، اس لیے کہ اب وہ سلطنت مغلیہ کو بے توجہی کی عبرتناک سزا دینے کا فیصلہ کر چکا تھا جب اسے معلوم ہوا کہ ناصر خاں درہ خیبر کا دھانہ روکے بیٹھا ھے تو جلال آباد سے ایک غیر معروف راستہ اختیار کر کے پشاور پہنچ گیا اور عقب سے ناصر خان پر حملہ کر کے اسے فاش شکست دی ۔

ایک لطیفہ : دربار مغلیہ کی غفلت و ناکارگی کا اندازہ ایک دلچسپ واقعہ سے ھوگا جو بغرض عبرت یہاں بیان کیا جاتا ھے امیر الامراء خان دوران روپیہ اور فوج بھیجنے کا ذمہ دار تھا ۔ ناصر خان نے خان دوران کے وکیل کو بار بار خطوط ارسال کیے اور آخر کار یہ بھی لکھا کہ سپاہ کو پانچ سال سے تنخواہ نہیں ملی ۔ وہ لوگ کہتے ھیں کہ اگر ایک سال کی بھی تنخواہ دے دی جائے تو قرض ادا کر کے لڑنے کے لیے تیار ھیں ۔ وکیل نے یہ خط خان دوران کے ملاحظہ میں پیش کیا تو اس نے کہا کہ روپیہ حاصل کرنے کے لئے اس نوع کی فریب کاریوں کو میں خوب سمجھتا ھوں ۔ ناصر خان کو لکھ دو کہ برسات کے بعد بنگال سے رقم آئے گی تو کچھ حصہ اسے بھی بھیج دیا جائے گا ۔ گویا خان دوران کو یقین تھا کہ نادر شاہ کی پیش قدمی محض افسانہ ھے ۔ ناصر خان نے یہ فرضی ھوا صرف اس غرض سے کھڑا کر لیا ھے کہ روپیہ وصول کرے ۔ لطف کی بات یہ ھے کہ خان دوران کہتا تھا ، برسات کے بعد بنگال سے رقم آئے گی تو بھیجی جائے گی ۔ برسات سے پیشتر خود نادر شاہ خون کا مینہ برساتا ھوا سلطنت کے قلب میں پہنچ گیا ۔ خان دوران بزدل نہ تھا ، جوانمرد تھا ۔ کرنال میں بہادرانہ لڑا اور مارا گیا ، لیکن اس کی بے تدبیری

محتاج تصریح نہیں -

نادر کی پیش قدمی: نادر پشاور سے لاھور پہنچا - لاھور و ملتان کے ناظم زکریا خان نے کمک کے لیے جتنی عرضداشتیں ارسال کی تھیں ان پر بھی توجہ نہ ھوئی - نادر کے وزیر عبدالباقی خاں نے ذکریا خان کو صاف صاف لکھ بھیجا کہ مقابلہ کی ھمت ھے تو بڑی خوشی سے دل کے حوصلے نکال لو، لیکن اگر قلعہ نشین ھو کر بیٹھے یا لاھور کو چھوڑ کر ادھر اُدھر بھاگے تو عوام جن مصیبتوں کا ھدف بنیں گے، ان کے ذمہ‌دار تم ھوگے- بہتر یہ ھے کہ نادر کے دربار میں نیاز مندانہ حاضر ھو جاؤ- اس طرح خود بھی نقصان سے بچے رھوگے اور رعایا کے مال و جان کو بھی بچا لوگے- زکریا خان نے سر تسلیم خم کر دیا - نادر لاھور ٹھہرتا ھوا دھلی کی طرف روانہ ھو گیا -

کرنال کی لڑائی: محمدؐ شاہ نے نظام‌الملک کو دکن سے بلا لیا تھا - دوسرے جلیل‌القدر صوبہ‌داروں کو بھی اعانت کے فرمان بھیج دئے تھے - وہ خان دوران اور دوسرے بڑے بڑے امراء کے ھمراہ دھلی سے نکلا اور کرنال پہنچ کر ٹھہر گیا - سعادت خان صوبہ دار اودھ کو بھی حاضری کا فرمان بھیج دیا گیا تھا - فیصلہ یہ تھا کہ کرنال میں نادرشاہ کا مقابلہ کیا جائے - سعادت خان فوج کو پیچھے چھوڑتا ھوا تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ بادشاہ کی بارگاہ میں پہنچ گیا - عین اسی وقت معلوم ھوا کہ نادرشاہ کے طلایہ‌گر دستوں نے سعادت خان کی فوج پر حملہ کر دیا ھے اور سامان لوٹ رھے ھیں - سعادت خان ایک دم غصے میں آگیا اور تھوڑے سے آدمی

لے کر قزلباشوں کے مقابلے کے لیے نکل پڑا ۔ ھر چند سمجھایا گیا کہ یہ وقت لڑائی کا نہیں، لیکن سعادت خان نے ایک نہ سنی ۔ محمدؐ شاہ نے خان دوران کو سعادت خاں کی امداد کے لیے جانے کا حکم دے دیا ۔ خان دوران نے بھی بہ ادب عرض کیا کہ یہ لڑائی کا موقع نہیں ۔ صبح باقاعدہ صف بندی کرکے لڑیں گے ۔ محمدؐ شاہ اپنی رائے قائم رہا اور خان دوران کو اسی حالت میں نکلنا پڑا ۔ لڑائی ہوئی ۔ سعادت خان کا پاؤں زخمی ھوا اور وہ قزلباشوں کے ھاتھ گرفتار ھوگیا ۔ خان دوران کے مہلک زخم لگے اور اسے نازک حالت میں اٹھا کر خیمے میں لائے ۔ دوسرے یا تیسرے دن وفات پائی ۔ روایت ھے کہ نظام الملک اور وزیر اعتماد الدولہ عیادت کے لیے گئے تو اس نے کہا کہ میں تو اپنا فرض ادا کرچکا ۔ آپ لوگوں سے صرف یہ درخواست ھے کہ ھر ممکن تدبیر اختیار کرکے نادر کو روکنا اور دھلی نہ جانے دینا ۔

صلح اور مصیبت رقابت : دو قابل سالاروں میں سے بے ترتیبی کی حالت میں ایک کی گرفتاری اور دوسرے کی ھلاکت نے فوج پر بہت ناگوار اثر ڈالا ۔ نظام الملک نے کوشش کرکے صلح کا بندوبست کرلیا اور نادر کو دو کروڑ روپیہ دینا منظور کیا ۔ محمدؐ شاہ نے نادرشاہ سے دوستانہ ملاقات اور معاھدۂ صلح پختہ ھوگیا ۔

خان دوران کی وفات سے جو جگہ خالی ھوئی تھی، سعادت خان اس کا امید وار تھا، لیکن وہ گرفتار ھوچکا تھا اور خالی جگہ نظام الملک کو مل گئی ۔ سعادت خان کو اس پر غصہ آیا تو نادرشاہ سے کہا کہ دو کروڑ کیا چیز ھیں، اس

سے زیادہ رقم تو تنہا میں دے سکتا ہوں ۔ دھلی چلیں گے تو آنکھیں کھل جائیں گی ۔ (ح ۔ ۱) ۔ نظام الملک فریبی ہے ۔ اسے بے دست و پا کر دیا جائے تو سب معاملات حسب مدعا طے ہوجائینگے ۔

نادر دھلی میں : نادر نے محمّد شاہ سے دوبارہ ملنا چاھا ۔ نظام الملک نے اس ملاقات کو عہد شکنی قرار دیا ۔ نادر بولا کہ میں اپنے عہد پر قائم ہوں، لیکن ملاقات ضروری ہے ۔ محمّد شاہ دوبارہ نادر کے خیمے میں پہنچا تو اسے عملاً نظر بند کرلیا گیا ۔ نادر نے اپنے ایک سردار کو سعادت خان کے ساتھ دھلی بھیج دیا اور محمّد شاہ سے فرمان حاصل کرلیا کہ شہر کی کنجیاں قزلباش سردار کے حوالے کردی جائیں ۔ ۸ ذی حجہ ۱۱۵۱ھ (۸ مارچ ۱۷۳۹ء) کو نادر دھلی پہنچا اور لال قلعے میں دیوان خاص کے پاس ایک محل میں مقیم ہوا ۔

قتل عام کا حکم : قزلباشوں کا ایک جیش اس کام پر مامور ہوا کہ نرخ مقرر کر کے غلہ فروشوں سے غلہ لے لیے ۔ قزلباشوں نے دس سیر فی روپیہ نرخ مقرر کیا ۔ یہ غلہ فروش مہاجنوں کو منظور نہ تھا ۔ انھوں نے

۱۔ سیرالمتاخرین میں سعادت خان کے الفاظ یوں مرقوم ہیں : دو کروڑ کیا چیز ہیں کہ ہندوستان کی دولت میں سے ان پر قناعت کی جائے ؟ غلام ذمہ اٹھاتا ہے کہ دو کروڑ تو وہ اپنے گھر سے ادا کر دے گا ۔ اگر دھلی تک تکلیف فرمائیں جو صرف چالیس کوس رہ گئی ہے تو بادشاہ، امیروں، مہاجنوں اور تاجروں سے بے اندازہ دولت ملیگی ۔ (سیرالمتاخرین ص ۴۸۳)

غلط سلط باتیں کہہ کر عوام کو برانگیختہ کردیا - چنانچہ قزلباشوں پر جابجا حملے ہوئے اور کئی مارے گئے - اس کے ساتھ ھی افواہ اڑ گئی کہ محمدؐ شاہ نے نادر کو قتل کرا دیا - یہ سنتے ھی قزلباش قتل ہونے لگے - رات بھر میں بہت سے مارے گئے - صبح کو نادر خود گھوڑے پر سوار ہوکر نکلا کہ لوگ اسے دیکھ لیں گے تو افواہ کے غلط ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا - چاندنی چوک میں سنہری مسجد کے پاس پہنچا تو اس پر بھی گولی چلائی گئی - یہ حالت دیکھتے ھی نادر نے قتل عام کا حکم دے دیا - صبح سے ظہر تک دھلی کے بازاروں اور گلیوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور خون کی ندیاں بہ نکلیں - قتل عام میں بچے، بوڑھے، مرد، عورت، گناھگار، بے گناہ کی کوئی تمیز نہ تھی - ظہر کے وقت نظام الملک نے عاجزانہ التجا کر کے قتل عام رکوایا - مقتول قزلباشوں اور مقتول اھل دھلی دونوں کی تعداد میں شدید اختلاف ھے - زیادہ قرین قیاس یہ ھے کہ کم و بیش سات ہزار قزلباش اور کم و بیش بیس ہزار اھل دھلی موت کے گھاٹ اترے (ح ۱) - کئی روز تک ان کی لاشیں گلیوں میں سڑتی رھیں - پھر کچھ لاشیں جمنا میں پھینکی گئیں اور باقی لاشیں بلا لحاظ مسلم و غیر مسلم آگ میں جلائی گئیں -

غارت گری: نادر کا دھلی آنا ھی شہر اور سلطنت کی

۱- قزلباش مقتولین کی کم از کم تعداد چار سو بتائی گئی ھے - بعض پانچ سو اور سات سو بتاتے ھیں - کچھ روایتیں ھیں کہ تین ہزار مارے گئے - شیخ علی حزیں نے سات ہزار کی تعداد بتائی ھے - دھلی کے مقتولین کی اقل تعداد آٹھ ہزار اور زیادہ سے زیادہ چار لاکھ بیان کی گئی ھے -

تیرہ بختی کا سب سے بڑا ثبوت تھا ۔ قتلِ عام نے اس مصیبت میں دہ چند اضافہ کر دیا ۔ قزلباشوں کی تلواریں میان میں ہوئیں تو سلب و نہب اور غارت گری کا طوفان موج زن ہوگیا ۔ شاہی خزانے میں جو کچھ تھا ، وہ نادر نے سنبھال لیا ۔ سرسری اندازہ یہ ھے :

نقد روپیے	ساٹھ لاکھ
اشرفیاں	چند ہزار
سنہری اور روپہلی ظروف	ایک کروڑ
جواہرات	پچاس کروڑ

تخت ، گھوڑے ، ہاتھی اور دوسرا جو سامان غارت گر کے ہاتھ لگا ، اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ۔ تمام امراء سے روپیہ لیا گیا ۔ مثلاً :

اعتمادالدولہ وزیر اعظم	تیس لاکھ
آصف جاہ	تیس لاکھ
سعادت خاں	ایک کروڑ
پس ماندگانِ خان دوران	ایک کروڑ

پورے شہر کو پانچ حصوں میں بانٹ لیا گیا اور ہر حصے سے رقمیں وصول کرنے کا کام کسی ایک امیر کو سونپ دیا گیا ۔ انند رام مخلص کے بیان کے مطابق بعض امیروں نے اپنی نیک طبعی کی بنا پر اہلِ شہر کو آزار پہنچائے بغیر مناسب رقمیں وصول کرلیں ۔ مثلاً آصف جاہ اور اعتمادالدولہ وزیر اعظم کے حلقے میں کسی کو بے جا تکلیف نہ پہنچی ۔ بعض نے نہایت بے دردی سے یہ کام انجام دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ روپیہ نادر کی خدمت میں پیش

کر کے اعتبار و اعزاز حاصل کرلیں - ان میں سے مبارزالملک سر بلند خان اور مرتضیٰ خان خاص طور پر قابل ذکر ہیں - اگرچہ سر بلند خان پر انند رام مخلص کے خاندان کے خاص احسان تھے ، لیکن اس نے مخلص اور اس کے چچیرے بھائیوں کے ذمے پانچ لاکھ روپیے عائد کئے ، پھر دو لاکھ کی تخفیف کردی - مخلص نے گھر کی ہر چیز دے دی اور دس ہزار روپیے کسی سے قرض لئے - یوں اپنے حصے کی رقم ادا کرچکا تو جو دو لاکھ معاف کئے گئے تھے ، ان کا بھی مطالبہ پیش ہو گیا - بڑی پریشانیاں اٹھانے کے بعد مخلص کو اس مصیبت سے نجات ملی -

بے مثال تاریخی نوادر: دھلی سے جو کچھ نادر کے ہاتھ لگا ، اس کا صحیح اندازہ پیش کرنا مشکل ھے - زیادہ تر روایتوں کے مطابق کم و بیش ستر کروڑ روپیے نقد اور سامان کی صورت میں اس نے ھتھیائے اور ان میں بعض ایسی چیزیں بھی تھیں ، جن کی قیمت کا حساب بازاری نرخوں کے مطابق تو لگا لیا گیا ، لیکن تاریخی عظمت کے نقطۂ نگاہ سے ان کی قیمت کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا - مثلاً کوہِ نور کو تول کر سمجھ لیا گیا کہ اس کی قیمت اتنی ھونی چاھیے ، مگر یہ محض ایک خاص وزن کا ھیرا نہ تھا بلکہ وہ ھیرا تھا ، جو صدیوں تک فرمانرواؤں کا درۃالتاج بنا رھا - تختِ طاؤس کے باب میں یہ حساب تو کیا جاسکتا تھا کہ اس میں کتنا سونا خرچ ھوا اور کتنے جواھرات لگے ، لیکن وہ محض زر و جواھر کا ڈھانچا نہ تھا بلکہ شاہ جہاں کا تخت تھا جو اپنی ظاھری بیش بہائی کے علاوہ دنیا بھر میں عدیم‌المثال مانا گیا - اس خصوصیت کی قیمت کون لگا سکتا تھا ؟

تختِ طاؤس کے علاوہ مغل بادشاھوں کے آٹھ یا نو تخت تھے، جنھیں نادر لے گیا ۔

نادر کے فرزند نصراللہ کی شادی ایک تیموری شہزادی سے کی گئی ۔ وقت کے دستور کے مطابق جب نوشا سے پوچھا گیا کہ اپنا سلسلہ سات پشتوں تک گن کر بتاؤ تو نادر نے جواب دیا کہ نصراللہ نادر کا بیٹا ھے اور نادر ابن شمشیر، ابن شمشیر، ابن شمشیر تا بہ ھفتاد پشت (حـ ۱) ۔

علاقوں کی حوالگی: زر و مال کے علاوہ محمدشاہ نے اٹک پار کے تمام علاقے بھی نادر کے حوالے کردئے ۔ اس سلسلے میں اس کا فرمان مظہر ھے :

> میں وہ تمام ممالک نادر شاہ کے حوالے کرتا ھوں جو دریاے اٹک یعنی اباسین اور نالا سانکڑہ کے مغرب میں واقع ھیں۔ نالا سانکڑہ بھی اباسین ھی کی ایک شاخ ھے یعنی پشاور مع متعلقات، صوبہ کابل، غزنی، افغانوں کے کوھستانی مقامات، ھزارہ جات اور درے، قلعہ بکھر، سکھر، خداباد، جوکھیوں، بلوچوں وغیرہ کے مقامات، درے اور علاقے، صوبہ ٹھٹھہ، قلعہ رام، موضع تربین، قصبہ جون، قصبہ سماراتی، قصبہ کیڑا، متعلقات ٹھٹھہ، تمام وہ کھیت، دیہات قلعے، قصبے، آبادیاں اور بندرگاھیں

۱- نادر شاہ کے حالات کے متعلق کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا ۔ آپ تفصیلات معلوم کرنا چاھیں تو لوک ھارٹ ' فریزر ' انند رام مخلص ' خواجہ عبدالکریم کشمیری ' میرزا مہدی کوکب وغیرہ کی کتابیں ملاحظہ فرما لیں ۔

جو دریاے اٹک کے ابتدائی منبع سے سمندر میں گرنے
تک اس پر یا اس کی شاخوں پر تا بہ نالا سانکڑہ
واقع ھیں ۔ مختصر یہ کہ میں نے وہ تمام مقامات
جو دریاے اٹک ، دریاےسندھ اور نالا سانکڑہ کے
مغرب میں واقع ھیں ، اس جلیل القدر شاھنشاہ کے
ممالک محروسہ میں شامل کردئے . . . . لاھری بندر
کا قصبہ اور قلعہ اور دریاے اٹک کے مشرق کے
تمام ممالک حسب سابق سلطنتِ ھندوستان میں
شامل ھیں (حـ ۱) ۔

یہ فرمان ۴ محرم ۱۱۵۲ھ (۲ اپریل ۱۷۳۹ء) کو جاری ھوا ۔ اس کے انداز سے ظاھر ھوتا ھے کہ یہ علاقے محمدؐ شاہ نے بہ طیب خاطر نادر کے حوالے کئے تھے ، لیکن در اصل یہ بیچارگی کا عمل تھا ۔ محمدؐ شاہ نے یہ علاقے اور مال و دولت دے کر اپنی جان چھڑائی ، مگر اسی ۴ محرم والے فرمان نے سندھ کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال دیا ، جو مدتِ مدید تک خوفناک مصیبتوں کا موجب بنا رھا اور کلھوڑوں نے اپنے وطن عزیز کی خدمت کا جو نقشہ تیار کیا تھا ، وہ پارہ پارہ ھوگیا ۔

آسمانی عذاب: مورخوں نے لکھا ھے کہ تیمور کے وقت سے نادر جیسی آفت دھلی پر نازل نہ ھوئی تھی ، لیکن جب تیمور نے حملہ کیا تو تغلقوں کی سلطنت کا کوئی قابل ذکر اندوختہ موجود نہ تھا ۔ اس کے بر عکس جب نادر دھلی

۱- " دی انڈس ڈیلٹا کنٹری " (The Indus Delta Country) ص ۱۱۵ ۔

پہنچا تو اس دولت سے خزانے معمور تھے ، جو مغلوں کو لودھی سلطنت سے میراث میں ملی تھی اور جو خود انھوں نے سوا دو سو سال کی تیغ زنی سے جمع کی تھی - ویسے نوادر شاید ھی دنیا کے کسی شاھی خاندان کو نصیب ھوئے ھوں - یہ دولت اور یہ نوادر غارت گر نادر کے ھاتھ آئے - وہ خوش تھا کہ مغل سلطنت کی رگوں سے زندگی کا پورا خون نچوڑ لیا ، لیکن نہ اس خون کو وہ اپنی سلطنت کی آبیاری کے لئے استعمال کر سکا ، نہ اس سے ایران اور اھلِ ایران کو کوئی فائدہ پہنچا - آٹھ برس بعد نادر کی لاش اس کے اپنے امیروں کے ھاتھوں خاک و خون میں تڑپی اور غارت گری سے جمع کی ھوئی دولت ھاتھوں ھاتھ بٹ کر ناپید ھو گئی -

یہی سفاک غارت گر تھا جو ۱۷۴۰ میں برقِ بلا بن کر سندھ کے خرمنِ امن و بہبود پر گرا - یہ داستان آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے -

اکتیسواں باب

نادر کا حملہ سندھ پر

سندھ پر حملے کا عزم: نادر دھلی سے پشاور ھوتا ھوا یکم رمضان ۱۱۵۲ھ (۲۱ نومبر ۱۷۳۹ء) کو کابل پہنچ گیا۔ وھاں افغانستان کے تمام بڑے بڑے سردار اور اکابر اس کے بارگاہ میں حاضر ھوئے اور چالیس ہزار افغانوں نے اس کی فوج میں شامل ھونے پر آمادگی ظاھر کی انھیں ھرات بھیج دیا گیا، کہ وھاں انتظار کریں، اس لیے کہ وھاں سے بخارا اور خوارزم پر حملے کا ارادہ تھا۔

کچھ مدت پیشتر نادر نے میاں نور محمدؐ خاں عباسی کے نام حکم بھیجا تھا کہ کابل میں مجھ سے ملو۔ میاں صاحب دربار ھند سے وابستہ تھے۔ وہ شاہ دھلی کے فرمان کو تو واجب الانقیاد سمجھ سکتے تھے۔ نادر شاہ کے کسی حکم کو

کیونکر تسلیم کرسکتے تھے - نیز انھیں یقین ھوگا کہ کابل پہنچنے کے بعد نادر کے لیے سندھ آنے کا بظاھر کوئی امکان نہیں ، لھذا اپنے گلے میں مصیبت کا پھندا ڈالنے کی کوئی وجہ نہ تھی - نادر نے جب دیکھا کہ میاں صاحب نے اس کے فرمان کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا تو معاً سندھ پر حملے کے لیے تیار ھوگیا - (ح- ۱)

اس بیان پر غائر نظر ڈالی جائے تو معلوم ھوتا ھے کہ محض میاں نور محمدؐ خاں کے کابل نہ پہنچنے کی بنا پر نادر حملے کے لیے تیار نہ ھوسکتا تھا - دھلی سے اتنی دولت مل گئی تھی کہ شاید ھی کسی حملہ‌آور کو کہیں سے ملی ھو اور سندھ نظر بہ ظاھر ایسا خطہ نہ تھا کہ وھاں سے کوئی قابل ذکر چیز ھاتھ آنے کا امکان ھوتا - نادر کو ایک تو اس بات نے حملے پر آمادہ کیا کہ وہ محمدؐ شاہ سے اٹک پار کے پورے علاقے لے چکا تھا اور اب ان علاقوں کے کسی ناظم کا تعمیل حکم میں تامل سلطنت نادری کے داخلی نظم کا ایک اھم مسئلہ بن گیا تھا - دوسرے اغلب ھے ، میاں صاحب کے حاسدوں اور مخالفوں نے نادر کے روبرو معاملات کو غضب انگیز صورت میں پیش کیا ھو -

---

۱- بعض اصحاب نے لکھا ھے کہ تسخیر قندھار کے بعد نادر درۂ بولان کے راستے ھندوستان آنا چاھتا تھا - میاں نور محمد خاں مقابلے کے لئے تیار ھوگیا ، لھذا نادر نے درۂ بولان کا راستہ چھوڑ کر غزنی ، کابل اور خیبر کا راستہ اختیار کرلیا - مؤلف کو اب تک اس بیان کی تائید کے لئے کوئی ثبوت نہ مل سکا - اس سلسلے میں " نامۂ نغز " کا بیان آگے آئے گا -

نادر ڈیرہ اسمعیل خاں میں: سردیاں شروع ہو چکی تھیں اور کابل سے سندھ پہنچنا سہل نہ تھا، لیکن نادر ۸ - رمضان ۱۱۵۲ھ (۸۲ - نومبر ۱۷۳۹ء) کو نکل پڑا اور وادیٔ کرم کا راستہ اختیار کیا - سردی کا موسم، پہاڑی علاقہ، دشوار گذار راستہ، بار بار دریا کو عبور کرنا پڑا (حـ ۱) - لیکن کوئی دشواری نادر کے عزم راسخ کی عنان گیر نہ ہوسکی - ۲۱ - دسمبر ۱۷۳۹ء کو پہاڑی علاقہ طے ہو گیا تو سپاہیوں نے اطمینان کا سانس لیا - راستے کے بعض قبائل نے مقابلہ کیا اور وہ بیدردی سے مارے گئے یا فرار پر مجبور ہوئے - ایک قبیلے کے ایک ہزار آدمیوں میں سے صرف دو زندہ بچے - یہ اس قہرمان خونریزی کے اثرات اقدام تھے، جسے ایرانیوں نے سب سے بڑا قومی ہیرو بنا رکھا ہے - غرض ۲۵ - دسمبر ۱۷۳۹ء کو نادر ڈیرہ اسمٰعیل خاں پہنچ گیا -

داؤد پوتروں اور کلھوڑوں کی کشمکش کے حالات پیشتر لکھے جا چکے ہیں اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ ان میں دشمنی کس پیمانے پر پہنچی ہوئی تھی - نادر کی آمد پر داؤد پوتروں کے رئیس امیر صادق محمّد خاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں پہنچ کر فرمانبرداری کا عہد کیا اور میاں نور محمّد خان کے خلاف ہر ممکن امداد پر آمادگی ظاہر کی - ان خاندان کی باہم کشمکش میں پیش دستی کسی کی جانب سے ہوئی ہو، تاہم کیا نادر کی امداد پر آمادگی کسی بھی نقطۂ نگاہ سے پسندیدہ سمجھی جاسکتی تھی؟

۱- خواجہ عبدالکریم نے لکھا ہے کہ ہم اس سفر میں بائیس مرتبہ دریا کو عبور کرنے پر مجبور ہوئے (''بیان واقع'' انگریزی ترجمہ صـ ۱۶) -

راستے کی پریشانیاں: ڈیرہ اسمعیل خاں سے نادر نے اپنی فوج کا بڑا حصہ کشتیوں میں سوار کراکے ڈیرہ غازی خاں بھیج دیا اور وہاں سے لاڑکانہ کا قصد کرلیا۔ خواجہ عبدالکریم نے لکھا ہے کہ ہمیں سندھ کی سرحدات پر جیسے جنگلوں سے گذرنا پڑا، ان کے سامنے طبرستان یا مازندران کے جنگل بھی ہیچ ہیں۔ نادر اور اس کی فوج بھی راستہ بھول گئی اور دونوں الگ الگ ہوگئے۔ بہیر کو انتہائی پریشانیاں اور تکلیفیں پیش آئیں۔ ایک مقام پر سرکنڈوں میں آگ لگ گئی۔ اونٹ ڈر کر بھاگے اور نہایت قیمتی سامان لے کر جس طرف رخ ہوا نکل گئے۔ نہ ان کا کوئی سراغ ملا اور نہ ان کے سواروں کا (حـ ۱)۔ نادر نے ڈیرہ غازی خاں سے طلبی کا ایک اور حکم میاں نور محمدؐ خاں کے نام صادر کردیا تھا، اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا (حـ ۲)۔

نادر کا فرمان حاکم پنجاب کے نام: نادر نے روانگی سے پیشتر ایک فرمان نواب زکریا خاں ناظم لاہور و ملتان کے نام بھیجا تھا، جس میں تاکید کی گئی تھی کہ سندھ کی جانب سے کسی کو اپنے علاقے میں آنے کی اجازت نہ دی جائے اور اگر شاہی فوجیں مفرورین کے تعاقب میں دریائے سندھ کو عبور کریں تو یہ خیال نہ کیا جائے کہ سلطنت ہند کے ممالک محروسہ میں مداخلت کی گئی ہے۔ فرمان درج ذیل ہے:

نگین دولت و دیں رفتہ بود چوں از جا
بنام نادر ایران قرار داد خدا

۱۔ "بیان واقع" انگریزی ترجمہ صـ ۱۷ ۔
۲۔ لوک ھارٹ کی کتاب "نادر شاہ" صـ ۱۶۰ ۔

آنکه عالی جاه عمدة
الخوانین العظام زکریا خاں
ناظم صوبهٔ لاهور و ملتان
به شفقت از حد افزوں
خدیوانه سرافراز گشته بداند
که چوں مطمح نظر اقدس
آن است که امسال در
ممالک سنده قشلاق شده
تنبیه بعض اشرار به عمل
آمد و احتمال دارد که
احدے از آن جماعت بسمت
ملتان فرار نماید و
عبور افواج قاهره..... از
آب سنده به عزم تعاقب
و گوشمال موهم ایصال
جسارت به ممالک سلطانی
است ۔ از آن جا که فی
ما بین ایں دو دولت عظمیٰ
دو شوکت کبریٰ جدائی
متصور نیست ، می باید که
آن عالی جاه مهیا و مستعد
باشد که هر گاه ضرور شود
و حکم مجد عزّ صدور یابد
از سمت لاهور متوجه ملتان
گشته در آن نواحی توقف
و از سر راه فراریاں خبر در

زکریا خاں ناظم لاهور
و ملتان کو حد سے بڑھی
ہوئی شاہی شفقت سے سرفرازی
پاتے ہوئے معلوم ہونا چاہیے
اس سال ہمارا قصد یہ ہے
کہ سردیوں کا موسم سندھ
میں گزاریں اور وہاں بعض
شریروں کی تنبیہ عمل میں
لائیں ۔ ہو سکتا ہے کہ ان
لوگوں میں سے کوئی ملتان
کی جانب بھاگے اور ہمارا
لشکر بھاگے ہوئے لوگوں کے
تعاقب میں دریاے سندھ کو
عبور کرے تو ہوسکتا ہے کہ
اس سے سلطانی علاقے میں
مداخلت کا خیال پیدا ہو ۔
چونکہ دونوں بڑی سلطنتوں
میں جدائی کا تصور بھی
ممکن نہیں ، اس لئے عالی
جاہ کو چاہیے کہ تیار و
مستعد رہے جب ضرورت
پڑے اور حکم صادر ہو تو
لاہور سے ملتان پہنچ جائے
اور وہاں ٹھہر کر فراریوں کا
راستہ روکنے کا انتظام کرے ۔
اگر کوئی شخص دریاے

ربودہ ۔ اگر کسے از آب سندھ بحدود ہند بگزرد ، مانع شدہ تنبیہ نماید و نوعے شود کہ محتاج بہ عبور و تعاقب سپاہ متصور نہ شود ..... تحریر فی التاریخ بست و یکم جمادی الثانی ۱۱۵۲ھ ۔

(انند رام مخلص)

سندھ سے حدود ہند میں داخل ہو تو اسے روکے ۔ انتظام اس پیمانے پر ہونا چاہیے کہ ہماری سپاہ کو عبور دریا اور تعاقب کی ضرورت ہی پیش نہ آئے ۔ ۲۱ جمادی الاخری ۱۱۵۲ھ

(۱۴ ستمبر ۱۷۳۹ع)

زکریا خاں نے یہ فرمان دہلی بھیج کر اجازت طلب کی ۔ وہاں سے تاکیدی حکم آیا کہ اس فرمان کے مطابق مستعدی سے عمل کیا جائے ، چنانچہ زکریا خاں نے نہ صرف ملتان میں بیٹھ کر گزرگاہوں کی نگرانی کی بلکہ وہ سندھ بھی پہنچا ، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ۔

میاں صاحب کے انتظامات : میاں صاحب کو نادری یورش کی مستند خبریں مل گئیں تو انھوں نے سوچا کہ مقابلہ بے سود ہوگا ، اس لئے خداباد کو چھوڑ کر کسی ایسے محفوظ مقام پر جا بیٹھنے کا فیصلہ کر لیا جو نظر بہ ظاہر نادر کی دسترس سے باہر سمجھا جا سکتا تھا ۔ چنانچہ میاں نے اپنا سارا مال متاع اٹھایا اور عمر کوٹ کے لئے رختِ سفر باندھ لیا ، جس کے ارد گرد دور دور ریگستان تھا اور کسی بڑی فوج کے ساتھ اسے عبور کرنا آسان نہ تھا (حـ ۱) ۔

۱۔ انند رام مخلص نے "بدائع وقائع" میں لکھا ہے کہ عمر کوٹ کے دو طرف ریت کے ٹیلے ہیں اور دو طرف پانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۹ پر)

عمر کوٹ میں قیام کی یہ وجہ بھی تھی کہ نادر بڑی فوج کے ساتھ ریگستان کو عبور کر کے وہاں نہ پہنچ سکے گا۔ یہ خیال بھی ہوگا کہ اگر اس نے ضد میں آ کر تعاقب کو نہ چھوڑا تو مارواڑ کے صحرائی علاقے میں پناہ لے لی جائے گی۔

میاں صاحب نے چلتے وقت اپنے تمام عاملوں کو تاکید کردی کہ رسد کا جتنا سامان جلایا جا سکے، جلا دیا جائے اور جو جلایا نہ جا سکے، ایسے غیر معروف مقامات پر زمین میں دفن کر دیا جائے (حـ ۱)۔ حملہ آور کو ناکام بنانے کی یہ نہایت عمدہ تدبیر تھی، لیکن اتفاقات ایسے پیش آئے کہ ان میں سے کوئی بھی تدبیر کارگر نہ ہوسکی۔ بعض مقامات پر دفن شدہ غلے کا سراغ مل گیا۔ علاوہ بریں گندم اور جو کی فصلیں پیدا ہوکر اتنی بڑھ چکی تھیں کہ چارے کا کام دے سکیں (حـ ۲)۔ یوں حملہ آور کی دو اہم ضرورتیں پوری ہو گئیں اور میاں صاحب کو تعاقب سے نجات نہ مل سکی۔

عمرکوٹ پر اقدام: نادر ۱۴ ذی قعدہ ۱۱۵۲ھ (یکم فروری ۱۷۴۰ء) کو لاڑکانہ پہنچا تھا۔ وہاں معلوم ہوا کہ میاں نور محمدؐ خاں صحرائی علاقے کی طرف نکل گیا ہے۔

ہے۔ کسی زمانے میں دریائے سندھ کی ایک شاخ عمرکوٹ کے قریب سے گزرتی تھی۔ اب محض اس کا ایک نشان باقی رہ گیا ہے، لیکن دو طرف پانی ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ "تاریخ جہانکشائے نادری" اور "بیان واقع" میں مذکور ہے کہ عمر کوٹ کے ارد گرد دور دور تک پانی یا آبادی کا کوئی نشان نہیں۔

۱۔ "بیان واقع" انگریزی ترجمہ صـ ۱۷۔

۲۔ "بیان واقع" صـ ۱۸۔

اس نے بھاری سامان لاڑکانہ میں چھوڑا اور سوار لے کر تعاقب میں نکل پڑا ۔ یہ کسی نے نہیں بتایا کہ وہ تعداد میں کتنے تھے ۔

شہداد پور پہنچا تو وہاں میاں صاحب کی طرف سے کچھ تحائف موجود تھے اور ایک عرضداشت تھی ، (حـ ۱) لیکن نادر کو یہ چیزیں مطمئن نہ کرسکیں ۔ اگرچہ شہداد پور سے عمرکوٹ تیس فرسنگ تھا (حـ ۲) ، تاہم نادر یہ راستہ ایک دن رات میں طے کر کے عمر کوٹ کے سامنے جا پہنچا ۔ لوک ہارٹ نے لکھا ہے کہ میاں نور محمدؐ خاں اپنے خزانوں کو زمین میں دفن کر کے روانہ ہونے والا تھا کہ نادر جا پہنچا (حـ ۳) ۔ خواجہ عبدالکریم کا بیان ہے کہ میاں نے اپنا قیمتی سامان کشتیوں پر بار کرا دیا تھا اور وہ خود سوار ہوکر کسی جزیرے میں پہنچ جانا چاہتا تھا (حـ ۴) ۔ انند رام مخلص کی کتاب میں مرقوم ہے کہ میاں نے اہل و عیال اور مال ریگستانی علاقے میں بھیج دیا تھا اور صرف بائیس لاکھ کی رقم رہ گئی تھی ، جس کے لئے

۱- لوک ہارٹ کی کتاب ''نادر شاہ'' صـ ۱۶۰ ۔ لوک ہارٹ نے تحائف کی کیفیت نہیں بتائی اور نہ یہ بتایا ہے کہ عرضداشت کا مضمون کیا تھا ۔ بظاہر یہی قیاس ہے کہ عرضداشت میں فرمانبرداری کا اظہار کیا گیا ہو اور تحائف اس غرض سے چھوڑے ہوں گے کہ نادر کو اظہار فرمانبرداری پر اک گونہ اطمینان ہو جائے ۔

۲- یعنی کم و بیش نوے میل ۔

۳- ''لوک ہارٹ'' صـ ۱۶۰ ۔

۴- ''بیان واقع'' صـ ۱۹ ۔

بار برداری کا انتظام نہ ہو سکا تھا ، لھذا ایک دن کے لئے رک جانے کے سوا چارہ نہ رہا (ح ۱) ۔

ان تینوں بیانوں کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تینوں قرین قیاس ھیں ۔ یہ بھی ممکن ھے کہ پورا خزانہ زمین میں دفن کر دیا ھو ، اگرچہ اس صورت میں سخت اندیشہ ھو سکتا تھا کہ ممکن ھے ، کوئی شخص دفینے کا نشان بتا دے۔ خواجہ عبدالکریم کا بیان اسی شکل میں قابل قبول ھو سکتا ھے کہ مان لیا جائے ، اس زمانے میں دریاے سندھ کی عمرکوٹ والی شاخ میں کشتیاں چلتی تھیں ۔ تیسرا بیان سب پر فائق ھے ، یعنی مال و دولت کو اھل و عیال کے ساتھ ریگ زار مارواڑ میں بھیج دیا ھو ۔ خود عمرکوٹ میں بیٹھ کر آھستہ آھستہ قیمتی چیزیں منتقل کرائی جا رھی ھوں کہ اچانک نادر پہنچ گیا اور اس نے پہنچتے ھی قلعے کو چاروں طرف سے گھیر لیا (ح ۲) ۔

حوالگی: میاں صاحب نے مجبور ھوکر اس شرط پر حوالگی قبول کی کہ خود انھیں اور ان کے خاندان میں سے کسی کی جان اور عزت کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے ۔

۱۔ ''بدائع و قائع'' ۔

۲۔ تاریخ جہانکشاے نادری کا بیان ھے کہ نادر ۲۸۔ذی قعدہ (۱۵۔ فروری ۱۷۴۰ء) کو شہداد پور سے روانہ ھو کر ۲۹۔ذی قعدہ (۱۶ فروری) کو عمرکوٹ پہنچا تھا ۔ اتوار تھا اور طلوع آفتاب کو صرف تین گھڑیاں گزری تھیں (تاریخ جہانکشاے نادری، مطبوعہ بمبئی ص ۲۱۳) ۔

نادر نے یہ شرط بے تامل منظور کر لی (حـ ۱) ۔ اس لئے کہ اس کے پاس آب و دانہ کا کوئی سامان نہ تھا ۔ اگر محاصرہ طول پکڑ جاتا تو فوج تباہ ہو جاتی ۔

نادر اور میاں صاحب کی ملاقات: ''مآثرالامراء'' کا بیان ہے کہ میاں نور محمدؒ خاں، نادر شاہ سے ملا تو اس نے پوچھا ، بھاگے کیوں تھے ؟ میاں نے جواب دیا :

ما از آبا و اجداد نوکرِ بادشاہ ہندوستان بودیم ، اگر بہ شما موافقت می کردیم ، شما را ھم بر ما اعتماد نمی ماند ۔ ایں حرف معقول و مقبول افتاد و در ھماں مجلس مژدۂ بشارتِ تفویضِ ملک بدستور سابق داد (حـ ۲) ۔

ھم آبا و اجداد سے بادشاہِ ہندوستان کے نوکر تھے ، اگر آپ سے موافقت کر لیتے تو آپ کو بھی ھم پر اعتماد نہ رھتا ۔ یہ بات معقول تھی ، اس لئے نادر نے قبول کرلی اور اسی مجلس میں ملک واپس دینے کی خوش خبری سنادی ۔

ایک کہانی بیان کی جاتی ھے کہ نادر نے میاں نور محمدؒ خاں سے پوچھا ۔ سنا ھے آپ کے پاس ایک بیش بہا لعل ھے ۔ میاں نے جواب دیا ۔ ایک نہیں ، دو لعل ھیں ۔ نادر نے فرمائش کی کہ ھمارے حضور پیش کئے جائیں ۔ میاں نے تھوڑا سا آٹا اور گھی منگوالیا اور کہا کہ میں زمیندار

۱۔ جیٹھا مل نے لکھا ھے کہ میاں صاحب نے نادر سے جنگ کی، اگرچہ وہ اس جنگ میں کامیاب نہ ھوا اور قید ھو گیا (''سندھ اور اس کے صوفی'') ۔ ''نامۂ نغز'' نے بھی جنگ کا ذکر کیا ھے۔ نامۂ مذکور کے بیان کا خلاصہ آگے آئے گا۔

۲۔ ''مآاالامرا'' جلد اول صـ ۸۲۹ ۔

ہوں اور میرا سب سے بڑا سرمایہ آٹا اور گھی ہے جس کے بعد کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی - یہ سن کر نادر بے حد خوش ہوا اور اس پر میاں صاحب کی دانائی ، تدبر اور دور اندیشی کا گہرا اثر پڑا -

رابرٹ لیچ نے لکھا ہے کہ نادر نے میاں سے پوچھا تھا ، سنا ہے ، آپ کے پاس سونے سے بھرا ہوا کنواں ہے - میاں نے جواب دیا کہ ایک نہیں ، سات کنوئیں ہیں ، ان سب کی کنجیاں لایا ہوں -

ان سات کنوؤں سے میاں کی مراد سندھ کے سات انتظامی حلقوں سے تھی (حـ ۱) -

نذرانہ اور خراج : نذرانے اور خراج کے باب میں بیانات مختلف ہیں - مثلاً :

۱—'' انند رام مخلص ،، : بائیس لاکھ روپیہ جو قلعہ عمرکوٹ میں تھا اور ایک ہیرا ضبطی میں آیا (حـ ۲) -

۲—'' مرآۃ دولت عباسیہ ،، : زر و جواہر میں سے جو کچھ میاں صاحب کے پاس تھا ، میرے (لالہ دولت رام کے) دادا لالہ سانجھ مل کی معرفت نادر شاہ کی خدمت میں پیش کیا اور اس طرح اپنا قصور معاف کرایا (حـ ۳) -

---

۱- رابرٹ لیچ کی ''تاریخ بلوچستان،، -
۲- ''بدائع و قائع'' -
۳- ''مرآۃ'' صـ ۱۳۷ - ''جواہرعباسیہ'' کا بیان بھی قریب قریب یہی ہے - صـ ۱۲۰ -

۳۔'' تحفۃ الکرام '' : ایک کروڑ روپیہ لے کر ملک واپس دیا (حـ ۱) ۔

۴۔'' خان بہادر خدا داد خاں '' : ایک کروڑ روپیہ جرمانہ ادا کیا (حـ ۲) ۔

۵۔'' ہیوز '' : بیس لاکھ روپے سالانہ کی رقم بطور خراج میاں صاحب پر عائد کی گئی (حـ ۳) ۔

۶۔'' گولڈس مڈ '' : ایک لاکھ بیس ہزار پونڈ سالانہ خراج مقرر ہوا اور ایک کروڑ کے قریب جرمانہ لیا گیا (حـ ۴) ۔

۷۔'' ایٹکن '' : ایک کروڑ روپیہ فدیہ ادا کیا گیا اور خراج کا وعدہ کیا گیا (حـ ۵) ۔

۸۔'' لوک ہارٹ '' : میاں صاحب سے جو زر و جواہر لیا گیا ، وہ ایک کروڑ سے زائد کا تھا ۔ دس لاکھ روپیہ سالانہ خراج کے علاوہ عہد لیا گیا کہ نادر کی فوج میں دو ہزار سوار میاں کے ایک فرزند کی سرکردگی میں مستقل طور پر موجود رہیں گے (حـ ۶) ۔

۹۔'' خواجہ عبدالکریم '' : قلعے میں یا کشتیوں پر جو روپیہ اور سامان ملا ، وہ قبضے میں لے لیا

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۰۹ ۔
۲۔ لب تاریخ سندھ صـ ۱۱۲ ۔
۳۔ ''سندھ گزیٹیئر صـ ۳۲ ۔
۴۔ ''شکارپور کے متعلق تاریخی یادداشت'' صـ ۱۸
۵۔ ''سندھ گزیٹیئر'' صـ ۱۱۰ ۔
۶۔ ''لوک ہارٹ'' صـ ۱۶۱ ۔

گیا (حـ ۱) ۔ اس کی مقدار نہیں بتائی گئی ۔

۱۰۔'' ھیگ ،، : کہا جاتا ھے کہ میاں کا مدفونہ خزانے میں ایک کروڑ کے لگ بھگ رقم تھی ۔ سارا خزانہ نکال کر نادر شاہ کے حوالے کرنا پڑا (حـ ۲) ۔

۱۱۔'' سیٹن ،، نے بھی لکھا ھے کہ نادر نے میاں سے ایک کروڑ روپیہ لیا (حـ ۳) ۔

۱۲۔'' ٹوپن مل ،، : میاں نور محمدؐ خاں مقابلے کی تاب نہ لایا اور عمر کوٹ چلا گیا ۔

۱۳۔'' مسٹر ایڈوانی ،، : قلعہ عمر کوٹ کے تہ خانوں میں جو خزانہ مدفون تھا ، وہ ایک کروڑ کے قریب تھا ۔ علاوہ بریں میاں پر سالانہ بیس لاکھ کا خراج عائد کیا گیا (حـ ۴) ۔

۱۴۔'' سید علی محمدؐ راشدی ،، : سارا مال و متاع جو فدیے میں وصول کیا گیا ، ایک کروڑ کا تھا ۔ بیس لاکھ سالانہ کے خراج کا وعدہ لیا گیا (حـ ۵) ۔

نادر چند آدمیوں کے ساتھ عمر کوٹ پہنچا اور ایک درخت کے سائے میں جا ٹھہرا ۔ نور محمدؐ خاں نے دوَر بینی

۱۔ ''بیان واقع'' انگریزی ترجمہ صـ ۲۰

۲۔ ''دی انڈس ڈیلٹا کنٹری'' صـ ۱۱۶

۳۔ تاریخ کلھوڑا صـ ۹

۴۔ ''جرنیل آف سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی'' اکتوبر ۱۹۳۴ء صـ ۱۲

۵۔ ''منشور الوصیت'' کا انگریزی دیباچہ ٹائپ کیا ھوا نسخہ صـ ۲۹ ۔

سے کام لے کر اپنے آپ کو حوالے کردینے کا فیصلہ کر لیا ، اگرچہ اس کے ساتھی چاھتے تھے کہ مقابلہ کیا جائے ۔ معتبر آدمیوں کے ذریعہ سے بہ شفاعت قرآنِ پاک عفوِ جرائم کی درخواست کی ۔ نادر نے ایک کروڑ کی رقم نقد اور جواھرات کی صورت میں وصول کی (حـ ۱) ۔

صفوی بادشاھوں کا سامان : خواجہ عبدالکریم نے لکھا ھے کہ میاں صاحب کے مال و متاع کی فہرست تیار ھو رھی تھی تو میں بھی موجود تھا ۔ سامان میں صفوی سلاطین کی بہت سی چیزیں تھیں ۔ دریافت پر معلوم ھوا کہ جب افغانوں نے ایران کو لوٹا تو اکثر قیمتی چیزیں فروخت کی غرض سے مختلف مقامات پر بھیج دیں (حـ ۱) ۔

اس کی تصدیق ''گلدستۂ نورس بہار'' کے ایک خط سے بھی ھوتی ھے ، جو یا تو اس زمانے کا ھے ، جب میر ویس غلزئی نے ایرانیوں سے لڑائیاں شروع کی تھیں یا اس زمانے کا ھے ، جب میر ویس کے فرزند محمود ھوتکی نے ایران پر حملہ کیا تھا ۔ افغانوں کا حال بیان کرتے ھوئے لکھا ھے :

چنانچہ اشیاے لشکر واجناس لطیف و نفائس شریف کہ بہ قسمت این خسیسان اراجیف آمد ، در حدود مملکت ھندوستان فیض نشان می آرند و از بے قدری بہ نصف

چنانچہ لشکر کی چیزیں اور قیمتی اشیاء جو ان مرداروں کے ھاتھ لگیں ، ھندوستان کی حدود میں لا رھے ھیں چونکہ قدر ناشناس ھیں ، اس لیے آدھی قیمت پر بیچ دیتے

۱۔ ''ٹوپن مل کی تاریخ سندھ'' قلمی نسخہ مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ص ۲۳ ۔

۲۔ ''بیان واقع'' انگریزی ص ۲۱

قیمت می فروشند۔ (حـ ۱) ہیں۔

میاں صاحب سے سلوک: تمام مؤرخوں کا بیان ہے کہ نادر نے میاں صاحب سے اچھا برتاؤ کیا۔ ''لوک ہارٹ،، نے واضح طور پر لکھا ہے کہ تسلیم و حوالگی کے بعد میاں نور محمد خاں کے انداز و روش سے نادر بے حد خوش ہوا (حـ ۲)۔ خواجہ عبدالکریم خود موقع پر موجود تھا اور اس نے تمام حالات چشم دید لکھے ہیں۔ وہ کہتا ہے، صرف اس امر کی احتیاط کی گئی کہ میاں صاحب ادھر آدھر نہ ہونے پائیں، لیکن تاکیدی احکام جاری کردیے گئے کہ ان کی ذات یا ان کے خاندان کے کسی فرد کے مقام و رتبہ میں فرق نہ آنے پائے(حـ ۳)۔ صاحب ''مرآۃ،، نے خدا جانے کس بنا پر لکھ دیا کہ میاں صاحب کو عمرکوٹ سے بہ طریق نظربند لاڑکانہ لائے (حـ۴) ''مسٹر ایڈوانی،، نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر یہ لکھ دیا کہ میاں صاحب کو پا بہ جولاں لاڑکانہ پہنچایا گیا (حـ ۵)۔ ان بیانات کے لیے اب تک کوئی شہادت نہیں مل سکی اور یہ بداھتاً مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں۔

وقت حوالگی کا ایک واقعہ: توپ خانۂ نادری کا ایک افسر ابوالحسن زنگنہ تھا۔ اسی کو نادر نے میاں صاحب کی نگرانی کا ذمہ دار بنایا تھا۔ وہ سر گرم فوجی خدمات میں انہماک کے علاوہ ادبی ذوق سے بھی بہرہ مند تھا اور بعض

۱- ''گلدستۂ نورس بہار'' قلمی نسخہ ص- ۷۵ -
۲- ''لوک ہارٹ'' ص- ۱۶۱ -
۳- ''بیان واقع'' انگریزی ترجمہ ص- ۲۰ -
۴- ''مرآۃ'' ص- ۱۳۷ -
۵- ''جرنل سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی'' اکتوبر ۱۹۳۴ء ص-۱۲-

اوقات ارتجالاً شعر کہتا تھا۔ میر علی شیر قانع نے لکھا ہے :

وقتیکہ آں شاہ جم جاہ (نادر) بر عمرکوٹ تاختہ میاں نور محمدؐ سرائی را گرفت ، وے (زنگنہ) را بہ حراست میاں معزی الیہ گماشتہ ۔ درآں‌حالت‌بیت بدیہہ رساند :	جب نادر نے عمر کوٹ پر یورش کی تھی اور میاں نور محمدؐ سرائی کو گرفتار کیا تھا تو ابوالحسن زنگنہ کو میاں صاحب موصوف کا حارس و نگران بنایا تھا ۔ اس موقع پر زنگنہ نے فی البدیہ یہ شعر کہا :

بباید نواخت فرقِ خراں را بہ چوب ِدست
بیروں نہند گر قدم کج روی ز راہ

اگر گدھے چلتے چلتے کج روی اختیار کرلیں
اور راستے سے ہٹ جائیں تو ہاتھ کی لکڑی
سے ان کے سر کی تواضع کرنی چاہیے ۔

ملک کی تقسیم : میاں یار محمدؐ خاں اور میاں نور محمدؐ خاں نے کم و بیش چالیس برس کی جانفشانیوں سے سندھ کے تمام حصوں کو متحد کر کے عوام کی بہی خواہ حکومت کا انتظام کیا تھا ، لیکن نادر کی یورش نے دو جلیل‌القدر شخصیتوں کی چالیس برس کی تعمیری محنت و مشقت پر چند لمحوں میں پانی پھیر دیا ۔ سندھ دولت مند ملک نہ تھا ۔ اس میں تخت طاؤس اور کوہ نور جیسی کوئی چیز نہ تھی اور نہ زر و جواھر کے ویسے انبار تھے جو نادر کو دھلی کے خزانۂ عامرہ سے ملے ۔ میاں یار محمدؐ خاں اور میاں نور محمدؐ خاں نے آھستہ آھستہ اس خطے کے وسائل کو بہتر بنایا تھا اور ان کا اصل مقصد یہ نہ تھا کہ روپیہ جمع کیا جائے ،

یہ تھا کہ عوام کے لیے امن و خوش حالی کے زیادہ سے زیادہ وسائل فراہم ہو جائیں۔ اس کے باوجود چالیس سال میں جو کچھ فراہم ہوا تھا، نادر نے جھاڑو پھیر کر سمیٹ لیا اور اٹھا کر لے گیا۔ یہ سندھ پر نہایت ہولناک ضرب تھی، لیکن ہولناک تر ضرب یہ تھی کہ ملک کی وحدت دوبارہ پارہ پارہ کر ڈالی۔ اس کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ (سبی اور کچھی) عبداللہ خاں بروھی کے بیٹے محبت خاں بروھی والیٔ قلات کو دے دیا، اس لیے کہ محبت خاں کی والدہ اپنے شوھر کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے نادر کے دربار میں فریادی ھوئی تھی اور نادر نے اسے خونبہا دلانے کا وعدہ کیا تھا۔ (ح ۱) رابرٹ

۱- "تاریخ بلوچستان" میں مرقوم ھے کہ نادر نے میاں نور محمد خاں کو لاڑکانہ میں محبت خاں کے پاس بھیج دیا کہ اسے قتل کر کے سندھ کا ملک خود سنبھال لو تاکہ وہ وعدہ پورا ھوجائے جو میں نے تمہاری والدہ سے کیا تھا۔ محبت خاں نے جواب دیا کہ ھم بروھی لوگ اسیر کو قتل کرنا معیوب سمجھتے ھیں۔ اس پر نادر نے کچھی اور سبی کا علاقہ عبداللہ خاں کے خونبہا میں محبت خاں کو دے دیا (ص ۱۸۹)۔ "جہانکشا" میں ھے کہ ٹھٹھہ اور بعض دوسرے سندھی علاقے میاں نور محمد خاں کو دیے گئے۔ سندھ کا ایک حصہ جو بلوچستان سے متصل تھا، محبت خاں والئی قلات کے حوالے ھوا۔ شکار پور اور بالائی سندھ کے بعض مواضع داؤد پوتروں کو مل گئے (جہانکشاے نادری ص ۳۱۴)۔ میر گل خاں نصیر کا بیان بالکل غلط ھے کہ جب میاں غلام شاہ گرفتار ھو کر نادر کے سامنے پیش ھوا تو محبت خاں کی والدہ بی بی مریم نے درخواست کی کہ میرے خاوند میر عبداللہ خاں کا خون بہا دلایا جائے۔ یہ درخواست منظور ھوئی اور غلام شاہ کو

(بقیہ صفحہ ۳۵۰ پر)

لیچ کا بیان ہے کہ نادر نے میاں نور محمد خاں کو محبت خاں کے حوالے کیا اور اس نے اپنے مشیروں سے صلاح لی تو سب نے کہا کہ اگر میاں کو قتل کیا تو نادر خفا ہوگا۔ یہ امتحان ہے۔ اس موقع پر وسعت حوصلہ اور بلندیٔ فطرت کا ثبوت دینا چاہیے۔ چنانچہ محبت خاں نے کچھی، کراچی اور ڈھاڈر کے علاوہ ایک لاکھ روپیہ لے لیا۔ (ح۔ ۱) شکار پور صادق محمد خاں داؤد پوترہ کے حوالے کیا گیا، جس نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں پہنچ کر میاں نور محمد خاں کے خلاف ہر ممکن امداد کی پیش کش کی تھی اور غالباً وہ نادری فوج کے ساتھ رہا تھا۔ (ح۔ ۲) باقی سندھ میاں نور محمد خاں کو ملا اور سابقہ خطابات پر شاہ قلی خاں کے خطاب کا اضافہ ہوا۔ محسن تتوی نے اس موقع پر تاریخ کہی:

محبت خاں کے حوالے کردیا گیا۔ (تاریخ بلوچستان ص ۸) اس زمانے میں سندھ کے حاکم غلام شاہ نہیں نور محمد خاں تھا۔ یہ درست ہے کہ کچھی کا علاقہ بلوچوں کو مل گیا۔ اسے ''خون بہا'' قرار دینا بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ عبداللہ خاں نے خود لڑائی چھیڑی تھی اور وہ میدان جنگ میں مارا گیا تھا۔ ایسی موت شرعاً یا عرفاً خون بہا کی مستحق نہ تھی، نادر ان لوگوں کو انعام دینا چاہتا تھا جو اس کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ ان انعامات کا بوجھ سندھ پر ڈال دیا گیا۔

۱۔ رابرٹ لیچ کی تاریخ بلوچستان ٹائپ کی ہوئی کاپی مملوکہ سندھی ادبی بورڈ۔

۲ ''مرآة دولت عباسیہ'' اور ''جواھر عباسیہ'' نے لکھا ہے کہ شکارپور کے علاوہ پرگنہ لاڑکانہ' ضلع سیوستان اور کچھی کا علاقہ شہر چھتر تک داؤد پوتروں کو ملا (''مرآة'' ص ۱۳۷، ''جواھر'' ص ۱۲۱)۔

اکتیسواں باب

اے آنکہ توئی : ملک و دولت قایم
از خوان تو افطار کند ھر صبا یم
تا مملکت سند شہنشاہت داد
تاریخ تو شد ''شاہ قلی خان دایم''
۱۱۵۲ (حـ ۱)

یرغمال : پہلے بیان ھوچکا ھے کہ سالانہ خراج کے علاوہ نادر نے یہ شرط بھی عائد کی تھی کہ میاں صاحب کا ایک بیٹا دو ہزار سواروں کے ساتھ مستقل طور پر شاھی فوج کے ساتھ رھے۔ میاں صاحب نے اپنے فرزند اکبر مراد یاب خاں کو نادر کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا، نیز ایک اور فرزند غلام شاہ کو بھی غالباً اس غرض سے ساتھ کردیا کہ دونوں فرزند اکٹھے رھیں گے تو اداس نہ ھوں گے۔ کچھ مدت بعد تیسرا فرزند عطر خاں بھی ایران چلا گیا، یا سمجھنا چاھیے کہ اسے ایران لے گئے۔ یہ تینوں نادر کے قتل تک ایران میں رھے۔ اسے ایک لحاظ سے یرغمال سمجھا جاسکتا ھے اور ایک لحاظ سے یہ شاھی خدمت تھی۔

میاں نور محمد خاں نے جس زمانے میں وصیت نامہ لکھا تھا، میاں محمد مراد یاب خاں واپس نہ آئے تھے۔ وصیت نامے میں جہاں انھیں ولی عہد بنانے کا ذکر ھے، وھاں یہ بھی لکھا ھے کہ مراد یاب خاں نے میری اور اپنے بھائیوں کی خاطر وطن سے باھر جانا قبول کیا۔ خدا سے دعا ھے کہ وہ بہ حرمت رسول پاک میری زندگی میں بخریت واپس آئے تاکہ میری آنکھیں اس کے دیدار سے روشن ھوں۔ (حـ ۲)

۱۔ دیوان محسن قلمی مملوکہ سید حسام الدین راشدی۔
۲۔ ''منشورا لوصیت'' قلمی نسخہ صـ ۱۲۔

کتب خانے کی بربادی: معلوم ہوتا ہے کہ نادر کی غارت گری صرف مال اسباب تک محدود نہ رہی بلکہ وہ قیمتی کتابیں بھی سندھ سے اٹھا لے گیا۔ میاں صاحب نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے کہ ہمارے پاس سہروردی خاندان اور تصرف کے باقی خاندانوں کے رسالے موجود تھے:

لاکن از آمدن سفاک ناپاک	لیکن جب ظالم نادر نے
بر ملک سندھ کتب خانہ و	سندھ پر یورش کی تو ہمارا
رسالہ ھا ھمگی رفتند۔(ح ۱)	کتب خانہ اور رسالے سب جاتے رہے۔

نادر کی روانگی: لاڑکانہ پہنچ کر نادر نے عاشورۂ محرم وهیں گزارا، نو روز کا جشن منایا۔ خواجہ عبدالکریم کے بیان کے مطابق امراء اور اھل فوج میں انعامات تقسیم کیے۔ اول درجے کے امراء فی کس پان سو اشرفیاں، دوسرے درجے کے امراء نے ایک سو سے تین سو تک اشرفیاں اور ہر سپاہی نے دو اشرفیاں پائیں۔ یہ اشرفیاں ہندوستان کی غارت گری سے ھاتھ آئی تھیں اور ہر اشرفی چوبیس روپے کے برابر تھی۔ (ح ۲)

نادر امرائے ھند میں سے زکریا خاں حاکم لاھور و ملتان کی روش پر بے حد خوش تھا۔ اس بنا پر اس نے اٹک پار کے ان تمام علاقوں کا انتظام زکریا خاں کے حوالے کردیا، جو

---

۱ - ''منشورا لوصیت'' قلمی نسخہ ص ۱۵ -

۲ - ''بیان واقع'' ص ۴۲۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک نادر لاڑکانہ میں رہا۔ پوری فوج کی مہمانداری میاں نور محمد خاں کی طرف سے ہوتی رہی۔

اسے سلطنت مغلیہ سے ملے تھے۔ نادری فوج نے سندھ پر پیش قدمی کی تھی تو زکریا خاں کو بھی بلایا گیا تھا۔ خان نے اپنے فرزند حیات اللہ خاں نائب صوبۂ ملتان کو پہلے بھیج دیا، پھر خود سندھ پہنچ گیا۔ نادر نے حیات اللہ خاں کو خلعت کے ساتھ ''شاہ نواز خان،، کا خطاب عطا کیا اور زکریا خاں کو ایک تیز رفتار عراقی گھوڑا دیا، جس کے زین و ساز طلائی تھے، نیز عقیق البحر کی ایک بیش بہا تسبیح دی۔ (حـ ۱)

ایک افسانہ: رابرٹ لیچ نے ''تاریخ قلات،، میں لکھا ہے کہ جب نادر لاڑکانہ سے قندھار جاتا ہوا گنجابہ پہنچا تو مراد کلیری نے، جو میاں نور محمد خان کی طرف سے گنجابہ کا ناظم تھا، سات روز تک پورے لشکر کو مہمان رکھا۔ چلتے وقت مراد کو قتل کرا دیا، اس لیے کہ میاں صاحب نے نادر سے خفیہ یہی درخواست کی تھی۔ (حـ ۲)

یہ دونوں قصے سراسر بے اصل ہیں۔ نہ نادر نے گنجابہ میں سات روز گزارے، نہ مراد قتل ہوا، نہ میاں صاحب اپنے ایک مخلص اور بہادر کارکن کے متعلق ایسی درخواست کر سکتے تھے۔

---

۱ - ''بدائع وقائع'' انند رام مخلص۔
۲ - رابرٹ مسیح کی ''تاریخ بلوچستان'' ٹائپ کی ہوئی کاپی مملوکہ سندھی ادبی بورڈ۔

بتیسواں باب

حملے کی کہانی "نامۂ نغز" کی زبانی

تنہا سندھی ماخذ: گزشتہ باب میں نادر شاہ کے حملے کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ، وہ ان کتابوں سے ماخوذ تھا ، جو تاریخی اعتبار سے اہلِ علم کے نزدیک عموماً مستند مانی جاتی ھیں ۔ ان میں سے بعض چشم دید حالات اور ذاتی مشاهدات کا مجموعه ھیں ، مثلاً خواجه عبدالکریم کا "بیانِ واقع" ۔ بعض کے مؤلف اگرچه موقع پر موجود نه تھے ، لیکن سندھ سے بے تعلق نه تھے ، جیسے انند رام مخلص ۔ اوپر بتایا جا چکا ھے که مخلص کو محمد شاہ کے وزیر اعتمادالدوله قمرالدین خاں کے هاں وکیل کا منصب حاصل تھا اور میاں نور محمد خاں سے برابر خط و کتابت ھوتی رھتی تھی ۔ میاں صاحب کی طرف سے دربار دھلی میں جو وکیل متعین

تھے ، ان کے لئے بارگاہِ وزارت تک رسائی کا خاص ذریعہ مخلص ہی تھا ، جیسا کہ اس کے قلمی مکتوبات سے واضح ہے۔ مخلص کا بیان اگرچہ جزئیات میں دوسرے بیانوں کے عین مطابق نہ ہو ، لیکن فی‌الجملہ اسے مستند ماننے میں تامل نہ ہونا چاہیے، اس لئے کہ مرکز حکومت میں ذمہ داری کی پوزیشن پر فائق ہونے کے باعث اسے زیادہ سے زیادہ مفصّل اور صحیح معلومات مل سکتی تھیں۔

اس حملے کے متعلق ایک بیان صاحب ''نامۂ نغز،، کا ہے ، جو سندھی تھا اور اس نے ''نامۂ نغز،، شاہنامے کی بحر میں خود میاں نور محمّد خاں کے زیر سرپرستی مرتب کیا تھا ۔ یہ دوسرے بیانات سے مختلف ہے۔ اسے بدیں وجہ پیش کرنا ضروری ہے کہ حملے کے متعلق تفصیلات کا یہی ایک سندھی ماخذ ہے ، اس کے تمام جزئیات کی تصدیق دوسرے ذرائع سے ہو یا نہ ہو ، لیکن اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔

حملے کے متعلق نادر کا مشورہ : صاحب ''نامۂ نغز،، فرماتے ہیں کہ نادر قندھار کو فتح کرچکا تو ایک افغان سے پوچھا کہ میں ہندوستان جانا چاہتا ہوں ۔ بتا ، سیدھا راستہ کون سا ہوگا ؟ افغان نے جواب دیا کہ ہندوستان جانے کے دو راستے ہیں: ایک غزنی اور کابل کا راستہ جو دور کا ہے ۔ دوسرا راستہ اگرچہ نزدیک ہے ، لیکن وہاں سے گزرنا ہفتخواں طے کرنے سے کم نہیں ۔ نادر نے پوچھا : ہفتخوان کا کیا مطلب ؟ افغان نے جواب دیا کہ وہاں راستے میں میاں نور محمّد خاں جیسا سپہ سالار رہتا ہے ،

جس کی سپاہ آھن پوش ھے اور میدانِ جنگ میں اس کے جوش کا مقابلہ سھل نہیں - میاں صاحب موصوف کے سات فرزند ھیں - ان میں سے ھر ایک رستم و اسفند یار کا ثانی ھے- ھر ایک کے زیرِ علم تیس تیس ھزار جانباز ھیں - پھر میاں صاحب کے بھائیوں ، بھتیجوں اور سرداروں کے نام گنائے اور ایک ایک کو ناقابلِ تسخیر بتایا - یوں نادر پر واضح کر دیا کہ اس راستے سے ھندوستان کا قصد کروگے تو قدم قدم پر خونریز جنگ سے سابقہ پڑے گا -

میاں صاحب کے پاس سفارت: یہ تفصیلات سن کر نادر نے یہی مناسب سمجھا کہ غزنی و کابل کا راستہ اختیار کرے ، چنانچہ وہ غزنی ، کابل اور پشاور کو فتح کرتا ھوا کرنال پھنچا - جب مغلیہ سلطنت کا فیصلہ کر چکا تو بکھر کا راستہ پوچھا - کسی نے بتایا کہ میاں نور محمدؐ خاں کی طرف سے دھلی میں ایک ھوشیار وکیل موجود ھے ، جس کا نام میر متارہ ھے (ح ۱) - نادر نے اسے بلا کر حالات پوچھے تو معلوم ھوا کہ سندھ پھنچنا اور میاں صاحب سے لڑنا بہت مشکل ھے - سپاہ کا ذکر میر متارہ نے یوں کیا :

همه تیغ زن مرد پر خاش جو
(تمام لوگ تیغ زن ھیں - لڑائی کے
جویاں ھوچکے ھیں) -

همه نیزه بازان همه تند خو
(سب نیزہ باز ھیں اور سب تند خو
ھیں) -

---

۱ - میر لطف اللہ عرف میر متارہ جس کے حالات کلھوڑہ عھد کے رجال میں بیان ھوں گے-

دلیر اند از یک دگر برتر اند
(وہ دلیری میں ایک دوسرے سے
بڑھے ہوئے ہیں) ۔
تو گوئی مگر اژدھاے نر اند
(کہنا چاہیے کہ وہ نر اژدہے ہیں) ۔
بقوت چو پیل و بپکر پلنگ
(ان میں ہاتھیوں جیسی قوت ہے ،
ان کے جسم چیتوں جیسے ہیں) ۔
بدستِ همه گرز و تیغ و تفنگ
(سب کے ہاتھوں میں گرز ہیں ،
تلواریں ہیں ، بندوقیں ہیں) ۔
ز لشکر نه ترسند بے باک تر
(وہ کسی لشکر سے نہیں ڈرتے ،
بڑے بے باک ہیں) ۔
بمیدان دلیراند چالاک تر
(میدان میں دلیر ہیں اور حدِ درجہ
چالاک) ۔
گر آن فوجِ سالار جوش آورد
(اگر اس سالار کی فوج جوش میں
آ جائے) ۔
دلِ کوہ را در خروش آورد
(تو پہاڑ کے دل سے فریاد اٹھنے
لگے) ۔

بہر حال نادر نے میر متارہ کے ساتھ محمد علی بیگ

نام اپنا ایک سفیر بھیجا کہ میاں صاحب کو دو پیغام پہنچاؤ:

اول یہ کہ باقاعدہ خراج بھیجتا رہے، دوسرا یہ کہ اپنے بیٹے کو دس ہزار سپاہ کے ساتھ میری رکاب میں دے دے۔

میاں صاحب کا مشورہ اور جواب: میر متارہ اور محمدؐ علی بیگ سندھ پہنچے تو میاں نور محمدؐ خاں نے دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا - پیغامات سننے کے بعد دربار منعقد کرنے کا حکم دیا، جس میں میاں صاحب کے فرزند اور دوسرے معزز سردار موجود تھے، ان سے مشورہ کیا، سب نے کہا کہ ہمارا بھروسہ خدا پر ہے۔ مقابلے پر کتنا ہی بڑا لشکر ہو، ہم اسے بھگائے بغیر دم نہ لیں گے۔ یہ سن کر میاں صاحب نے نادر کے سفیر کو جواب دیا کہ میرے پاس سے خزانوں کی امید نہ رکھیے - یہ امید سراسر فضول ہوگی - میرے ہاتھ میں صرف ایک خزانہ ہے اور وہ تلوار ہے۔ میں کسی کے لشکر سے نہیں ڈرتا -

نادر کی چڑھائی: سفیر یہ پیغام لے کر واپس ہوا تو نادر اٹک پہنچ چکا تھا - میاں نور محمدؐ خاں کا پیغام سنتے ہی اس نے سندھ کا رخ کرلیا۔ میاں کو نادری یورش کی خبر ملی تو مشیروں سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے - میں بے شمار لشکر سے نہیں ڈرتا، لیکن بادشاہوں سے لڑنا خلافِ دستور ہے (ح ۱) - بہتر یہ ہے کہ کسی گوشے میں جا بیٹھوں،

---

۱ - ان الفاظ پر تعجب نہ ہونا چاہئے - اس زمانے میں بادشاہوں کے متعلق عام لوگ اسی قسم کے فضول و مہمل (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۹ پر)

اس کے ساتھ ہی ایک لاکھ سپاہ لے کر عمرکوٹ کا راستہ اختیار کر لیا - لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ بھی صحرا کی طرف نکل پڑے، صرف عورتوں کو ساتھ لیا ، مال و زر کو چھوڑ دیا -

نادر کی سپاہ جہاں جہاں پہنچی ، لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا - ایرانی فوج نے ملک کو تہ و بالا کر ڈالا - جس طرف کوئی آبادی نظر آئی ، اسے ویران کئے بغیر دم نہ لیا - کچھ لوگ مارے گئے ، کچھ گرفتار ہو گئے (حـ ۱) - ۱

تصورات میں مبتلا تھے - میاں صاحب نے نادر کے مقابلے سے کنارہ کشی مناسب سمجھی - باغ علی خائف نے اپنے خیال کے مطابق اس کے لئے ایک معقول و وقیع دلیل پیش کردی - یہ نہ سوچا کہ نادر آخر کس طرح بادشاہ بنا تھا - وہ بھی تو قزاقی کرتا ہوا کامیاب سپہ سالار بنا - پھر صفوی تخت کے وارث کو الگ کر کے خود بادشاہ بن گیا - اس کے پاس کون سا خدائی پروانہ تھا کہ مقابلہ خلاف دستور سمجھا گیا - آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ میر علی شیر قانع نے بھی نادر کو شاہ جم جلہ لکھا - یہ ملوکیت پرستی کا بدترین دور تھا، جس میں حق و باطل کا امتیاز بھی ختم ہوچکا تھا اور صرف تاج و تخت کی پرستش کی جاتی تھی - خائف نے جو کچھ لکھا ہے، وہ اس کے اپنے طائر فکر کی پرواز ہے - حقائق و وقائع سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں - لطف کی بات یہ ہے کہ اسی بادشاہ کو میاں پہلے جواب دے چکا تھا کہ ادھر کا رخ کروگے تو تلوار اٹھاؤنگا - نادر نے رخ کرلیا تو شاعر کو یہ معذرت سوجھی کہ بادشاہوں سے لڑنا خلاف دستور ہے -

۱ - خائف کو نادر سے مقابلہ تو خلاف دستور معلوم ہوا ، (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳٦۰ پر)

میاں صاحب نے یہ حالت دیکھ کر اپنے فرزند میاں غلام شاہ کو میر متارہ کے همراہ نادر شاہ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ میں فرمانبردار ہوں اور خراج ادا کرنے کے لئے تیار ہوں - بیٹے کو تاکید کردی کہ اگر نادر یہ پیغام سن کر لوٹ جائے تو تم فوراً چلے آنا ، اگر اس کی پیش قدمی جاری رہے تو جلد مجھے خبر پہنچانا کہ اس کی فوج کا کیا حال ھے -

غلام شاہ کا پیغام اور نادر کا جواب: میاں غلام شاہ نے نادر کے دربار میں پہنچتے ھی عرض کیا کہ میں ایک پیغام لایا ہوں ، جسے خلوت میں عرض کرنا چاھتا ہوں - نادر صاحبزادے کے طور طریقوں سے بہت خوش ہوا ، بعد ازآں علحدگی میں پیغام سن کر بولا : تیری گفتگو اتنی اچھی ھے کہ جی چاھتا ھے ، جو کچھ تو نے کہا ھے ، اسے منظور کرلوں ، لیکن میں نے سنا ھے کہ تیرے والد نے لڑائی کی تیاری کر رکھی ھے ، اس لیے چاھتا ہوں کہ یکایک سندھ پہنچوں اور اس کے زور بازو کو آزماؤں (ح ۱) -

ماچھیوں اور مہیریوں کی جنگ: بہر حال نادر نوشہرہ

لیکن یہ خیال نہ آیا کہ جس شخص کی سپاہ نے معصوم اور بے گناہ مخلوق کا خون بہایا، وہ کس بناء پر احترام کا مستحق تھا؟ نادر نے میاں کو پیغام اطاعت بھیجا تھا جسے رد کردیا گیا - لڑائی نادر اور میاں کے درمیان تھی - سندھ کے عوام کا کیا قصور تھا کہ نادری عتاب کی بجلیاں ان پر گرائی گئیں؟

۱ - گویا اگرچہ کوئی معقول وجہ جنگ باقی نہیں رہی ، لیکن آزمائش کرنا چاھتا ہوں کہ تیرے والد کے کس بل کا کیا حال ھے -

اور لاڑکانہ ھوتا ھوا شہداد پور پہنچ کر خیمہ‌زن ھوا ۔ وھاں اسے چند ایسے لوگ مل گئے جو میاں صاحب کے مخالف تھے۔ ان سے عمر کوٹ کا راستہ پوچھا ۔ انھوں نے راستہ بتا دیا ، لیکن یہ نہ بتا سکے کہ میاں صاحب کے ساتھ فوج کس قدر ھے ۔

ماچھیوں کا جیش میاں صاحب کی فوج سے پیچھے رہ گیا تھا ۔ انھوں نے نادری لشکر دیکھا تو راستہ روک کر کھڑے ھو گئے اور بڑی بہادری سے لڑے ۔ یہ لڑائی جاری ھی تھی کہ صحرا کی جانب سے ایک اور فوج نمودار ھوئی ۔ یہ مہیری فوج تھی ، جس میں صرف نو سو سوار تھے ۔ انھوں نے اس تیزی سے حملہ کیا کہ ایرانی سٹی بھول گئے ، لیکن یہ تھوڑا سا لشکر نادری سیل کو روک نہ سکتا تھا (حــ ۱) ۔

میاں صاحب کی حوالگی : شہداد پور سے نادر عمر کوٹ پہنچا تو میاں صاحب کے پاس پیغام بھیجا کہ اب چلے آؤ ، تمھیں خلعت و حکومت سے سرفراز کروں گا ۔ حوالگی کا فیصلہ ھو جانے کے بعد میاں نور محمدؐ خاں مشکی گھوڑے پر سوار ھو کر نکلے ۔ شاہ بہارا ، جام ننداا ، میر چاکر ، میر بہرام میر شاھو اور شیخ غلام محمدؐ ساتھ تھے ۔ نادر کی بارگاہ کے قریب پہنچ کر میاں صاحب گھوڑے سے اتر آئے اور سر بہ خم سامنے پہنچے ۔ نادر بولا : آپ نے امان چاھی ، میں نے امان

---

۱ ۔ یہاں یہ بتا دینا چاھئے کہ نادری لشکر شہداد پور میں اگرچہ خاصا ھو گا ، لیکن اسے ''سیل'' قرار دینا سراسر مبالغہ ھے ۔

دے دی ، لیکن یہ بتائیے کہ پہلے لڑائی کی تیاری کیوں کی ؟ پھر یکایک لڑائی کا ارادہ چھوڑ کر نامہ و پیام کیوں شروع کیا اور کنارہ گیری کس وجہ سے مناسب معلوم ہوئی ؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ آپ سے لڑنا مناسب معلوم نہ ہوا ، لھذا میں نے گوشہ گیری مناسب سمجھی ۔ نادر اس راست گفتاری پر بہت خوش ہوا اور کہا کہ لاڑکانہ پہنچ کر آپ کی حکومت بحال کردونگا ۔

فرزندوں اور سپاہ کی روانگی: چنانچہ لاڑکانہ پہنچ کر نادر نے میاں صاحب کو قیمتی خلعت عطا کیا اور اس کے ساتھ بیگلر بیگی اور شاہ قلی خان کا خطاب دیا ۔ پھر کہا کہ اپنا ایک بیٹا سپاہ کے همراہ میرے ساتھ کر دیجیے ۔ میاں صاحب نے مشورہ کیا کہ کسے بھیجا جائے ۔ سب نے کہا کہ محمدؐ مراد یاب خاں ھی یہ اھم فرض ادا کر سکتا ھے ۔ چنانچہ گراں بہا نصائح کے ساتھ اسے رخصت کیا ۔ دوسرے فرزند میاں غلام شاہ کو بھی ساتھ بھیج دیا ۔ سالاروں میں سے جام نندا ، کھوڑ ، شیخ غلام محمدؐ اور خیرا کو معیت کا حکم دیا ۔ یہ لوگ بارہ ہزار جنگجوؤں کے ساتھ ایران گئے ۔ چند سال بعد تیسرے فرزند میاں عطر خاں کو بھی ایران جانا پڑا (حـ ۱) ۔

بیان کی تاریخی حیثیت: اس بیان کی تاریخی حیثیت کے باب میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ھے ، لیکن چند باتیں بالکل واضح معلوم ھوتی ھیں ، مثلاً :

۱- یہ حالات ''نامۂ نغز'' سے ماخوذ ھیں - صـ ۱۲۰ - ۱۳۰ ، صـ ۲۵۱ - ۳۰۱ -

۱- نادر کے مقابلے سے، میاں نور محمد خاں کی کنارہ کشی کا بیان کردہ سبب اگرچہ قابل قبول نہ ہو، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ میاں صاحب نے مقابلہ نہ کیا اور عمر کوٹ میں پناہ لی۔

۲- میر متارہ اور محمد علی بیگ کی سفارت کو جس صورت میں بیان کیا گیا ھے، اس میں اگرچہ شاعرانہ رنگ آمیزی بھی ہو گی، لیکن یہ مان لینے میں تامل نہ ھونا چاھئے کہ نادر نے حملے سے پیشتر سفیر کے ذریعے سے معاملات کو طے کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ وہ اسی امید پر ھندوستان سے کابل چلا گیا۔ جب معلوم ھوا کہ سفارت ناکام رھی تو کابل سے سندھ آیا۔

۳—یہ غلط ھے کہ نادر دریاے اٹک سے پلٹ کر سندھ پر حملہ آور ھوا۔

۴—ماچھیوں اور مہیریوں کے مقابلے کا ذکر اگرچہ کسی متداول تاریخ میں نہیں، لیکن اغلب ھے، متفرق جیشوں نے کہیں نہ کہیں مقابلہ کیا ھو۔ اگر اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آیا ھوتا تو باغ علی خائف کبھی اسے ''نامۂ نغز،، میں جگہ نہ دیتا۔

۵—معلوم ھوتا ھے کہ میاں صاحب کی حوالگی کا منظر عین مطابق واقعہ ھے۔

ایک سوال: حملۂ نادر کے سلسلے میں اب صرف ایک سوال باقی رہ گیا اور وہ یہ کہ میاں صاحب نے مقابلے سے

کنارہ کشی کیوں مناسب سمجھی؟ اگر وہ جم کر جنگ کرتے تو اغلب تھا، نادر کو شکست دینے میں کامیاب ھو جاتے۔ اگر شکست بھی کھاتے تو صحرائی علاقے میں جاسکتے تھے۔ مقابلے کے بغیر حوالگی کیوں عمل میں آئی؟ اگر بلا مزاحمت حوالگی مناسب تھی تو نادر کے پہلے حکم کے مطابق کیوں اطاعت قبول نہ کرلی؟ اس طرح سندھ نادر گردی کے تباھی خیز اثرات سے محفوظ رھتا اور شاید ملک ٹکڑے ٹکڑے نہ ھوتا۔ اس سوال کا قطعی جواب مشکل ھے۔ خیال یہ ھے، ابتدا میں میاں صاحب کو یقین نہ تھا کہ نادر کے مقابلے میں دھلی کی بادشاھی بودی دیوار سے بھی کمزور تر ثابت ھوگی۔ پھر میاں صاحب کے مخالفین نادر کے ارد گرد جمع ھوگئے اور موصوف کو یقین ھوگیا کہ نادر کے پاس پہنچ جانے کے بعد غالباً بچ نکلنے کا کوئی امکان باقی نہ رھے گا۔ نادر کابل چلا گیا تو بظاھر اس کے سندھ آنے کا کوئی اندیشہ نہ رھا تھا۔ وہ آگیا تو میاں صاحب پر بہ وجوہ معقول ھراس طاری ھوگیا۔ غرض انھیں مقابلے کے بغیر ان تمام مصیبتوں کا ھدف بننا پڑا جو مقابلے کی صورت میں شاید پیش نہ آتیں یا بہ شرط اطاعت ابتدا ھی میں انھیں ٹالا جاسکتا تھا۔ نادری حملے نے میاں صاحب کے تنظیمی و تعمیری کاموں کو بھی برباد کیا۔ اھل سندھ کے لیے بھی گونا گوں مصیبتیں پیدا کیں اور سندھ کے خزانے پر بھی ایک گراں بہا بوجھ ڈالا، جس سے مدت تک نجات نہ مل سکی۔

تینتیسواں باب

ملکی انتظام کی بحالی

ملکی نظم و نسق کی تباہی : دریاؤں میں اچانک طغیانی آجاتی ہے تو جہاں تک پانی کا دھارا پہنچتا ہے، انسانی آبادیوں کی معشیت کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ مکان ڈھے جاتے ہیں۔ فصلیں اجڑ جاتی ہیں۔ جہاں چہل پہل ہوتی ہے، وہاں قبرستان کی خاموشی چھا جاتی ہے - جن بد نصیبوں کر بر وقت اس آفت کی خبر نہیں ملتی، وہ جانیں بھی نہیں بچا سکتے۔ جن کو سلامت بچ نکلنے کا موقع مل جاتا ہے، وہ زندگی کے ہر وسیلے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

نادر کا حملہ بھی ظلم و جور کے دریاے بیکراں میں ایک خوفناک طغیانی کی حیثیت رکھتا تھا، جس نے اچانک سر زمین سندھ کو اپنی جولان گاہ بنایا اور پورے ملک کا

شیرازۂ نظم و نسق منتشر کر کے رکھ دیا - ہزاروں لوگ گھربار چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگے دوڑے پھرے - ان کے اثاثے لٹ گئے - جہاں جہاں حملہ آور گیا ، فصلیں اجڑ گئیں - ملک کے عام وسائل کو سخت نقصان پہنچا - کلھوڑوں نے دو پشتوں کی حکمرانی میں ناگہانی ضرورتوں کر پورا کرنے کے لیے جو کچھ پس انداز کیا تھا ، وہ سب نادر سمیٹ کر لے گیا - اس کے علاوہ گراں بہا سالانہ خراج کا پتھر غریب سندھ کے گلے میں باندھ گیا - ملک کی وحدت بھی باقی نہ رہنے دی اور اسے تین ٹکڑوں میں بانٹ دیا -

بحالیٔ انتظام کی مشکلات : یہ طغیانی ختم ہوئی تو میاں نور محمدؐ خاں نے ملک داری کا کاروبار سنبھالا اور بگڑے ہوے نقشے کو نئے سرے سے درست کرنے کی کوششیں شروع کیں - مشکلات بڑی ھی حوصلہ فرسا تھیں - سفید زمین میں نیا مکان تعمیر کر لینا آسان ھے ، لیکن ڈھئی ہوئی عمارت کی مرمت حددرجہ صبر آزما ھوتی ھے - میاں صاحب کے سامنے جو موانع تھے ، ان کا سرسری اندازہ فرمالیجیے :

۱—ملک کی وحدت ھی پارہ پارہ نہ ھوئی تھی بلکہ اسے تین ایسی قوتوں میں بانٹا گیا تھا ، جن کا ماضی شدید عداوت کا شعلہ زار بنا رھا تھا اور ان میں نہ محض تعاون ھی کا کوئی امکان نہ تھا بلکہ وہ پہلو بہ پہلو امن و اطمینان سے رہ بھی نہ سکتے تھے -

۲—جو سرکش ، مفسد اور فتنہ انگیز عناصر کلھوڑوں کے عہدِ حکومت میں دب گئے تھے ، انھوں نے موقع پاتے ھی پھر بد امنی کی ٹھان لی اور انھیں

پابند امن و قانون بنانے کے لئے میاں نور محمدؐ خان کو بار بار فوج کشی کرنی پڑی ۔

۳—نادر جاتے وقت صالح خان بیات اور شاہ وردی خان کرت کو اس غرض سے سندھ میں متعین کر گیا تھا کہ لشکر کے بھولے بھٹکے اور گم شدہ آدمیوں کی تلاش کریں اور جو جو ملتا جائے ، اسے ایران بھیجتے جائیں ۔ ان کارندوں کے دستے ملک بھر میں چکر لگا رہے تھے ۔ ظاہر ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے نہ ملک سے دو عملی کے اثرات محو ہو سکتے تھے اور نہ نظم و نسق کا نقشہ حسب آرزو جم سکتا تھا ۔

۴—نادر نے سلیمان بیگ اسلم کو سکّے اور خطبے کے انتظام کے لئے سندھ میں چھوڑ دیا تھا (حـ ۱) ۔ وہ فاتح سندھ کا نمائندہ تھا ۔ اس نے ملکی انتظام میں مداخلت کی ہو یا نہ کی ہو ، لیکن اس کی وجہ سے سرکشوں کو یہ سمجھنے کا موقع ضرور مل گیا تھا کہ میاں نور محمدؐ خان مختار کل نہیں ، لهذا اس کے حکموں کو ہر حال میں ماننا غیر ضروری ہے ۔

ہیگ کا بیان: ہیگ نے سندھ کے اس دور مصائب کا نہایت صحیح اندازہ کیا ۔ وہ لکھتا ہے :

مغرب کی ایک بڑی سلطنت (نادری سلطنت) سے سندھ کے نہایت زرخیز حطے کا الحاق اور اس پر گراں بہا

۱- مقالات الشعراء قلمی نسخہ صـ ۳۵ ۔

خراج عائد کرنے کا عمل اس بد حال خطے پر ایک بہت ھی بڑی مصیبت ثابت ھوا ، جس کی تقدیر نیرنگیٔ روزگار کی بوقلمونیوں کے تماشے دیکھ چکی تھی - سلطنت دھلی سے تعلق کی طویل مدت میں یہ فائدہ تھا کہ سندھ پہنچنا آسان نہ تھا ، اس لئے نہ شاھنشاھی دباؤ پڑ سکا اور نہ زیادہ روپیہ وصول ھوتا رھا ، لیکن اب قندھار ایک نئے مالک کے قبضے میں تھا اور اسی کے ھاتھ میں درۂ بولان تھا ، اس لئے سندھ سے روپیہ طلب کرنا سھل ھو گیا تھا (حـ ۱) -

میاں صاحب کی کوششیں: بایں ھمہ میاں صاحب نے ملکی انتظام کے ٹوٹے ھوئے رشتوں کو جوڑنے میں حتی الامکان کوئی دقیقۂ سعی فروگزاشت نہ کیا - صالح خاں اور شاہ وردی خاں نے میاں صاحب کے کارندوں میں سے شیخ شکراللہ اور مستی خاں جویہ کو موضع اکھیم سے ساتھ لیا ، جو ٹھٹھہ سے تین کوس پر تھا اور شہر ٹھٹھہ میں داخل ھو گئے - میاں صاحب جس زمانے میں عمرکوٹ چلے گئے تھے ، آقا محمدؐ کریم اصفھانی نادر کی طرف سے وکیل رعایا مقرر ھو گیا تھا اور اسے امین الملک کا خطاب مل گیا تھا - میاں نور محمدؐ خاں نے انتظامات کو از سر نو سنبھالتے وقت سلطان سامتیو کو اپنی طرف سے ٹھٹھہ کا ناظم مقرر کر دیا (حـ ۲) -

۱- دی انڈس ڈیلٹا کنٹری صـ ۱۱۷ -
۲- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۱۰ -

غرض بحالیٔ نظم کا کام پوری سرگرمی سے شروع ہو گیا ، لیکن اس میں حسب دلخواہ کامیابی کے امکانات چنداں خوشگوار نہ تھے ۔ جب تک دو عملی ختم نہ ہوتی اور نادر کے کارندے سندھ سے رخصت نہ ہو جاتے، صورتِ حالات پر قابو پانا مشکل تھا ۔ انتظامات پوری طرح بحال نہ ہو جاتے تو مالیہ کیونکر وصول ہوتا ؟ مالیہ وصول نہ ہوتا تو نہ حکومت کا کاروبار چلانے کی کوئی شکل تھی اور نہ وہ گراں بہا خراج ادا کیا جا سکتا تھا ، جو نادر نے سندھ کے ذمے ڈال دیا تھا ۔

مختلف شورشیں : ۱۱۵۴ھ (۱۷۴۱ء) میں میاں صاحب کو کئی شورشوں سے سابقہ پڑا ۔ یورش نادری کے زمانۂ بدنظمی میں شورہ قبیلے نے سرکشی اختیار کر لی تھی اور میاں صاحب کی اطاعت کا جوا گردن سے اتار پھینکا تھا ۔ نادر رخصت ہو گیا تو اس قبیلے کے لوگوں نے تعلقہ چاکر ہالہ کے مختلف مقامات پر لڑائی کی غرض سے جمعیتوں کی بہم آوری کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ ''شورہ'' کا بیٹا ''ہوند'' اس شورش کا سرخیل تھا ۔ میاں صاحب نے معاً فوج لے کر حملہ کیا اور معمولی سی چپقلش کے بعد اس فتنے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا (حـ ۱) ۔

اس کے بعد چاچکاں (حـ ۲) تعلقے کے پرگنہ ونگہ میں

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص- ۱۱۰ -

۲- یہ علاقہ ٹانڈو باغو کے جنوب میں تھا ۔ آج کل ضلع حیدرآباد کا ایک تعلقہ ہے ۔ اکبر کے زمانے میں چاکر ہالہ صوبۂ ٹھٹھ کی پانچ سرکاروں میں سے ایک سرکار تھا اور اس کی آمدنی پچپن لاکھ درم کے قریب تھی ۔

مختلف سردار سرکشی پر آمادہ ہوگئے اور مقررہ مالیے کی ادائی سے انکار کر دیا ۔ مثلاً تماچی ، طوغاچی ، (حـ ۱) تھارو ، سیلہ ، کاھھ ، آسو ، سومرہ ۔ میاں صاحب نے ان کی تادیب میں بھی توقف گوارہ نہ کیا (حـ ۲) ۔

مظفر علی خاں کی آمد: نادر شاہ نے بڑی جنگوں میں ہر مقام پر حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی تھیں اور اس کی فوج کو ایشیا بھر میں یگانہ مانا جاتا تھا ، لیکن اس کے پاس تجارتی یا جنگی جہاز نہ تھے اور جہازوں کے بغیر نہ وہ بحری تجارت کو فروغ دے سکتا تھا اور نہ ان فرنگیوں سے عہدہ برآ ہو سکتا تھا ، جو بحر ھند کی تجارت کے مالک بنے بیٹھے تھے اور جہازوں کو قوت و قہرمانی کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے ۔ اس نے بحیرۂ قزوین کی تجارت کے سلسلے میں روسی جہاز رانوں کی منت کشی سے آزاد ہونے کی کئی کوششیں کیں ، لیکن جہازوں کی مناسب تعداد بہم نہ پہنچ سکی ۔ پھر اس کی توجہ خلیج فارس پر مبذول ہوئی ۔ اس کے لئے بھی جہاز درکار تھے۔ اس زمانے میں سورت کی بندرگاہ کو جہاز سازی میں بلند شہرت حاصل تھی ۔ نادر نے بھی وہاں کئی جہاز بنانے کا حکم دے دیا ۔ ۱۱۵۵ھ (۱۷۴۰ء) میں مظفر علی خاں بیات بیگلر بیگی کو بھیجا کہ سورت سے بنے ہوئے جہاز لے آئے ۔

مظفر علی خاں پہلے کراچی، پھر ٹھٹھہ پہنچا ۔

۱۔ آج کل اس کا املا توگاچی ہے، لیکن پرانے زمانے میں وہی تھا جو میں نے متن میں درج کیا ہے۔

۲۔ تحفۃ الکرام جلد سوم صـ ۱۱۰ ۔

میاں نور محمد خاں نے بیگلر بیگی کی پیشوائی اور مہمانداری کے سلسلے میں تقریباً ڈھائی مہینے ٹھٹھہ ھی میں گزارے۔ مہمان رخصت ھوا تو میاں صاحب نے اپنے مرکز میں معاودت فرمائی۔

''مقالات الشعراء'' میں ایک ضمنی ذکر سے معلوم ھوتا ھے کہ مظفر علی خاں سورت سے جہاز لے کر واپس ھوا تو اس سفر کے سلسلے میں ٹھٹھہ بھی اس کی ایک منزل تھی (ح۔ ۱) اس زمانے میں سندھ کے اندر از سر نو افراتفری پھیل چکی تھی، جس کی کیفیت آگے چل کر بیان ھوگی۔

داؤد پوتروں کا معاملہ: نادر نے شکار پور داؤد پوتروں کے حوالے کردیا تھا۔ اس عباسی گروہ کے سردار امیر صادق محمد خاں نے اپنے فرزند اکبر محمد بہاول خاں کو ان املاک کا انتظام سونپ دیا، جو سندھ سے رخصت ھونے کے بعد ملتان کے قریب دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر حاصل کی تھیں (ح۔ ۲) اور خود شکار پور پہنچ گیا۔ بعض اکابر خاندان بھی اس کے ساتھ سندھ چلے گئے۔

شیخ صادق نام ایک شخص پہلے دور میں امیر صادق محمد خاں کے پاس ملازم رہا تھا۔ وہ بڑا قابل، ھوشیار اور لسان آدمی تھا۔ صادق محمد خاں نے اسے اپنی طرف سے دربار نادری میں وکیل بنادیا۔ سلطنت کے امیروں اور وزیروں کو اس کی خوبیوں کا اندازہ ھوگیا تو انھوں نے شکار پور میں

۱۔ ''مقالات الشعراء'' قلمی نسخہ ص ۱۴۲۔
۲۔ یہی املاک آگے چل کر ریاست بھاولپور کی شکل میں ارتقا پذیر ھوئیں۔

سرکاری نگرانی کے فرائض اس کے ذمے لگادیے، گو وہ امیر صادق محمدؐ خاں کا نمائندہ نہ رہا اور دربار نادری کا کارندہ بن گیا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ھے کہ نادر کو داؤد پوتروں پر پورا اعتماد نہ تھا یا سمجھنا چاھئے کہ بعض شکایتوں کی بنا پر بے اعتمادی پیدا ہوگئی تھی، اس لیے اس نے شیخ صادق کو نگرانی پر مامور کردیا تھا (حـ ۱)۔

ان حالات پر تعجب نہ ھونا چاھیے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ھے، داؤد پوتروں اور کلھوڑوں کے درمیان مدت سے تفرقہ پڑا ھوا تھا۔ بارھا خونریزی تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ داؤد پوترے ایک مرتبہ سندھ سے بالکل خارج ھوچکے تھے۔ نادر کے حملۂ سندھ کے موقع پر انہوں نے کلھوڑوں کے خلاف ھر ممکن امداد بے تکلف پیش کردی تھی اور اسی کے صلے میں شکارپور کی جاگیر از سر نو حاصل کی تھی۔ جب ایک دوسرے کو آزار پہنچانے میں کوئی ایک گروہ بھی صبر و توقف کا روادار نہ تھا تو کیا یہ ممکن تھا کہ کلھوڑوں یا ان کے ھمدردوں کی طرف سے داؤد پوتروں کے خلاف شکایتوں اور رپورٹوں میں کوتاھی ھوئی ھو؟ ان حالات میں داؤد پوتروں سے نادر کا بدظن ھوجانا غیر اغلب نہ تھا۔

"مرآۃ" کا بیان: "مرآۃ دولت عباسیہ" نے شیخ صادق کے تقرر کو دوسرے رنگ میں پیش کیا ھے اس کا بیان ھے کہ شیخ بڑا صاحب استعداد، ھوشیار اور بے نظیر آدمی تھا۔ چونکہ وہ امیر صادق محمدؐ خاں کی سرکار سے وابستہ رہ چکا تھا، اس لیے امیر نے اسے وکیل بنا دیا تھا۔ اس سلسلے میں

۱۔ "شکارپور کے متعلق تاریخی یاد داشت" مرتبۂ گولڈس مڈ ص ۱۸۔

اسے اکثر نادر شاہ کے حضور میں جانے کا موقع ملتا تھا۔ نادر بھی اس کی فصاحت، چرب زبانی اور انداز عرض معروض سے متاثر ہوا۔ شاہی کارکنوں نے بادشاہ کو خوش دیکھا تو شیخ کو شاہی کاموں کی نگرانی کے لیے چن لیا:

مشیران دولت نادری که بر صداقت و صفاے باطن میاں نور محمدؐ خاں اطمینان نه داشتند و در معاملهٔ محبت خاں نیز پاے انتظار درمیان بود۔ ماموریٔ شیخ صادق با امور خالصه محض بتقویت و اعتماد اخلاص امیر صادق محمدؐ خاں در معرض عرض بندگان اشرف بصراحت وا نمودند (حـ ۱)۔

دولت نادری کے مشیروں کو میاں نور محمدؐ خاں کی صداقت اور صفاے باطن کے باب میں اطمینان نه تھا اور محبت خاں بروهی حاکم قلات کے متعلق بھی کچھ طے نه هوا تھا۔ لهذا شیخ صادق کو شاهی امور کے سر انجام کے لیے صرف امیر صادق محمدؐ خاں کے اخلاص و اعتماد کی بنا پر چنا تھا اور یه بات انهوں نے صراحت سے بادشاہ کی خدمت میں پیش کردی۔

یه بات سمجھ میں نه آئی که اگر سرکاری کارکنوں کو میاں نور محمدؐ خاں پر بے اعتمادی تھی یا میاں کے متعلق پورا اطمینان نه تھا تو شیخ صادق کو خداباد یا ٹھٹھ میں مقرر کرنے کے بجائے شکار پور میں کیوں متعین کیا؟ شکار پور میاں نور محمدؐ خاں کا مرکز نه تھا، داؤد پوتروں کا مرکز تھا، کیا یه امر قرین قیاس ہے که نگرانی تو میاں نور محمدؐ خاں کی مطلوب تھی اور نگران کار کے لیے مرکز ایسا تجویز

۱- ''مرآة'' صـ ۱۳۷-۱۳۸۔

کیا گیا جو میاں صاحب کے دائرۂ حکومت سے باھر تھا؟

شیخ صادق کا قتل: معلوم ھوتا ھے کہ شیخ صادق فرائض منصبی کی بجا آوری میں کسی کا لحاظ نہ کرتا تھا۔ اغلب ھے، داؤد پوترے پہلے کی طرح انتظامی معاملات میں سہل انگاری سے کام لیتے ھوں اور سرکاری کاروبار کے سلسلے میں ان سے ضرورت کے مطابق مستعدی و سرگرمی کا اظہار نہ ھوتا ھو۔ ان حالات میں ایک بے لحاظ نگران کار کی جانب سے شکایتیں ھوتی ھونگی۔ یہ امر داؤد پوتروں کے لیے رنجش کا باعث بن گیا۔ جونکہ شیخ صادق پہلے ان سے وابستہ رہ چکا تھا اور اس کی طرف سے شکایتوں کی نہیں بلکہ رعایتوں کی امید تھی۔ اس وجہ سے داؤد پوتروں کی رنجش نظر بہ ظاھر بیجا نہ تھی۔

یہ حالات تھے، جب ایک شخص چوری کے الزام میں ماخوذ ھوا۔ شیخ صادق نے تفتیش کے سلسلے میں اس پر سختی کی تو وہ موقع پاتے ھی نکل کر امیر صادق محمدؐ خاں کی پناہ میں چلا گیا۔ شیخ نے اپنے چند آدمی ملزم کو لانے کے لیے بھیجے۔ ان آدمیوں اور داؤد پوتروں میں درشت کلامی ھوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ داؤد پوتروں نے غصے میں آکر شیخ صادق، اس کے بیٹے شیخ عاقل اور دوسرے چند آدمیوں کو قتل کر دیا۔ یہ ۱۴ ربیع الاول ۱۱۵۸ھ (۵ اپریل ۱۷۴۵ء) کا واقعہ ھے (حـ ۱)

۱۔ "مرآة" و "جواھر" دونوں نے صاف لکھا ھے: "یک‌ھزار و یک صد و پنجاہ و ھشت"۔ اس قتل کے سلسلے میں داؤد پوتروں کی تادیب کے لئے نادر نے طھماسپ جلائر کو (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۵ پر)

صبح صادق: ''صبح صادق،، میں لکھا ھے کہ امیر صادق محمد خاں نے شیخ صادق کو اپنی طرف سے دربار نادری میں سفیر مقرر کردیا تھا۔ اس نے دربار میں رسوخ پیدا کر کے بکھر کے محاصل وصول کرنے کی سند حاصل کرلی۔ اس کی طرف سے :

> امیر صادق محمد خاں اور اس کی رعیت کو طرح طرح کے نقصان پہنچنے لگے اور اس کی شرارت و ایذا دھی حد سے زیادہ متجاوز دیکھ کر بعض خوددار زمینداروں کا جوش نہ رک سکا اور اس طوفان رستخیز میں شیخ صادق اور اس کا لڑکا ھلاک ھو گئے۔ (حـ ۱)

''مرآۃ'' و ''جواھر'' اور ''صبح صادق'' کا پیش کردہ نقشہ: مندرجۂ بالا حالات ''مرآۃ دولت عباسیہ،، ''جواھر عباسیہ،، اور ''صبح صادق،، سے ماخوذ ھیں، لیکن تینوں کتابوں نے جو کچھ لکھا ھے، اس کی کیفیت پر ایک نظر پھر ڈال لیجئے اور یہ وہ کتابیں ھیں، جن میں داؤد پوتروں کی سرگرمیوں کے ھر پہلو کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار انداز میں پیش کیا گیا ھے۔

مقرر کیا تھا۔ ''تحفہ الکرام'' نے اس کی تاریخ آمد پنجاہ و ششم لکھی ھے۔ مطبوعہ نسخے کے علاوہ قلمی نسخے میں بھی ششم ھی ھے۔ اگر ''تحفہ الکرام'' کا بیان درست مانا جائے تو شیخ صادق کا قتل بھی ۱۱۵۶ھ میں ھوا۔ اگر ''مرآۃ'' و ''جواھر'' کو مستند مانا جائے تو جلائر کی آمد ۱۱۵۸ھ میں تسلیم کرنی چاھئے نہ کہ ۱۱۵۶ھ میں۔

۱- ''صبح صادق'' صـ ۷۷-

۱—شیخ صادق امور شاھی کے سر انجام میں اکثر داؤد پوتروں کو غیر مناسب تکلیفیں دیتا تھا، لیکن امیر صادق محمد خاں شاھی ادب اور مصلحت وقت کو ملحوظ رکھتے ھوئے صبر سے کام لیتے تھے اور شیخ صادق کے ساتھ چونکہ پہلے سے تعلقات موجود تھے، اس لیے اسے ناراض نہ کرتے تھے۔

۲—شیخ نے ایک شخص پر چوری کی تہمت لگائی اور ھدف تعذیب بنایا۔

۳—امیر صادق محمد خاں تو شیخ کے آدمیوں کی درشت گفتگو کا جواب نرمی اور ملایمت سے دیتا رھا، لیکن بعض نوجوانوں یا خود دار زمینداروں کو غصہ آگیا۔ انھوں نے شیخ صادق اور اس کے بیٹے شیخ عاقل کو قتل کردیا۔

۴—محض یہی نہیں بلکہ شیخ کے جو ھمراھی قتل سے بچ رھے تھے، انھیں قید کرلیا، لیکن شیخ کا چھوٹا بیٹا فاضل قابو میں نہ آیا۔ (حـ ۱)

پاداش عمل: غرض واقعہ بے حد سنگین تھا۔ شاھی کارندوں کا قتل نہ چھپ سکتا تھا، نہ قتل کے ذمہ دار باز پرس سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ امیر صادق محمد خاں کو حالات کا پورا اندازہ تھا، چنانچہ اس نے اپنے فرزند محمد بہاول خاں کو بلا کر خواتین اور صاحبزادوں کے ساتھ اس مقام پر بھیج دیا، جہاں اس کی جاگیر تھی۔ (حـ ۲) اور خود اس

۱- ''مرآۃ دولت عباسیہ'' صـ ۱۴۰ و ''جواھر عباسیہ'' صـ ۱۲۴ - ۱۲٦

۲- ''صبح صادق'' نے اس کا نام الہ آباد لکھا ھے، زمانہ' (بقیہ صفحہ ۴۷۷ پر)

انتظار میں بیٹھ گیا کہ کیا پیش آتا ہے۔ اس اثناء میں قاتلوں کو گرفتار کر کے مواخذہ بھی شروع کر دیا۔

شیخ صادق کا ایک فرزند شیخ فاضل زندہ بچ رہا تھا۔ اس نے پورے حالات عرضداشت کی شکل میں ایک تیز رفتار قاصد کے ھاتھ نادر شاہ کے پاس بھیج دیے۔ وھاں سے سردار طہماسپ خاں جلائر ۱۱۵۸ھ کے اواخر (۱۷۴۵ء کے اواخر) میں مامور ھوا کہ شیخ کے قتل کا بدلہ لے، چنانچہ وہ فوج لے کر ایران سے شکار پور روانہ ھوگیا۔ (حـ ۱)

سابق میں اس کا نام چودھری تھا - یہ مقام ریاست بہاولپور میں ھے -

''مرآۃ دولت عبّاسیہ'' صـ ۱۱، ''جواھر عبّاسیہ'' صـ ۱۲۶ - یہاں یہ حقیقت بھی واضح کر دینی چاھیے کہ طہماسپ خاں جلائر کے حالات میں نے بالتفصیل معلوم کرنے کی کوشش کی - صرف اتنا معلوم ھوسکا کہ نادر نے دسمبر ۱۷۴۵ء کے بعد اسے اصفہان سے سیستان بھیجا تھا - ''جہان کشا'' کا بیان ھے کہ نادر جب ترکستان میں تھا تو اس نے جلائر کو دریاے سندھ کے شمالی علاقے کا ناظم بنا دیا تھا اور اس کا دائرۂ نظامت ٹھٹھہ سندھ' اور پشاور سے تبت تک پھیلا ھوا تھا (''جہان کشا'' صـ ۲۱۹) -

چونتیسواں باب

داؤد پوترے مواخذے کے شکنجے میں

صادق محمد خاں کے انتظامات: یہ عرض کیا جاچکا ھے، جب امیر صادق محمّد خاں کو معلوم ھوا کہ طہماسپ خاں جلائر نادر شاہ کے فرمان کے مطابق شکارپور آرھا ھے تو اس نے اپنے فرزندوں اور اکابر خاندان کو بلایا۔ اھل و عیال کو ان کے ساتھ اس جاگیر میں بھیج دیا، جو دریائے ستلج کے جنوبی کنارے پر واقع تھی۔ پھر اپنے بھائی بندوں میں سے محمّد بلاول خاں فیروزانی کو شکار پور میں عبداللہ خاں بن خیر دین خاں فیروزانی اور شیخ شاہ محمّد کہیری کو قلعۂ کیلہ میں بٹھا دیا۔ خود شیخ سبزل خاں کہیری اور بعض دوسرے مخلصین کو لے کر ایران روانہ ھوگیا تاکہ اپنے نقطۂ نگاہ سے صحیح حالات بلا واسطہ نادر کی بارگاہ میں

پیش کرے۔ اس کے لیے بچاؤ کا بہترین راستہ نظر بہ ظاہر یہی تھا ۔

شکارپور کا تخلیہ: طہماسپ خاں جلائر شکار پور کے قریب آپہنچا تو محمدؐ بلاول خاں خاندان کی خواتین کو لے کر جیسلمیر کے ریگستان کی طرف نکل گیا اور وھاں ستاھا نام ایک مقام پر جاٹھہرا ۔ یوں شکار پور خالی ھوگیا ۔

داؤد پوتروں کی تاریخی کتابوں میں مرقوم ھے۔ جب محمدؐ بلاول خاں کو یقین ھوگیا کہ مقابلہ نہیں ھوسکتا تو وہ شکار پور کو چھوڑ گیا ۔ یہ بیان تعجب انگیز ھے۔ اگر بلاول خاں کو کبھی مقابلے کا خیال آیا تو یہ ایک مجنونانہ خیال تھا ۔ وہ ان نادری عساکر کا مقابلہ کیا کرسکتا تھا جو بڑی بڑی سلطنتوں کی فوجوں کو شکستیں دے چکے تھے ؟ اور مقابلے کا کوئی امکان باقی ھوتا تو صادق محمدؐ خاں خود نادر کے دربار کا رخ کیوں کرتا ؟ کیا یہ بات قیاس میں آسکتی ھے کہ صادق محمدؐ خاں نے آپ دربار کا رخ کرلیا ھو اور اپنے نائب سے کہہ دیا ھو کہ جلائر لشکر لے کر آئے تو ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا جائے ؟

جلائر کی کاروائی: جلائر نے شکار پور پر قابض ھونے کے بعد کیلہ کا رخ کرلیا ۔ عبداللہ خاں نیاز مندانہ طریق پر نادری سالار کی خدمت میں حاضر ھوا ۔ جلائر نے اسے گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا ۔ یہ حالت دیکھ کر شاہ محمدؐ کہیری اور غلام خاں ایسبائی مقابلے پر آمادہ ھوگئے ۔ وہ کل گیارہ آدمی تھے ۔ انھوں نے اپنی خواتین کو خود موت کے گھاٹ

اتاردیا - پھر لڑتے ہوئے قلعے سے نکل کر چھتر کی طرف روانہ ہوگئے جو علاقہ کچھی کا ایک مشہور مقام ہے۔[1]

یوں شکارپور کا علاقہ پھر داؤد پوتروں کے ہاتھ سے نکل گیا، جسے انہوں نے نادر کے روبرو غیر مشروط اطاعت کا اقرار کرکے حاصل کیا تھا اور اس سلسلے میں کلھوڑوں کی حکومت پر ضرب لگانے میں اعانت کی تھی، اگرچہ وہ اعانت کتنی ہی معمولی تھی -

میاں نور محمد خاں کی روش: اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس سلسلے میں میاں نور محمّد خاں کی روش کیا رہی - "تحفۃ الکرام" کا بیان ہے کہ طہماسپ جلائر آیا تو:

شاہ قلی خاں بمصلحت وقت گوشہ گزیدہ لهذا مجدد و تفرقہ عائدِ حالِ سند شد - چوں سلطان ساتیہ ناظم بلدہ و شیخ شکراللہ بطلب شاہ قلی خاں تتہ را خالی کردہ بودند و مظفر علی خاں بدیدن سردار شتافتہ بود - چند روز حراست تتہ بہ رضا بیگ وکیل شاہی

میاں نور محمّد خاں جسے نادر نے شاہ قلی خاں کا لقب دیا تھا، مصلحتِ وقت کے پیش نظر گوشہ نشین ہو گیا - یوں سندھ میں دوبارہ افرا تفری پھیل گئی - سلطان ساتیہ ناظم ٹھٹھہ اور شیخ شکراللہ کو میاں صاحب نے بلا لیا تھا - ٹھٹھہ خالی رہ گیا - مظفر علی خاں بیگلر بیگی

۱- یہ حالات "مرآۃ دولت عباسیہ" اور "جواہر عباسیہ" سے ماخوذ ہیں ("مرآۃ" ص- ۱۴۱-۱۴۲ و "جواہر" ص- ۱۲۶-۱۲۷) "صبح صادق" نے کیلہ کی جنگ کے واقعات شکارپور کے سلسلے میں بیان کردیے ہیں - (ص- ۷۷)، حالانکہ یہ صحیح نہیں -

برفاقت فاضل بیگ تتمهٔ عهد هندیه و رانا دهاراجه و ارباب ساجن رانیه کرده پس از آنکه شاه قلی خاں در پوره بدیدنِ سردار رسید و عطر خاں پسر سوم را یرغمال داده مراجعت نمود - سلطان ساتیه و شیخ شکرالله باز به تته آمدند (ح ۱) -

سردار جلائر سے ملنے کے لئے روانه هوگیا - چند روز ٹھٹھه کا انتظام رضا بیگ وکیل شاهی ، فاضل بیگ ، رانا دهاراجه اور ساجن رانیه نے کیا - پھر میاں نور محمد خاں نے پوره میں جلائر سے ملاقات کی اور اپنا تیسرا بیٹا یرغمال میں دے کر لوٹا - سلطان ساتیه اور شیخ شکرالله پھر ٹھٹه آ گئے -

سمجھ میں نہیں آتا که میاں نور محمد خاں نے کس وجه سے گوشه گیری اختیار کی اور انتظامات ٹھٹھه کے ذمه داروں کو کیوں اپنے پاس بلا لیا ؟ میاں ، نادر کا باج گزار تھا - جلائر جیسے جلیل القدر نادری سردار کی آمد پر وه یکسو هوکر نه بیٹھ سکتا تھا - حاضری میں ذرا بھی تامل کرتا تو موردِ الزام ٹھہرتا - یه بیان بظاهر کسی غلط فہمی پر مبنی هے -

یا کیا یه سمجھا جائے که داؤد پوتروں کی طرح میاں بھی زیرِ عتاب آ گیا تھا ؟ اگر جواب اثبات میں هو تو کچھ معلوم نہیں ، اس کا سبب کیا تھا - بیٹے کو " یرغمال " میں دینا اس امر کا ثبوت هے که میاں کی روش کے متعلق اطمینان نه تھا - یه بھی هو سکتا هے که عطر خاں کو به غرض اعانت جلائر کے ساتھ کر دیا گیا هو اور میاں کے لئے اس کے سوا چاره نه تھا که وه نادری فوج کے سردار کی هر

۱- "تحفة الکرام" جلد سوم ص ۱۱۰ -

ممکن اعانت کرتا ۔ اس امر کو ''یرغمال،، سمجھ لیا گیا ہو ، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ عطر خاں ، جلائر کے ساتھ ہی ایران گیا ۔ اپنے دوسرے دو بھائیوں (محمدؐ مراد یاب خاں اور غلام شاہ خاں) کی طرح عطر خاں بھی نادر کے خاتمے پر واپس آیا ۔

''مرآۃ'' و ''جواہر'' کا بیان : ''مرآۃ،، و ''جواہر،، نے لکھا ہے کہ میاں نور محمدؐ خاں نے اپنے بیٹے عطر خاں کو جلائر کے پاس بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے عرض کیا کہ صادق محمدؐ خاں کا ولی عہد محمدؐ بہاول خاں اپنے اقربا کے ساتھ چودری کے تعلقے اور دیراوڑ کے قلعے پر قابض ہے ۔ یہ تعلقہ اور قلعہ جن لوگوں کی ملکیت ہیں ، انھوں نے ملتان میں استغاثہ دائر کر رکھا ہے ۔ مناسب یہ ہے کہ دیراوڑ کو داؤد پوتروں کے قبضے سے آزاد کرا کے مظلوموں کی حق رسی کی جائے (حـ ۱) ۔

نظر بظاہر یہ بیان قابلِ قبول نہیں ۔ جو سردار ایران سے داؤد پوتروں کی تادیب کے لئے سندھ آیا تھا ، وہ یقیناً اس امر کا محتاج نہ تھا کہ میاں صاحب کی شکایت اور نشان دہی کے بعد داؤد پوتروں کے مختلف گروہوں کی طرف متوجہ ہوتا ۔ میاں خود اپنے بچاؤ کے پیش نظر مجبور تھا کہ جلائر کی ہر تادیبی کاروائی میں اس کا ساتھ دیتا ۔ غالباً اسی وجہ سے اس نے اپنے بیٹے کو جلائر کی معیت میں دے دیا تھا اور اسے یرغمال سمجھا گیا ۔

جلائر کی پیش قدمی : جلائر شکار پور اور کہلہ پر

۱- ''مرآۃ'' صـ ۱۳۷ ، ''جواہر'' صـ ۱۲۷ ۔

قابض ہونے کے بعد ڈیرہ غازی خاں کا رخ کر لیا تاکہ داؤد پوتروں کے باقی گروہوں کو سزا دے ۔ ڈیرہ پہنچنے پر مخدوم شیخ محمدؐ راجو سیت پور سے اور نواب میرزا مومن خاں ملتان سے اس کے پاس پہنچ گئے ۔ دونوں نے اس امر پر زور دیا کہ داؤد پوتروں کی گوشمالی لازم ہے ۔ ڈیرہ غازی خاں کا مستاجر جاں نثار خاں اور جیسلمیر کا راول رائے سنگھ بھی اس باب میں ہم نوا بن گئے ۔ جلائر ڈیرہ غازی خاں میں ٹھہرا رہا ، باقی تمام سرداروں نے سونیکا کا رخ کر لیا ، جو دیراوڑ سے سات کوس مغرب میں تھا ۔ میاں عطر خاں بھی ان کے ہمراہ تھا ۔

محمدؐ بہاول خاں نے جب جلائر کے شکار پور پہنچنے کی خبر سنی تو بھاری سامان اور مستورات کو اوباوڑہ میں چھوڑ کر قلعہ دیکم پور کا ارادہ کر لیا ۔ محمدؐ معروف خاں بہادر خاں وغیرہ کو دیراوڑ میں بٹھا دیا ۔

دیراوڑ کا محاصرہ اور فتح: چند چپقلشوں کے بعد مخدوم شیخ راجو ، نواب میرزا مومن خاں ، جاں نثار خاں ، راول رائے سنگھ اور میاں عطر خاں نے دیراوڑ کا محاصرہ کر لیا ، لیکن قلعہ فتح نہ ہوا ۔ میاں عطر خاں نے جدال و قتال کے بغیر تسخیرِ قلعہ کی ایک عجیب تدبیر اختیار کی ۔ میاں کے ہمراہیوں میں رونجھ قوم کا ایک شخص موسیٰ نام تھا ، جو پہلے صادق محمدؐ خاں کے ہاں ملازم رہ چکا تھا ۔ اسے محصورین کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ امیر صادق محمدؐ خاں نے قلعہ حوالے کر دینے کا حکم بھیجا ہے ۔ محصورین کو یقین نہ آیا ۔ موسیٰ نے حلف اٹھا کر کہا ۔ کہ حکم یہی ہے ۔ محمدؐ معروف خاں نے سوچا کہ ہمارے تعلقات

پہلے ہی دربار شاہی سے خراب ہیں - اگر حوالگیٔ قلعہ کے باب میں امیر کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو تعلقات اور بھی خراب ہو جائیں گے - یہ سوچتے ہی قلعہ حوالہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور خود نکل کر سب سے ملاقات کی - میاں عطر خاں نے اسے قید کر لیا اور جب تک قلعے کی دیوار اور برج مسمار نہ ہو گئے ، محمدؐ معروف خاں کو نہ چھوڑا -

ستاھا پر حملہ: داؤد پوترے دیراوڑ سے نکل کر ستاھا میں جمع ہو گئے - ان میں سے محمدؐ معروف خاں ، بہادر خاں کرم خاں ، میرن خاں ، سبزل خاں ، اختیار خاں ، وڈیرہ محمدؐ خاں وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں - تادیبی فوج جب ستاھا پہنچی تو داؤد پوتروں نے جوانمردی سے مقابلہ کیا اور حملہ آوروں کو ناکام لوٹا دیا - اس مقام پر بھی ان لوگوں نے جنگ سے پیشتر خواتین کو اپنے ھاتھوں سے قتل کر دیا تھا - راجپوتوں کی طرح یہ جانبازانہ عزم جنگ کا بھی ایک نشان تھا اور یہ مصلحت بھی تھی کہ مردوں کے قتل بعد دشمن کے ھاتھوں خواتین کی بے حرمتی نہ ہو (حـ ۱) -

صادق محمد خاں کی مراجعت: صادق محمدؐ خاں نے خود تمام حالات نادر کو سنائے تو اس نے قصور معاف کر دیا یا ''صبح صادق،، کے الفاظ میں یہ سمجھ لیجیے کہ بادشاہ کی آتش غضب کو صادق محمدؐ خاں نے حکمت عملی

۱- یہ حالات ''مرآۃ'' و ''جواھر'' سے ماخوذ ہیں - ''صبح صادق'' نے انگیخت دینے والوں میں ایک عطر خاں کا ذکر کیا ہے اور دوسرے شخص کا نام نواب خان مستاجر بتایا ہے (صـ ۸۷) -

سے فرو کر دیا اور شکار پور کے بجائے غزنی اور اس کے مضافات کا علاقہ جاگیر میں دے دیا - میرزا عسکر علی کو صادق محمدؐ خاں کے ہمراہ بھیج دیا کہ اسے اہل و عیال اور اقربا کے ساتھ غزنی میں بٹھا دے (حـ ۱) - دونوں شکار پور پہنچے تو طہماسپ جلائر کے نائب فتح علی خاں نے استقبال کیا - صادق محمدؐ خاں نے اپنے علاقے کا رخ کیا تو میاں نور محمدؐ خاں نے روہڑی میں برادرانہ ملاقات کی - وطن پہنچ کر خلوت میں اپنے فرزندوں کو تبدیل جاگیر کا واقعہ بتا دیا اور ان سے مشورہ پوچھا - محمدؐ بہاول خاں نے کہا کہ داؤد پوتروں کو جلائر کے ہاتھوں جو تکلیفیں پہنچ چکی ہیں ، انھیں مدِّ نظر رکھتے ہوئے امید نہیں کہ وہ اپنے موجودہ وطنوں کو چھوڑ کر نئی جگہ جانے کے لئے تیار ہوں - مناسب یہ ہے ہم چپ چاپ مقابلے کی تیاری جاری رکھیں - میرزا عسکر علی سے عرض کریں کہ نئی جاگیر کے قبول سے ہمیں معاف رکھا جائے - اگر وہ راضی نہ ہو تو

۱- مجھے کسی کتاب سے میرزا عسکر علی کا سراغ نہ مل سکا - ''گولڈس مڈ'' نے لکھا ہے کہ عسکر علی غالباً احمد شاہ ابدالی کا مقرر کردہ افسر تھا (شکار پور کے متعلق تاریخی یادداشت صـ ۲۰) - یہ غلط ہے - سوال یہ ہے کہ جب شکار پور چھین لیا تو کیونکر سمجھا جائے کہ قصور معاف کر دیا؟ نئی جاگیر دے دینے کا مطلب یہ ہوا کہ قصور تو ضرور سرزد ہوا، لیکن اس کی بنا پر وجہ معاش سے محروم کر دینا مناسب نہ سمجھا گیا - ممکن ہے ، صادق محمدؐ خاں نے اپنے ہمسایوں کے ساتھ کشمکش کا ذکر بھی کیا ہو - اس وجہ سے بہتر یہی سمجھا گیا ہو کہ داؤد پوتروں کو اٹھا کر ایسی جگہ مقرر کر دینا چاہئے، جہاں وہ مقامی کشمکشوں سے بچے رہیں -

جو کچھ ہم سے ہو سکے ، کریں ۔ صادق محمد خاں نے یہ رائے منظور کر لی ، لیکن مصلحت کے لحاظ سے یہی مناسب سمجھا کہ اسے فی الحال زبان پر نہ لایا جائے ۔ میرزا عسکر علی کو یہ سمجھایا کہ میرا بیٹا اہل و عیال اور سامان لے کر پیچھے آئے گا اور شکار پور میں ہم سے آ ملے گا ۔ پھر ہم غزنی روانہ ہو جائیں گے ۔ اسے چند روز کے لئے اجازت دے دیجئے ۔

صادق محمد خاں اور عسکر علی میں اختلاف :

اعلان ہو گیا کہ داؤد پوتروں کے اہل و عیال ۱۰ ربیع الاول ۱۱۵۹ھ (۲۳ مارچ ۱۷۴۵ء) کو نماز جمعہ کے بعد اپنے وطنوں سے کوچ کریں گے اور سات روز میں شکار پور پہنچ جائیں گے ۔ ۱۳ ربیع الاول کو مخدوم شیخ راجو اور جان نثار خاں کی طرف سے ایک خط میرزا عسکر علی کے نام پہنچا کہ داؤد پوتروں نے آپ سے فریب کیا ھے ، ہوشیار رہنا چاہیے ۔ میرزا شکار پور کے باہر ایک باغ میں ٹھہرا ہوا تھا ۔ صادق محمد خاں کی طرف سے گلاب رائے ، میرزا کی مہمان داری پر مامور تھا ۔ میرزا نے گلاب رائے سے کہا کہ میں صادق محمد خاں کو دعوتِ طعام دینا چاہتا ہوں ، تم ابھی اطلاع دے آؤ کہ جب دعوت نامہ پہنچے تو وہ تمام خواتین کو لے کر دعوت میں شریک ہو جائیں ۔ گلاب رائے جہاندیدہ آدمی تھا ، اس نے میرزا کے بشرے سے پہچان لیا کہ دال میں کچھ کالا ھے اور صادق محمد خاں کو اپنی یہ رائے بتا دی ۔ تھوڑی دیر بعد شکار پور کا ایک زمیندار فتح محمد آیا ۔ وہ صادق محمد خاں کا مخلص دوست تھا ۔ میرزا عسکر علی کے پاس بھی آتا جاتا تھا ۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ دعوت میں ہرگز نہ جائیے ، ورنہ زندگی سے

...ہاتھ دھو لیجیے ۔ ''صبح صادق'' نے لکھا ہے کہ امیر صادق محمدؐ خاں نے دعوت میں شرکت نہ کی تو عسکر علی کو میاں نور محمدؐ کی شکایات کی درستی کا یقین ہو گیا ۔

ہولناک خونریزی: غرض حالات نے دیکھتے دیکھتے نہایت نازک صورت اختیار کرلی ۔ صادق محمدؐ خاں نے قلعے میں استحکامات کا حکم دے دیا ۔ میرزا عسکر علی نے ۱۴ ربیع الاول کو بدھ کے دن قلعے پر حملہ کر دیا ۔ شاہ محمدؐ خاں اور رضا محمدؐ خاں شیوانی نے صادق محمدؐ خاں کے حکم کے مطابق تمام خواتین کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور لڑائی شروع کردی ۔ فاضل خاں کے بیٹے علی مراد خاں نے تہیم قوم کے لوگوں کے پاس پناہ لی ۔ اس اثنا میں راھوجہ ، ماچھی اور کھاندرہ اقوام کے لوگوں نے غداری کی ۔ داؤد پوترے دروازہ شیخ افضل کی طرف مصروفِ پیکار تھے ۔ حملہ آور شمالی سمت سے قلعے میں داخل ہوگئے ۔ امیر صادق محمدؐ خاں کے گولی لگی اور وہ جاں بحق ہو گیا ۔ اس کے علاوہ میر محمدؐ خاں جودھانی ، سمابہ خاں اور عظمت خاں بکھرانی، اللہ یار خاں ، اسحٰق پنواڑ ، میردہ قادر دینا دآروغہٴ اصطبل وغیرہ مارے گئے ۔ فتح خاں اور مبارک خاں زخمی ہوئے ۔ غنی محمدؐ خاں ، جعفر خاں ، رستم خاں ، خوشحال خاں ریسبانی ، حرمت خاں اور شاہ محمدؐ خاں شیرانی نے چاہا کہ قلعے کے مشرقی دروازے سے باہر نکل جائیں ، لیکن دروازہ نہ کھل سکا ۔ فتح خاں بکھرانیؒ کی پنڈلی پر سخت زخم لگ چکا تھا ۔ اسے کندھوں پر اٹھا کر دروازے کے پاس لے گئے ۔ اس نے یکبارگی دروازے کی چول اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا ۔ یوں سب قلعے سے باھر نکلے۔ اور میرزا عسکر علی کے بکھرے

ھوئے لشکر پر چھاپے مارتے ھوئے محفوظ مقامات پر پہنچ گئے - محمد بہاول خاں نے یہ حالات سنے تو اپنے بہادروں کے ساتھ شکار پور پہنچا - صادق محمد خاں کو دفن کیا - پھر محفوظ واپس چلا گیا (حـ ۱) -

ریاست بہاول پور کی تاسیس: سندھ سے داؤد پوتروں کا یہ آخری قطع تعلق تھا - محمد بہاول خاں کو متفرق جاگیریں ملتان کے قریب مل گئی تھیں - جب معین‌الدین خاں معین‌الملک عرف میر منو لاھور و ملتان کا ناظم بن کر آیا تو

۱- یہ داستان ''مرآۃ'' و ''جواھر'' اور ''صبح صادق'' کے بیانات پر مبنی ھے - ''مرآۃ''، صـ ۱۴۶ تا ۱۵۳، ''جواھر'' صـ ۱۲۷ تا ۱۴۰، ''صبح صادق'' ۹۷ - بلاشبہ یہ داستان داؤد پوتروں کی خاندانی روایات کو سامنے رکھ کر تیار کی گئی ھے اور اس کے کسی حصے کی تصدیق یا تکذیب دوسرے ماخذ سے نہیں ھوتی - اس کی جزئیات سے بعض مقامات پر درایتاً اختلاف کیا جا سکتا ھے، لیکن اسے از سر تا پا غلط قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں - جو اصحاب تاریخی حقائق کی چھان بین کرتے رھتے ھیں، ان کے لئے یہ ذخیرۂ معلومات یقیناً خاصا کارآمد ھوگا - ''صبح صادق'' نے لکھا ھے کہ عسکر علی کو شکست ھوئی - طہماسپ خاں جلائر کے دونوں کان کٹ گئے - نیز امیر صادق محمد خاں کو شکار پور کے محلہ سٹوراٹ گنج کے گورستان میں دفن کیا گیا تھا - گورستان کو وقف قرار دے کر جنگل مہر کو مجاور بنا دیا تھا - مگر مجاور مذکور کی اولاد نے وقف کو فروخت اور رھن کر دیا (''صبح صادق'' صـ ۸۰) - یہ بھی معلوم ھوا ھے کہ اعلحضرت امیر بہاول خاں نے اپنے جد امجد کی قبر عمدہ طریق پر بنوا دی ھے -

اس نے راجه کوڑا مل کو ملتان کا علاقه مستاجری پر دے دیا اور اسے اس علاقے کا نائب ناظم بنا دیا - کوڑا مل کو جان نثار خاں کے ساتھ جنگ پیش آئی تو اس میں محمد بہاول خاں نے کارھائے نمایاں انجام دے - راجه نے خوش ھو کر آدم واھن کا علاقه محمد بہاول خاں کو دے دیا - یه ریاست بہاول پور کا سنگ بنیاد تھا - (ح ۱) تھوڑے ھی عرصے میں داؤد پوتروں نے اپنی مردانگی اور حسن خدمات کی بنا پر خاصی بڑی ریاست پیدا کرلی اور دریا سے نہریں نکال نکال کر بنجر علاقوں کو سبزہ زار بنا دیا - ریاست بہاول پور میں آج جو بڑے بڑے قصبے اور شہر نظر آتے ھیں ، یه سب داؤد پوتروں

۱- ''صبح صادق'' میں مرقوم ھے که داؤد پوتروں سے شکار پور چھن جانے کے بعد بھی میاں نور محمد خاں کلھوڑا مطمئن نه ھوا اور اس کی طرف سے سلسلهٔ پرخاش برابر جاری رھا - اس نے راول رکھی سنگھ والیٔ جیسلمیر کو برانگیخته کیا - پھر نواب حیات‌الله خاں (ابن نواب زکریا خاں) سے مل کر قلعه ڈیراور کی واپسی کا حکم حاصل کرلیا - انھیں دنوں نواب حیات‌الله خاں قتل ھوگیا اور اس کے بجائے دیوان کوڑا مل مقرر ھوا محمد بہاول خاں نے دیوان مذکور سے مل کر آدم واھن کا استمراری پٹا ۱۱۶۳ھ (۱۷۴۹-۱۷۵۰ء) میں حاصل کرلیا - مخدوم شیخ راجو (ساکن اوچ) اور جان نثار خاں حاکم سیت پور داؤد پوتروں کے مخالف تھے - آخرالذکر نے سیت پور کے محاصل سرکار میں داخل نه کیے - دیوان کوڑا مل تادیب کے لیے مقرر ھوا - محمد بہاول خاں اپنی برادری کو لے کر دیوان کے ساتھ ھوگیا اور ایک ھی دن میں خان بیله فتح کرلیا - تین دن میں جان نثار خاں کو شکست دی -

ھی کے آباد کیے ہوئے ھیں ۔ انھیں بعد میں بھی بعض اوقات نازک حالات سے سابقہ پڑا ، لیکن ھمت نہ ھاری اور اگرچہ انھیں سندھ سے کوئی تعلق نہ رھا ، تاھم ان کی اولوالعزمیوں کی زندہ یادگار ریاست بہاول پور کی شکل میں موجود ھے ۔

پینتیسواں باب

دریائے سندھ کے ڈیلٹے میں لڑائیاں

دھا راجا اور ککرالہ: دریائے سندھ کے ڈیلٹے میں ساحل بحر کے ساتھ ساتھ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں یا زمینداریاں تھیں - یہ لوگ مغل ناظموں کی کمزوری کے زمانے میں خود مختار بن گئے تھے- میاں نور محمد خاں نے ٹھٹھ کی نظامت سنبھال لینے کے بعد غالباً فیصلہ کرلیا ہوگا کہ ان رئیسوں یا زمینداروں کو بھی اطاعت گزار بنا لیا جائے لیکن نادر کی یورش نے اس کام کو پایۂ تکمیل پر پہنچانے کی مہلت نہ دی - ان میں سے دھا راجا اور ککرالہ (حـ ۱) کا ذکر پہلے

۱- سیٹن نے لکھا ھے کہ دھا راجا اور ککرالہ ٹھٹھ کے جنوب میں دریائے سندھ کے دھانے پر واقع تھے (تاریخ کلھوڑا ٹائپ کیا ہوا نسخہ صـ ۸) ''تاریخ معصومی'' میں ''ککرالہ'' کو ''ککراراہ'' لکھا گیا ھے (تاریخ معصومی مرتبۂ ڈاکٹر داؤد پوتہ صـ ۲۳) -

آچکا ہے۔

نادر کی آمد سے کچھ مدت پیشتر صاحبزادہ محمدؐ مرادیاب خاں ٹھٹھ کا گورنر مقرر ہوا تھا تو رانا دھا راجا اور جام ککراله نے سخت مقابلہ کیا تھا بلکہ وہ کشتیوں میں فوج بٹھا کر نصر پور تک پہنچ گئے تھے اور دریا کے دونوں کناروں کی بستیوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ پھر دریا کے کناروں پر توپیں نصب کر کے انھیں پیچھے ہٹایا گیا، آخر وہ شکست کھا کر امان کے طلب گار ہوئے۔

پھر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جب طہماسپ جلائر داؤد پوتروں کی گوشمالی کے لیے آیا تھا اور ''تحفہ الکرام،، کے بیان کے مطابق میاں نور محمدؐ خاں کے ٹھٹھ سے اپنے کارندے بلالیے تھے تو افراتفری کے دور میں ٹھٹھ کا انتظام جن لوگوں نے سنبھالا، ان میں رانا دھا راجا اور ارباب ساجن رانیہ بھی شریک تھے۔

میاں صاحب نے نظم حکومت کو از سر نو درست کیا تو جام ککراله کو سزا دی، جو غالباً سرکشی میں بہت بیباک تھا۔ ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے:

درسال پنجاہ و ھفتم جام ہوتی مرزبان ککراله را شیخ شکراللہ نابود نمودہ جام مہر بجایش نصب کرد (حـ ۱)۔

۱۱۵۷ھ (۱۷۴۴ء) میں شیخ شکراللہ نے ککراله کے زمیندار کو جس کا نام ہوتی تھا، فنا کے گھاٹ اتارا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے

۱- ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم ص ۱۱۰ قلمی نسخے میں ''مہر'' کی جگہ ''سوھر'' لکھا ہے۔ سٹین نے اسے ''جام موھن'' بنا دیا ہے (تاریخ کلھوڑہ ٹائپ کیا ہوا نسخہ ص ۱۰)۔

مہر کو جام مقرر کیا۔

رانا کے مقابلے میں شکست: رانا دھا راجا کے خلاف بظاہر دو تین برس تک کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔ اغلب ہے، وہ چپ چاپ بیٹھا رہا ہو۔ سلطان فقیر نے وفات پائی اور کوہ مکلی میں دفن ہوا۔ اس کے بیٹے مسو کو والد کا منصب مل گیا۔ اس زمانے میں رانا دھا راجا نے چند سو کوھستانیوں کو اکسا کر ٹھٹھ پر حملہ کرادیا۔ مسو فقیر، شیخ شکراللہ اور بولا خاں نہمردی بھاری لشکر لے کر حملہآوروں کے مقابلے پر نکلے اور پیر شیخ عالی کے مزار کے برابر مورچے جمائے:

چوں بر قبور موتیٰ عبور لشکر شد، در ادائے آں سوٗ ادب روز سوم وقت مقابلہ ہزاراں از صداں شکست فاحش خوردند (حـ ۱)	چونکہ لشکر قبروں پر سے گزرا تھا، اس بے ادبی کا نتیجہ یہ نکلا کہ تیسرے روز مقابلہ ھوا تو ہزاروں نے سیکڑوں کے مقابلے میں ذلت خیز شکست کھائی۔

شکست قبروں کے بے حرمتی کا نتیجہ ہو یا فوج کی بے دلی اور بے تنظیمی کی وجہ سے پیش آئی ھو، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ٹھٹھے میں جو منظم فوج کثیر تعداد میں موجود تھی، وہ چند سو کوھستانیوں کے مقابلے میں پسپا ھوگئی اور یقیناً یہ بڑا ھی افسوس ناک واقعہ تھا۔

والیٔ دھا راجا کی سرکوبی: میاں نور محمد خاں نے شکست کی خبر سنتے ھی اپنے فرزند صاحبزادہ محمد خدا داد خاں

۱۔ "تحفۃ الکرام" جلد سوم ص ۱۱۰۔

کو فوج دے کر ٹھٹھے بھیج دیا ۔ صاحبزادے نے مسو فقیر کو عہدۂ نظامت سے برطرف کر کے بلاول فقیر نائچ کو مقرر کردیا ۔ پھر رانا ڈھا راجا کے قلعے کی طرف توجہ منعطف کی ۔ یہ ۱۱۶۰ھ (۱۷۴۷ء) کا واقعہ ہے ۔ رانا نے اپنے میں مقابلے کی تاب نہ دیکھی تو قلعے کو ملازموں کے حوالے کر دیا اور خود کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں نکل گیا ۔ رانا کے ملازم اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے ، لیکن وہ لڑائی کے لیے تیار ہوگئے ۔ صاحبزادہ محمدؐ خدا داد خاں نے ایک جعلی دستاویز دکھا کر قلعے پر قبضہ جمایا اور لوٹ آیا ۔

رانا کا قتل: ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے :

بعد چندے شیخ شکراللہ رانا را بدست بجار جوکھیہ بحیلہ حرف مصالحہ از ارماد فرود آوردہ بکشت (حـ ۱) ۔

کچھ مدت بعد شیخ شکراللہ نے حیلے سے کام لیا ۔ بجار جوکھیہ کے ہاتھ رانا کو صلح کا پیغام بھیجا ۔ وہ کشتی سے اترا تو اسے قتل کرا دیا ۔

مسٹر فرئیر کمشنر سندھ نے اس قتل کو میاں غلام شاہ کے عہد کا واقعہ قرار دیا ہے ۔ اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جوکھیہ اصلاً راجپوت ہیں ۔ وہ پہلے شاہ بلاول کے شمال میں رہتے تھے ، وہاں سے وادیٔ ہب میں پہنچے ۔ پھر دریائے ہب اور دریائے ہلیر کے درمیانی علاقے میں پھیل گئے ۔

بجار جوکھیہ غلام شاہ کلھوڑہ کے عہد حکومت میں ایک سپاہی تھا ۔ ضلع سانکڑا ، دھا راجا اور سوری بندی میں

---

۱ ۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۱۱ ۔

پینتیسواں باب

ایک ہندو رانا حکمران تھا - اس کا نام ارجن تھا - وہ جسمانی قوت میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا اور ڈیلٹے کے علاقے میں اسے بہت اثر و رسوخ حاصل تھا - غلام شاہ اس کے علاقے چھین لینا چاھتا تھا ، لیکن اسے کوئی بہانہ ھاتھ نہ آتا تھا - یہ آرزو بھی تھی کہ رانا قتل ھو جائے ، مگر اس میں کامیاب ھونا مشکل تھا - رانا نے ایک جزیرے میں مکان بنا رکھا تھا - وہ شام کے وقت چند فدائیوں کو ساتھ لے جاتا اور اسی جزیرے میں رات گذارتا -

بجار جوکھیہ نے رانا کے قتل کا ذمہ اٹھایا - اس نے اپنے قبیلے میں سے بیس جانباز چنے - یہ سب رات کے وقت تیر کر جزیرے میں پہنچے اور اچانک رانا کی خواب گاہ پر حملہ آور ھوئے - رانا اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے - غلام شاہ نے رانا کا علاقہ شامل سلطنت کرلیا اور بجار کو جوکھیہ قبیلے کا جام بنا دیا - (حـ ۱)

قتل کی تفصیلات خواہ کچھ ھوں ، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ کام بجار جوکھیہ نے انجام دیا اور اسے قبیلے کی سرداری کا منصب ملا - انگریز جب سندھ پہنچے تو بجار کا پوتا میر علی ، سرداری کے منصب پر فائز تھا - یہ بھی ظاھر ھے کہ فرئیر کے بیان کو "تحفہ الکرام" کے بیان پر ترجیح نہیں دی جاسکتی -

قعلہ کانجی پر یورش : اسی زمانے کا ایک واقعہ یہ ھے

۱- (Selections from the Records of the Bombay Govt) حکومت بمبئی کے ریکارڈوں میں سے انتخابات نمبر ۱۷ ، صـ ۶۶۹ -

کہ میاں نور محمدؐ خاں نے قلعہ کانجی (حـ ۱) پر حملہ کیا۔ ''تحفۃ الکرام،، مظہر ہے :

در سالِ پنجاہ و ہشتم خود شاہ قلی خاں متوجہ تسخیر قلعہ کانجی شدہ قہراً قہراً بکشود و در پنجاہ و نہ تادیب کفرہ کچھی کہ بعد فتح کانجی در مواضعات بدین وغیرہ آمدہ قدمِ جرآت زدہ بودند بدست بہار شاہ فقیر وغیرہ لشکر بعمل آمد ۔ (حـ ۲)۔	۱۱۵۸ھ (۱۷۴۵ء) میں خود میاں نور محمدؐ خاں قلعہ کانجی کی تسخیر پر متوجہ ہوا اور اسے بزور فتح کرلیا۔ ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء) میں کچھ کے لوگ بدین وغیرہ کے دیہات میں گھس آئے تھے ۔ بہار شاہ فقیر اور لشکر نے ان کی تادیب کی۔

''نامۂ نغز،، کا بیان: باغ علی خائف کے ''نامۂ نغز،، میں اس جنگ کا حال بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ کانجی کا والی بڑا دلیر اور ہنردان تھا ۔ اس کے ساتھ ہی اس کی زبان شوخ تھی ۔ وہ بڑا منافق ، ملحد اور دشت‌کار تھا۔ اس لئے قلعے میں ضرورت کی تمام چیزیں جمع کر رکھی تھیں۔ ہر طرف صحرا تھا اور قلعے کے ارد گرد پانی تھا ۔ نادر شاہ کی طرف سے حکم آیا تھا کہ اس قلعے کو فتح کرلیا جائے ۔ اس اثنا میں تاجن مندرہ (حـ ۳) میاں صاحب کے علاقے سے بھاگ کر قلعہ کانجی میں جا بیٹھا۔

۱۔ سٹین نے لکھا ہے کہ قلعہ کانجی علی بندر سے تین کوس پر تھا اور یہ راؤ کچھ کے قبضے میں تھا ۔

۲۔ ''تحفۃ الکرام،، جلد سوم ص ۱۱۰ ۔

۳۔ تاجن مندرہ کا حال معلوم نہ ہوسکا ۔ ''مقالات‌الشعراء،، سے معلوم ہوا کہ صادق علی خاں نے بھی جو مغلوں کی طرف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۷ پر)

میاں صاحب نے میر شاهو بلوچ کو ایلچی بنا کر بھیجا۔ وہ بڑا دانش مند، زیرک، ارسطو کلام، سخن سنج، کم گو، بسیاردان اور دلاور آدمی تھا، میر نے کانجی کو سمجھایا کہ تاجن کو اپنے پاس پناہ نہ دو، ورنہ میاں صاحب فوج لے کر آئیں گے تو خاک میں ملادیں گے۔ والی کانجی نے اس پیغام پر قطعاً توجہ نہ کی اور جواب دیا کہ تاجن میری جان کے ساتھ ہے، اسے کیونکر چھوڑ دوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میاں صاحب نے میرے پاس یہ پیغام کیوں بھیجا؟ میں ان کی رعایا میں سے نہیں۔ میرا تعلق تو والیٔ کچھ سے ہے۔

میاں صاحب کا حملہ: والئی کانجی نے مصالحت کا پیغام ٹھکرادیا تو لشکر کشی کے سوا چارہ نہ رہا۔ فوج میں میاں صاحب کے علاوہ صاحبزادہ احمد یار خاں، فضل علی خاں، عارف خاں، میر متارہ، تاج محمد، بھائی خاں، شیخ محمد،

سے ٹھٹھ کا آخری گورنر تھا، تاجن سے جنگ کی تھی۔ محسن ٹھٹھوی کے حالات میں لکھا ہے: در وقتے کہ نواب صادق علی خاں به جنگ تاجن مندرہ می رفت معزی الیه همراه بود۔ جون اول منزل مقام کردند، ایں رباعی گزراند (جب صادق علی خاں تاجن مندرہ کے ساتھ جنگ کے لیے جا رہا تھا تو محسن بھی ساتھ تھا۔ پہلی منزل میں اترے تو محسن نے یہ رباعی نواب کی خدمت میں پیش کی):

اے منزل اول تو، مانند هلال
از بدر نشان دهد بارباب کمال
یعنی که بهر مرحله انوار فتوح
سر چهرهٔ دولتت فزا ید اقبال

"مقالات الشعرا" قلمی نسخه ص ۳۱۸—۳۱۹۔

شاہ بہارا، مراد کلیری، میر چاکر بلوچ، میر شاھو بلوچ، بختیار کہادر، مسو ساتیہ، شیر پخشہ، دریا خاں ابرہ، شیخ شکر اللہ، پور روحل کھوسہ، بلاول اور فتوحل بھی تھے۔ جاتے ھی قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ ایک طرف سے سرنگ لگائی گئی اور اس میں بارود بھر دی۔ یہ سرنگ اڑی تو اس زور کا دھماکا ھوا کہ سمندر میں طوفان آگیا۔ قلعے کی دیوار اڑگئی۔ کانجی کے لشکر کو سخت نقصان پہنچا۔ ڈھیسر میدان میں نکلا، وہ بھی مارا گیا اور اس کا بھائی بھی موت کے گھاٹ اتر گیا۔ والئی کانجی نے شاہ بہارا سے درخواست کی کہ جتنے روپے چاھو، لے لو اور مجھے کچھ کی طرف نکل جانے دو۔ یہ درخواست مسترد ھوگئی۔ آخر شاہ بہارا کی سفارش سے والئ کانجی کی جان بخشی ھوئی، لیکن اسے قید کرلیا گیا۔

تاجن کا معاملہ: تاجن کا معاملہ بدستور باقی تھا، مسو ساتیہ نے گیارہ سو بہادروں کو لے کر تاجن سے جنگ کی اور اسے شکست فاش دی۔ وہ بھاگ کر ایک قلعے میں جا بیٹھا۔ میاں صاحب نے مراد کلیری کو لشکر دے کر بھیجا۔ مراد نے سمجھایا کہ کیوں گھر بار برباد کر رھا ھے۔ اطاعت قبول کر لے۔ آخر وہ کانپتا ھوا میاں صاحب کے سامنے آیا اور عاجزانہ عرض کیا کہ گناہ بخش دیجیے۔ میاں صاحب نے اسے معاف کر دیا اور خود خداباد چلا آیا۔

لیکن تاجن زیادہ دیر تک عہد وفا پر قائم نہ رہا اور دوبارہ سرکشی اختیار کرلی۔ میاں صاحب کے ملازموں میں ایک شخص ''بلچ خاں خرد،، تھا۔ اسے جب معلوم ھوا کہ تاجن عہد سے رو گرداں ھوگیا ھے تو بولا کہ میں اس سے لڑوں گا۔ چنانچہ وہ لڑائی کی غرض سے گیا۔ تاجن نے ایک

موقع پر بلچ خاں کو سوتے ہوئے پایا تو قتل کرادیا ۔

گرفتاری اور قتل: میاں صاحب کو بلچ خاں کی موت کا واقعہ معلوم ہوا تو شاہ بہارا کے نام فرمان بھیجا کہ خود جا کر تاجن کا فیصلہ کرو ۔ شاہ بہارا نے فوراً سپاہ کے ساتھ ادھر کا رخ کرلیا ۔ تاجن نے بچ نکلنے کی بڑی کوششیں کیں ، لیکن پکڑا گیا ۔ اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی گئی ۔ ہاتھ رسے سے باندھ کر کمر سے جکڑ دیے گئے ۔ اسی حالت میں میاں صاحب کے سامنے لائے ۔ چونکہ وہ بار بار عہد اطاعت توڑ چکا تھا ، اس لیے جلاد کو حکم دے دیا کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے :

بیفتاد و غلطید در خون و خاک
سپرده تن و جاں بیزدان پاک

ان تفصیلات کی تصدیق کسی دوسرے ذریعے سے نہیں ہوتی ، لیکن انھیں درست مان لینے میں تامل نہ ہونا چاہیے ۔ یہ درباری سوانح نگار نے بیان کی ہیں اور قرینہ یہی ہے کہ اس نے تمام واقعات ان آدمیوں سے سنے ہوں گے جو ان جنگوں میں شریک تھے ۔

فتح کانجی کی تاریخ: ''نامۂ نغز،، سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعۂ کانجی محرم ۱۱۵۹ھ میں فتح ہوا ۔ ارشاد ہوتا ہے :

ہزار و صد و شصت یک بود کم
رقم بر سر سال ہجری زدم

دوسری جگہ لکھا ہے :

بماہ محرم بسال سعید

میر علی شیر قانع نے محمد پناہ ٹھٹھوی کے حالات میں لکھا ہے :

تاریخ فتح قلعہٗ کانجی المسمیٰ بہ فتح مبارک بحضور میاں مرحوم ایں آیہ گزرانده : بنصراللہ ینصر من یشاءُ	فتح قلعہٗ کانجی کے موقع پر جسے فتح مبارک کہا جاتا ہے، رجا نے میاں نور محمد خاں کے روبرو یہ آیت بہ طور تاریخ پیش کی تھی۔

''بنصراللہ ینصر من یشاءُ'' سے ۱۱۵۹ھ نکلتا ہے۔

چھتیسواں باب

نادر شاہ کے بعد احمد شاہ

نادر کا آخری دور: نادر شاہ فتوحات کے اعتبار سے دنیا کے بڑے سالاروں میں گنا جاتا ہے، لیکن لوٹ مار اور خونریزی کے لحاظ سے وہ کسی کے بھی نزدیک تحسین کا مستحق نہیں ہو سکتا ۔ معمولی حیثیت سے اٹھ کر عظیم‌الشان فاتح اور شہنشاہ بنا تھا ۔ اس غیر معمولی ترقی نے اس کے دماغ میں فتور پیدا کر دیا ۔ ۱۷۴۲ء کے موسم خزاں میں اس پر قاتلانہ حملہ ہوا ۔ جس شخص نے گولی چلائی تھی، وہ پکڑا گیا تو اس نے کہا کہ رضا قلی میرزا ولی عہد نے مجھے اس اقدام پر آمادہ کیا تھا ۔ نادر نے جوشِ غیظ میں اپنے لائق فرزند کی آنکھیں نکلوا دیں ۔ رضا قلی میرزا نے سنگ دل باپ کے ہاتھوں یہ سزا پا کر بھرے دربار میں کہہ

دیا کہ آپ نے میری آنکھیں نہیں نکالیں ، سلطنتِ ایران کو اندھا کر دیا ہے۔

قتل و غارت: نادر کا غصہ فرو ہوا تو اس زہرہ گداز واقعے پر رنج و غم کے مارے یہ حالت ہوئی کہ تین روز تک خیمے سے باھر نہ نکلا ۔ جب نکلا تو وہ نیم دیوانہ تھا ۔ ابتدائے ظہور سے خونریزی اور غارت گری اس کا عام مشغلہ رہا تھا ۔ جو لوگ لڑائیوں میں مارے گئے ، انھیں نظر انداز کر دیجیے ، لیکن جو اس عفریتِ ظلم و جور نے دانستہ اور بے وجہ مروائے ، ان کا خون اکٹھا کیا جاسکے تو کیا ایک ندی نہ بھہ نکلے گی ؟ جس بے دردی سے اس نے ملکوں کو لوٹا ، اس کی غم انگیز داستان کون سنا سکتا ہے ؟ بادشاھوں اور سلطنتوں میں تاوانِ جنگ کا دستور چلا آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ھوتا ہے کہ جو کچھ خرچ پڑا ، اس سے زیادہ رقم وصول کرلی جائے تا کہ آئندہ شکست خوردہ کو سر اٹھانے کا حوصلہ نہ رہے، لیکن نادر نے مغلیہ سلطنت اور میاں نور محمد خاں سے جو کچھ وصول کیا ، کیا اسے کسی بھی درجے میں تاوان کہنا مناسب ھوگا ؟ جھاڑو لے کر نہ صرف خزانوں اور دفینوں کو صاف کیا بلکہ جس کسی سے جو کچھ ملا ، چھین لیا اور یہ نہ سوچا کہ کچھ نہ کچھ چھوڑے بغیر مظلوموں کا کاروبار کیونکر چلے گا ؟ اور نادری ترکتازوں کا کیا نتیجہ نکلا ؟ صرف یہ کہ جو قومیں امن و اطمیناں سے بیٹھی تھیں ، وہ آفات میں مبتلا ھوئیں ۔ جو حکومتیں اپنے اپنے تصور کے مطابق خلقِ خدا کی خدمت میں لگی ھوئی تھیں ، ان کے شیرازۂ نظم کو درھم برھم کیا ۔ یہ بھی نہیں کہ ان کی جگہ بہتر حکومتیں قائم

کر دیتی ہوں تاکہ عام لوگ آرام پائیں اور دعائیں دیں بلکہ جو کچھ ہو رہا تھا ، اس کا تار پود بھی بکھیر ڈالا ۔ اس کے پیچھے کیا یادگاریں رہ گئیں ؟ صرف قتل و غارت کا ماتم ، خونریزی اور لوٹ مار کا سوگ، آہ و فریاد ، نالہ و بکا ۔ تعجب اس پر ہے کہ ایسے اشخاص کو بھی بعض قوموں نے ہیرو بنانے میں تامل نہ کیا !

خونریزی کا جنون: رضا قلی میرزا کی آنکھیں نکلوادینے کے بعد تو خونریزی نادر کا عام مشغلہ بن گئی ۔ معمولی باتوں پر بڑے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتروانے لگا ۔ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک تیر اس کے خیمے میں آ کر گرا ۔ اس میں ایک کاغذ لپٹا ہوا تھا ۔ کاغذ کا مضمون یہ تھا : اگر تو بادشاہ ہے تو رعیت کی پرورش کر ۔ اگر پیغمبر ہے تو نجات کا راستہ بتا ۔ اگر خدا ہے تو خلقِ خدا پر رحم کر ۔

نادر نے بہت چھان بین کی ۔ کاغذ بھیجنے والے کا سراغ نہ مل سکا ۔ لیکن ان سوالوں کا جواب اس نے یہ دیا : میں بادشاہ نہیں کہ رعیت پروری کروں ۔ پیغمبر نہیں کہ نجات کا راستہ بتاؤں ۔ خدا نہیں کہ بندوں پر رحم کروں ۔ میں تو گناہگاروں کو سزا دینے کے لئے خدائے قہار کے ہاتھ میں ایک آلہ ہوں (حـ ۱) ۔

پاداش عمل: جب اس کا ظلم و جور حد سے بڑھ گیا اور کسی کو بھی بچاؤ کی امید نہ رہی تو چند سرداروں نے جن میں اس کے بعض اقربا بھی شامل تھے ، رات کے وقت

۱۔ تاریخ سر جان میلکم (فارسی) جلد دوم صـ ۵٦ ۔

خیمے میں گھس کر اُسے قتل کر ڈالا - یہ ۱۱ جمادی الاخری ۱۱۶۰ھ (۱۰ جون ۱۷۴۷ء) کی رات کا واقعہ ہے - اس کے بعد جو ہنگامہ شروع ہوا ، اس میں نادر کے اکثر اقربا مارے گئے ، جن میں اس کے بیٹے اور پوتے بھی شامل تھے - صرف ایک پوتا اور ایک بھتیجا باقی رہ گئے - جو سلطنت اس نے پیدا کی تھی ، وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی - ہند و سندھ اور دوسرے مقامات سے جو دولت سمیٹی تھی ، وہ ریت کے ذروں کی طرح ہوا میں اڑ گئی -

تاریخ‌ہائے قتل: نادر جب تخت پر بیٹھا تو مخدوم روح‌اللہ سندھی نے تاریخ نکالی تھی : ’’ الخیر فی ما وقع ،، - ۱۱۴۸ھ اس وقت مخدوم کا خیال یہ تھا کہ ایران میں جو افرا تفری پھیلی ہوئی ہے ، اس کے خاتمے کی صورت نکل آئی ، اس لئے جو کچھ ہوا ، اسے اچھا کہا گیا - میر علی شیر قانع نے یہ تاریخ سنی تو مخدوم سے عرض کیا کہ فرمائیے : ’’ لا خیر فی ما وقع ،، (۱۱۴۸ھ) - جو کچھ ہوا ، اس میں اچھائی کا کوئی پہلو نہیں - نادر کے عہدِ حکومت نے ثابت کر دیا کہ میر علی شیر قانع کا تصور درست تھا - نادر فوت ہوا تو مخدوم موصوف نے تاریخ نکالی : ’’ الخیر فی ما ھو واقع ،، (۱۱۶۰ھ) - میر علی شیر قانع نے اسے بھی ’’لا خیر فی ما ھو واقع،، (۱۱۶۰ھ) بنایا (حـ ۱) ، لیکن اس معاملے میں مخدوم ممدوح کا تصور درست تھا -

’’ مقالات‌الشعراء ،، سے معلوم ہوتا ہے کہ نادر کے درباری شعراء میں سے ایک فردوسی ثانی تھا ، جو فردوسی کی

۱- ’’ تحفۃ‌الکرام ‘‘ جلد سوم ص ۱۲۹-۱۳۰ -

اولاد میں سے تھا ۔ وہ شاھنامے کی بحر میں نادر کے حالات لکھتا رہا ۔ اس نے اپنی کتاب کو ان اشعار پر ختم کیا :

دلِ شب سرِ قتل و تاراج داشت
سحر گه نه تن سر نه سر تاج داشت
بیک گردشِ چرخِ نیلوفری
نه نادر بجا ماند نے نادری (حـ ۱)

سندھ میں نادر کے قتل کی اور تاریخیں بھی کہی گئیں ، لیکن سب سے موزوں تاریخ قاضی عبدالقادر ٹھٹھوی کی تھی :

شهِ نادر چو بروں شد ز میاں
راحت آمد بهمه عالمیاں
خوش خبر هاتف فرمود ز غیب
محو شد آفتِ نادر ز جہاں ۱۱۶۰ (حـ ۲)۔

آفت کے بعد آفت: نادر کی آفت سے نجات مل گئی تو دنیا بھر نے امن و راحت کا سانس لیا ہو یا نہ لیا ہو ، لیکن سندھ کے لئے یقیناً اس سے خوش گوارتر واقعہ کوئی نہ ہو سکتا تھا ۔ افسوس کہ امن و راحت کی یہ بہار چند روزہ تھی ۔ نادر دنیا سے رخصت ہوا ، اس کے ساتھ احمد شاہ ابدالی خراسان اور سلطنت نادری کے مشرقی اقطاع کا دعویدار بن گیا ۔ ایک زنجیر ٹوٹی اور مسکین سندھ کے لئے دوسری زنجیر تیار ہو گئی ۔ آندھی ختم ہوئی ، اس کی جگہ بجلی کی چمک

۱۔ ”مقالات الشعرا“ قلمی نسخہ مملوکہ سندھ ادبی بورڈ صـ ۲۲۵ ۔

۲۔ ”مقالات الشعرا“ صـ ۱۹۱ ۔

ـ اور رعد کی گرج کے ساتھ ژالہ باری شروع ھوگئی :

کلیم از دردِ بیدادِ کہ نالم
کہ بر کشتم گزارِ لشکر افتاد

احمد شاہ ابدالی : نادر کے ممتاز سالاروں میں احمد خاں افغان بھی تھا ۔ وہ نادر کے قتل کے ساتھ ھی اپنے افغان سپاھیوں کو لے کر قندھار پہنچ گیا اور قوم کے اکابر کو جمع کر کے ان سے کہا کہ آزاد حکومت قائم کرنے کا بڑا اچھا موقع ھے ۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاھیے ۔ تاخیر کی تو ممکن ھے ، نادر کی سلطنت کو دوسرا شخص سنبھال لے اور یہ سنہری موقع ھاتھ سے جاتا رھے ۔ اکابر نے اسی کو اپنا فرمانروا بنا لیا ، اس لئے کہ سات آٹھ سال تک نادر کے ماتحت خدمات انجام دینے کی بدولت وہ حرب و ضرب اور ملک داری کے طور طریقوں میں پوری مہارت حاصل کر چکا تھا ۔ اس نے احمد شاہ کا لقب اختیار کیا اور قندھار کو مرکز بنا کر افغانستان و بلوچستان کے علاوہ سندھ پار کے علاقوں کی ملکیت کا بھی دعویٰ کر دیا ۔

قومیں اور ان کے مشاھیر : دنیا ماضیٔ قدیم سے تیغ زنی اور رزم آرائی کو انسانیت کا درخشاں ترین کارنامہ سمجھتی چلی آتی ھے ۔ وہ لوگ یقیناً خاص قدر و منزلت کے مستحق تھے، جنھوں نے ضرورت کے وقت خلقِ خدا کی آزادی ، رفاہ و بہبود اور امن و سلامتی کے لئے تلواریں چلائیں ۔ اس طرح ظلم و جور کو مٹایا اور مظلوموں کے لئے خدا کی زمین پر اطمینان کی زندگی بسر کرنے کا موقع پیدا کیا ۔

لیکن خود غرضوں اور حق شناسوں نے ان محبانِ

انسانیت میں ایسے لوگوں کو بھی شامل کردیا ، جنھوں نے خاص دائروں میں ممکن ہے ، کچھ اچھے کام بھی کئے ہوں ، تا ہم اکثر خطوں اور علاقوں کے لئے وہ برابر اذیت ، مصیبت اور آفت کی بجلیاں بنے رہے۔ ان کے ہاتھوں ہزاروں تہِ تیغ ہو گئے - ہزاروں گھرانے لٹ گئے اور وہ سب کچھ عمل میں آیا ، جسے ضوابطِ اخلاق کے مطابق خیر نہیں ، شر ، حق و عدل نہیں ، ظلم و جور کے سوا کچھ نہیں سمجھا جا سکتا - افسوس کہ بعض قومیں ایسے افراد کو بھی ابطال ماننے میں متامل نہ ہوئیں - ایرانیوں کے نزدیک نادر بہت بڑا قومی ہیرو تھا ، لیکن پاک و ہند کے برّ صغیر کی خاک کے ذروں کو اگر قوتِ گویائی مل جائے اور وہ نادر کی سرگزشت بیان کریں تو اندازہ کرو کہ یہ سرگزشت کس قدر خونچکاں ہوگی - افغانوں نے احمد شاہ ابدالی کو قومی ہیرو بنانے میں کوئی دقیقۂ سعی اٹھا نہ رکھا ، تاہم اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ فطرت و طبیعت میں نادر شاہ سے بہتر ہونے کے باوجود احمد شاہ نے ہمارے وطن پر جتنے حملے کئے ، ان میں سے اکثر کی غرضِ لوٹ مار اور جلب زر کے سوا کچھ نہ تھی اور حملوں میں جتنے انسانوں کا خون بہا ، وہ مظلوم مارے گئے ، اس لئے کہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا تھا اور انھوں نے احمد شاہ یا افغانوں کا کچھ نہ بگاڑا تھا -

یہی احمد شاہ تھا جو نادر کی مشرقی میراث کا حامل بنا اور دوسرے خطوں کے علاوہ سندھ نے بھی اس کے ہاتھوں اور اس کے جانشینوں کے ہاتھوں جو سختیاں جھیلیں اور جو پریشانیاں اٹھائیں ، ان کی داستان نادری یورش کی داستان سے کم درد ناک نہیں -

سینتیسواں باب

احمد شاہ ابدالی اور سندھ

احمد شاہ اور حکومت سندھ: معلوم ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے تاج و تخت سنبھالتے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ سندھ ، بلوچستان اور اٹک پار کے دوسرے علاقوں سے جو خراج پہلے نادر کو ملتا تھا ، وہ اب قندھار پہنچنا چاہیے ۔ نادر نے میاں نور محمدؐ خاں کے گلے میں باج گزاری کا طوق ڈالتے وقت انھیں شاہ قلی خاں کا خطاب دیا تھا ۔ احمد شاہ نے شاہ قلی خاں کے بجائے شاہ نواز خاں کا خطاب دے کر غالباً فرمان بھیج دیا کہ ادائے خراج میں کوتاھی سرزد نہ ھو ۔

مؤرخوں نے لکھا ھے کہ میاں صاحب نے خراج ادا نہ کیا یا اس میں پابندی اور با قاعدگی ملحوظ نہ رکھی ۔

اگر واقعہ یہی ہوتا تو میاں صاحب کو پیشِ نظر حالات کی بنا پر بالکل حق بجانب سمجھا جاتا ۔ افرا تفری کا زمانہ تھا ۔ خود ہندوستان میں میاں صاحب کے دیکھتے دیکھتے کئی بادشاہ بنے تھے اور معزول یا مقتول ہو چکے تھے ۔ چھ سات سال پیشتر نادر کی قوت نے ہند و سندھ کو اسی طرح پیس ڈالا تھا ، جس طرح چکی دانے کو پیس کر رکھ دیتی ہے ۔ اس زمانے میں نادر کا نام سن کر لوگوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا ، اب نادر خود خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا اور ایک نئے شخص نے جلبِ زر کی چکّی کا دستہ سنبھال لیا تھا ۔ صحیح حالات معلوم کرنے کے وہ وسائل موجود نہ تھے ، جو ہمارے زمانے میں عام ہو چکے ہیں ۔ میاں صاحب کو کیونکر یقین آ سکتا تھا کہ احمد شاہ ہی مشرقی حصوں میں نادر کا مسلمہ وارث ہے اور اگر اسے خراج ادا کر دیا گیا تو کل نادر کے متروکات کا کوئی دوسرا وارث مواخذے کا شکنجہ لے کر نہ پہنچ جائے گا اور نئے سرے سے خراج وصول کرنے کے علاوہ اس بنا پر جرمانہ یا تاوان عائد نہ کردے گا کہ جائز وارث کو چھوڑ کر کیوں ایک ناجائز دعویدار کو رقم ادا کی گئی ۔ تدبر کا تقاضا یہی تھا کہ ادائے خراج میں عجلت نہ کی جاتی اور حالات کی رفتار کا اندازہ کرلیا جاتا ۔

ابدالی کی شکست: غرض نظر بظاہر، یقین ہے کہ خراج کے بھیجنے میں توقف ضرور ہوا ہوگا ۔ غیر ممکن ہے کہ احمد شاہ ابدالی کی بادشاہی کا اعلان ہوتے ہی ارسالِ رقم کا سلسلہ جاری ہوگیا ہو ، لیکن قطعیت سے کہنا مشکل ہے کہ توقف کی مدت کتنی تھی ۔ احمد شاہ نے تخت نشین

ھوتے ھی درۂ خیبر کے راستے ھندوستان پر حملہ کر دیا ۔ نواب زکریا خاں تین برس پیشتر فوت ھو چکا تھا اور اس کا بیٹا شاہ نواز خاں اس وقت لاھور و ملتان کا گورنر تھا ۔ پہلے اس نے ابدالی سے رشتۂ اتحاد جوڑا ۔ پھر اپنے ماموں قمرالدین خاں وزیر اعظم سلطنت ھند کے سمجھانے پر سلطنت دھلی کا فرمانبردار بن گیا ۔ اس نے ابدالی کا مقابلہ کیا ۔ اس میں ناکام ھوا تو بھاگ کر دھلی پہنچ گیا ۔ وزیر قمرالدین خاں فوج لے کر ابدالی کے مقابلے پر آیا ۔ شہزادہ احمد ولی عہد سلطنت بھی اس فوج کے ساتھ تھا ۔ سرھند کے قریب مالو پور کے مقام پر مغلیہ فوج نے افغانوں سے سخت جنگ کی ، جس میں افغانوں نے فاش شکست کھائی اور ابدالی واپس چلا گیا ۔ اس لڑائی میں وزیر قمرالدین خاں ایک روز نماز پڑھ رھا تھا ۔ اتفاقیہ توپ کا گولہ لگا اور جاں بحق ھوا ۔ محمدؐ شاہ نے وزیر شہید کے بیٹے نواب معین الملک کو لاھور و ملتان کا گورنر بنا دیا ۔

محمدؐ شاہ کو وزیر قمرالدین پر اتنا اعتماد تھا کہ اس کی شہادت کی خبر سنی تو بے اختیار کہا ! آہ قسمت ! میرا بڑھاپے کا عصا ٹوٹ گیا ، اب مجھے ایسا وفادار و نمک حلال وزیر کہاں ملے گا ! ساتھ ھی ھندی کی یہ بیت پڑھی :

بن جن کے ھم کو نیند نہ آتی تھی ، سو گئے
جو دیکھ ھم کو ھنستے تھے ، آخر کو رو گئے (حـ ۱)

اگرچہ احمد شاہ ابدالی نے خراج کا مطالبہ ھندوستان

---

۱ ۔ سید محمدؐ لطیف کی " تاریخ پنجاب " انگریزی ص ۲۱۹ ۔

پہنچنے سے پہلے کر دیا تھا ، لیکن اس کی شکست کے بعد سندھ کی طرف سے کوئی رقم قندھار بھیجنے کا معاملہ مستحق توجہ نہ سمجھا جا سکتا تھا ۔

سلطنت ہند کی حالت: ۱۰ اپریل ۱۷۴۸ء کو محمدؐ شاہ نے وفات پائی ۔ اگرچہ اس کے عہد حکومت میں مغلیہ سلطنت بدحالی کی آخری منزل پر پہنچ گئی ۔ اس کی دولت لٹی ، عزت و حرمت برباد ہوئی ، تا ہم شاہی رعب و دبدبہ بڑی حد تک باقی تھا ۔ اس کے بعد رعب و دبدبہ بھی دم توڑنے لگا ۔ محمدؐ شاہ کا اکلوتا بیٹا مجاهدالدین، احمد شاہ غازی کے لقب سے شاهنشاهی کی مسند پر بیٹھا ۔ اس کی والدہ اودھم بائی نے نواب قدسیہ بیگم کا لقب اختیار کیا اور جاوید خاں خواجہ سرا کی اعانت سے مہام سلطنت کی مختار بن گئی ۔

بادشاہ عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا ۔ قدسیہ بیگم اور جاوید انتظامی امور سے سراسر ناواقف تھے ۔ امرائ کے درمیان رقابت کی آگ بھڑک رہی تھی ۔ کسی ایک کے علاقے پر مصیبت نازل ہوتی تھی تو دوسروں کی خواهش اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ مصیبت کی روک تھام میں کامیاب نہ ہوسکے ۔ اس حقیقت سے سب غافل تھے کہ کسی ایک علاقے کی تباهی سلطنت کی تباهی تھی اور سلطنت کی تباهی خود ان سب کی امارتوں کی تباهی تھی ۔

ابدالی کی نئی یورشیں: جب ابدالی نے سنا کہ محمدؐ شاہ فوت ہو گیا اور انتظامی امور میں مزید خرابیاں پیدا ہو گئیں تو اس نے ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹ء) میں پھر

چڑھائی کردی ۔ معین الملک ناظمِ لاھور و ملتان نے مقابلہ کیا ۔ اسے کہیں سے امداد نہ مل سکی تو صلح کی استدعا پر مجبور ھوگیا ۔ چنانچہ اس نے گجرات ، سیالکوٹ ، پسرور اور اورنگ آباد کے علاقے ابدالی کے حوالے کر کے اس مصیبت سے نجات پائی ، اگرچہ یہ نجات عارضی تھی ، ابدالی نے صرف اس وجہ سے یہ پیشکش منظور کرلی تھی کہ وہ وطن میں اپنے نظم و نسق کے استحکام کی طرف سے مطمئن نہ تھا اور ھندوستان میں زبردست جنگی اقدامات سے بیشتر افغانستان میں اطمینان بخش حالات پیدا کر لینے ضروری تھے ۔

سندھ و پنجاب اور کشمیر کا الحاق: ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) میں ابدالی نے تیسری مرتبہ حملہ کیا ۔ اب کے معین الملک نے پھر ھمت کی اور شاھدرہ کے قریب اسے روکا ۔ ابدالی دریا کو عبور کر کے شالامار میں مقیم ھو گیا اور لاھور کا محاصرہ کرلیا ۔ چار ماہ تک لڑائی جاری رھی ۔ معین الملک نے مردانگی اور فدا کاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ۔ اس کا بہادر نائب راجہ کوڑا مل اسی لڑائی میں مارا گیا (حـ ۱) ۔ جب کسی طرف سے بھی کمک نہ ملی تو اس نے دوبارہ صلح کرلی ۔ ابدالی نے معین الملک کے ساتھ خاص عزت و مروت کا برتاؤ کیا اور اسے رستمِ ھند کا خطاب دیا (حـ ۲) ۔ پنجاب کی حکومت بدستور معین الملک ھی کے

۱- روایت یہ ھے کہ کوڑا مل ھاتھی پر سوار ھو کر فوج کو لڑا رھا تھا ۔ اتفاق سے ھاتھی کا پاؤں کسی قبر پر پڑا ۔ زمین دب گئی ، ھاتھی گر گیا ۔ اس اثناء میں ایک افغان نے کوڑا مل کا سر قلم کردیا ۔

۲- مختلف روایتوں میں بیان ھوا ھے کہ معین الملک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۳ پر)

پاس رہنے دی اور شاہ نے دھلی کا عزم کر لیا ۔ شہنشاہ ہند نے یا کہنا چاھیے کہ اس کے مختاران کار نے صلح کا پیغام بھیج دیا اور ابدالی کے مطالبے کے مطابق ستلج پار کے تمام علاقے اس کے حوالے کردئے ۔ یوں لاھور ، ملتان ، کشمیر اور سندھ مغلیہ سلطنت سے کٹ کر ابدالی سلطنت کا جزو بن گئے ۔

کچھ مدت بعد معین الملک نے ایک حادثے میں وفات پائی (ح ۱) اور اس کا بیٹا میر مومن پنجاب کا ناظم بنا ۔

احمد شاہ کے روبرو پیش ھوا تو یوں بات چیت ھوئی :

شاہ ۔ تم نے مقابلے کی جسارت کیوں کی ؟

معین الملک ۔ میں جس بادشاہ کا ملازم تھا ، اس سے وفاداری کا تقاضا یہی تھا ۔

شاہ ۔ اس بادشاہ نے تو تمھاری کوئی مدد نہ کی ۔

معین الملک ۔ بادشاہ کو یقین تھا کہ اس کے وفادار ملازم کو کسی مدد کی ضرورت نہیں ۔

شاہ ۔ اگر میں تمھارے ھاتھ گرفتار ھو جاتا تو کیسا سلوک کرتے ؟

معین الملک ۔ میں آپ کا سر کاٹ کر اپنے آقا کے پاس بھیج دیتا ۔

شاہ ۔ اب مجھ سے کیسے سلوک کے امیدوار ھو ؟

معین الملک ۔ اگر آپ رحم دل بادشاہ ھیں تو در گزر فرمائیں گے ۔ اگر ظالم و جابر ھیں تو مجھے قتل کرادیں گے ۔

معین الملک کی بے باکانہ اور راست بازانہ گفتگو نے ابدالی کو بہت متاثر کیا ۔

۱ ۔ کہتے ھیں کہ معین الملک کو اچھے کھانے کھانے کا بہت شوق تھا اور وہ بڑا پرخور تھا ۔ ایک مرتبہ سوار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۴ پر)

وہ بھی فوت ہوگیا تو معین‌الملک کی بیگم نے ابدالی سے نظامت کا فرمان حاصل کرلیا ۔ عمادالملک وزیر ہند نے پنجاب کو دوبارہ اپنے قبضے میں لانا چاہا ۔ ابدالی فوج لے کر آیا اور نہ محض پنجاب کو مسخر کیا بلکہ دھلی کو بھی لوٹا ۔ اس سلسلے میں جو دردناک حالات پیش آئے ، وہ پیشِ نظر موضوع سے خارج ھیں ۔

ہو کر کہیں گیا ۔ کھانے کا وقت آیا خوب پیٹ بھر کر کھایا ۔ گرانی محسوس ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہو کر اسے سرپٹ دوڑایا ۔ عین اس حالت میں قولنج کا سخت دورہ پڑا ۔ بے تاب ہو کر گھوڑے سے اترا اور زمین پر لیٹ گیا ۔ قے ہوئی تو یکسر خون تھی ۔ چند لمحوں میں جان بحق ہوگیا ۔ بعض لوگوں نے لکھا ھے کہ گھوڑے پر سوار اُڑا چلا جارہا تھا ۔ اتفاق سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی ۔ معین‌الملک گرا ، گرتے ھی فوت ہوگیا ۔

پنجاب کا وہ آخری عظیم المرتبت ناظم تھا ۔ اس کے بعد ابدالی کے حملوں نے پنجاب کے نظم و نسق کا سلسلہ بالکل درھم برھم کر ڈالا ۔ پہلے مرھٹے آئے اور دور دور تک علاقے تباہ کر گئے ۔ پھر سکھوں کی غارت گرانہ یورشوں نے صوبے کے طول و عرض میں قیامت بپا کر دی۔ پہلے تین سکھ سردار جزو و کل کے مالک بن گئے ۔ پھر رنجیت سنگھ کی حکومت قائم ہوگئی اور پنجاب کا سفینہ کم و بیش ایک سو سال تک نہایت ہولناک طوفانوں کے تھپیڑے کھاتا رھا ۔

اڑتیسواں باب

سفارت افغانستان اور مراجعت صاحبزادگان

ادائے خراج کا فیصلہ: صحیح تاریخ تو معلوم نہیں ، لیکن قیاس یہ ہے کہ جب دوسرے علاقوں کے ساتھ سندھ کی قسمت کا بھی قطعی طور پرفیصلہ ہوگیا اور میاں نور محمدؐ خاں کا رشتہ ان سے یا اھل سندھ سے پوچھے بغیر افغانستان سے جوڑ دیا گیا تو موصوف نے خراج ادا کرنے کا سر و سامان کیا ۔ ''نامۂ نغز،، میں سندھ سے ایک سفارت قندھار بھیجے جانے کا حال مرقوم ہے ۔ اس کا وقت نہیں بتایا گیا ، لیکن یہ ذکر چونکہ افغانوں کی لشکرکشی ، جنگِ سرھند ، محمدؐ شاہ کی وفات اور اس کے فرزند احمد شاہ کی تخت نشینی کے بعد آیا ہے ، اس لئے اسے پنجاب ، کشمیر اور سندھ کے الحاق سے بعد ھی کا واقعہ سمجھنا چاھیے ۔

''نامۂ نغز،، نے بتایا ھے کہ ابدالی نے سالار سندھ یعنی میاں نور محمدؐ خاں سے خراج کا مطالبہ کیا اور لکھا :

رساندی تو گر گنج در باجِ ما
شدی ایمن از تابِ تاراجِ ما

نیز واضح کر دیا کہ اگر خراج نہ پہنچا تو سندھ قندھار سے صرف ایک ھفتے کی راہ ھے اور ھمارا لشکر تادیب کے لئے پہنچ جائے گا۔

سفارت کی تیاری: میاں نور محمدؐ خاں نے یہ خط پاتے ھی اپنے فرزندوں ، سالاروں اور مشیروں سے مشورہ کیا۔ پھر گراں بہا ھدیے فراھم کئے۔ مثلاً گنج زر ، گجرات کے ریشمی پارچہ‌جات ، شامی دیبا ، اطلس سبز ، مصری زربفت ، یمنی حریر ، کمخاب ، قرنفل ، بادام ، عود خام ، مشک ، عود ، عنبر ، بار برداری کے لیے بیل اور اونٹ تجویز ھوئے۔

بھائی خاں کلھوڑہ کو اس سفارت کا رئیس بنایا۔ محبوب رائے محراب خاں کے علاوہ دو اور آدمیوں کو ساتھ جانے کا حکم دیا۔ سفیروں سے کہا کہ میری طرف سے شاہ کی خدمت میں عجز و نیاز سے سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میں فرماں بردار ھوں :

سلامے رسانش بہ عجز و نیاز
کہ اے شاہ افغاں گردن فراز
منم بندۂ تاجدارِ تو ام (کذا)
بہ فرمانبری نامدارِ تو ام
من از لطفِ تو چشم دارم بھی
بر شاہ من می کنم آگہی

یہ سفارت قندھار پہنچی تو احمد شاہ ابدالی بہت خوش ہوا اور تمام معاملات ربط و تعلق خوش اسلوبی سے طے ہو گئے -

میاں صاحب کے وکیل: میر علی شیر قانع کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کی طرف سے شیخ محمدؐ محفوظ سرخوش دربار قندھار میں وکیل تھا - یہ شخص شیخ محمدؐ مرید قانونگو کا فرزند تھا - ابتدا میں اس کا تخلص فدائی تھا ، بعد میں سرخوش رکھا - مرقوم ہے :

بوکالت میاں صاحب نزد جہاں خان سردار در کابل بودہ ، تاریخ اختتام قلعۂ شاہی چنیں گفتہ :

سردار جہاں خان کے پاس کابل میں میاں صاحب کا وکیل تھا - اس نے شاہی قلعے کی تکمیل کی تاریخ یوں کہی تھی :

"ایں حصن حصین طلسم احمد شاہ است" ۱۱۶۵ھ -

و برائے تولد فرزند سردار مذکور کہ از تحویل حمل بودہ چناں تاریخ گزراندہ

سردار جہاں خان کے ہاں نو روز کو بیٹا پیدا ہوا - سرخوش نے یہ تاریخ پیش کی :

"کہ باشد آفتاب از صبح نو روز" ۱۱۶۸ (حـ ۱) -

یہاں صرف سرخوش کا ذکر کر دیا گیا ، لیکن دربار

۱- "مقالات الشعرا" قلمی نسخہ مملوکہ سندھی ادبی بورڈ ص ۱۵۰—۱۵۱ -

قندھار میں وزارت کے فرائض زیادہ تر دیوان گدو مل انجام دیتا رہا۔

فرزندوں کی غریب‌الوطنی: اوپر بیان ہوچکا ہے کہ نادر سندھ سے واپس ہوا تھا تو اس نے میاں صاحب کے دو فرزندوں کو ساتھ لے لیا تھا۔ ظاہر یہ کیا تھا کہ میاں صاحب کی طرف سے ایک جیش نادر کے ساتھ رہنا چاہیے اور اس جیش کے سالار میاں کے فرزند ہوں، لیکن یہ بھی غرض تھی کہ میاں صاحب کے فرزند دسترس میں رہیں گے تو تمرد و سرکشی کے امکانات بہت کم رہ جائیں گے۔ جب طہماسپ جلائر داؤد پوتروں کی تادیب کے لیے آیا تو میاں صاحب کے تیسرے فرزند کو اس نے ساتھ لے لیا اور بعد تادیب ایران لے گیا۔ یوں میاں صاحب کو تین قابل اور ہونہار فرزندوں سے غیر معین مفارقت کی سخت آزمائش پیش آگئی۔

نادر کے قتل کے بعد ایران میں ہنگامے شروع ہوگئے تو ان میں نادر کے بیٹے اور پوتے مارے گئے۔ صرف ایک پوتا شاھرخ باقی رہ گیا، جسے ہزار مصیبتوں کے بعد مشہد میں مسند حکومت پر بیٹھنا نصیب ہوا، لیکن مسند نشینی کے بعد بھی اس غریب کو مصیبتوں سے چھٹکارا نہ ملا، یہاں تک کہ ظالم نے اسے اندھا کر دیا۔ احمد شاہ ابدالی نے شاھرخ کو بلاؤں سے نجات دلائی۔

نادر کا ایک بھتیجا ابراھیم طہران میں حکومت کا دعویدار بن گیا تھا۔ میاں نور محمدؐ خاں کے صاحبزادے غالباً ابراھیم ھی کے پاس تھے۔ ابراھیم اور شاھرخ میں بھی جنگ چھڑ گئی۔

مراجعت کا فیصلہ: عین اس موقع پر تینوں صاحبزادوں نے باہم صلاح کی کہ ہم میں سے کم از کم ایک کو فوراً سندھ پہنچ جانا چاہیے تاکہ وہ:

بہنگامِ پیری بود با پدر
(بڑھاپے میں والد ماجد کے پاس ہو)

بخدمت بہ بندد او بہ بندد کمر
(اس کی خدمت کے لیے کمر باندھے موجود رہے)

قرعۂ انتخاب صاحبزادہ محمد مرادیاب خاں پر پڑا۔ وہی فرزند اکبر تھا اور اسی کو سب ابتدا سے ولی عہد مان رہے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ سندھی جیش میں سے جس کی تعداد دو ہزار تھی، ایک ہزار آدمی لے کر وہ روانہ ہو جائے اور جہاز میں سوار ہوکر سندھ پہنچے۔ چنانچہ صاحبزادہ محمد مراد یاب خاں نے آدمی ساتھ لیے اور طہران سے مسقط روانہ ہوگیا۔ وہیں سے براہ راست سندھ جانے کے لیے جہاز مل سکتا تھا۔ اس امر کی تصریح کسی نے نہیں کی کہ ابراہیم سے اجازت لے کر صاحبزادہ روانہ ہوا یا بلا اجازت ہی چل دیا، لیکن قرینہ یہی ہے کہ اجازت لے لی ہوگی۔ ورنہ ایک ہزار آدمی ساتھ لے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ کلھوڑہ عہد کے امراء میں سے شیخ غلام محمد، صاحبزادہ محمد مراد یاب خاں اور میاں غلام شاہ کے ساتھ ایران گیا تھا۔ وہ روانگی کے وقت بھی صاحبزادہ محمد مرادیاب خاں کے ساتھ رہا۔

غلام شاہ اور عطر خاں: باقی دو صاحبزادے یعنی غلام شاہ اور عطر خاں ابراہیم کے ساتھ رہے۔ جب ابراہیم

نے شکست کھائی اور اس کی فوج ادھر ادھر منتشر ہوگئی تو غلام شاہ اور عطر خاں نے بھی مراجعت وطن کا فیصلہ کرلیا ۔ انھوں نے خزانے میں سے کچھ مال لے لیا ، جس میں روپے بھی تھے اور جوھرات بھی اور کاشان کا رخ کرلیا ۔ انھیں قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں لیکن کاشان سے کرمان پہنچ گئے ۔

وھاں سے روانہ ھوئے تو قرہ داغ میں جنگ پیش آگئی ۔ دونوں صاحبزادے مردانگی سے لڑے اور مخالف کے اٹھتر آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر راستہ صاف کرلیا ۔ پھر منزل بہ منزل سفر کرتے ھوئے بلوچستان کے شمالی و مغربی حصے میں پہنچ گئے ۔

مکران کے مشہور شہر کیچ پہنچ کر صاحبزادوں نے والد ماجد کے پاس اطلاع بھیج دی کہ ھم دونوں بہ خیریت آگئے ۔ ھمارے بڑے بھائی صاحب سمندر کے راستے پہنچیں گے ۔ بوڑھے باپ کے لیے اس سے بڑی بشارت کیا ھوسکتی تھی کہ برسوں کے بعد جگر بندوں کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرنے کی نوبت آئی ۔ یہ دونوں فرزند ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹ء) میں وطن پہنچے ۔ میاں غلام شاہ کو بچھڑے ھوئے تقریباً آٹھ سال اور میاں عطر خاں کو تقریباً چار سال گذر چکے تھے ۔ ایران میں ان پر جو کچھ گزرتی ھوگی ، اس کا حال کسی نے بیان نہیں کیا ، لیکن سفر مراجعت میں جو مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں ، ان کا سرسری اندازہ اس بات سے ھوسکتا ھے کہ کم و بیش بارہ تیرہ سو میل کا سفر کرنا پڑا ۔ قدم قدم پر کشمکشیں پیش آئیں اور راستے کے اکثر خطے ایسے تھے ، جہاں میلوں تک پانی کا نشان نہ

ملتا تھا اور ہوا یا تو سخت گرم اور خشک یا حد درجہ ٹھنڈی ۔

وصیت نامہ: صاحبزادہ محمدؐ مراد یاب خاں کو چھوٹے بھائیوں سے پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا ، لیکن خدا جانے کیا رکاوٹ پیش آئی کہ اس کے پہنچنے کی کوئی صورت نہ بنی ۔ میاں نور محمدؐ خاں کو اس فرزند کا جو فرزند اکبر اور ولی عہد تھا ، بڑا انتظار تھا ۔ جب دیر تک کوئی خبر نہ ملی تو میاں نے وصیت نامہ لکھا ، جس کا نام ''منشورالوصیت و دستورالحکومت،، رکھا کیونکہ اس میں فرزندوں کے لیے وصیتیں بھی تھیں اور حکومت و ملک داری کے اصول و ضوابط بھی بیان کیے گئے تھے ۔ اس وصیت نامے پر مفصل بحث تو آگے چل کر ہوگی ، یہاں صرف یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس میں محمدؐ مراد یاب خاں کی مفارقت کا ذکر دو مرتبہ آیا ہے ، دوسرے کسی فرزند کی مفارقت کا ذکر نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وصیت نامے کی ترتیب اس زمانے میں ہوئی ، جب غلام شاہ اور عطر خاں آچکے تھے اور محمدؐ مراد یاب خاں کی متعلق کوئی خبر نہ تھی ۔ اس موقع پر میاں صاحب نے لکھا ہے کہ یہ گناہگار ، بیٹے کے فراق میں حضرت یعقوب کی طرح روتا رہتا ہے ، خدا ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس غریب الوطن کو بہ خیریت لائے (حـ ۱) ۔

مراد یاب خاں کی اطلاع اور غلام محمد کی وفات: ''تحفۃ الکرام،، کا بیان ہے :

---

۱ ۔ ''منشور الوصیت'' قلمی نسخہ مملوکہ راشدی برادران ص ۱۷ ۔

در سال شصت و سه گل محمّد خراسانی نائب نظامت تته شده، در همیں سال خبر ورود مراد یاب خاں به مسقط و فوت شیخ غلام محمّد که همراهش بود، رسیده (حـ ۱)۔	۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء) میں گل محمّد خراسانی کو ٹھٹھ کا نائب ناظم بنایا گیا۔ اسی سال خبر پہنچی کہ مراد یاب خاں مسقط پہنچے اور شیخ غلام محمّد جو اس کے همراہ تھا، فوت ھو گیا۔

''تحفۃ الکرام،، میں بتایا نہیں گیا کہ شیخ غلام محمّد کہاں اور کس طرح فوت ھوا۔ مقالات الشعراء،، سے معلوم ھوتا ھے کہ شیخ موصوف کو کسی نے خنجر سے شہید کر دیا تھا۔ تفصیل کچھ نہیں بتائی گئی۔ حوالہ آگے آتا ھے۔

شکراللہ کی روانگی اور وفات: میاں صاحب نے خبر ملتے ھی شیخ غلام محمّد کے بھائی شیخ شکراللہ کو جہاز دے کر مسقط بھیج دیا کہ وہ مراد یاب خاں کو لے آئے۔ صاحبزادہ بخریت آگیا لیکن اس سفر میں شیخ شکراللہ بھی عالم بقا کو سدھارا۔ ''مقالات الشعراء،، کے بیان کے مطابق اس کی وفات زہر سے ھوئی۔ جس طرح شیخ غلام محمّد کے قاتل کا نام یا واقعۂ قتل کی تفصیل معلوم نہیں، اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ شیخ شکراللہ کو کس نے زہر دیا؟ کیوں دیا؟ اور کہاں اس نے وفات پائی؟ ٹھٹھ کے مشہور شاعر محمّد پناہ ''رجا،، نے دونوں بھائیوں کی وفات پر جو قطعہ لکھا تھا، وہ ذیل میں درج ھے:

۱ - ''تحفۃ الکرام،، جلد سوم، ص- ۱۱۱ -

افسوس زیں دو واقعهٔ جاں گداز و تن
(ان دو موتوں پر جو جان اور تن دونوں کو
گھلا دینے والی ہیں، افسوس)

فریاد ازیں دو قضیه پی همد گر شدن
(اور ان دو حادثوں پر جو پے در پے پیش
آئے، فریاد)

از سوز و درد ایں دو برادر هزار آه
(ان دونوں بھائیوں کی مفارقت پر هزار آهیں)

باید چو شمع مجلس ماتم گداختن
(چاهیے که مجلس ماتم کی شمع کی طرح
هم پگھلتے رهیں)

بودند ز اتحاد چو بادام تواماں
(ان دونوں میں ایسا اتحاد تھا جیسے جڑواں
بادام هوں)

دلہاے شاں نخواسته از هم جدا شدن
(ان کے دل ایک دوسرے سے الگ هونا
نه چاهتے تھے)

بودند بسکه پیرو سبطین مصطفیٰ
(وه دونوں حضرت محمدؐ مصطفیٰ کے نواسوں
(حسن اور حسین) کے پیرو تھے)

شد سنت سنیهٔ شاں ختم بر دو تن
(ان دونوں سیدوں کی روشن سنت غلام محمدؐ
اور شکراللہ پر ختم هو گئی)

با حربه شد غلام محمدؐ شهید و رفت
(غلام محمدؐ خنجر سے شہید ہوا اور)

با زهر روح طاهر شکراللہ از بدن
(شکراللہ کی پاک روح زہر کے سبب بدن
سے الگ ہوئی)

سال دو این شهید دو مصراع گفته شد
(ان دونوں کی تاریخ وفات میں دو مصرعے
کہے گئے)

هر یک جدا فصیح بطرزِ فنِ سخن
(دونوں الگ الگ ہیں، فصیح ہیں اور
ان کا انداز سخنورانہ ہے)

شد آں یکی پیٔ حسن سنت حسین
(۱۱۶۳)
(غلام محمدؐ نے تو حضرت حسین کی سنت
کو پورا کیا)

و آں دیگری بپیرویٔ سنت حسن
(۱۱۶۴)
(شکراللہ نے حضرت حسن کی سنت پر چلنا
پسند کیا)

چوں دادی اے خدا شرف پیروی بشاں
(اے خدا! تو نے انہیں حضرت حسن اور
حضرت حسین کی پیروی کا شرف بخشا)

محشور ساز ہر دو بہر دو شہِ زمن
(تو قیامت میں بھی انھیں زمانے کے ان
دونوں سرداروں کے ساتھ اٹھا)۔ (حـ ۱)

مراد یاب کی مراجعت: بہر حال صاحبزادہ محمدؐ مراد یاب خاں ۱۱٦۴ھ میں سندھ پہنچا۔ میرزا محمدؐ شیرازی متخلص بہ جعفر نے تاریخ کہی:

با مژده رسیده خان عالی بوطن

ایک رباعی محسن تتوی کے فرزند غلام علی نے پیش کی تھی۔ جس کے صرف دو مصرعے نقل ہوئے:

با فضل خدا خان جواں بخت رشید
از راہِ خراساں بوطن باز رسید
(حـ ۲)

ولی عہدی: میاں صاحب کی شادمانیوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ صاحب ''تحفۃ الکرام'' نے لکھا ہے:

دفتر و دیوان همه اش داده	دفتر اور وزارت دونوں
به خدا باد نشانده خود شاه	چیزیں مراد یاب خاں کے

۱۔ ''مقالات الشعرا'' قلمی نسخہ مملوکہ سندھی ادبی بورڈ صـ ۱۲۳-۱۲۴ - بعض جزئیات '' تحفۃ الکرام '' جلد سوم صـ ۱۱۱ سے ماخوذ ہیں -
۲۔ '' مقالات الشعرا '' قلمی نسخہ مملوکہ سندھی ادبی بورڈ صـ ۷۹ -

نواز خان آمده به شهر نو آباد موسوم محمدؐ آباد اقامت گزید (حـ ۱)	حوالے کر کے اسے خداباد میں بٹھا دیا اور خود میاں نور محمدؐ خاں نے اپنے بنائے ہوئے نئے شہر محمدؐ آباد میں سکونت اختیار کرلی ۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انتظامی قابلیت کے امتحان کا موقع پیش آیا تو صاحبزادہ محمدؐ مراد یاب خاں جلیل القدر والد کی توقعات کے مطابق نہ نکلا اور اس سے انتظامی کاروبار واپس لے لیا گیا ۔ (حـ ۲) میاں نور محمدؐ خاں کی وفات کے بعد محمدؐ مراد یاب خاں مسند حکومت پر بیٹھا تو اس وقت بھی انتظامی امور میں بقدر ضرورت صلاحیت نہ ہونے کے باعث معزولی سے سابقہ پڑا ۔

خدا داد خاں کی ناراضی: صاحبزادہ محمدؐ مراد یاب خاں ، غلام شاہ خاں اور عطر خاں ایران چلے جانے کے بعد صاحبزادہ خدا داد خاں ولیعہد مانا جاتا تھا اور اس کا یہ منصب غلام شاہ اور عطر خاں کی مراجعت کے بعد قائم رہا ۔ محمدؐ مراد یاب خاں کی واپسی پر ولی عہدی خدا داد خاں سے چھن گئی تو اس کے دل و دماغ پر اتنا برا اثر ہوا کہ سندھ کو چھوڑ کر ہندوستان چلا گیا ۔ (حـ ۳) پھر واپس نہ آیا ۔

۱۔ ” تحفۃ الکرام “ جلد سوم صـ ۱۱۱ ۔

۲۔ ” تحفۃ الکرام “ جلد سوم صـ ۱۱۱ ۔

۳۔ ” جواہر عباسیہ “ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا داد خاں بہاول پور ٹھہرتا ہوا گیا تھا (” جواہر “ قلمی نسخہ صـ ۱۶۲) ۔

بمبئی سے توپیں: بمبئی کی سکرٹیریٹ میں پرانے کاغذات کا جو ذخیرہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں نور محمدؐ خاں نے ٢٦ جنوری ١٧٤٨ء کو مندرجۂ ذیل برنجی توپیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارکنوں سے خریدی تھیں:

عدد	دہانہ	وزن		
		پونڈ	کوارٹر	ہنڈرڈ ویٹ
ایک	تین پونڈ کے گوے والی	٦	۰	۹
چار	چار پونڈ کے گوے والی	١٠	٢	٥٠
چھ	چھ پونڈ کے گوے والی	١	۰	١٠٨
چار	سات پونڈ کے گوے والی	٣	٢	١١٥

یہ توپیں ٢٦ فروری کو بھیجی گئیں اور تینتیس ہزار نو سو نوے روپے ہنڈیوں کے ذریعے سے سورت کی انگریزی کوٹھی کے حوالے کیے گئے۔ ٨ مئی ١٧٤٨ء کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انتیس ہزار سات سو ایک روپے ادا کیے گئے۔

٢١ مارچ ١٧٤٩ء کی ایک تحریر اس امر کی مظہر ہے کہ ایک سو بیس روپے فی ہنڈرڈ ویٹ کے نرخ پر دس مزید توپیں طلب کی گئیں اور لکھ دیا گیا کہ یہ توپیں شیخ شکراللہ ناظم ٹھٹھہ کو دے کر روپے لے لیے جائیں۔ یہ توپیں ٹھٹھہ پہنچیں تو شیخ شکراللہ خدا باد گیا ہوا تھا اور ظفراللہ اس کی جگہ کام کر رہا تھا۔ شیخ کو اطلاع ملی تو اس نے خداباد سے حکم بھیجا کہ رقم کا ایک حصہ ادا کردیا جائے اور توپیں جہاز سے اتروا کر وزن کی جائیں۔ میں

بھی چار پانچ دن میں آ رہا ہوں۔ بہر حال یہ توپیں بھی خریدلی گئیں۔ ان کی قیمت تریسٹھ ہزار آٹھ سو باون روپے تین آنے بنی (حـ ۱)۔

۱۔ پرانے کاغذات سے یہ اقتباسات بی۔ ڈی مرچنڈانی نے "سندھ ہسٹاریکل جرنل" میں چھاپے (بابت جنوری ۱۹۳۸ء صـ ۶۰-۶۳)۔

انتالیسواں باب

میاں نور محمد خاں کی وفات

مؤرخوں کے بیانات: تمام مؤرخوں نے لکھا ہے کہ احمد شاہ نے سندھ پر حملہ کیا ۔ میاں نور محمدؐ خاں جیسلمیر کی طرف نکل گئے اور وهیں وفات پائی ۔ ان کے بیانات خلاصہً ذیل میں درج هیں :

۱۔ "تحفۃ الکرام": ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۳ء) کے آغاز میں ابدالی سپاہ سالار سردار جہان خاں کے آنے کی افواہ سے خلجان پیدا ہوا اور جلد رفع ہوگیا ۔ اس سال کے اواخر میں خود شاہ کے آنے کی خبر مشہور ہوئی ۔ ۴ محرم ۱۱۶۷ھ (یکم نومبر ۱۷۵۳ء) کو معلوم ہوا کہ شاہ، محمدؐ آباد سے ریت کے ٹیلوں کی طرف آ رہا ہے ۔ گدّو مل وکیل سکھر کے پل پر

شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا - تین روز تک اسے بار نہ مل سکا - نوشہرہ میں شاہ نے وکیل کی درخواست منظور کر لی ، لیکن ۱۲ صفر ۱۱۶۷ھ (۹ دسمبر ۱۷۵۳ء) کو سرکھات کورھرہ (علاقۂ جیسلمیر) بعارضۂ خناق وفات پا گئے (حـ ۱) -

۲- "گولڈس مڈ" : احمد شاہ نے دھلی پر حملہ کیا تو میاں صاحب کو باقی خراج ادا نہ کرنے کا سازگار موقع مل گیا - ان کا خیال یہ تھا کہ اگر شاہ کامیاب ھو جائے گا تو مبارک باد عرض کر دینے سے تمام کوتاھیوں کی تلافی ھو جائے گی ، لیکن احمد شاہ ناکام رھا ، جس امیدِ فتح کو میاں صاحب نے اپنی کوتاھیوں کی تلافی کا موزوں ذریعہ سمجھا تھا ، وہ پوری نہ ھوئی اور کوتاھیاں بدسلوکی کا سبب بن گئیں - شاہ کو مہم میں ناکام رھنے پر روپے کی ضرورت پڑی - اس نے گرد و پیش نگاہ ڈالی - ایک بد معاملہ خراج گزار نے اس کی توجہ اپنی طرف منعطف کرالی اور وہ فوج لے کر سہوان پہنچ گیا - نور محمدؐ بھاگ کر جیسلمیر چلا گیا اور وھیں وفات پائی (حـ ۲) -

۳- "ایٹکن" : جب نادر کی میراث احمد شاہ نے سنبھالی تو اس نے نور محمدؐ کو شاہ نواز کا خطاب دیا - اس خطاب کی غرض و غایت یہ تھی کہ جو خراج نادر کو ادا کیا جاتا تھا ، وہ آئندہ احمد کو ادا کیا جائے ، لیکن نور محمدؐ کو حکمرانوں کی تبدیلی میں اس امر کا امکان نظر آیا کہ ان

۱- " تحفۃ الکرام " جلد سوم صـ ۱۱۱ -
۲- " شکار پور کے متعلق تاریخی یاد داشت" صـ ۲۲ -

سے نجات حاصل کر لے - اس نے یہی مقصد پیش نظر رکھا - اس وجہ سے احمد شاہ کو خود اس پر حملہ کرنا پڑا - یہ ہندوستان پر احمد شاہ کے ۱۷۵۲ء یا ۱۷۵۴ء کے حملوں کا ایک واقعہ ہے - نور محمدؐ نے اپنے ہندو دیوان گدّو مل کو نوشہرہ میں شاہ کے پاس بھیجا - دیوان نے شاہ کا غصہ ٹھنڈا کیا ، لیکن اس اثناء میں میاں، جیسلمیر بھاگ گیا تھا اور وهیں ۱۷۵۵ء میں وفات پائی (حـ ۱) -

۴ـ ''خان بہادر خدا داد خاں'' : نئے بادشاہ احمد شاہ ابدالی نے میاں کو شاہ نواز خاں کے خطاب سے نوازا اور سندھ کی حکومت اسی کے حوالے کئے رکھی - آخرکار احمد شاہ اچانک غریب سندھ پر نازل ھوا - سکّھر پر جو پلؔ بنایا گیا تھا ، اس سے گزر کر روھڑی میں ڈیرے ڈالے - شاعروں نے اس عبور و نزول کی دو تاریخیں کہی ھیں - ایک '' کنفخ فی الصّور'' ، دوسری '' دو طوفانِ اعظم'' - دونوں سے از روئے حساب ۱۱۶۷ھ تاریخ نکلتی ہے - شاہ روھڑی میں ٹھہرا ھوا تھا - میاں نور محمدؐ کو شاھی آفتاب کی کرنوں سے بھاگنے ھی میں امان نظر آئی - جیسلمیر کے راستے میں وہ فوت ھوئے - خدا انھیں بخشے (حـ ۲) -

---

۱- '' سندھ گزیٹیئر'' صـ ۱۱۱ -

۲- '' لب تاریخ سندھ'' صـ ۱۱۹ - یہ واضح کر دینا چاھیے کہ خان بہادر خدا داد خاں نے احمد شاہ کے ورود کی عربی تاریخ '' فنفخ فی الصور'' لکھی ہے - اس سے ۱۲۲۷ھ تاریخ نکلتی ہے' جو بالکل غلط ہے - صحیح تاریخ اسی صورت میں بنتی ہے کہ اسے ''کنفخ فی الصور' رکھا جائے -

۵۔" اے۔بی ۔ ایڈوانی": ۱۷۵۰ء میں احمد شاہ نے سندھ پر پیش قدمی کی تاکہ سالانہ خراج کی باقاعدہ ادائی کا بندوبست کرے، جسے میاں صاحب نے غیر مآل اندیشی سے روک رکھا تھا ۔ میاں ، جیسلمیر کی طرف بھاگ گیا ۔ وھیں اس نے بہ عارضۂ خناق وفات پائی (ح ۱) ۔

"سید علی محمد راشدی": احمد شاہ نے پہلے میاں صاحب کو خطاب دیا ۔ ایک نوازش نامہ ان کے نام بھیجا اور خود ھندوستان کی مہم پر روانہ ھو گیا ۔ وھاں لڑائیوں کے بعد احمد شاہ نے شکست کھائی اور اپنے نئے دارالحکومت کی طرف مراجعت پر مجبور ھو گیا ۔ اس کے ساتھ ھی اس نے دوسرے حملے کی تیاری شروع کر دی ۔ دوسری مہم میں لاھور کے پاس معین الدین خاں سے کئی لڑائیاں ھوئیں ۔ ان میں شاہ نے کامیابی حاصل کی ۔ ان لڑائیوں کے دوران میں میاں نور محمدؒ نے خراج با قاعدہ ادا نہ کیا ۔ ھندوستان کے قضیے سے فارغ ھوتے ھی احمد شاہ نے سندھ کا رخ کر لیا ۔ " پوسٹنز "، کے بیان کے مطابق وہ ھندوستان سے سندھ آیا تھا ، اس لیے پہلے روھڑی پہنچا ، پھر دریا کو عبور کر کے سکھر گیا اور سہواں میں ڈیرے ڈالے ۔ " ابٹکن "، کے بیان کے مطابق یہ ۱۷۵۲ء یا ۱۷۵۴ء کا واقعہ ھے ۔

سید موصوف نے یہ بھی لکھا ھے کہ شاہ کی قیام گاہ کے متلق تین بیان ھیں ۔ " پوسٹنز "، اس مقام کا نام "سہواں"،

۱۔ " جرنل سندھ ھسٹاریکل سوسائٹی " بابت اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۱۳ ۔

بتاتا ھے - ''خان بہادر خدا داد خاں،، ''روھڑی،، - مسٹر ''ایٹکن،، اور مسٹر ''جیٹھا مل پرسرام،، کی رائے میں یہ مقام ''نوشہرہ،، تھا ، جہاں میاں کے دیوان گدّو مل نے اپنے آقا کی طرف سے فرمانبرداری کا اظہار کیا -

کہتے ھیں کہ دیوان گدّو مل دوسرے تحائف کے علاوہ دو بھری ھوئی بوریاں ساتھ لے گیا - شاہ نے پوچھا ، ان بوریوں میں کیا ھے ؟ گدّو مل نے عرض کیا : ان میں سندھ کا سب سے قیمتی تحفہ ھے - اولیائے ملک کے مزاروں کی خاک ان میں بھری ھے - اس طرح شاہ کا غصہ فرو ھو گیا - میاں ڈر کے مارے جیسلمر بھاگ گیا تھا - وھاں ۱۷۵۵ء میں فوت ھوا (حـ ۱) -

۷-''ھیوز'' : نادر شاہ کی وفات پر کلھوڑہ سردار کا علاقہ ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ درانی والیِ قندھار کا باج گزار بن گیا - شاہ نے میاں نور محمدؐ کو شاہ نواز خاں کا خطاب عطا کیا - ۱۷۵۴ء میں قندھار کا بادشاہ سندھ کی طرف بڑھا، تاکہ خراج کی ادائی کا پختہ بندوبست کرے - میاں پورا خراج ادا نہ کرتا رھا تھا - شاہ کی پیش قدمی پر وہ جیسلمیر بھاگ گیا اور وھیں وفات پائی (حـ ۲) -

۸-''سیٹن'' : ۱۱۶۶ھ میں جہاں خاں آیا - اس کے تھوڑی دیر بعد شاہ کی آمد آمد کی خبر ملی بلکہ یقینی طور

۱- ''منشورالوصیب'' کا دیباجہ انگریزی ٹائپ کیا ھوا ص ۳۵-۳۷ -

۲- ''سندھ گزیٹیئر'' ص ۳۲ -

پر معلوم ہوگیا کہ شاہ ۴ محرم ۱۱۶۷ھ کو ہندوستان کی طرف روانہ ہوگیا ہے ۔ یہ سن کر شاہ قلی خاں (میاں نور محمد خاں) محمد آباد سے تلہار کی طرف روانہ ہوا ۔ اس نے اپنے دیوان گدو مل کو بغرضِ اظہارِ فرمانبرداری شاہ کی خدمت میں بھیج دیا ۔ دیوان سکھر کے پل پر عسکر شاہی میں پہنچا ۔ شاہ کی ناراضی کے باعث تین روز تک اسے بار نہ مل سکا ۔ تیسرے دن نوشہرہ ۔ ۔ ۔ میں بار ملا اور معاہدہ ہوگیا ، لیکن سوءِ اتفاق سے شاہ نواز خاں (نور محمد خاں) نے ۱۲ صفر ۱۱۶۷ھ کو چری میں وفات پائی ۔ مراد یاب خاں راستے میں اس خوف کی بناء پر والد سے الگ ہوگیا کہ کہیں اسے یرغمال بنا کر نہ بھیج دیا جائے (حـ ۱) ۔

۹۔ ''صبح صادق'': ''صبح صادق،، کا بیان ہے کہ ۱۱۶۵ھ میں احمد شاہ نے نواب علی محمد خاں خاکوانی مستاجر ڈیرہ غازی خاں کی انگیخت پر جہاں خاں پوپلزئی کو اس غرض سے بہاول پور بھیجا تھا کہ وہاں کے امیر محمد مبارک خاں داؤد پوترہ کی بڑھتی ہوئی طاقت اور اثر کو مٹائے ۔ امیر نے مقابلے کا ارادہ کیا ، لیکن داؤد پوتروں کے بڑے بڑے سردار چولستان کی طرف جا چکے تھے ۔ امیر نے اہل و عیال کو موج گڑھ میں بھیج دیا ۔ پھر مختلف خوانین کو جمع کر کے تین ہزار کی جمعیت سے خیر پور پہنچ گیا ۔ اسی اثناء میں جہاں خاں بہاول پور پہنچ چکا تھا اور اس نے آٹھ ہزار فوج کو امیر محمد مبارک خاں کے تعاقب میں لگا

۱۔ ''تاریخ کلہوڑہ'' ۔ انگریزی ٹائپ کیا ہوا نسخہ

دیا - امیر نے اس فوج کو شکست دی اور دس کوس تک اس کا پیچھا کیا - پھر حکمت عملی اور مصلحت بینی سے جہاں خاں کے ساتھ صلح کرلی (حـ ۱) -

کیا یہ سمجھا جائے کہ ۱۱۶۵ھ میں امیر بہاول پور سے صلح کے بعد جہاں خاں نے سندھ کا رخ کیا تھا ؟

کیا ابدالی سندھ آیا ؟: اب پہلا قابل غور امر یہ ہے کہ آیا احمد شاہ نے میاں نور محمدؒ کی زندگی میں سندھ پر پیش قدمی کی ؟ مستند بیانات کے مطابق شاہ نے میاں کی زندگی میں جو حملے کیے ، ان کی سنین ذیل میں درج ہیں :

۱—پہلا حملہ ۱۱۶۱ھ (۱۷۴۸ء) ، سرھند کے نزدیک مالو پور میں شکست کھائی اور پشاور کے راستے کابل ھوتا ھوا قندھار گیا - اسی راستے وہ ھندوستان آیا تھا -

۲—دوسرا حملہ ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹ء) ، اس میں سیالکوٹ اورنگ آباد ، پسرور اور گجرات کے علاقے حاصل کیے اور ان کا ایک سال کا مالیہ پیشگی، نیز دوسرے تحائف وصول کر کے واپس چلا گیا - اس مرتبہ بھی پشاور ھی کے راستے آیا تھا اور اسی راستے لوٹا ، اس لیے کہ پیچھے نور محمدؒ خاں غلزئی ملقب به میر افغان نے شاہ کے قتل کی سازش کرلی تھی -

۳—تیسرا حملہ ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) ، اس مرتبہ بھی

۱- ”صبح صادق“ ص ۸۵-۸۶ -

شاہ پشاور کے راستے آیا اور لاھور سے اس نے دھلی کا قصد کیا ۔ ابھی راستے ھی میں تھا کہ ستلج پار کے علاقے یعنی پنجاب ، سندھ ، ملتان اور کشمیر اس کے حوالے کر دئے گئے ۔ مراجعت میں اس نے لاھور و ملتان کے انتظامات درست کیے ، پھر دریاے سندھ کو عبور کر کے ڈیرہ غازی خاں سے پشاور تک مختلف مقامات کا معائنہ کیا ۔ ان علاقوں کے مالی و عسکری حالات کا جائزہ لیا یعنی یہ دیکھا کہ زمینوں کی حالت کیا ھے اور ان سے کتنی آمدنی ھوتی ھے ۔ ان علاقوں میں کتنے پٹھان آباد ھیں اور ان میں کتنے فوجی خدمات انجام دے سکتے ھیں ۔ پشاور سے کابل ھوتا ھوا وہ قندھار چلا گیا (حـ ۱) ۔

اس کے بعد احمد شاہ ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۳ع) میں ھرات ھوتا ھوا نیشاپور گیا ۔ سردیوں کا زمانہ اس نے قندھار میں گزارا ۔ ۱۱۶۷ھ-۱۱۶۸ھ (۱۷۵۴ع-۱۷۵۵ع) میں وہ مشھد اور نیشاپور ھی کی طرف رھا ، بعد از آں ۱۱۷۰ھ (۱۷۵۶ع-۱۷۵۷ع) تک قندھار سے باھر نہ نکلا (حـ ۲) ۔

۱۔ یہ معلومات میر غلام محمد غبار کی کتاب '' احمد شاہ بابا'' سے ماخوذ ھیں ' جس میں شاہ کے مختلف سفروں کا حال الگ الگ ابواب میں تفصیلاً بیان کیا گیا ھے ('' احمد شاہ بابا '' ۱۹۲-۲۱۸) ۔

۲۔ ''احمد شاہ بابا'' صـ ۲۱۹-۲۲۳ ۔ یہ عرض کر دینا چاھیے ' مخادیم کھوڑا کے تذکرے میں بتایا گیا ھے ۔ کہ ۱۱۶۷ھ میں احمد شاہ آیا تھا تو ملک میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۷ پر)

جب حقائق یہ ھیں تو شاہ کے ورودِ سندھ کے متعلق مذکورہ بالا مؤرخین کے* بیانات کو کس بنا پر درست مانا جائے ؟ جب شاہ کا آنا ھی محلِ نظر ھے تو اس کے روھڑی یا نوشہرہ یا سہواں میں قیام کی بحث کس لحاظ سے معقول مانی جائے ؟

میاں صاحب کا ترک وطن: ممکن ھے کسی موقع پر میاں نور محمد خاں سے ادائے خراج میں تساھل ھوا ھو۔ اس وجہ سے شاہ نے اپنے کسی سالار کو سندھ بھیجا ھو اور مشہور ھوگیا ھو کہ شاہ خود فوج لے کر آ رھا ھے۔ " تحفۃ الکرام " نے لکھا ھے کہ ۱۱۶۶ھ (۱۷۵۳ء) میں احمد شاہ کے سپہ سالار جہاں خاں کے آنے کی افواہ مشہور ھوئی تھی ۔ جہاں خاں خاصی دیر تک پنجاب اور اس کے گرد و نواح میں رھا ۔ اغلب ھے، وھی آیا ھو یا کسی دوسرے سردار کو فوج دے کر بھیجا گیا ھو ۔

بہر حال سندھ پر افغانوں کی یورش ھوئی اور میاں صاحب کو تشویش و اضطراب کے عالم میں ملک چھوڑ کر جیسلمیر کی طرف نکل جانا پڑا ۔ اپنے صحرائی علاقے میں وہ غالباً اس لیے نہ رھا کہ نادر شاہ کے وقت میں یہ تدبیر تحفظ کارگر ثابت نہ ھوئی تھی ۔ " تحفۃ الکرام " کے بیان سے معلوم ھوتا ھے کہ صاحبزادہ محمد مراد یاب خاں

بھاگڑ پڑگئی تھی ۔ اس خاندان کے پاس ۲۱ محرم ۱۱۶۷ھ کا ایک فرمان بھی ھے ' لیکن فرمان کے لئے یہ فرض کر لینا ضروری نہیں کہ شاہ نے خود آ کر دیا - یہ فرمان دوسری جگہ سے بھی بھیجا جا سکتا تھا ۔

بھی آغازِ سفر میں ساتھ تھا ، لیکن راستے میں والدِ ماجد سے الگ ہوگیا ۔ اسے یہ خوف دامن گیر ہوا کہ دوبارہ صلح ہو اور یرغمال کا سوال اٹھے تو ممکن ہے ، اسے دربار احمد شاھی میں بھیج دیا جائے (حـ ۱) ، جس طرح پہلے دربار نادر شاہ میں بھیج دیا گیا تھا اور وھاں اس نے خاصی لمبی مدت گزاری ۔

ضروری نہیں کہ یہ وجہ درست ہو ۔ ممکن ہے ، گریز و پناہ گیری کے اضطراب میں باپ بیٹا ایک دوسرے سے الگ ہوگئے ہوں ۔ اگر یرغمال دے کر صلح کی نوبت آتی اور احمد شاہ کے کارندے صاحبزادہ محمد مراد یاب خاں ھی کو یرغمال میں لینے پر اصرار کرتے تو صاحبزادہ والد کے ساتھ ہوتا یا نہ ہوتا ، اسے لازماً جانا پڑتا ۔

وفات اور مدت حکومت: بہرکیف میاں نور محمد خاں نے نیرنگِ روزگار کے مختلف مناظر دیکھنے کے بعد سرکھات کورھرہ (ریاست جیسلمیر) میں ۱۲ صفر ۱۱۶۷ھ (۹ دسمبر ۱۷۵۳ء) کو بعارضۂ خناق وفات پائی اور اس کی میت کو محمد آباد لا کر دفن کیا گیا ۔ رحمہ‌اللہ تعالیٰ ۔ یوں میاں کی مدتِ حکومت یار محمد خاں کی وفات سے شمار کی جائے تو اس میں سے دو مہینے کم ہو جاتے ہیں ۔ عمر کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے ، اس لیے کہ تاریخ ولادت معلوم نہیں ، لیکن یہ معلوم ہے کہ جس زمانے میں میاں دین محمد شہزادہ محمد معزالدین کے ہاتھ گرفتار ہوئے تھے اور میاں یار محمد خاں کو وطن چھوڑ کر قلات جانا پڑا تھا

۱۔ ''تحفۃ الکرام'' جلد سوم صـ ۱۱۱ ۔

تو میاں نور محمد خاں جوان ہو چکا تھا ۔ اگر فرض کیا جائے کہ میاں کی عمر اس وقت بیس برس کی تھی تو قیاس یہ ہے کہ اس کی ولادت ۱۰۹۰-۹۱ھ (۱۶۷۹-۸۰ء) کے لگ بھگ ہوئی ۔ اس طرح اس نے پچھتر اور اسّی سال کے درمیان عمر پائی ۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی بمبئی والی شاخ کے ایک مکتوب میں جو میاں کی وفات سے کچھ مدت بعد کا مرقومہ ہے ، صاف لکھا ہے کہ افغانوں نے دھلی جاتے ہوئے سندھ کو باج گزار بنا لیا ۔ اس وقت جو شخص سندھ پر حکمران تھا بہت بوڑھا ہو چکا تھا ۔ وہ بھاگا اور تکان کے باعث فوت ہوگیا (حـ ۱) ۔ اس سے بھی ظاھر ہے کہ میاں کی عمر وفات کے وقت زیادہ ہو چکی تھی ۔

تاریخیں اور مرثیے : میاں صاحب کی وفات پر کئی تاریخیں لکھی گئیں اور مرثیوں کا ذکر بھی ملتا ہے ، اگرچہ ایک بھی مرثیہ پورے کا پورا دستیاب نہ ھوا ۔ تاریخیں ملاحظہ فرمائیے :

۱—خیمہ بہ جنت زد ولی - ۱۱٦۷ھ -

۲—یشرب من کا سات ما‌ٔالود -

۳—لذالک الفوز الکبیر (حـ ۲)

قوی طالع فاروقی نے طولانی مرثیہ کہا ، اس میں سے

۱- سارلے کی کتاب ''شاہ عبداللطیف'' صـ ۵۴ -

۲- دوسری اور تیسری تاریخیں علی شیر قانع کی نکالی ہوئی ہیں - (مقالات‌الشعراء صـ ۲۸) -

صرف ایک شعر ''مقالات الشعراء'' میں محفوظ ہوا، جو ذیل میں درج ہے :

چناں در ملک رانی کرد انصاف
کہ از رستم نمی ترسید زالی
(حـ ۱)

علی شیر ''قانع'' نے چند شعر کہے، جن کے ہر مصرع سے تاریخ نکلتی ہے :

حوریان دادہ اند تزیین رہ جنان با جلا
قدسیاں کردند محافل بر بسیط اعلیٰ سما
ساز مسرت کردہ اند آمادہ با زیب ولای
در جوار رحمت وہّاب جیل اولیا
در کفِ روحانیاں قدح از روایح سلسبیل
بر لب اصحاب جنت فی ندائے مرحبا
روح صلحا در جناب حق بہ جملہ شاد ناک
بسکہ بر اجرام علوی نور باریدہ حلا
گفتہ لبیک اجابت چوں بداعی ہو الہ
خان ولا نور محمدؐ بازوی ایدی عطا
(حـ ۲)

۱- ''مقالات الشعراء'' صـ ۲۸۷ -

۲- ''مقالات'' صـ ۹۲ - اس کے بعض مصرعے غالباً ٹھیک نقل نہیں ہوئے - لیکن ان کی تصحیح نہ ہو سکی، اس لئے کہ ''مقالات'' کے جو دو نسخے میری نظر سے گزرے، وہ ایک دوسرے کی نقل ہیں اور دونوں کی صورت یکساں - علاوہ بریں تاریخ کی پابندی کے باعث شعو نہایت معمولی ہیں -

قران مجید کی کتابت: انتہائی مشغولیتوں کے باوجود میاں نور محمدؐ خاں نے عالمگیر اعظم اور سلطان ابراهیم غزنوی کی طرح قران مجید کی کتابت بھی شروع کردی تھی۔ ان کا لکھا ہوا قران مجید اس وقت مشهد مقدس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ توضیح تونہیں کی گئی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ محسن تتوی نے میاں صاحب ھی کی کتابت قران مجید کے آغاز پر یہ رباعی کہی تھی :

بنان تو تا گشت مصحف نگار
به نوک قلم گوهر راز سفت
ز هاتف شنیدم بر سال شروع
که ''انا فتحنا لک الفتح گفت،،
(۱۱۴۰)

اس سے ۱۱۴۰ تاریخ نکلتی ہے۔ اتمام کتابت کی دو تاریخیں هیں۔ میرے حساب کے مطابق ایک سے ۱۱۶۲ نکلتے هیں اور دوسری سے ۱۱۶۳۔ گویا بائیس تیئیس سال میں قران مجید ختم ہوا۔ دونوں تاریخیں ذیل میں درج هیں :

چو از نخل کلک گهر سنج تو
کلام الهی گرفت اختتام
پی سال تاریخ اتمام آن
ملک بر فلک گفت ختم الکلام
(۱۱۶۲)

نور محمدؐ را چو حق توفیق خاص خویش داد
مصحف نگار کلک او گل ریز ارقام آمده

خط نظام دولتت من احسن القرآن فزود
آرے نکوئی پیشہ را نیکی سرانجام آمدہ
از بائے بسم‌اللہ یس تا سینِ یاسین از خدا
کز نخل گلشن تا چہ گل در گلشن نام آمدہ
ھر سطر رنگ آمیز آن باشد خیابان جنان
ھر حرف حرفش حوریٔ کو بر لب بام آمدہ
چون شد شبِ دو شنبہ ھم نیم مہ شعبان تمام
ختم کلام ایزدی تاریخ اتمام آمدہ

گویا کتابت ۱۵ شعبان ۱۱۶۳ھ کو منزل اتمام پر پہنچی -

ایک قصیدے میں اس کی طرف اشارہ کیا ھے :
مصحف نگار کلک تو گلدستہ بند شد
در پائے بسم حلقہ کند زلف سین ناس

میاں صاحب کی اولاد: میاں صاحب کے سات فرزند تھے۔ (۱) میاں محمدؐ مراد یاب خاں جو سر بلند خاں کے لقب سے ملقب ھوئے، اور تین برس کی حکومت کے بعد معزول ھوگئے - (۲) میاں عطر خاں جو تھوڑی مدت سندھ کے ایک حصے کے حکمراں رھے۔ (۳) میاں خدا داد خاں جنھیں مراد یاب خاں کی غیر حاضری میں ولی‌عہد بنایا گیا تھا - پھر وہ ھندوستان کی طرف چلے گئے۔ (۴) میاں احمد یار خاں۔ (۵) میاں غلام شاہ خاں جو سترہ برس سندھ کے حکمراں رھے۔ (۶) میاں غلام نبی جنھیں ایک سال کی مسند نشینی کے بعد شہید کر دیا گیا - (۷) میاں عبدالنبی جن کے عہد میں کلھوڑوں کی حکومت ختم ھوئی اور انھوں نے جلا وطنی کی

حالت میں وفات پائی۔

میرزا قلیچ بیگ نے شجرے میں میاں احمد یار خاں کا ذکر نہیں کیا (حـ ۱) ۔ ''نامہ نغز،، نے ایک سے زیادہ مقامات پر میاں صاحب کے فرزندوں کا ذکر کیا ھے، لیکن ھر جگہ عبدالنبی کا نام ''غلام رسول،، لکھا ھے۔ اغلب ھے، ابتدا میں غلام رسول ھی نام رکھا گیا ھو اور بعد میں اسے بدل کر عبدالنبی بنا دیا گیا ھو۔ خود میاں صاحب نے اپنے وصیت نامے میں عبدالنبی ھی لکھا ھے۔

۱۔ ''تاریخ سندھ'' جلد دوم صـ ۳۰۲ ۔

چالیسواں باب

میاں نور محمد خاں کا وصیت نامہ

وصیت نامے کی حیثیت: کلھوڑہ خاندان میں سے میاں نور محمدؒ خاں جس طرح وسعت سلطنت، شانِ حکمرانی اور عظمت و جلالت کے لحاظ سے یگانہ ہے، اسی طرح خاندان میں وہ اکیلا ہے، جس نے اپنے فرزندوں کے لیے ایک مفصل وصیت نامہ اس زمانے میں مرتب کیا، جب نادر قتل ہوچکا تھا۔ میاں کے دو فرزند ایران سے مخلصی پا کر آچکے تھے۔ تیسرے کے متعلق کچھ خبر نہ تھی کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔

دنیا میں بہت سے اکابر گزرے ہیں، جنھوں نے وصیت نامے لکھے، ان میں علماءؒ و صلحاءؒ بھی ہیں اور ارباب حرب و سیاست بھی۔ میاں صاحب کا وصیت نامہ جس کا نام انھوں نے منشورالوصیت و دستورالحکومت رکھا۔ حسن بیان اور

چالیسواں باب

شان نگارش کے اعتبار سے بہت بلند پایہ ہو یا نہ ہو، لیکن نصائح کے نقطۂ نگاہ سے وہ بڑا گراں مایہ ہے۔ وہ ایک صاف و شفاف آئینہ ہے، جس میں میاں صاحب کی سیرت، ان کے مذھبی عقائد، سیاسی افکار اور زندگی بھر کے تجربات کو ان کی حقیقی صورت میں دیکھا جا سکتا ھے اور اس طرح میاں صاحب کی شخصیت کا زیادہ سے زیادہ صحیح اندازہ ھو سکتا ھے۔

یہ اگرچہ دسی بڑے عالم کا وصیت نامہ نہیں بلکہ ایسے شخص کی تحریر ھے، جس نے ھوش سنبھالنے کے وقت سے زندگی کے آخری سانس تک ملک داری میں گوناگوں کشمکشیں دیکھیں اور بظاھر پورے لیل و نہار اسی مشغلے میں بسر کئے، لیکن اس کے لفظ لفظ سے خدا کے ایک نیک اور پرخلوص بندے کی صدا بلند ھو رھی ھے۔ اس میں نہ تو شان و شوکت کی نمائش ھے، نہ عز و جاہ پر تفاخر کا کوئی احساس پیدا ھوتا ھے بلکہ ھر قدم پر اپنی گنہگاری کا اعتراف ھے۔ تمام نصیحتیں اور وصیتیں دین و اخلاق پر مبنی ھیں اور ھر فقرے سے پڑھنے والے یا سننے والے کے دل میں سچی اسلامیت کا جذبہ بیدار ھوتا ھے۔

آغاز: آغاز میں ارشاد ھوتا ھے:

> اس گنہگار کے دل میں جس کے پاس حسن عمل اور خدا کی فرمانبرداری کا کوئی سرمایہ نہیں، چند خیال گزرے۔ پدری محبت کے جذبے کا تقاضا ھوا کہ اپنے فرزندوں تک انھیں پہنچا دے۔ عمر آخری منزل پر پہنچ چکی ھے۔ قیامت کی علامتیں

روز بروز نمودار ہورہی ہیں ۔ زمانے کا دور ختم ہونے والا ہے ۔ ان حالات میں لازم ہے کہ اپنے بیٹوں کو نشیب و فراز سمجھا دوں تاکہ وہ دنیائے دوں سے ہٹ کر بارگاہ الہی کی طرف متوجہ ہوں ۔ اگرچہ میں نے خود عمل نہ کیا ، لیکن رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ دین نصیحت ہے ۔ اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خیر خواہی کے طور پر نصیحت کے چند کلمے کہتا ہوں ۔ ان کے مطابق عمل خدا کی مشیت اور توفیق پر موقوف ہے ۔ (حـ ۱)

مذہبی تلقینات : سب سے پہلے فرزندوں کو مذہبی و دینی تلقینات فرمائی ہیں مثلاً :

۱۔ کسی وقت بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں ۔ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے — من اعرض عن ذکری فانا لہ ، معیشۃ ضنکاً — (جو میری یاد سے روگرداں ہوگا ، اس کی زندگی ضیق میں گزرے گی — سورۂ طٰہٰ) (حـ ۲) ۔

۲۔ حضور سرکار کائنات علیہ اکمل الصلوٰۃ والتحیّات کو خدا نہ کہنا چاہیے ۔ آپ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔ اس کے سوا جو چاہو کہو:

به قرآن ثنا گفت وی را خدا
(حـ ۳)

۱۔ " منشورالوصیت قلمی نسخہ " ص ۱ ۔
۲۔ " منشورالوصیت قلمی نسخہ " ص ۲ ۔
۳۔ ایضاً ۔

۳—قرآن مجید کی تلاوت جتنی زیادہ ہوسکے، کرو، اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ بلا ناغہ تلاوت جاری رکھو اور زیادہ نہیں تو مہینہ بھر میں کم سے کم ایک مرتبہ قرآن ضرور ختم کرلو۔ تلاوت قرآن کے بعد افضل البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا اپنا شیوہ بناؤ۔ اگر مخلوق ایک بار رسول کریم صلعم پر درود بھیجتی ہے۔ تو خدا اس مخلوق پر دس مرتبہ درود لوٹاتا ہے۔ (حـ ۱)۔

۴—اہل بیت کی محبت ضروری ہے۔ جس کسی نے کچھ پایا ہے اہل بیت سے محبت کی بدولت پایا ہے۔ (حـ ۲)

۵—مقدمات میں دین کا اتباع اور شرع شریف کی پیروی لازم ہے۔ اگر عام مقدمے پیش ہوں تو ہاتھ کاٹنے یا ایسی سخت سزائیں دینے میں جلدی نہ کرو۔ بعض اوقات سچائی کچھ مدت گزر جانے پر ظاہر ہوتی ہے۔ (حـ ۳)

۶—نماز، روزے اور زکوٰۃ کے پابند رہو۔ نماز پہلی چیز ہے جس کے متعلق قیامت میں پرسش ہوگی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان یہی وجہ امتیاز ہے۔ (حـ ۴)

۱۔ منشورالوصیت قلمی نسخہ صـ ۲ ، ۳ ۔
۲۔ ایضاً صـ ۳ ، ۴ ۔
۳۔ ایضاً صـ ۴ ، ۵ ۔
۴۔ ایضاً صـ ۱۰ ۔

۷—چاروں فقہی مذھب برحق ھیں - صوفیہ کے چودہ خانوادے بھی درست ھیں - ھمارا طریقہ سہروردی ھے - (حـ ۱) -

۸—آدھی رات کو جاگنے کی عادت ڈالو - آدھی رات کی دعائیں سیکڑوں بلاؤں کو دفع کرتی ھیں (حـ ۲) -

۹—دنیا کے کاموں سے فارغ ھو جاؤ تو علماؑ و صلحاؑ کی صحبت میں بیٹھو - (حـ ۳)

لباس و نشست: ایک مقام پر فرمایا ھے کہ نہ ھر وقت عوام میں بیٹھنے کی عادت ڈالو، نہ ھمیشہ خلوت گزیں رھو - ھر وقت عوام میں بیٹھنا، بازاری لوگوں کا طریقہ ھے اور ھمیشہ خلوت میں رھنا درویشوں کا شیوہ ھے - دونوں حالتوں میں اعتدال و توسط کا راستہ پیش نظر رکھنا چاھیے - اسی طرح عیش و عشرت سے بچے رھو، آرام طلبی انسان میں غفلت پیدا کرتی ھے اور اسے خدا کی یاد سے دور لے جاتی ھے - جس شخص کو خدا نے ملک داری کی ذمہ داریاں عطا کی ھوں، اس کے لیے لازم ھے ملکی حالات پر غور و فکر کرتا رھے - (حـ ۳) عجز و فروتنی کو شعار بناؤ - سادہ لباس پہنو، پرتکلف لباس اسراف میں داخل ھے اور خدا اسراف کو پسند نہیں کرتا - قناعت بہتر ھے - اچھا لباس کیوں پہنا جاتا ھے؟ اس لیے کہ لوگ جانیں، پہننے والے کے پاس کتنی قیمتی

۱- "منشورالوصیت" قلمی نسخہ صـ ۱۴ -

۲- ایضاً صـ ۱ -

۳- ایضاً صـ ۵ -

چیزیں ھیں۔ یہ طریقہ غلط ھے۔ لباس کیا چیز ھے؟ اس سے انسان میں کون سی بزرگی پیدا ھو سکتی ھے (حـ ۱)۔

ھمت و استقلال: دنیاداری خطرات سے لبریز ھے۔ انسان کو جب کسی خوفناک صورت حال سے سابقہ پڑے تو چاھیے کہ ستی نہ بھوے، استقلال کو ھاتھ سے نہ دے، فوراً وضو کر کے خدا کی بارگاہ میں دوگانہ ادا کرے خدا اپنے فضل و کرم سے سختی کو آسان کردے گا:

این کہ ترساند ترا آگہ شوی
ور نترساند ترا گمرہ شوی

ھر مخلوق کو اپنے سے بہتر جاننا چاھیے۔ (حـ ۲)
مجھ گنہگار کی یہ حالت ھے کہ اگر حلال خور کو بھی دیکھتا ھوں تو ذات پاک کی قسم، اپنے سے ھزار بار بہتر جانتا ھوں۔ یقیناً اس نے میرے برابر گناہ نہیں کیے۔ (حـ ۳)
اپنے آپ کو خاک کے برابر سمجھنا چاھیے:

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

حقوق مخلوق: داناؤں کا قول ھے کہ بھائی! سردار نہ بننا چاھیے بلکہ سر دار رھنا چاھیے۔ سرداری یہی ھے۔ انسان پر غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور مظلوموں کے بھی حقوق

۱۔ "منشورالوصیت قلمی نسخہ" صـ ۸ - ۹ -
۲۔ ایضاً صـ ٦ -
۳۔ ایضاً صـ ۷ -

ھیں ۔ ان کی بجاآوری حد درجہ ضروری ھے۔ سرداری کے گراں بہا فرائض کا یہ صرف ایک پہلو ھے۔ (۱)

زمینداران سندھ کے جو حقوق طے ھوچکے ھیں ، انھیں ادا کرتے رھو اور اس میں فرق نہ آنے دو۔ خدا نے رسول مقبول علیہ الصلٰوۃ و السّلام کے تصدق میں ھم گنہگاروں پر رحم کرتے ھوئے ان کا ملک ھمارے حوالے کردیا ۔ دنیا لغزش کی جگہ ھے۔ لغزش سے بچو۔ ان کے حقوق میں فرق آئے گا تو وہ بد دعا کریں گے۔ یاد رکھو کہ مستحقوں اور مظلوموں کی آھیں بہت جلد اثر کرتی ھیں ۔ (۲)

اخلاص و محبت: تمام بھائیوں کو چاھیے کہ باھم اخلاص و محبت سے رھیں اور اھل غرض کی باتیں نہ سنیں ۔ خدا نے رسول ثقلین علیہ افضل الصلٰوۃ واکمل التحیّات کے طفیل ھم گنہگاروں کو یہ حکومت عطا کی جنھیں سات پشتوں تک روٹی تک کا ٹکڑا بھی میسر نہ تھا، پس رب العالمین کا شکر بجا لاؤ۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کو اس خوبی اور خوش اسلوبی سے بسر کرو کہ دور و نزدیک کے سب لوگ احسنت و مرحبا کہیں ۔ مجھ گنہگار اور میرے مرحوم و مغفور بھائی میاں محمّد خاں کا طریقہ یہی تھا ۔ نفاق سے بے برکتی پیدا ھوتی ھے۔ تم برخورداروں کا فرض ھے کہ اپنے اسلاف کے طریقے پر قائم رھتے ھوئے نور چشم محمّد مراد کی سرداری قبول کرلو جس نے میری خاطر اور تم بھائیوں کی خاطر وطن چھوڑا اور ایران کا سفر اختیار کیا ، جو سقر سے کم

۱۔ "منشورالوصیت قلمی نسخہ" ص ۷ ۔

۲۔ ایضاً ص ۱۱ ۔

نہیں - (حہ ۱) -

وصیت خاص: ہر معاملے میں برخوردار احمد یار خاں (میاں نور محمد خاں کے ایک فرزند) سے صلاح مشورہ کرتے رہو۔ فقیر (کلھوڑا خاندان کے مرید) میرے لیے جو نذریں لاتے رہے ہیں، ان سب سے کہہ دو کہ اپنے پاس رکھیں - جب اللہ تعالیٰ محمد مراد کو اپنے فضل اور حضرت سیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل لائے، اس وقت اس کی بیعت کرو اور نذریں اس کی خدمت میں پیش کر دو - جب تک محمد مراد نہ آئے، نور چشم خدا داد (میاں نور محمد خاں کا فرزند جسے محمد مراد یاب خاں کی غیر حاضری میں ولی عہد بنا دیا تھا) ملک داری کے باب میں سعی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے اور نہ اس فکر سے کبھی غافل ہو۔ تم سب فی الحال میرے حکم میں ہو۔ میرے بعد اسی طرح اسے قبلہ گاہ جانتے رہو۔ برخوردار مذکور تمھیں اپنا نور چشم مانے۔ اہل غرض خاندان کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کے کہنے پر عمل کرو گے تو خدا نخواستہ دوسروں کے محتاج ہو جاؤ گے پھر وقت ہاتھ نہ آئے گا، جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا (حہ ۲) -

انتظام جاگیرات: میاں صاحب نے محمد مراد یاب خاں کی ولی‌عہدی کے فیصلے کے ساتھ اپنے فرزندوں اور اقرباء کے گزارے کے لیے ملک کے مختلف پرگنے مقرر کردیے تھے تاکہ ان میں نزاع کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ مثلاً لکھا:

۱- ''منشورالوصیت قلمی نسخہ'' صہ ۱۱، ۱۲ -
۲- ایضاً صہ ۱۳، ۱۴ -

۱—جو پرگنے اس وقت میرے پاس ھیں اور تا دم زیست رھیں گے ، ان کے علاوہ پرگنہ چاندوکہ اور پرگنہ کاچھ محمد مراد یاب کو ملیں ۔

۲—پرگنہ لاکھاوت (سیوستان) اور پرگنہ لدہ گاگن مع روھڑی خدا داد خاں کو۔

۳—سرکار نصر پور سے شہزاد پور اور سرکار بکھر سے ماٹھیلہ احمد یار خاں کو۔

۴—ٹپہ رانی پور ۱/۲ ، پرگنہ کنڈبارہ ۱/۲ ، پرگنہ باغبان ۱/۱۰ ، کاچھ ۱/۴ ، موضع فتح پور میرے بھائی محمد خاں کے پاس تھے ، اب وہ فضل علی (فرزند محمد خاں) کو دے دئیے گئے ۔

۵—برخوردار غلام نبی و عبدالنبی خرد سال ھیں ، وہ تمھارے بھائی بھی ھیں اور فرزندوں کی جگہ بھی۔ ان دونوں کو بھی ایک حصہ دے دیا گیا ۔

۶—برخوردار غلام شاہ کو مختلف پرگنوں سے حصہ دے دیا گیا ۔

۷—تمھاری ماؤں کے لئے جو فصلانہ اور یومیہ مقرر ہے اس میں فرق نہ آئے ۔

۸—میرے بھائی محمد اسلام کے فرزندوں محمد شفیع اور شاہ محمد کی رضا جوئی لازم جانو۔

۹—مرحوم غلام حسین کے لئے جو فصلانہ مقرر تھا ، وہ اس کے بیٹوں کو دیا گیا ۔ اس میں فرق نہ آئے ۔

متفرقات : ان کے علاوہ بھی وصیت نامے میں بڑی قیمتی نصیحتیں موجود ھیں، ان میں سے صرف وھی باتیں پیش کی

گئیں جن سے میاں صاحب کی شخصیت ، اخلاق ، طریقِ نظم اور تصورِ ملک داری کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ پورے وصیت نامے کا اندراج کتاب کے موضوع سے خارج تھا ۔ مؤلف نے اپنے طور پر بکھرے ہوئے مطالب کو یک جا کر کے پیش کر دیا ، لیکن ہر پیشکش کے لئے صفحات کے حوالے دے دیے ۔

محسن تتوی نے میاں صاحب کے لئے متعدد قصیدے کہے جن سے ان کی سیرت پر خاصی روشنی پڑتی ہے ۔ ان اشعار کے ضروری اقتباسات ہم میاں صاحب کی شخصیت اور محسن کے تذکرے کے سلسلے میں پیش کریں گے ۔

اکتالیسواں باب

میاں نور محمد خاں کی شخصیت

میاں نور محمد خاں کا حلیہ : میاں نور محمدؐ خاں کلھوڑہ خاندان میں اس لحاظ سے بلند ترین شخص تھا کہ اس کے عہد میں سندھ صدیوں تک پارہ پارہ رہنے کے بعد پہلی مرتبہ متحد ہوا ۔ بعض اصحاب نے اس کے فرزند میاں غلام شاہ کو خاندان کا گلِ سر سبد قرار دیا ہے ۔ لیکن حقیقتاً خاندان کا کوئی فرد میاں یار محمدؐ خاں کے سوا میاں نور محمدؐ خاں سے بہتر نہ تھا ۔ نہ عظمت کے اعتبار سے ، نہ تدبیر و تدبر کے اعتبار سے اور نہ ذاتی اخلاق کے اعتبار سے ۔

خاندان کے کسی فرد کا حلیہ معلوم نہیں ۔ خواجہ عبدالکریم کشمیری نے میاں نور محمدؐ خاں کو دیکھا تھا ۔

اس لیے کہ وہ نادر کی حملہ آور فوج کے ساتھ پہلے لاڑکانہ، پھر شہداد پور، بالآخر عمرکوٹ پہنچا تھا۔ وہ لکھتا ہے:

خدا یار خاں (میاں نور محمد خاں) کا رنگ سانولا ہے اور وہ پھلبہری کا مریض ہے۔ سندھ کے باشندے جو بلوچ ہیں، میاں صاحب کے محاسن کی بنا پر اسے بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنا مرشد و پیشوا مانتے ہیں۔ میاں صاحب کا خاندان اس ملک میں مدتِ مدید سے زمینداری کا مالک چلا آتا تھا۔ بحالتِ موجودہ وہ شہنشاہِ ہندوستان کی جانب سے سندھ کا صوبہ دار ہے (۱)۔

مخلص کا بیان: انندرام مخلص نے "بدائع وقائع" میں لکھا ہے:

ملک و مال اور سپاہ کو پیش نظر رکھا جائے تو زمینداران سرحد میں سے کوئی بھی بالفعل خدا یار خاں عباسی (میاں نور محمد خاں) جیسا نہیں۔ جب سے شاہ فلک بارگاہ (نادر) قندھار پہنچا تھا۔ خدا یار خاں کے دماغ میں یہ دور از کار خیالات سمائے ہوئے تھے کہ وہ فتح مند فوج کا راستہ روکے گا اور اگر فوج دریے کو عبور کر آئی تو مقابلے میں لڑے گا۔ برگشتہ بختی اور ادبار کے باعث وہ غلط فہمیوں کی بنا پر اپنے آپ کو اس صاحبِ اقبال کا حریف سمجھنے لگا جس نے آفتابِ عالم تاب کی طرح برق شمشیر کی روشنی سے مشرق

۱۔ "بیان واقع انگریزی ترجمہ" ص ۲۰۔

و مغرب کو تسخیر کر لیا تھا (حـ ۱) ۔

انندرام مخلص میاں صاحب کا دوست اور محب تھا ، جیسا کہ اس کے مکاتیب اور "گلدستۂ نورس بہار" سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن نادری فتوحات نے اسے اس درجہ متاثر کیا کہ اسے حق شناسی کا بھی ہوش نہ رہا ۔ نادر اپنی ماں کے پیٹ سے فاتح پیدا نہ ہوا تھا ، اس نے بھی معمولی حیثیت سے اٹھ کر ترقی کی اور حالات کی سازگاری سے صاحبِ اقبال بن گیا ۔ میاں صاحب کے دل میں اگر وہ تمام خیالات موج زن تھے جن کا ذکر مخلص نے کیا ہے تو یقیناً یہ صاحبِ عزم و ہمت کے خیالات تھے ۔ ان الفاظ سے بھی میاں صاحب کی برتری روز روشن کی طرح عیاں ہے ۔

منشی عظیم‌الدین ڈھٹھوی: منشی عظیم‌الدین ٹھٹھوی فتح نامے میں فرماتے ہیں :

خدا یار خاں سرور نامور
بنور محمدؐ رخش جلوہ گر

(خدا یار خاں یعنی میاں نور محمدؐ خاں نامور سردار تھے— اور حضرت محمدؐ کے نور سے ان کا چہرہ روشن تھا)

۱۔ "بدائع وقائع" مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین بابت فروری ۱۹۵۰ء۔ مخلص کے انداز بیان پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں ، اس زمانے میں بادشاہی کے متعلق تصورات عجیب و غریب تھے ۔ آج ان تصورات کو کوئی بھی درست ماننے کے لیے تیار نہ ہوگا اور اصولاً یہ تصورات اس زمانے میں بھی صحیح نہ تھے غلط ہی تھے ۔

اکتالیسواں باب

عجب مرد خوش دین و پاک اعتقاد
که در خدمت حق به پا ایستاد

(وہ بڑے ھی دین دار اور پاک اعتقاد والے بزرگ تھے — خدا کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے)

اگر طفل عریاں ز آل رسول
همی کرد در مجلس او نزول
به آن شوکت مہتری و مہی
بپا استادے چو سرو سہی

(اگر سادات میں سے کوئی برہنہ تن لڑکا بھی میاں صاحب کی مجلس میں پہنچ جاتا تو وہ اپنی سرداری اور بزرگی کی شان و شوکت کے باوجود سرو سہی کی طرح تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔)

ڈاکٹر سارلے: ایچ۔ٹی سارلے رقم طراز ھے:

یار محمد کلھوڑو ۱۷۱۹ء میں فوت ہوا۔ اسکا بیٹا نور محمد کلھوڑو جانشین بنا۔ اس نے والد کے مملوکات میں مزید توسیع کی۔ پہلے احتیاطاً محمد شاہ بادشاہ کی اطاعت کا حلف اٹھا کر خدا یار خاں کا خطاب اور سیوستان کا صوبہ حاصل کیا (ح۔ ۱) شکار پور

۱۔ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سیوستان کا علاقہ میاں یار محمد خان کی زندگی میں مل گیا تھا اور میاں نور محمد اس کے نائب و فوجدار مقرر ہوئے تھے۔

کا علاقہ داؤد پوتروں سے لیا ۔ اس اثنا میں قلات کے بروھی رئیس نے کلھوڑے پر حملہ کردیا لیکن ذلت خیز شکست کھائی اور میدان جنگ میں مارا گیا ۔ اس سے نور محمدؐ کی طاقت و قوت میں اور اضافہ ھوگیا ۔ جب ٹھٹھ کی نظامت خالی ھوئی تو مغل شہنشاہ نے مقامی اھمیت کے اشخاص کو اختیارات دینے کے روایتی مسلک کی پیروی کرتے ھوئے نور محمدؐ کو ٹھٹھ کا ناظم بنا دیا ۔ اس طرح وہ مشرقی صحرائی علاقے سے مغرب کی پہاڑیوں تک پورے بالائی اور زیرین سندھ کا حکمراں بن گیا (حـ ۱) ۔

سید علی محمد راشدی: نور محمدؐ کی وفات سے ایک حددرجہ شریف‌النفس ، خدا ترس، بہادر اور عالی ھمت انسان کا دور حیات اتمام کو پہنچا جو حقیقتاً سندھ میں کلھوڑہ حکومت کا بانی اور اپنے خانداں کا گل سر سبد تھا (حـ ۲) ۔

"نامہ نغز": ''نامہ نغز،، میاں نور محمدؐ خاں کی سرپرستی میں مرتب ھوا اور اس میں جا بجا میاں صاحب ، ان کے فرزندوں اور سالاروں کی مدح و ستائش کی گئی ھے ۔ یہاں صرف ایک مقام سے چند اشعار اقتباساً درج کیے جاتے ھیں جن میں میاں صاحب کے اوصاف کو جامعیت سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ھے :

۱- '' شاہ عبدالطیف '' صـ ۲۹ ۔

۲- '' منشورالوصیت کا ٹائپ کیا ھوا انگریزی دیباچہ صـ ۲۹ ۔

نشست آں بجائے پدر شیر مرد
زگردان گیتی بر آورد گرد

(وہ شیر مرد باپ کا جانشین بنا—اس نے دنیا بھر کے پہلوانوں پر فوقیت حاصل کرلی) ۔

گزشت از نیاگاں بہ گنج و سپاہ
سر افراز سالار لشکر پناہ

(وہ خزانے اور سپاہ کے اعتبار سے اپنے اجداد پر بازی لے گیا—وہ سر فراز، سالار اور صاحب لشکر تھا)

جو گشت آں سپہدار سالار سند
بیفگند آوازہ در ملک ہند

(جب وہ صاحب سپاہ سندھ کا سالار بنا—تو اس کی شہرت کا آوازہ ہندوستان بھر میں پھیل گیا) ۔

ز یزداں مر او را عنایت رسید
نکو نام او در ولایت رسید

(خدا نے اس پر عنایت کی— اس کی نیک نامی خراسان و ایران تک جا پہنچی)

خرد مند، دانائے دل، ہوش مند
سخنداں و در ہر سخن سود مند

(وہ عقلمند، دانا اور صاحب ہوش تھا— سخنداں تھا اور اس کی ہر بات سود مند ہوتی تھی)

سرافراز از خسروان جہاں
خطاب آمدش زاں خدا یار خاں

(وہ جہاں کے باشاھوں میں ممتاز ھو گیا — اس وجہ سے اسے خدا یار خاں خطاب ملا)

بھر جا غبارے کہ دید از ستیز
نشانید از آب شمشیر تیز

(جہاں جہاں لڑائی کا غبار اٹھا — اس نے شمشیر تیز کے پانی سے اسے بٹھا دیا)

ز سرحد ملتان و از جاے گیر
بفرمان او تا بدریائے قیر

(سرحد ملتان سے — سمندر تک پورا علاقہ اس کے زیر فرمان تھا)

نخستیں کہ درکار بگز اشت دست
بدیں پروری کار از جاں ببست

(اس نے کاروبار میں ھاتھ (ح-۱) ڈالتے ھی — سب سے پہلے دل و جان سے دیں پروری پر توجہ کی)

خوشا در جہاں رسم بنیاد کرد
زمین ملک را نیک آباد کرد

(اس نے جہان میں کتنی اچھی رسم کی بنیاد رکھی — ملک کی زمین کو خوب آباد کیا)

اماں داد از رہزناں راہ را
فرو بست و بگرفت بدخواہ را

(راستوں کو رہزنوں سے پاک کردیا — بدخواھوں کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا)

جہاں را ز بدکار شوئید سخت
سر افراز سالار بیدار بخت

(بدکاروں کو دنیا سے محو کر ڈالا — وہ سر افراز تھا، سالار تھا، بیدار بخت تھا)

بجز شرع ہرگز نہ او از قدم
بیاراست گیتی چو باغ ارم

(اس کا قدم شریعت سے باہر ہرگز نہ پڑا — دنیا کو اس نے باغ ارم کی طرح آراستہ کردیا)

بدست کرم همچو حاتم زماں
به انصاف و عدل او چو نوشیرواں

(سخاوت میں وہ زمانے کا حاتم تھا — انصاف اور عدل میں نوشیرواں سمجھنا چاهیے)

چناں عدل گسترد او یک سره
که یک جا چرانید گرگ و بره

(اس نے عدل کی بساط اس طرح بچھا دی — کہ بھیڑیا اور بھیڑ کا بچہ ایک جگہ چرنے لگے)

جہاں پاک شد از دل پاک او
ندانست کس فہم و ادراک او

(اس کی پاک دلی کی برکت سے جہاں پاک ہوگیا — کوئی شخص اس کے فہم و ادراک کا انداز شناس نہ تھا)

گنہگار گر باشدش عذر خواہ
باحساں مر او را ببخشد گناہ

(اگر کوئی گنہگار اس کے پاس آکر عذر خواہ
ہوتا ــ تو اس پر احسان رکھ کر گناہ بخش
دیتا) ۔

ٹوپن مل: ٹوپن مل تاریخ سندھ میں رقمطراز ہے کہ میاں نور محمدؐ خاں عقل و دانش میں درجہ کمال پر پہنچا ہوا تھا ۔ بیشتر اوقات قران مجید کی تلاوت میں صرف کرتا تھا ۔ زمینداروں کے طریق پر حکمرانی کرتا تھا۔ احمد شاہ ابدالی کو خراج کی رقم برابر بھیجتا رہتا تھا لیکن اس کی سطوت اور غضب سے خوفزدہ رہتا تھا (حـ ۱) ۔

شاید یہی وجہ تھی کہ ابدالی کے آنے کی افواہ سن کر میاں صاحب نے رخت سفر باندھا اور وہ جیسلمیر کے صحرائی علاقے میں چلا گیا ۔

محسن تتوی جو میاں صاحب کے دربار کا خاص شاعر تھا اور سندھ نے غالباً فارسی میں اس سے بڑا شاعر پیدا نہیں کیا ۔ اس نے متعدد قصیدے میاں صاحب کی مدح میں کہے، جن میں موصوف کی سیرت کے بعض پہلو بھی آشکارا کیے ۔ ان میں سے بعض اشعار ذیل میں درج ہیں :

نہ دولتش ز رہ اسپ و فیل و سیم و زر است
کہ در ترازوے دانشوری ندارد سنگ
بجود عام تو در پلۂ ترازوے عدل
بہار و ابر و مہ و مہر کے شود پاسنگ

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ میاں صاحب سخاوت و عدل

۱- ٹوپن مل کی تاریخ سندھ قلمی نسخہ صـ ۸ ، ۱۲ ۔

میں بہت بلند پایہ تھے اور ان کی اصل دولت گھوڑے، ھاتھی، چاندی، سونا نہ تھے بلکہ عقل و دانش میں کوئی ان کا ہم رتبہ نہ تھا۔

دوسرے قصیدے میں محسن لکھتا ھے:

خاک در دیں پناہ مرشد راہ اللہ
کز شرفش مہر و مہ حلقۂ بر در رسید
پرتو شمع ھدی نور محمدؐ کزو
فقر تفاخر کناں تا بہ پیمبر رسید
فضل و ھنر را زو رنگ بہ برو آمدہ
عدل و کرم را ازو سکۂ بر زر رسید
فقر حقیقی بود سلطنت باطنی
کز کف آبا بآں معدن جوھر رسید
رشتۂ فقرش نشاند نقش ولایت درست
راست نماید سطور صفحہ چو مسطر رسید
جوھر ذاتیٔ او ھست غنی از عرض
لیک عرض را ازو جوھر دیگر رسید
قبلۂ ارباب فقر، مرشد صاحب دلاں
اے ز تو خورشید فضل بر خط محور رسید

ان اشعار سے ظاھر ھے کہ اھل نظر کے نزدیک میاں صاحب ظاھری شان و شکوہ سے کہیں زیادہ فضائل اخلاق اور کمالات باطنی کی وجہ سے مستحق مدح و ستائش تھے۔

بیالیسواں باب

میاں نور محمد خاں کی شخصیت

(۲)

میاں صاحب کا مقام: میاں صاحب کی شخصیت کے متعلق مختلف اصحاب کی جو رائیں پیشتر درج کی جاچکی ہیں ، ان سے بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ وہ اپنے عہد میں ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک تھا ۔ جن نازک حالات سے اُسے اور اس کے والد کو عمر بھر سابقہ پڑا رہا ، وہ فولادی عزم کے آدمیوں کو بھی متزلزل و ہراساں کر دینے کے لئے کافی تھے ، لیکن باپ بیٹا دونوں نے مشکلات کی خوفناک تاریکی میں سے اپنے لیے راہِ عمل پیدا کی اور اپنے وطنِ عزیز کی وہ خدمات انجام دیں ، جن کی نظیر صدیوں میں بھی نہیں ملتی ۔ ان خدمات کے لیے صبر و تحمل ، تدبر و فراست ، جرات و شجاعت ، مہارتِ نظم و نسق کے علاوہ اس بات کی

ضرورت تھی کہ ایک ایک واقعے کے مآل و انجام پر گہری نظر رکھی جاتی - میاں یار محمدؒ خاں کی طرح میاں نور محمدؒ خاں بھی ان اوصاف سے بدرجۂ اتم بہرہ مند تھا -

حالات گرد و پیش: گرد و پیش کے حالات سخت اضطراب انگیز صورت اختیار کرچکے تھے، میاں یار محمدؒ خاں نے سرداری کی مسند سنبھالی تھی تو مغلیہ سلطنت کمالِ عروج پر پہنچی ہوئی تھی - دیکھتے دیکھتے اس میں انحطاط کا عمل جاری ہوا اور جو رشتے اس وسیع سرزمین کو دہلی سے وابستہ کیے ہوئے تھے، وہ ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگے - میاں نور محمدؒ خاں کے عہد میں مغلیہ سلطنت کا انحطاط تیزی سے آخری منزل پر پہنچ گیا - نادر و احمد شاہ نے اس انحطاط سے فائدہ اٹھا کر پورے ملک پر عموماً اور پنجاب و سندھ پر خصوصا جو آفتیں برپا کیں، وہ محتاجِ تفصیل و بیان نہیں - سندھ پنجاب کی طرح سلطنت مغلیہ کا سرحدی صوبہ تھا - اپنے اصل مرکز سے دور افتادہ ہونے کے باعث اس کے لیے استقلال کے مواقع سب سے بڑھ کر سازگار تھے، لیکن نادر و احمد شاہ کے ظہور نے نہ محض اس کی دولت و ثروت پر ہاتھ ڈالا، نہ محض اس کے استقلال کا گلا گھونٹا بلکہ اس کی وحدت بھی بحال نہ رہنے دی - بایں ہمہ میاں نور محمدؒ خاں ثابت قدمی سے اپنے کام میں لگا رہا - گویا اس کی حیثیت ایک تناور درخت کی تھی جو ہر طوفان و سیل کے تھپیڑے کھا کر بھی اپنی جگہ قائم رہتا ہے - ایسی عزیمت کی مثالیں تاریخ کے ہر دور میں نہیں ملتیں، لیکن یہ شخصیتیں صرف اس وجہ سے گمنامی کی ظلمت میں پڑی رہیں کہ سندھ کی مفصل تاریخ نہ لکھی جا سکی -

سیاسی حیثیت: اپنے والد کی طرح میاں نور محمدؐ خاں بھی برابر مرکز دھلی سے وابستہ رھا اور اس نے مرکز سے کامل علحدگی کے لیے کبھی کوئی قدم نہ اٹھایا ، حالانکہ سلطنتِ مغلیہ کے کئی صوبہ دار ایسے اقدامات کر چکے تھے ۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ میاں صاحب کو استقلال و آزادی سے محبت نہ تھی ۔ حقیقت یہ ھے کہ وہ اپنے تمام اندرونی معاملات میں آزاد و خود مختار تھا ۔ نہ مرکز کی طرف سے اس کے داخلی کاروبار میں کوئی مداخلت ھوئی اور نہ اسے مرکز سے وابستگی کا رشتہ منقطع کر لینے کی ضرورت پیش آئی ۔ اس کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ اھل وطن کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام پائیں اور ملک کاملاً متحد ھو جائے ۔ یہ مقصد اس کے عہد میں بوجہِ احسن پورا ھوا ۔ اگر نادر و احمد شاہ کی آفتیں اچانک نازل نہ ھو جاتیں تو جو مسلک میاں صاحب نے اختیار کر رکھا تھا اور سلامت روی سے اس پر چلا جا رھا تھا ، وہ استقلالِ کامل ھی پر منتج ھوتا ۔ میاں صاحب کے عہد پر دو سو سال سے زیادہ مدت گزر چکی ھے ۔ آج کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا کہ اس نے کن مشکلات و موانع میں کام کیا ، اس لیے اس کے متعلق رائے زنی کرتے وقت عجلت سے کام نہ لینا چاھیے ۔ پورے حالات کا جائزہ لیتے ھوئے غور کیا جائے تو یہی معلوم ھوتا ھے کہ اس کا اختیار کردہ راستہ ملکی و قومی مقاصد کے نقطۂ نگاہ سے وقت کے ماحول کے مطابق بہترین تھا ۔

نظم و نسق: میاں نور محمدؐ خاں نے مسند نشینی کے بعد جو پہلی عرضداشت دربارِ شاھی میں بھیجی ، اسی سے واضح ھوتا ھے کہ مفوضہ علاقے کے انتظامات پر خاص توجہ

تھی - وہ لکھتا ھے :

در حراست قلعہ جات سبی و گنجابہ و سرحد ایران دیار و دیگر محالات و درہ جات سیوستان لوازم حراست بجا آوردہ بندوبست زیادہ از سابق نگاہ می دارد (۱)

سرحد ایران کے قلعوں یعنی سبی و گنجابہ ، دوسری جاگیروں اور سیوستان کے دروں کی نگہبانی کا حق ادا کررھا ھوں اور پہلے سے بھی زیادہ بندوبست کرلیا ھے۔

جب ٹھٹھہ کا علاقہ میاں صاحب کو نہ ملا تھا تو شاھی حکم کے مطابق قیام امن کی غرض سے وھاں وقتاً فوقتاً فوج بھیجنی پڑتی تھی - میاں صاحب نے ھر ایسے حکم کی تعمیل میں انتہائی سرگرمی سے کام لیا - اس سلسلے میں مرکز کی طرف سے مقررہ ناظموں کی باھمی لڑائیوں کا ذکر بھی آیا ھے - ''گلدستۂ نورس بہار،، میں اس کے متعدد شواھد موجود ھیں -

میاں صاحب اور اس کے والد کے زمانے سے پیشتر حالات چونکہ بہت اضطراب انگیز تھے اور حکومت کا انتظام جیسا ھونا چاھیے تھا - موجود نہ تھا ، اس وجہ سے سندھ کی کئی قوموں نے قزاقی و رھزنی کو اپنا عام شیوہ بنا لیا تھا - میاں یار محمدؐ خاں اور میاں نور محمدؐ خاں کو اپنے پورے عہد حکومت میں قزاقیوں سے سابقہ پڑتا رھا مگر آھستہ آھستہ بدامنی کے تمام ھنگامے فرو ھوگئے - لوگوں کو اطمینان سے کاروبار کا موقع ملا تو وہ رھزنی اور قزاقی کو چھوڑ کر زراعت و تجارت وغیرہ میں لگ گئے - اس طرح

۱- '' گلدستہ نورس بہار '' قلمی نسخہ ص ۱۱ -

اھل سندھ نے مدت مدید کے بعد غیر طبعی مشاغل سے کنارہ کش ھوکر طبعی زندگی اختیار کرلی۔ ملک کو متحد کر دینے کے ساتھ ساتھ اھل ملک کو پابند امن و قانون بنا دینا نہ صرف ایک عظیم‌الشان کارنامہ ھی تھا بلکہ ملک کی وہ خدمت تھی جو ان دو جلیل‌القدر شخصیتوں کے ظہور سے پہلے کبھی انجام نہ پائی تھی۔

راستوں اور ملک کا امن: میاں یار محمد خاں کو جب شاھی منصب عطا ھوا تھا تو اس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ راستوں کا امن بحال کیا جائے اور رعایا کی بہبود کا خیال رکھا جائے۔ میاں صاحب نے اسی وقت یقین دلا دیا تھا کہ راستوں کا امن اور رعایا کی بہبود اعلیٰ پیمانے پر حاصل ھے (ح ۱)۔

میاں نور محمد خاں کے عہد میں بھی سندھ ان برکات سے مالا مال رھا۔ ایک موقع پر کسی دوسرے علاقے سے چوری کی خبریں آئیں۔ میاں لکھتا ھے:

دریں حدود گاھے ایں قسم واقعہ روے نداده و متردد ین روزانہ و شبانہ بہ خاطر جمع آمد و شد دارند (ح ۲)۔	ھمارے علاقوں میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا۔ مسافر رات اور دن دل جمعی سے آتے جاتے ھیں۔

ایک موقع پر نہمردیوں نے ھنگامۂ فساد گرم کیا۔ میاں صاحب نے سواروں اور پیادوں کا لشکر بھیج کر ان کی خوب گوشمالی کی۔ قیام امن کے بعد لکھا:

۱- " گلدستہ نورس بہار قلمی نسخہ " ص ۱۰۔
۲- ایضاً ص ۱۲۴۔

خلق‌الله از ایذا و ضرر آن اشرار نابکار نجات یافته، طرق آمد و شد زائران حرمین شریفین و اهل تجارت و عموم مترددین که همیشه از دست آنها در آسیب جان و مال می بودند، به امنیت مفتوح خواهد شد (حـ ۱) ۔

خدا کی مخلوق ان شریروں کی نقصان رسانی سے نجات پا گئی اب حرمین شریفین کے زائروں ، تاجروں اور عام مسافروں کو امن سے آمد و رفت کا موقع مل جائے گا۔ ان کے جان و مال همیشه ان کے هاتھوں خطرے میں رهتے تھے ۔

ایسی شہادتیں ''گلدستۂ نورس بہار،، میں جا بجا ملتی هیں ۔

سندھ اور هندوستان کی حالت میں فرق : مغلوں کے زمانے میں سندھ سلطنت کا معمولی سرحدی صوبہ سمجھا جاتا تھا۔ کم از کم اسے وہ اهمیت حاصل نہ تھی، جو اکثر دوسرے صوبوں کو آخری وقت تک حاصل رهی ۔ میاں یار محمد خاں اور میاں نور محمد خاں نے بیس پچیس برس میں سندھ کے امن و نظم کو اس اعلیٰ پیمانے پر پہنچا دیا کہ هندوستان بحیثیت عام سندھ کے مقابلے میں منزلوں پیچھے رہ گیا ۔ ''گلدستۂ نورس بہار،، میں مرقوم ھے :

بعد از عہد حضرت خلد مکان که گردش ها درمیان آمده در هندوستان چها گزشته ۔ به عنایت الٰهی و اقبال بادشاهی

عالمگیر اعظم کے بعد گردشوں کا جو دور آیا، اس میں هندوستان پر کیا کچھ نہ گزری ۔ خدا کی عنایت

۱۔ '' گلدستۂ نورس بہار قلمی نسخہ '' صـ ۲۹ ۔

دریں حدود بحدے امن و امان و جریان طرق و رفاهیت خلق اللہ حاصل است کہ بر مردم اثرے ازگردش محسوس نگشته و معہذا در محافظت و احتیاط دره جات سرحدی کہ کاریست از همه امور اهم و همچنان حراست حدود ٹھٹھ و رفع فساد مردم کوتاه بین آں سمت و سرکوب و سد راه شدن آنہا برهماں تعہد حضرت خلد مکاں استقامت ورزیده (حـ ۱) -

اور بادشاہ کے اقبال کی بدولت ان حدود میں امن و امان اور راستوں کا اجراء اور خلق خدا کی بہبود اس پیمانے پر حاصل ھے کہ لوگوں کو کسی گردش کا احساس تک نہیں ھوا - اس کے ساتھ سرحدی دروں کی حفاظت ھو رھی ھے اور یہ بڑا ھی اھم کام ھے - حدود ٹھٹھ کی نگہبانی بھی جاری ھے - اس طرف کے کوتاہ اندیش لوگوں کا فساد ختم کردیا گیا اور ان کی گوشمالی کردی گئی - عالمگیر کے زمانے میں جو عہد کیا گیا تھا، اس کی پابندی بدستور ھورھی ھے -

میاں نور محمد خاں کی عظمت: بہر حال میاں یار محمد خاں کی طرح میاں نور محمد خاں بھی بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا - ان دونوں نے نظم و نسق؛ ملک داری یا حرب و ضرب کی تعلیم و تربیت کہیں نہ پائی - جب نہایت نازک حالات میں ملکی انتظام کا بوجھ ان پر آپڑا تو عزم و همت سے اسے اٹھا لیا اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس فرض کی بجا آوری میں وہ

۱- ایضاً صـ ۲۹۹، ۳۰۰ -

کسی بڑے آدمی سے پیچھے رہے۔ میاں نور محمد خاں نے حکومت کی حدیں والد کے زمانے سے بہت وسیع کرلیں۔ اگرچہ اس کے ذمے سرحدی دروں کی حفاظت کا نہایت اہم کام تھا، جس کے لیے ہر وقت فوج تیار رکھنی پڑتی تھی۔ چھوٹی بڑی لڑائیاں بھی پیش آتی رہیں۔ یہ فوج اور ساز و سامان کے بغیر لڑی نہ جا سکتی تھیں۔ سندھ سے مرکز کو بھی روپیہ بھیجا جاتا تھا۔ پھر ان کے عہد میں ملک کی آبادی کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر ہوا۔ بایں ہمہ جب نادر شاہ سندھ پہنچا تو میاں نور محمد خاں سے اس نے جو کچھ بطور تاوان وصول کیا، اس کی مقدار ایک کروڑ سے کم نہ تھی۔ یہ میاں صاحب کے حسن انتظام، ادائے فرائض ملک‌داری اور جزورسی و کفایت شعاری کا ایک روشن ثبوت ہے۔

چبلانی کا بیان: ایس، پی چبلانی نے کیا خوب لکھا ہے:

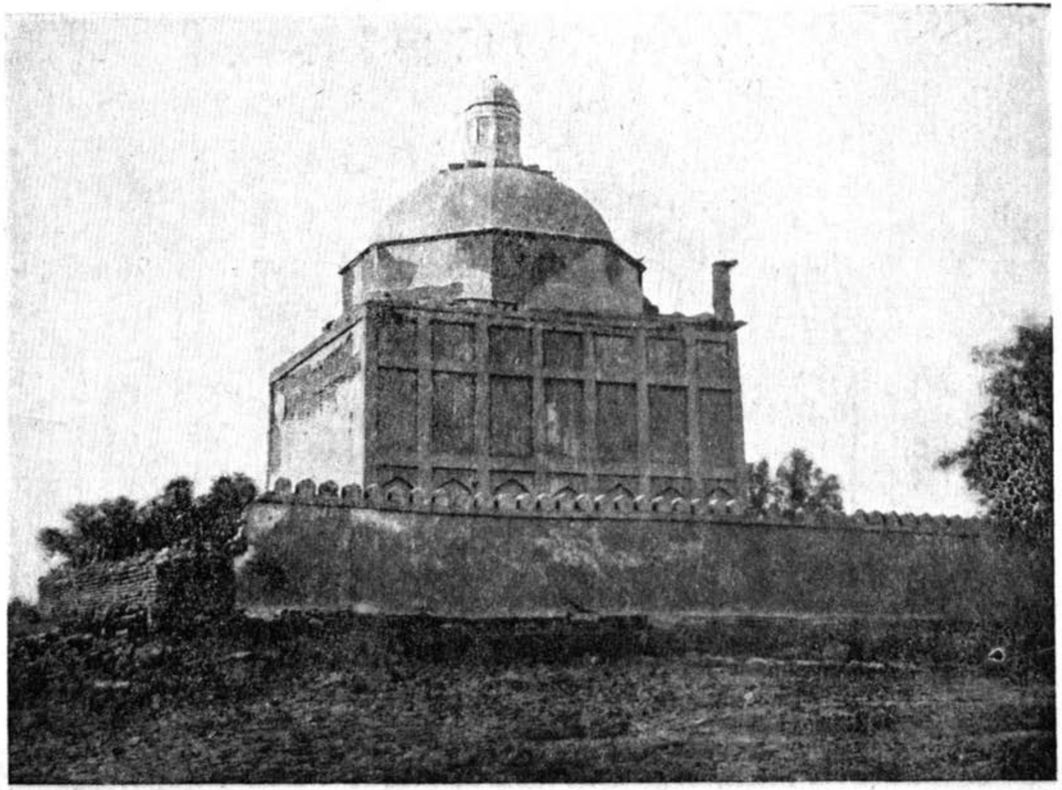
> بہ حیثیت مجموعی کلھوڑہ خاندان کے پہلے دو حکمرانوں، یار محمد اور اس کے فرزند نور محمد نے . . . ملک کی حکومت کا کاروبار بڑی دانش مندی اور دور اندیشی سے چلایا۔ وہ دونوں بہت بڑے نبرد آزما تھے، لیکن مقاصد امن کے لیے کام کرنے میں بھی وہ ویسے ہی بلند مرتبت تھے۔ میاں نور محمد خصوصاً نہروں کی آبیاری کو ترقی دینے میں بڑا سرگرم تھا اور اس نے زراعت کی ترقی کے لیے جو کچھ کیا، میدان جنگ میں اس کی شجاعت سے کم اہم نہ تھا۔ اس کے عہد حکومت میں زرعی پیداوار سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچی (ح ۱)۔

۱۔ ''سندھ کے اقتصادی حالات'' انگریزی ص۔ ۱۸۔

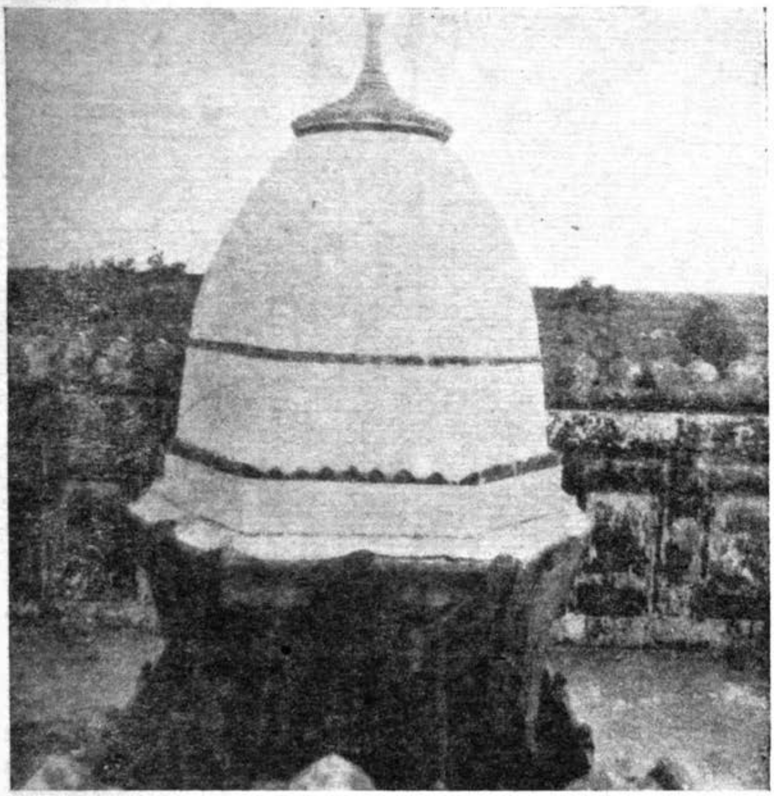
یار محمد خاں اور نور محمد خاں: غرض باپ بیٹا دونوں بہت عظیم المرتبت تھے ، صرف ایک موقع ایسا پیش آیا ، جہاں دونوں سیرتوں کا فرق بالکل واضح ہوگیا۔ یار محمدؐ خاں جب بھائی کی گرفتاری اور قتل کے بعد شاہی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے وطن چھوڑ کر نکل گیا تھا تو اس کے لیے یہ انتہائی پریشانیوں کا زمانہ تھا۔ تمام املاک چھن چکے تھے ۔ اہل و عیال کے لیے کوئی اطمینان بخش مامن میسر نہ تھا اور کچھ معلوم نہ تھا کہ مستقبل کے دامن میں اس کے لیے کیا کیا مصیبتیں اور آفتیں موجود ہیں ، لیکن اس حالت نے یار محمدؐ خاں کے عزم ، مآل اندیشی اور قوت عمل پر کوئی ضرر رساں اثر نہ ڈالا ۔ اس کے برعکس میاں نور محمدؐ خاں کو نادر کے حملے سے سابقہ پڑا تو اس میں وہ دم خم باقی نہ رہا جو اس سے پیشتر کم و بیش بائیس برس تک ہر مقام اور ہر میدان میں حد درجہ نمایاں نظر آتا تھا ۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ حملۂ نادر کے وقت میاں بڑھاپے کی منزل میں داخل ہوچکا تھا اور بڑھاپے میں انسانی قویٰ پر انحطاط طاری ہو جاتا ہے ۔ نادری یورش کی ضرب بلا شبہ بڑی ہی سخت تھی ، لیکن نور محمدؐ خاں کی جگہ اگر یار محمدؐ خاں ہوتا تو یقین ہے کہ اس ضرب کے اثرات کی تلافی بھی یقیناً جلد سے جلد کرلیتا ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ میاں نور محمدؐ خاں کی شخصیت کے جو جوہر نادری یورش سے پیشتر درخشاں تھے ، یورش کے بعد وہ کم سے کم ایک حد تک ماند پڑ گئے ۔ باپ بیٹا دونوں یقیناً عظیم الشان شخصیتوں کے مالک تھے ، لیکن بالغ نظر مبصرؔ کے نزدیک میاں یار محمدؐ خاں ثبات و استقامت میں میاں نور محمدؐ خاں سے یقیناً فائق و برتر ہے ۔



۲ - میاں آدم شاہ شہید کا مقبرہ (سکھر) (ص- ۱۳۸)



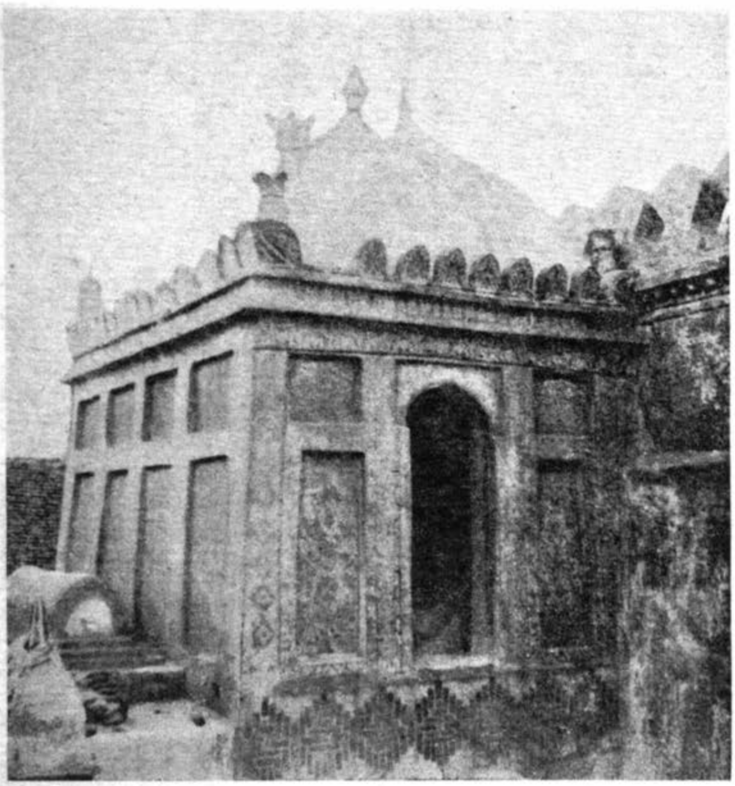
۳ - میاں الیاس محمد کا مقبرہ (لاڑکانہ) (ص- ۱۵۷) (بعنایت ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)



۴ - میاں نصیر محمد کا مقبرہ (تعلقہ جوھي ، ضلع دادو) (ص ۱۷۷)
(بعنایت ڈاکٹر نبي بخش خان بلوچ)



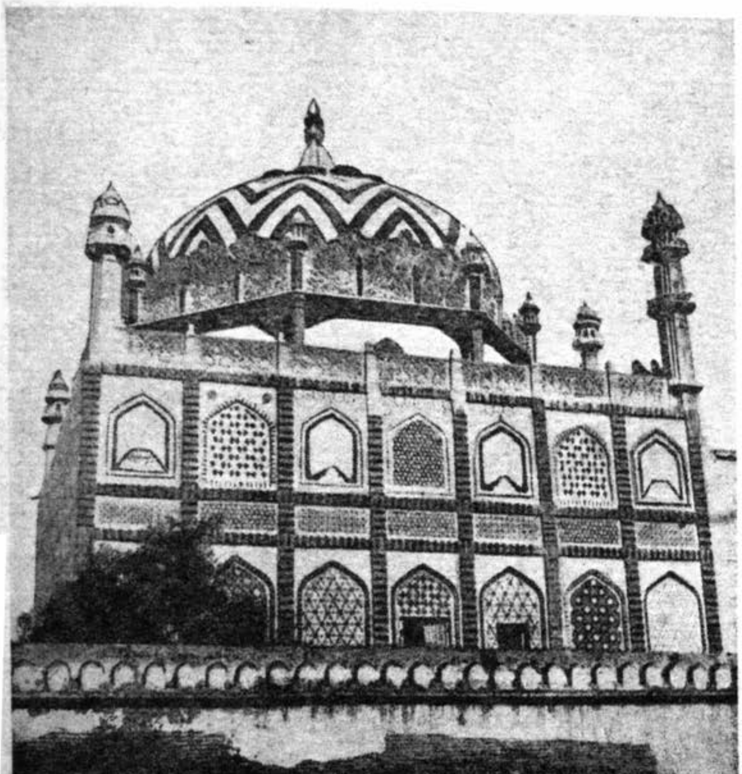
٥ - مسجد ميان نصير محمد ، متصل مقبره (جوڻي ، ضلع دادو) (ص ١٧٧)
(بعنايت ڈاڪٽر نبي بخش خان بلوچ)



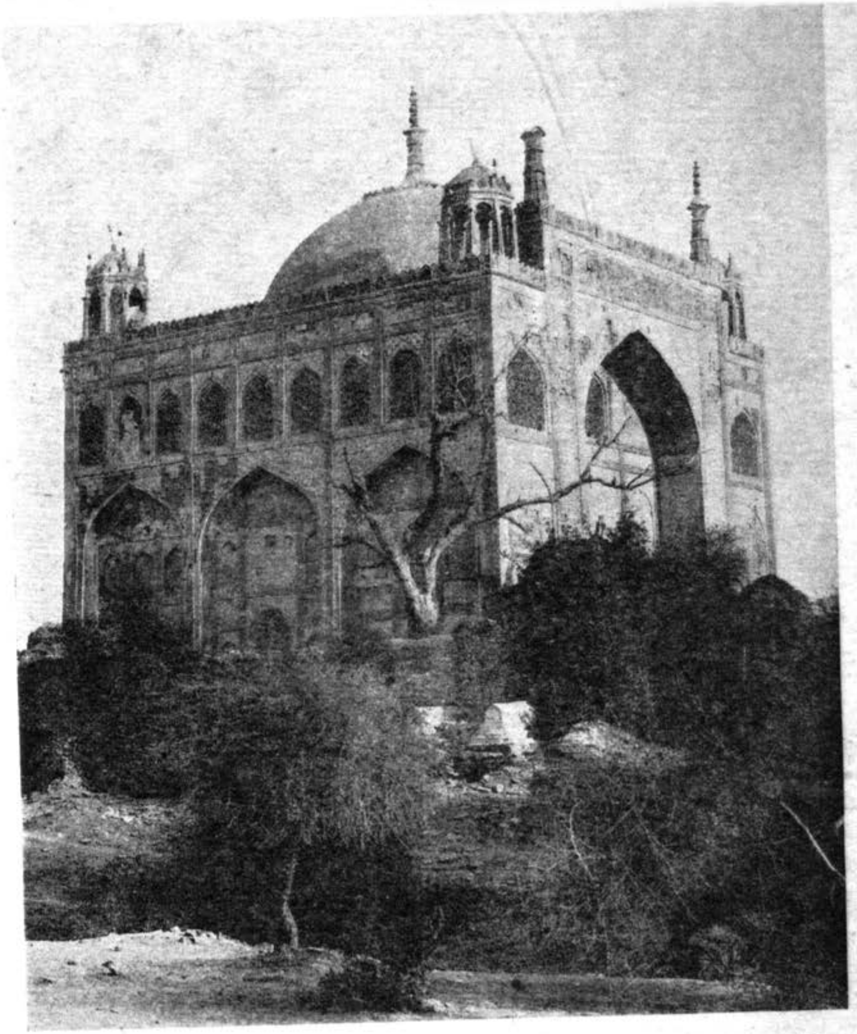
٦ - میاں دین محمد کا مقبرہ - متصل مقبرۂ میاں نصیر محمد (ص- ۱۹۱)
(تعلقہ جوھي ضلع دادو) (بعنایت ڈاکٹر نبي بخش خان بلوچ)



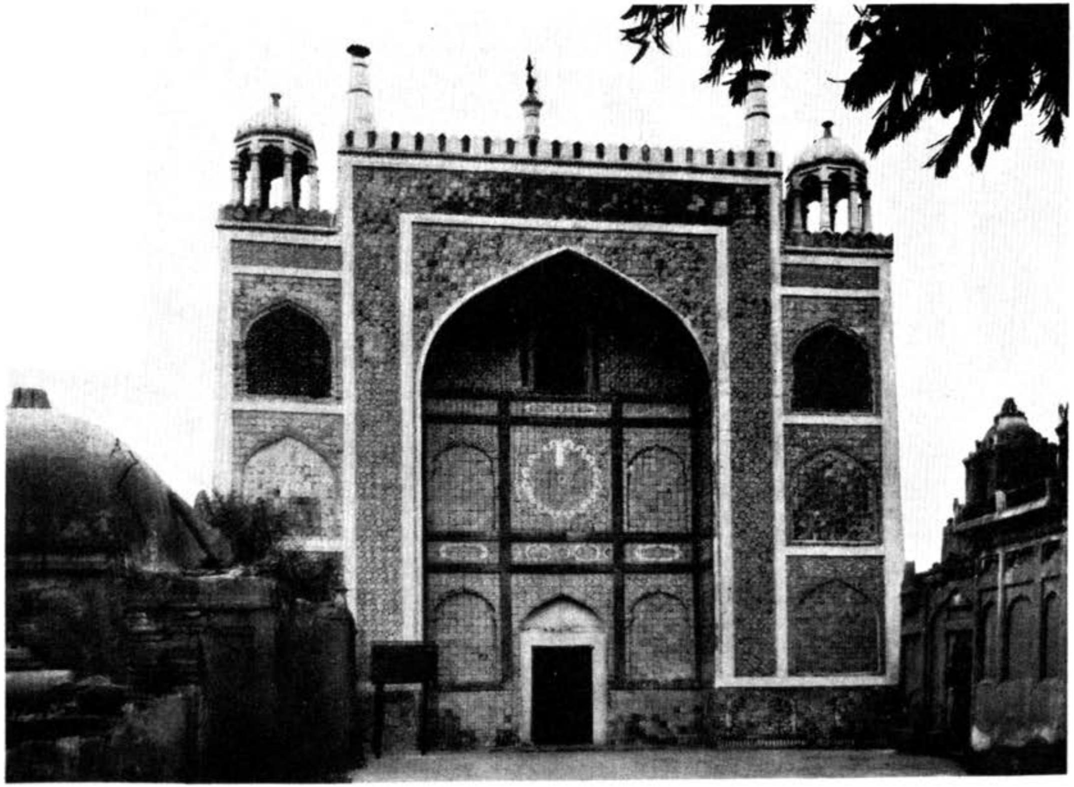
۷ - میر ویس افغان (ص- ۲۴۲)



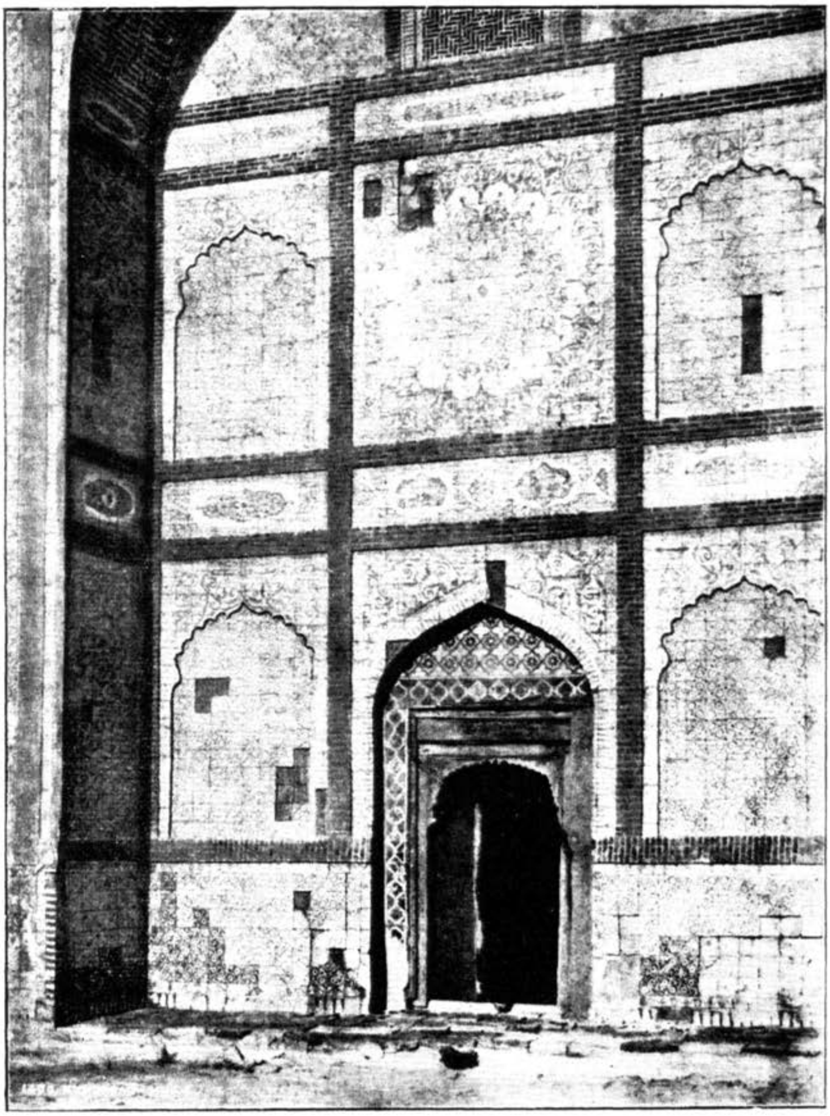
۸ - شاہ عنایت اللہ شہید کا مقبرہ (جھوک) (ص ۳۰۰)



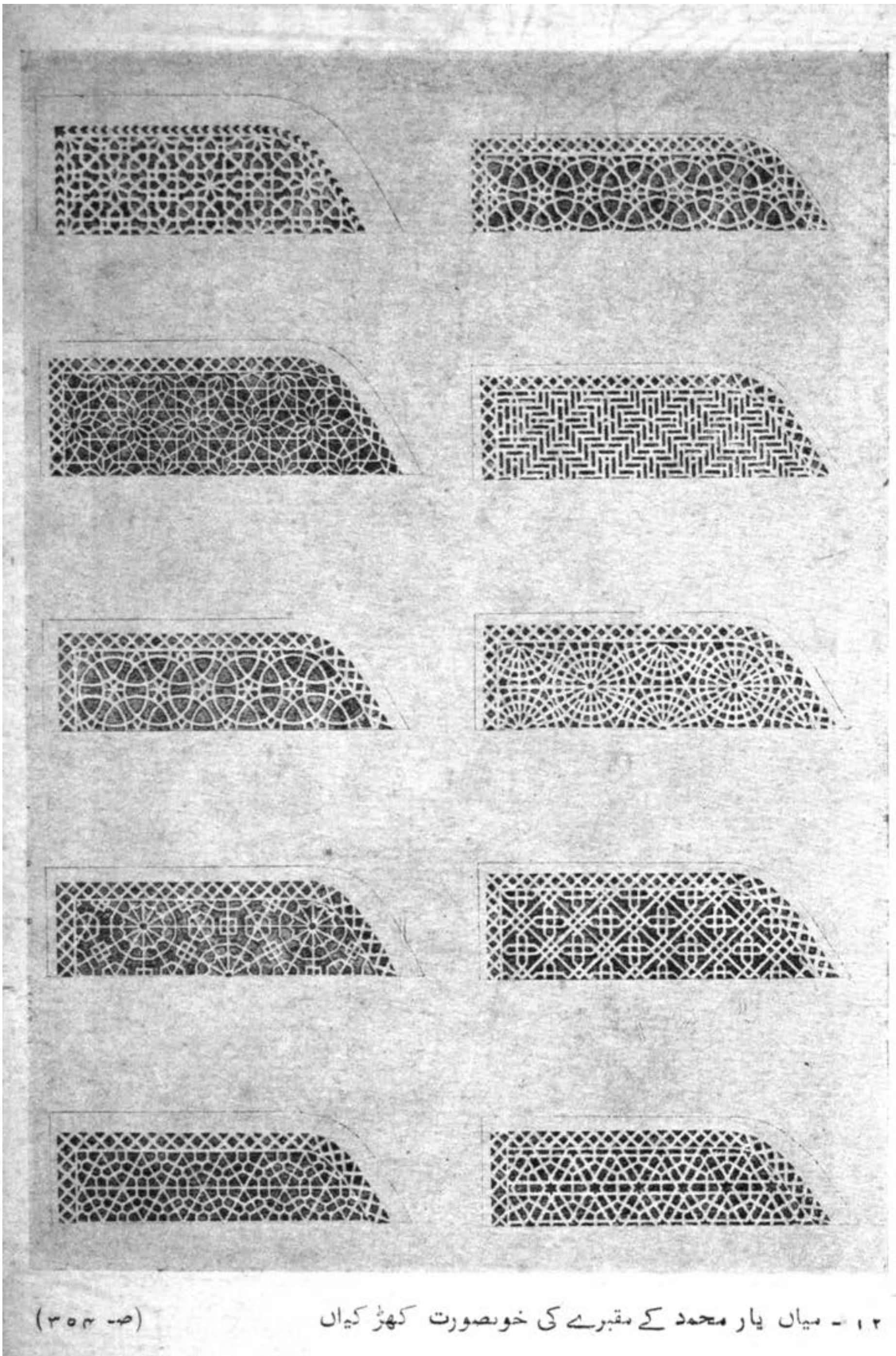
۹ - میاں یار محمد کا مقبرہ (خدا آباد ، ضلع دادو) (ص۔ ۳۵۲)
(بعنایت محکمہ آثار قدیمہ پاکستان)



۱۰ - میاں یار محمد کے مقبرے کا دروازہ (خدا آباد) (ص۔ ۳۵۲)



۱۱ - میاں یار محمد کے مقبرے پر کاشي کاري



۱۲ - میاں یار محمد کے مقبرے کی خوبصورت کھڑکیاں (ص- ۳۵۴)

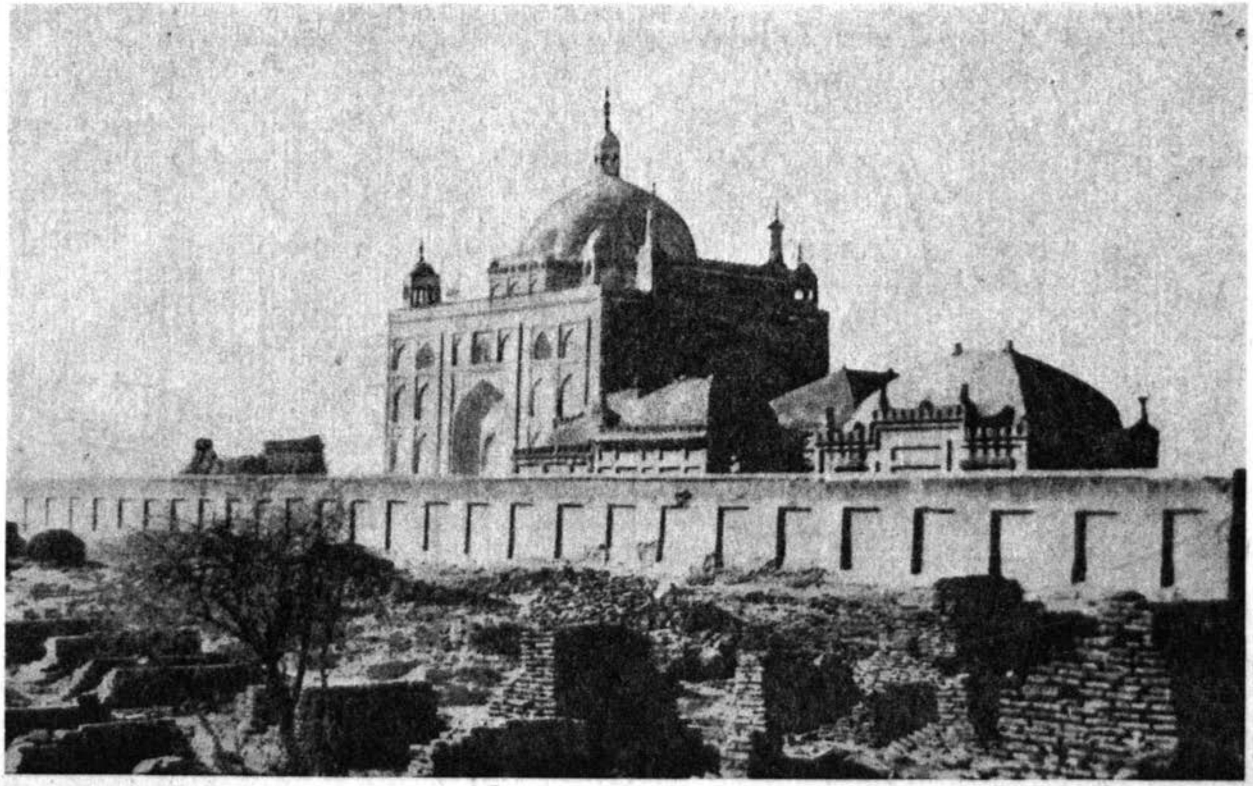


۱۳ - نادر شاه افشار (ص- ۴۲۰)



۱۴ - احمد شاه ابدالی

(ص ۵۰۰)



۱۵ - میاں نور محمد عباسی کا مقبرہ (مورو ، ضلع نواب شاہ) (ص ۵۳۸) (بعنایت ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ)

صحت نامه

۲	۹	معجزه نما	معجز نما
۲	۱۱	يهٔ بهي كارنامه	يه كارنامه بهي
۳	۲۳	نرتيب	ترتيب
۸	۱۲	بيان كئے گئے	بيان كئے گئے تھے
۹	۲	تفصيلي بحث كے	تفصيلي بحث كي
۱۱	۲	جز بيات	جزئيات
۱۳	۳	سوي ڈاهاڈر	سوي و ڈهاڈر
۱۳	۹	سند	شايد سنه
۱٦	۱۳	اس سے مير متاره	اس سے نيز مير متاره
۱۷	۱۸	۱۱۳۹ع	۱۱۳۹ھ
۱۷	۱۹	۱۱۵۵ع	۱۱۵۵ھ
۲۳	۳	"تحفة الكرام" و	"تحفة الكرام"
۲۵	۲	ايڈووني	ايڈواني
۲۵	۱۱	مير بچار	مير بجار
۲۷	۲۳	ڈاكٹر داود پوتره	ڈاكٹر داؤد پوته
۲۷	۲٦	جاهئے	چاهئے
۳۰	۱۱	ٹالپروں عهد	ٹالپروں كے عهد
۳۰	۱۸	بيش فيمت	بيش قيمت
۳٦	۹	عام انسانيت	عالم انسانيت

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۹	۱۴	شوند	شدند
۳۹	۱۵	تتهوی	تهتوِی
۴۱	۸	تتهوي	تهتوی
۴۱	۲۴	تتهوی	تهتوي
۴۲	۱۷	درمیا	درمیان
۴۲	۲۲	عباسیت کے	عباسیتؐ، کي
۴۶	۴	رازِ زندگی	ارزندگی
۴۷	۸	پراُ	پسُر
۴۹	ح۸	جینح	جنیح
۴۹	ح۱۴	پپدا	پیدا
۵۱	۹	راسنے	راستے
۵۲	۱۶	اقامت گزبن	اقامت گزین
۵۲	ح۵	کیچ و مکران	کیچ مکران
۵۳	۷	ذیٔ مشائخ	زیؒ مشائخ
۵۵	۳	هوجائیں	هوجاتیں
۵۵	۱۹	یه بهی شجره	یه شجره بهي
۵۶	۱۸	مقیم ه گیا	مقیم هوگیا
۵۶	۲۲	چهنن چینے خان)	چهنن (چینے خان)
۵۸	۱	کهڑا	کهـُڑا
۵۸	ح۳	بیج	بیچ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
٦٢	٩	طقبه	طبقه
٦٢	٢٢	امیا	امیر
٦٤	٢٣	بیانت	بیانات
٦٥	٤	نسبت	بحث
٦٦	٢	شروء	شروع
٦٦	٥	راستے میں	راستے کے
٦٩	١٠	فتل	قتل
٧٣	١	موبود	موجود
٧٣	١٩	حیثیت میں	حیثیت سے
٨٠	٧	نه هٹّا	نـّه هٹّا
٨٢	٤	تهل خاں	تهـُل خاں
٨٣	١٣	ادلاد	اولاد
٨٧	١٦	١٢٢٠ء میں	١٢٢٠ع هی
٩٢	٢٣	پروش	پرورش
٩٢	١٧	منایا	سنایا
٩٤	١٦	کرتا	کیرتا
٩٥	٩	پیۃ	پیتے
٩٥	٢١	کمباتھ دفن	کمباتھ میں دفن
٩٥	١ح	ڈبوڈ سیٹن	ڈیوڈ سیٹن
١٠٥	٤	پنے	اپنے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۹	۱	کھیی باڑای	کھیتی باڑی
۱۱۱	۱۲	۱۷-۱ع	۱٦۱۷ع
۱۱۱	۱۳	۱۰-۸ھ	۱۰٦۸ھ
۱۱۱	۱۳	٦۵۵ع	۱٦۵۵ع
۱۱۸	۳	ارر	اور
۱۲۱	۵	علیحدگی	علٰحدگی
۱۲۲	۱۸	واله	والد
۱۲۳	ح۱	-۳	-۱
۱۲۳	ح۳	-۱	-۲
۱۲۵	۱۷	سمجتا	سمجھتا
۱۲٦	۱	زمینداروں با	زمینداروں یا
۱۲۷	عنوان	آدم شاہ کلھوڑ	آدم شاہ کلھوڑا
۱۲۸	٦	بیان بیان	بیان
۱۲۸	۱۲	باع علی	باغ علی
۱۲۸	۱۸	اس سلسلہ	اس سلسلے
۱۲۸	۱۸	خانخان	خانخانان
۱۳۰	ح۳	اٹیکن	ایٹکن
۱۳۱	۲	شاھم	شاھل
۱۳۱	۱۴	تعین زمانے	تعین زمانی
۱۳۳	۹	منں	میں

صفحه	سطر	غلط	صحیح
١٣١	٢	سبقت	سبقت
١٣٢	١٧	کراة	کراتا
١٣٦	٧	مظلمون	مظلومون
١٣٩	٩	سی	اسی
١٦٠	١	شاه علی کے	شاه علی کي
١٦١	٥	تاج باد یگري	تاج با دیگری
١٦٦	٨	زندگی کے نین	زندگی کے تین
١٧١	١٣	میرزا خان یعنی	میرزا خان پنّی
١٧٣	٢٠	صاصب	صاحب
١٧٥	٢١	مشارو ، الیه	مشارٌ الیه
١٧٧	٢	تحفتة الکرام	تحفة الکرام
١٧٨	٣ح	ود	دو
١٨٠	٩	سپه بود	سپهبد
١٨٠	١٦	مشیخیت	مشیخت
١٨١	٣	یاس ناموس	پاس ناموس
١٨٣	١٧	نا کاه	نا کام
١٨٤	٣	درمانی	درمیانی
١٨٦	١ح	تخفةالکرام	تحفةالکرام
١٨٨	١٥	میا دین محمد	میان دین محمد
١٨٨	١٨	طوفان	طوفان

صفحه	سطر	غلط	صحيح
۱۹۱	ح۲	جيسا کے	جيسا که
۱۹۲	۲۰	نام ميں هے	نام بهي هے
۱۹۳	۱۱	مشار ليه	مشارٌ اليه
۱۹۴	۱۲	ـ۱	(ح ۱)
۱۹۸	۷	قله	قلعه
۱۹۹	آخر	تير کے طرح	تير کي طرح
۲۱۴	۴	غازي خان ڈرڈئي	غازي خان ڈوڈئي
۲۱۴	۵	انتقام	انتظام
۲۲۰	ح۱	چچبرا	چچيرا
۲۲۱	۱	مناد	عناد
۲۲۶	۱۷	نه ني	نه بني
۲۲۶	ح۱	ـس	جس
۲۲۶	ح۵	تائبد	تائيد
۲۲۸	۱۳	تها اور سمندر	تها تو سمندر
۲۳۰	۴	مال اٹهاکر	مال هاته اٹهاکر
۲۳۰	۵	ديتة	ديتے
۲۳۲	۷	تحفتةالکرام	تحفة الکرام
۲۳۲	۲۳	بامث	باعث
۲۳۴	۶	گئ	گئے
۲۳۵	۱۱	که ديا	کهه ديا

صفحه	سطر	غلط	صحيح
٢٣٥	١٤	ڈھا ڈھر	ڈھا ڈر
٢٣٦	١٦	از دعا	از دغا
٢٣٧	٢٠	کفجهٔ	کفچهٔ
٢٣٨	١٩	عہدہ دار کا	عہدہ دار اسے کار
٢٣٩	عنوان	قدھار کا قضیه	قندھار کا قضیه
٢٤٠	١٧	چھاپه مارنے	چھاپے مارنے
٢٤١	آخري	کوتاہ اندبش	کوتاہ اندیش
٢٤٥	٣	ھوتا تھا،	ھونا تھا،
٢٤٧	١١	بھایج	بھیجا
٢٤٨	عنوان	قندھار کا قضیه	قندھار کا قضیه (٢)
٢٥٣	٧ح	یعني اٹھالي	یعني فصلیں اٹھالي
٢٥٤	١١	حغاظت	حفاظت
٤٦٢	١٦	کھوڑ	کھوڑ (غالباً صحیح "کھاوڑ")
٢٦٠	١	فتح کر	فتح کرتے
٢٦١	٣	عرض	غرض
٢٦٢	٩	مبں	میں
٢٦٦	١٣	نمتع	تمتع
٢٦٦	٢١	نظر ڈالے	نظر ڈالنے
٢٦٧	٢٠	به نکلیں	بہه نکلیں

صفحه	سطر	غلط	صحيح
۲۶۸	۱۰	مصرفه	متصرفه
۲۶۹	۷	فسادگي	فساد کي
۲۷۱	۵	الميه	اليمه
۲۷۱	۱۲	ملزه	ملزم
۲۷۵	۱۸	ديکهة	ديکهتے
۲۸۰	۱۱	حملد	حمله
۲۸۷	۴	باهر نکال کر	باهر نکل کر
۲۸۹	۱۰	مستر	مسترد
۲۹۱	۲۰	حرب	حرف
۲۹۳	۷	فرود گزاشت	فروگزاشت
۲۹۶	۴	لا ترز وزارة وزر اخري	لا تَزِرُ وازِرَةٌ وِزْرَ اُخريٰ
۳۰۰	۱	مرده	مردم
۳۰۰	۱۶	ابهي جنک	ابهي جنگ
۳۰۱	۵	ماٰثر الکرم	مآثر الکرام
۳۰۲	۳	نرازوے	ترازوے
۳۰۳	۱۲	تيره روز	تيره روزي
۳۰۳	۱۵	هر در عالم	هر دو عالم
۳۰۵	۲	بيان کرے	بيان کرتے
۳۰۷	۵	جابر	جان بر

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۰۸	۸	بهر حال جه	بهر حال جو
۳۱۴	۱۵	یفین	یقین
۳۱۵	۸	اقبال عظمت	اقبال و عظمت
۳۱۷	۱۰	چنانحه	چنانچه
۳۱۸	۱۷	درمان	درمیان
۳۱۹	۷	حصہ	حصے
۳۱۹	۴	۱۱۳۳ھ	۱۱۱۳ھ
۳۲۰	۸	واقع	واقعے
۳۲۰	۲۲	تحریک	تحریر
۳۲۰	۲۲	ٹھٹھ	ٹھٹے کے
۳۲۰	ح۲	ص ۳۵۵-۳۵۶	ص ۵۵-۵۶
۳۲۱	۷	کا خطر	کا خطره
۳۲۱	۱۷	واقع	واقعے
۳۲۲	٦	نامہ	نام
۳۲۲	۲۳	تدبیہ	تدبیر
۳۲۵	۲۲	محمد صدیق	محمد صادق
۳۲٦	۴	محمد صدیق	محمد صادق
۳۲۹	۱	کے سنره	کے ستره
۳۲۹	۲۰	پے درپے	پے در پے
۳۲۹	۲۴	اپنہ	اپنے

صفحه	سطر	غلط	صحيح
۳۳۱	۱۲	اضطرا	اضطرار
۳۳۳	حاشيه	...	۱- "گلدسته نورس بهار" قلمي نسخه ص- ۳۸-
۳۳۶	۷	در امهد	در مهد
۳۳۸	۷	بداهتة	بداهةً
۳۳۸	۱۹	نعمير	تعمير
۳۴۰	۳	افرا پردازي	افترا پردازي
۳۴۰	۲۱	چينس	چنيں
۳۴۱	۳	افسرس	افسوس
۳۴۲	۱۰	لرليں	كرليں
۳۴۳	۱۱	استحتكام	استحكام
۳۴۵	۲۰	دماغ ں	دماغوں
۳۴۸	۵	ان	اس
۳۴۹	۷	اميديں اور	اميديں
۳۵۰	۷ح	اب ابهي	اب بهي
۳۵۰	۱۰ح	۲- مياں صاحب كو .... بدل گئے - الخ	۲- مياں صاحب كو كوئي خاص تدبير اختيار كرنے كي ضرورت پيش نه آئي - اپنے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
			سفیروں کے ذریعے سے صحیح حالات شہزادے کي خدمت میں پیش کردئے، جن پر مقامي حکام نے اپنے اغراض کے پیش نظر پردہ ڈال رکھا تھا۔ شہزادے پر صحیح حالات واضح ہوگئے تو میاں صاحب کے متعلق اس کے خیالات بدل گئے۔ الخ
۳۵۱	۱۱	خ ندان	خاندان
۳۵۱	۱۴	سنه ۱۱۷ ء	سنه ۱۱۷۱ء
۳۵۱	۱ح	وضح	واضح
۳۵۲	۸	زماں برد گر	زماں بر د گر
۳۵۳	۳ح	یه خطا و	یه خطاب و
۳۵۶	۲	ٹھہیر	ٹھہر

صفحه	سطر	غلط	صحيح
٣٥٧	١٩	هوگا (حـ ٠)	هوگا (حـ ٢)
٣٥٩	١	"برخاش	"پرخاش
٣٦٢	٣	بهيجة	بهيجتے
٣٦٣	٦	حود گرفتم	خود گرفتم
٣٦٣	٧	کچھ ثر	کچھ اثر
٣٧١	٩	بهترا	بهتيرا
٣٧٣	اح	دونوں ے	دونوں نے
٣٧٦	٣	اکتوبر ٣٣ ١٧ء	اکتوبر ٣٢ ١٧ء
٣٧٦	١٨	فروري ٣٢ ١٠ء	فروري ٣٢ ١٧ھ
٣٧٨	١	داؤد پوتوں	داؤد پوتروں
٣٧٨	٥	حا بیٹھا	جا بیٹھا
٣٧٨	٦	بیٹ دہلي	بیٹ دہلی
٣٧٩	١٣	سادات کر	سادات کو
٣٨٣	٣	نیا زمند را	نیازمند را
٣٨٣	٢٢	عرض کیا جا چکا ھے	عرض کیا جا چکا ھے اس کے پیش نظر مسٹر ایڈواني کے بیان کي مفصل تردید غیر ضروري ھے۔
٣٨٦		ھذف یورش	ھدف یورش

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۸۸	۱۴	پہلہ	پہلے
۳۸۹	۵	سمندر ھی	سمندر بروھی
۳۹۰	۸	برھیوں کے	بروھیوں کے
۳۹۰	۸	انھوں ۔ کلھوڑہ	انہوں نے کلھوڑہ
۳۹۳	۴	سرادروں	سرداروں
۳۹۴	۱۱	مستونگ میر	مستونگ میں میر
۳۹۴	۱۷	براھوائی ھا	براھوئی ھا
۳۹۸	۱۷	حـ ۱	حـ ۲
۴۰۰	۲	واقعه المیه	واقعه الیمه
۴۰۳	۱۰	صیح	صحیح
۴۰۳	۱۰	کھہڑا	کھُڑا
۴۰۵	ح ۱	نسحه	نسخه
۴۰۶	۱	احیاء لی	احیاء کی
۴۰۶	۲۲	حس	جس
۴۱۰	۲۰	الر	اگر
۴۱۱	۲۰	تع ون	تعاون
۴۱۱	۲۱	خاندالی	خاندانی
۴۱۳	۱۶	کزر جکی	گزر چکی
۴۲۲	۳	افغان	افغانوں
۴۲۳	۷	ادازه	اندازه

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۳	۹	فوح	فوج
۴۲۳	۱۶	نریب	فریب
۴۲۴	۵	ذ کریا خاں	زکریا خاں
۴۳۲	۱۲	۱۷۴	۱۷۴۰ع
۴۳۵	۱۹	خاندان	خاندانوں
۴۳۷	۶	جوں	چوں
۴۴۲	ح۵	"مآ الامراء"	"مآثر الامراء"
۴۴۴	ح۱	جلد سوم	جلد سوم
۴۴۵	ح۴	جرنیل	جرنل
۴۴۹	ح۱۳	کا بیان	کا یہ بیان
۴۵۰	ح۱	ص ۸	ص ۸۰
۴۵۰	ح۲	سندھ کے	سندھ کا
۴۵۲	۲	محہ ود	محدود
۴۵۲	۵	تصرف	تصوف
۴۵۲	۱۰	روانکی	روانگی
۴۵۳	ح۲	۶- رابرٹ مسیح	۲- رابرٹ لیچ
۴۵۷	۶	بپکر	بہ پیکر
۴۵۹	۵	سیہ سالار	سپہ سالار
۴۵۹	ح۱۸	خلاّف	خلاف

صفحه	سطر	غلط	صحيح
۳۵۹	۱۹ح	خلاَف	خلاف
۳۶۰	۱۱	علحدگي	علٰحدگي
۳۶۳	۳	نهير	نهيں
۳۶۴	۲	ه	هو
۳۷۹	۲۲	ايسبائي	ايسباني
۳۸۲	۲۳	جلائر شكارپور	جلائر نے شكارپور
۳۸۷	۲۰	ريسباني	ايسباني
۳۸۹	۴	انجام دے	انجام دئے
۳۹۱	۵ح	ڈاكٹو	ڈاكٹر
۳۹۲	۱۱	خاں كے ٹهٹهه	خاں نے ٹهٹهے
۳۹۳	۱۶	قبروں كے	قبروں كي
۳۹۳	۱۶	فوج گي	فوج كي
۳۹۵	۱۴	فبيلے	قبيلے
۳۹۵	۱۹	تحفة الكرا	تحفة الكرام
۳۹۵	۳ح	نمپر	نمبر
۳۹۷	۳	كانجي	والي٠ كانجي
۳۹۸	۲	شير پخشه	شير بخشه
۵۰۲	۲۱	تركتازوں	تركتازيوں
۵۰۳	۱۸	خدا نهبں	خدا نهيں
۵۱۳	۱۴ح	فرمائبں گے	فرمائيں گے
۵۱۷	۳	ط هوگئے	طے هوگئے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۵۱۸	۱	وزارت	سفارت
۵۱۸	۱۲	تـن	تین
۵۱۸	۲۱	اپک	ایک
۵۲۰	۱۳	والد اجد	والد ماجد
۵۲۳	۲	جان او	جان اور
۵۲۶	۱۸	دماغ پ	دماغ پر
۵۲۷	۱۵	کیہ گئے	کیے گۓ
۵۳۲	۱۹	۱۰۵۲ع	۱۷۵۲ع
۵۳۲	۲۲	متلق	متعلق
۵۳۷	۷	خاں ے	خاں سے
۵۳۸	۲۰	معلوم	معلوم
۵۴۰	ح۶	شعو	شعر
۵۴۶	۲	اپنہ	اپنے
۵۵۴	۱۱	محاندان	خاندان
۵۵۷	۶	اگ	اگر
۵۶۱	۵	او از قدم	او زد قدم
۵۶۶	۳	علحدگی	علٰحدگي
۵۶۷	۱۷	چاهیہ	چاهیے
۵۷۰	ح۱	۱- ایضاً	۱- گلدسته نورس بهار
۵۷۱	۸	آ ادي	آبادي